سردارِ کربلاؑ

سحابِ رحمت کا اُردو ترجمہ

جلد اوّل

سیدُ الشہدا حضرت امام حُسینؑ اور آپؑ کے انصارؓ و اصحاب
اورؓ اقرباؑ کے مصائب و آلام پر مشتمل جامع کتاب

حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ عباس اسماعیلی یزدی مدظلہ

مترجم
پروفیسر مظہر عباس چودھری

بسم الله الرحمن الرحیم

سردارِ کربلاؑ

سحابِ رحمت کا اُردو ترجمہ

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار و اصحاب
اور اقربا کے مصائب و آلام پر مشتمل جامع کتاب

تالیف:

حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ عباس اسماعیلی یزدی مدظلہ العالی

ترجمہ:

پروفیسر مظہر عباس چودھری

اہتمام:

حجۃ الاسلام ریاض حسین جعفری، فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون: 042-5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : سرزارِ کربلا (حصہ اول)

مولف : علامہ عباس اسماعیلی یزدی

مترجم : پروفیسر مظہر عباس چودھری

اہتمام : علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

پروف ریڈنگ : کاشف علی، غلام حیدر چودھری

اشاعت سوئم : اگست 2012

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ !

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ، فرسٹ فلور، دوکان نمبر 20، اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-7225252 ، 0301-4575120

تقدیم

افضل کل عالم کی سجدہ ریزی سے
______ جلتی ریت پہ ہونے والا اک سجدہ
آج تلک توحید خدا کا ضامن ہے
______ فصل عبادت ہونے والا اک سجدہ

(مظہر عباس)

maablib.org

فہرست

- پیش لفظ 11
- عرضِ حال با اشعارِ لازوال 13
- گفتارِ ناشر 16
- اردو کتبِ مقاتل کا ایک سرسری جائزہ 27
- مقدمہ مؤلف 33
- احوالِ مترجم 41
- امام حسینؑ کی ولادت باسعادت 45
- امام حسینؑ کے منتخب فضائل اور معجزات 49
- خصائص الحسین علیہ السلام 69
- مظلومِ کربلا پر رونے کی فضیلت 77
- امام عالی مقامؑ پر گریہ کے فوائد 98
- امام حسینؑ پر گریہ کے متعلق چند داستانیں 101
- سید الشہداءؑ کی زیارت کی فضیلت 117
- امام حسینؑ کی زیارت کے فوائد 124
- صلۂ زیارت میں کمی بیشی کا راز 129
- زیارتِ (قبر) حسینؑ سے مربوط چند داستانیں 130
- حضرت امام حسینؑ اور قبولِ شہادت 147

- رسولؐ خدا کا امام حسینؑ کو چومنا 153
- پانی پیتے وقت سیدالشہداءؑ کو یاد کرنے کی فضیلت 156
- مصائب و شہادت حسینؑ پر گریۂ انبیاءؑ 159
- جبرئیلؑ کی روضہ خوانی اور حضرت آدمؑ کا سماعت فرمانا 159
- بہشت میں ایک مجلس جبرئیلؑ ذاکر، پیغمبر اکرمؐ سامع 160
- امام حسینؑ کے مصائب اور شہادت کی یاد 166
- انبیاء اور زمین کربلا 171
- تمام انبیاء کرام کا کربلا کی زیارت کرنا اسی راہ و روش پر تھا 176
- امام حسینؑ اور حضرت یحییٰؑ 183
- شباہتیں 183
- دونوں ہستیوں کی شہادت میں تفاوت 185
- فاطمہ زہراؑ کی میدان محشر میں آمد 188
- عزائے سیدالشہداءؑ میں سیاہ لباس پہننے کا استحباب 192
- ائمہؑ کے اقوال و افعال 196
- سیاہ پوشی فقہاء کی نظر میں 198
- تاریخ گزشتگان کی تحقیق لازمی ہے 202
- امام حسینؑ کے قیام کے اسباب و علل 205
- سیدالشہداءؑ کا بیعت یزید سے انکار 235
- امام حسینؑ کی مکہ کی طرف روانگی 243
- حضرت مسلمؑ کی کوفہ آمد 253
- حضرات مسلمؑ و ہانیؓ کی شہادتیں 265
- حضرت ہانیؓ کی عظمت 269

- جنابِ مسلمؑ کی عظمت و شجاعت 271
- حضرت مسلمؑ سے رسول خداؐ کی محبت 272
- جنابِ مسلمؑ کی زیارت کے فقرات 273
- عمر مبارک 274
- فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت 275
- امام حسینؑ کی مکہ سے کربلا روانگی 283
- امامؑ سے زہیرؓ کی ملاقات 292
- امامؑ کو مسلمؑ و ہانیؓ کی شہادتوں کی خبر ملنا 294
- امامؑ کی حر بن یزید ریاحیؓ سے ملاقات 302
- امام حسینؑ کا کربلا میں ورود 313
- زمینِ کربلا 320
- امام حسینؑ خریدارِ زمینِ کربلا 322
- امام حسینؑ کے نام ابن زیاد کا خط 323
- عمر سعد کی کربلا میں آمد 328
- پانچ محرم الحرام 332
- چھ محرم الحرام 335
- سات محرم الحرام 336
- ابن زیاد کا پانی بند کرنے کا حکم 336
- امام حسینؑ کی عمر سعد سے ملاقات 339
- آٹھ محرم الحرام 341
- بدبختی کے دو عوامل حُبِّ دنیا اور حُبِّ ریاست 344
- نو محرم الحرام 345

♦ شب عاشور	348
♦ امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد	365
♦ بنوامیہ کے لشکر کی تعداد	368
♦ آئمہؑ اور روز عاشور	372
♦ صبح عاشور	379
♦ اولین حملہ	388
♦ حسین علیہ السلام کا کربلا میں گریہ	390
♦ وہ مواقع جہاں امام حسینؑ نے روز عاشور خجالت محسوس کی	393
♦ عاشور کے شب و روز میں اہل بیتؑ کی پیاس	395
♦ مرحوم شوستری کی گفتگو کا خلاصہ	399
♦ سقائے اول	401
♦ سقائے دوم	401
♦ سقائے سوم	402
♦ سقائے چہارم	403
♦ اصحاب سید الشہداءؑ کے فضائل	404
♦ مقتل اصحاب سید الشہداءؑ	412
♦ وداع اصحاب حسینؑ	412
♦ جناب حرؓ کی توبہ اور امام علیہ السلام سے ملنا	414
♦ شہادت حرؓ	417
♦ حرؓ کے بھائی اور بیٹے کی شہادت	422
♦ بریر بن خضیر ہمدانیؓ کی شہادت	424
♦ وہب بن عبداللہؓ کی شہادت	427

◆ حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی شہادت	431
◆ روزِ عاشور سید الشہداءؑ کی نمازِ ظہر	437
◆ شہادت حبیب ابن مظاہرؓ	440
◆ حبیب ابن مظاہرؓ کی کوفہ سے کربلا آمد	442
◆ حبیب ابن مظاہرؓ کی شخصیت وعظمت	444
◆ زہیر بن قینؓ کی شخصیت وشہادت	450
◆ عابس بن ابی شعیب شاکری ہمدانیؓ	452
◆ شہادت شوذب وعابس	452
◆ جونؓ بن ابی مالک کی شہادت	456
◆ ترک غلام کی شہادت	459
◆ بنی ہاشم کے جوانوں کی شہادتیں	460
◆ حضرت علیؑ کے بیٹے	460
◆ امام حسن مجتبیٰؑ کے بیٹے	461
◆ امام حسینؑ کے بیٹے	461
◆ عبداللہ بن جعفر اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے فرزند	461
◆ اولادِ عقیل	461

maablib.org

پیش لفظ

تحریک و تاریخ کربلا، ذکرِ سید الشہداؑ اور موجودہ و آئندہ ادوار میں اس مینارۂ نور سے رہنمائی کا حصول ہمارے اوّلین مقاصد میں سے ہے۔ اس مصباح الہدایت، کشتیٔ نجات اور بخشندۂ حیات موضوع پر بیسیوں کتب شائع کی جا چکی ہیں اور ان شاء اللہ کی جاتی رہیں گی۔ البتہ ان سب کاوشوں میں سے سوگنامہ آلِ محمدؐ اور سردار کربلاؑ (ترجمہ سحابِ رحمت) کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مؤخر الذکر کاوش کربلا کے موضوع پر ایک جامع تحقیقی شاہکار ہے جس کے مؤلف حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ عباس اسماعیلی یزدی ہیں اور اس فارسی کتاب کو رواں دواں، خونچکاں اور گریہ ساماں ملبوسِ اُردو پہنانے کا کارنامہ ادیب شہیر، مؤرخ آلِ تطہیر پروفیسر مظہر عباس چودھری صاحب نے سرانجام دیا ہے۔

یہ اُردو کتبِ مقاتل میں ایک منفرد، ممتاز اور دائم آباد کتاب مقتل ہے جو کربلا کے بحرِ ذخار اور خوں بار مگر امن زار موضوع پر اگرچہ حرفِ آخر کی حیثیت تو نہیں رکھتی لیکن عصرِ حاضر میں جدید تحقیق کا سنگِ میل ضرور ہے جو معاصر مؤرخین کربلا کے لیے ایک رہنما مثال ہے۔

سردار کربلا کے دوسرے اڈیشن کو مزید سنوارنے اور اُجالنے کے لیے ہم نے جنابِ مترجم سے اس میں فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ اُردو اشعار کے اضافہ کی بھی درخواست کی ہے۔ یقیناً یہ بیش قدر اضافہ اس کتاب کے حُسن کو دوبالا کرے گا اور اسے مزید دلچسپ اور مؤثر بنا دے گا۔ اسے عرض حال بزبانِ شعرائے باکمال کا نام دیا جا سکتا ہے۔

دوسرا اڈیشن "دیر آید درست آید" کے مصداق پہلے اڈیشن کے تقریباً تین چار سال بعد شائع کیا جا رہا ہے جو قارئینِ کربلا کے لیے ہماری جانب سے حسبِ حیثیت ایک تحفہ ہے۔

پذیرائی اور حوصلہ افزائی آپ پر منحصر ہے۔

بقول کرامت بخاری:

آتے نہ کربلا میں جو سردارِ کربلا
کھلتا کہاں یہ عقدۂ دشوارِ کربلا
کیسے مٹائیں ان کو زمانے کی ظلمتیں
آیاتِ کردگار ہیں آثارِ کربلا

والسلام مع الدعا
الداعی الی الکربلا
ریاض حسین جعفری
(ایم۔اے، فاضل قم)

maablib.org

عرضِ حال با اشعارِ لازوال

حضرت علامہ ریاض حسین جعفری ایدہ اللہ تعالیٰ "سردار کربلا" کا دوسرا اڈیشن شائع کرنے جا رہے ہیں اور ہم سے فرما رہے ہیں کہ اس کا دامن شعرائے باکمال کے اشعار لازوال سے مالا مال کر دیجیے۔ اس پر مستزاد یہ بھی فرمانِ عالی جناب ہے کہ آپ اپنے مجموعہ ہائے کلام حرفِ دوام، جام بقا اور مرثیۂ نو تصنیف شہادتِ عظمیٰ سے بھی حسبِ حال کچھ کلام اپنے ترجمہ میں شامل کریں۔ تعمیل ارشاد ضروری ہے اگرچہ کچھ موانع بھی ہیں۔ مجھ سے جو بن پڑا مزید حصّہ ڈال رہا ہوں۔ کیونکہ:

پہلی آواز پہ لبیک کہا جاتا ہے
جادۂ عشق میں مڑ کر نہیں دیکھا جاتا
(شبنم شکیل)

غالباً اس مشکل کام میں کچھ فنی قباحتیں بھی ہوں گی مگر حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ خصوصاً سید الشہداءؑ قافلہ سالار نینوا سردارِ کربلا کی عنایتیں بھی یقیناً شاملِ حال ہیں ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ منازلِ عشق و مودّت اور موارد شعر و فن۔

میں نے اس کتاب مستطاب کا ترجمہ کیا تو اسے فطرس کو پر پرواز عطا کرنے والی ہستیؑ نامدار کا معجزہ جانا اور اب یہ اضافہ کر رہا ہوں تو اسے بھی عطائے نواسۂ رسولؐ، فرزندِ علیؑ و بتولؑ ہی سمجھتا ہوں کیونکہ بقول شاعر ؎

جب کبھی دستِ کرم اپنا وہ بڑھا دیتے ہیں
مجھ سے بدکار کو منبر پہ بٹھا دیتے ہیں

یہاں منبر کو قلمدان نہیں لکھ سکا۔ آپ ایک ہی کارِ خیر کے دو پہلو مراد لیجیے گا۔ شکر اللہ ہمارے قلم سے لکھا ہوا یہ لفظ لفظ منبرِ حسینؑ پر گونجے گا۔ لاریب سخی حسینؑ کا خاندان بہت نوازنے والا ہے۔ ایسا گھرانہ کوئی تھا نہ کہیں ہے اور نہ ہی ہوگا...... دعوتِ عام ہے:

اے جہاں والو چلے آؤ کہ دکھلائیں تمہیں
ایک دربار جہاں زر نہیں دیکھا جاتا

لیکن افسوس صد افسوس اور تُف بر دُنیا و اہلِ دنیا کہ

جس کی خاطر سے بسائی گئی دُنیا ساری
اہلِ دُنیا سے وہی گھر نہیں دیکھا جاتا

فرمانِ معصومؑ ہے کہ ہماری مدحت میں لکھی گئی ایک بیت کے صلے میں جنت میں ایک بیت دیا جاتا ہے (یہاں لکھنے اور کہنے کے دونوں معنی بھی مراد لیے جائیں تو توثیقِ معصومینؑ سے بعید نہیں ہے) اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ سب توفیق سے ممکن ہے نہ کہ تحقیق و تدقیق سے......

بحمدللہ اس فقیرِ کربلا نے اپنی صد گونہ مصروفیات اور ذمہ داریوں میں سے اہم ترین مصروفیت اور ذمہ داری برادرانِ دینی و ایمانی کی ہر ممکن خدمت کو جان رکھا ہے۔ یہ ثنائی و عزائی شعری اضافہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حتی الوسع موقع محل کی مناسبت سے شعر جڑے گئے ہیں۔ کہیں کہیں حسبِ ضرورت قوسین کا بھی استعمال کیا ہے۔ کہیں عرضِ حال لکھ کر اور کہیں براہِ راست ایسا کیا ہے۔

مطلب نہ کسی سے نہ علاقہ ہے کسی سے
لیویں گے صلہ اس کا حسینؑ ابنِ علیؑ سے

(انیس اعلی اللہ مقامہٗ)

اہلِ دنیا سے ستائش و صلہ کی تمنا ہرگز نہیں۔ دینی ادبیات (نظم و نثر، تحقیق و تنقید اور تراجم وغیرہ) قریب قریب ۳۰ کاوشیں مکمل کر چکا ہوں۔ زندگی رہی تو انہیں منصۂ شہود پر لانے کا عزم

ہے۔ مزید تحریری منصوبہ بندی اور اُس پر عملاً کاربندی بھی ہوتی رہتی ہے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

سردارِ کربلا کے نقشِ اوّل میں بھی آپ کی آراء اور مشاورت سے بہتری کا خواہاں تھا اور اس نقشِ ثانی میں بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ جن عالی مرتبت شعرائے اہلِ بیت کا کلام میں نے شاملِ کتاب کیا ہے اُن کا شکریہ اور اُن کے لیے دعا بھی مجھ پر واجب ہے۔ اجرکم من اللّٰہ۔ میرے خیال میں یہ ایک ایک شعر اور ایک ایک مسدس پورے پورے نثری موضوع کو محیط ہے اور اس اضافہ نے ہر بیان، واقعہ، روایت اور داستان کو دلنشیں، اثر آفریں اور جاں گزیں کردیا ہے۔ پھر بھی بقول سید رضی ترندی:

زبانِ شعر میں کیا کچھ نہ کہہ دیا ہوگا
مگر وہ درد کا مضمون کب ادا ہوگا
خدا کا قہر کہ اے آسماں تو پھٹ نہ گیا
جو ظلم اُن پہ ہوا تو بھی دیکھتا ہوگا

جزاکم اللّٰہ واحسن الجزاء
یکے از فقیرانِ کربلا
ابوالعلی مظہر عباس (بقا)

نوٹ: شاعری تاریخ نگاری نہیں ہوتی کہ اسے روایات کا متحمل سمجھا جائے بلکہ یہ اس سے بڑھ کر جذبات و افکار اور محسوسات و امکانات کی مظہر ہوتی ہے۔ یہی دعا حضرت انیس نے مانگی تھی:

گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اِک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

گفتار ناشر

لب پر شہدا کے تذکرے ہیں
لفظوں کے چراغ جل رہے ہیں
(ندیم)

مقتل نگاری محض "تاریخ نویسی" ہی نہیں، بلکہ ایک عظیم انسانی واسلامی واقعہ کی لمحہ بہ لمحہ ترسیم ہے۔ جس کے انکشافات سے تمام عقیدتی، اخلاقی، سیاسی اور اجتماعی پہلو صورت پذیر ہوتے ہیں۔

مقتل نگاری مورد نظر "آئینِ شہیداں" سے استفادہ کے راستے احساسات کو ابھارنے کی کوشش اور عشق وعرفان کے میدانوں کی تجسیم وتشکیل ہے، جو خاص زمان ومکان اور اشخاص شرائط سے متحقق ہوکر آئندہ نسلوں کے لیے سرمشق (اور عنوانِ حیات) قرار پاتی ہے۔

مقتل نگاری محض وقایع نگاری ہی نہیں بلکہ ایمان وعشق اور قربانی وایثار کی ان آیات کی تفسیر بھی ہے جو عاشورا کے بلند آسمان اور کربلا کی مقدس زمین پر جلوہ افروز ہوئیں اور قرآنِ مجید کی نورانی آیات کی عملی اور حقیقی ضمانت ثابت ہوئیں۔

مقتل نگاری صاحبانِ صدق وثبات کے (موقف کے) اثبات کے لیے صریح وصمیم آرا کی گواہی ہے، جنہوں نے اپنے سالارِ شہادت کے فرمودات کو سعادت جانا اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو سوائے تباہی اور خسارے کے کچھ نہ سمجھا۔[1] جب کہ عزت کی افتخار آمیز موت

---

(۱) امام حسین علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے: إِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَماً
(بحارالانوار: ج۴۴/ص۳۸۱، لہوف ص۷۹)

کو عینِ حیات اور ذلت کی حقارت آمیز زندگی کو عینِ مرگ و نابودی سمجھا۔[1]

مقتل نگاری انسانی راستوں پر ہدایت ساز اور فروزاں مشعل کو اٹھا کر چلنے کا نام ہے، تا کہ حق و باطل اور ایمان و کفر کی زیبائی اور بدصورتی میں تمیز کی جا سکے اور حق کے متلاشیوں کو شیطان کے پیروؤں سے، شائستگانِ ولایت کو غاصبانِ خلافت سے، اور عدالت پسندوں کو سیاست بازوں سے ممیز کر کے پہچانا جا سکے۔

تمام شہادتیں یادناموں (اور تذکروں) کی متقاضی ہوتی ہیں' لہٰذا آئمہ اطہارؑ میں سے ہر امامؑ کی شہادت پر کتب تحریر کرنے کی ضرورت ہے، جن میں ان عظیم ہستیوں کی راہِ حق میں جانثاری اور ایثار و قربانی کی عظیم داستانوں کی شرح و تفصیل بیان کی جا سکے۔

البتہ وہ دن دور نہیں ہیں کہ جب مقتل کے نام سے بے شمار یادنامے (تذکرے) جو بیش بہا تفاصیل اور جزئیات نگاری کے حامل ہوں، حیطۂ تحریر میں لائے جائیں گے اور بہت سے مؤلفین اور محققین سید الشہداءؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کی شہادتوں کو اختصاص کے ساتھ بیان کریں گے' کیونکہ وہ ہمارے آئمۂ کرام کے "خود" تھے۔ آپؑ کی اپنی (عظمتِ) شہادت اور دیگر شہدائے کربلا کے بارے میں فرمایا گیا:

لَا يَوْمَ كَيَوْمِكَ يَا اَبَا عَبْدِاللهِ

"اے ابا عبداللہ! کوئی دن (بھی) آپ کے روزِ عاشورا جیسا نہیں ہے"۔

(فرمانِ امام حسنِ مجتبیٰؑ، امالی صدوق، ص ۱۱۶۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۱۸)

جب آسمان کے فرشتوں نے امام حسینؑ پر گریہ کیا اور پریوں پرندوں نے زمین اور ہوا میں ان پر نوحہ کیا[2] تو کیا ان مخلوقات کی ہمنوائی متقاضی نہیں ہے کہ خاندانِ عصمت و ولایت پر

---

(۱) امام حسین علیہ السلام کا فرمانِ عالی شان ہے: اَلْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ وَالْحَيَاةُ فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ "ظالموں کے زیرِ تسلط زندگی حقیقی موت ہے اور ظالموں پر تسلط آمیز افتخار کے حالات میں مرنے کو حقیقی و واقعی زندگی سمجھنا چاہیے"۔ (کلمات الحسینؑ)

(۲) امام سجاد علیہ السلام کا فرمان: اَنَا ابْنُ مَنْ بَكَتْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ اَنَا ابْنُ مَنْ نَاحَتْ عَلَيْهِ الْجِنُّ فِي الْاَرْضِ وَالطَّيْرُ فِي الْهَوَاءِ (بحار الانوار، ج ۴۵، ۱۷۴، عوالم، ج ۱۷، ص ۳۹۵)

گزرنے والے واقعات کی یاد آوری پر ہمیشہ کے لیے گریہ اور نوحہ کیا جائے؟ امام حسینؑ پر آسمان نے گریہ کیا، چشمِ فلک عزائے حسینؑ میں چالیس دن گریاں رہی۔[1]

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ زمین کی آنکھوں نے اس مظلومؑ پر گریہ نہ کیا ہو؟ جب کہ امام سجادؑ نے اپنی تمام (بقیہ) عمر یادِ کربلا میں گزاری اور عاشور کے مصائب پر رواں اشکوں کے سوا پانی تک نہ پیا۔ (کامل الزیارات، ص ۱۰۷، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۰۸)

جب کہ امام جعفر صادقؑ محرم کے ایام میں ہمیشہ غرقِ ماتم رہے، آپ کے ہونٹوں سے ہنسی تک غائب ہو جاتی۔ عاشور کے دن عزاداری کرتے اور خود اپنے غریب دادا کی روضہ خوانی فرماتے۔ (امالی صدوق، ص ۱۲۸، بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۴ عوالم، ج ۱۷، ص ۵۳۸)

امام رضا علیہ السلام اپنے جد بزرگوار (حسین علیہ السلام) کے غم میں اپنا غم نامہ پڑھتے اور روزِ عاشورہ اپنی پلکوں کو آنسوؤں کا سیلاب بہا دینے کے لیے وقف کر دیتے، یہاں تک کہ (رو رو کر) اپنی پلکوں کو زخمی کر لیتے۔ فرمانِ امامؑ ہے:

إِنَّ يَوْمَ الْحُسَيْنِ أَقْرَحَ جُفُونَنَا وَأَسْبَلَ دُمُوعَنَا وَأَذَلَّ عَزِيزَنَا بِأَرْضِ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ . (مدرک پیشین)

"شہادتِ حسینؑ کے دن نے ہماری پلکوں کو زخمی کیا اور ہمارے آنسوؤں کو جاری کیا اور زمین کرب و بلا میں ہماری محترم شخصیت کی بے حرمتی کی گئی"۔

امام زمانہ علیہ السلام خود کو اپنے جد بزرگوار کے مصائب پر ہمیشہ کے لیے نوحہ خواں اور ہر شب و روز گریہ کناں رکھتے ہیں۔ آپ اس قدر گریہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آنکھوں سے بجائے آنسوؤں کے خون ٹپکنے لگتا ہے۔

---

(۱) امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے: مَا بَكَتِ السَّمَاءُ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا إِلَّا عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ، فَإِنَّهَا بَكَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۱۱، کامل الزیارات: ص ۹۰، وعوالم ج ۱۷، ص ۳۶۹)

یحییٰ بن زکریا کے بعد جس مظلوم پر آسمان خون رویا وہ حسین ابن علیؑ تھے، آپ پر آسمان نے چالیس یوم گریہ کیا۔

اب بھلا یہ جائز ہے کہ شیعانِ اہل بیتؑ گریہ سے پرہیز کریں اور اپنے مولاؑ کی مصیبت پر خانۂ دل کو ماتم اور جامِ چشم کو اشکوں سے محروم رکھیں؟

امام مہدی علیہ السلام کا فرمان ہے:

فَلَئِنْ اَخَّرَتْنِی الدُّهُورُ وَ عَاقَنِی عَنْ نَصْرِكَ الْمَقْدُورُ فَلَاَنْدُبَنَّكَ صَباحاً وَمَساءً وَلَاَبْكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَماً.

(بحارالانوار: ج ۹۸، ص ۳۲۰)

''اگرچہ زمانہ نے مجھے مؤخر کیا ہے اور تقدیر نے مجھے آپ کی مدد سے روکا ہے پھر بھی میں صبح و شام کا مرثیہ کہتا ہوں اور آنسوؤں کے عوض خون روتا ہوں''۔

امام مظلوم حسین علیہ السلام کے سانحۂ شہادت کے سوز و حرارت قلوبِ مومنین میں ہمیشہ کے لیے ودیعت کر دیے گئے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ حَرَارَةً فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَبْرُدُ اَبَدًا

(مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۳۱۸ و جامع احادیث الشیعہ ج ۱۲، ص ۵۵۶)

''مومن کا دل محبتِ حسینؑ کا گنجینہ ہے اور ان کی شہادت کی آتشِ جاں سوز مومن کے آرام و آسائش پر حاوی ہے''۔

کتبِ مقاتل، جو کہ امامؑ کی مظلومیت پر شرح و بسط کی حامل ہیں، اس ودیعت کی تذکیر اس محبت کی تجدید اور اس آتشِ جاں سوز کی تشدید ہیں۔

ہر صدی کو تو نے بخشا ہے بتدریج انقلاب
کربلا تجھ سا ترقی یافتہ کوئی نہیں

(شورش لکھنوی)

مظلوم کربلاؑ کا نام سنتے ہی ہر مومن کے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ امام صادقؑ نے فرمایا: ''اَلْحُسَيْنُ عَبْرَةُ كُلِّ مُؤْمِنٍ'' (بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۰)

امام حسینؑ کا فرمان ہے: " اَنَا قَتِیلُ الْعَبْرَةِ لَا یَذْکُرُنِی مُؤْمِنٌ اِلَّا اسْتَعْبَرَ "
(مدرک پیشین ص ۲۸۳، امالی صدوق، ص ۱۳۷)

نیز مظلوم کربلاؑ کی عزاداری ہمیشہ رہنے والی سنت ہے۔ کتب مقاتل کہ جو آپ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادتوں کے سوگنامے ہیں، آپ کے نام کے احیاء، یاد کی بقا اور اقامۂ عزا کا باعث بنتے ہیں۔ اور اس طرح مقتل سے نیاز مندی پیدا ہوتی ہے اور وقائع عاشورا کے ذکر کے بیان سے اجتناب مشکل ہو جاتا ہے اور مومنین کا مقتل اور عاشورا کے یادناموں اور تذکروں سے ارتباط و تعلق ایک طبعی امر بن کر سامنے آتا ہے۔

بس شہیدِ کربلا کا غم ہمیں درکار ہے
ساری خوشیاں تم خرید و درہم و دینار سے
(شورش لکھنوی)

البتہ یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ مومنوں کی اس عزاداری میں کیا راز چھپا ہوا ہے اور ان کی اس سوگواری اور اشکباری کا ان کے ایمان اور دینداری سے کیا تعلق ہے؟

حصولِ زر کے لیے مصلحت پرست نہ بن
غمِ حسینؑ امانت ہے کاروبار نہیں
(بہار لکھنوی)

امام حسینؑ کی زیارت کس طرح باعثِ مغفرت ہے؟ آپؑ پر سلام بھیجنا کس طرح سرمایہ فوز و فلاح اور سعادت مندی سمجھا جاتا ہے؟

امام ہادیؑ کا فرمان ہے: جو شخص اپنے گھر سے امام حسینؑ کی زیارت کے لیے نکلے اور دریائے فرات پر پہنچ کر اس میں غسل کرے خدا اس کا نام رُستگاروں میں لکھ لیتا ہے اور جب وہ آنحضرت پر سلام بھیجتا ہے تو فائزین میں محسوب ہوتا ہے اور جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس سے کہتا ہے: رسولؐ خدا نے تم پر درود بھیجا ہے اور تمہیں کہلا بھیجا ہے کہ تیرے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ پس اپنے عمل کا از سرِ نو آغاز کردے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۳۸۰، و

کامل الزیارات ص ۱۸۵، ۱۸۶)

یہ آرزو ہے اس دلِ خانہ خراب کی
کیونکر نصیب ہوگی زیارت جنابؑ کی

(راحت کاظمی رودولوی)

کس طرح وہ (سلام وزیارت) گناہوں کی بخشش اور نامۂ اعمال کی پیرائش کا سبب بنتا ہے؟

گوہر اشکِ عزا جب سرِ محشر پہنچے
بے بہا شے کوئی ایسی سرِ بازار نہ تھی

(سید محمد جابر جوراسی)

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

مَنْ بَکٰی اَوْ اَبْکٰی اَوْ تَبَاکٰی وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (جلاء العیون ص ۴۶۳، کامل الزیارات ص ۱۰۸)

"جو بھی حسینؑ پر روئے، رُلائے یا رونے کی شکل بنائے اُس پر جنت واجب ہوجاتی ہے"۔

کس طرح آپؑ پر رونا، رلانا یا رونے کی کوشش کرنا بہشت میں داخل ہونے کا باعث بنتا ہے؟ اور آپؑ کی عزاداری میں آنکھوں کا آنسوؤں سے پُر ہوجانا دوزخ کی آگ سے رہائی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

کس طرح ہر قسم کے گریہ و بے تابی کو مکروہ البتہ مظلوم حسینؑ پر دردمندانہ گریہ اور بے تابی کو مایہ اجر و ثواب سمجھا جاتا ہے؟[1]

---

(۱) امام صادق کا فرمان ہے: اِنَّ الْبُکَاءَ وَالْجَزَعَ مَکْرُوْهٌ لِلْعَبْدِ فِی کُلِّ مَاجَزَعَ مَا خَلَا الْبُکَاءَ وَالْجَزَعَ عَلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ (عَلَیْهِمَا السَّلَامُ) فَاِنَّهُ فِیْهِ مَاجُوْرٌ "یقیناً ہر گریہ و بے تابی ایک بندۂ خدا کے لیے مکروہ ہے۔ سوائے حسینؑ ابن علی پر گریہ و بے تابی کے کہ جس کے عوض میں نیک صلہ دیا جائے گا"۔

(بحار الانوار ج ۴۴، ص: ۲۸۰ و ۲۹۱، کامل الزیارات، ص ۱۰۰)

کس طرح آپؑ کی عزاداری کو دو ہزار حج، دو ہزار عمرہ جات اور پیغمبرؐ کی معیت میں دو ہزار جہاد کے برابر سمجھا جاتا ہے؟ (امام باقرؑ کامل الزیارات ص ۳۶۰)

کس طرح آپ کے عزادار اور رونے والے پیغمبر اکرمؐ کے سلام اور دعا میں شامل قرار پاتے ہیں؟[1]

اس سب کی وجہ سوائے اس کے کچھ اور تو نہیں ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت اور ان پر سلام نیز گریہ و عزاداری، ان سے محبت کی ترجمان ہے اور ان سے محبت ان کی اطاعت سے متلازم ہے؟[2]

کیا امام حسینؑ کو چراغ ہدایت اور کشتی نجات[3] کے عنوان سے یقین و راستی کے ساتھ قبول کرلیا جائے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی اور فتنوں اور گناہوں کے غرقاب میں اپنے گوہر حیات معنوی کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے؟

کیا حسینؑ کو خدا کی طرف دعوت دینے والے[4] کے عنوان سے پہنچانا جائے، آپؑ کے خطبات ہدایت و دعوت کو مقاتل کی زبان سے سنا جائے۔ آپؑ کے دعوت گرانہ کردار کو تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے، آپ کے اور آپ کے بیٹوں (بھائیوں) اور ساتھیوں کے خون مطہر کو لوگوں کی خدا کی طرف رہنمائی کے راستے سے کتب عاشورا کے صفحات میں دیکھا جائے۔

پھر آرام اور بے تفاوتی اور غیر ذمہ داری کے ساتھ بیٹھ رہنا چاہیے اور اس کے احیاء میں درپیش خطرات سے ہراساں ہو جانا چاہیے۔

---

(۱) پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: حسینؑ پر گریہ کرنے والوں اور عزاداروں پر خدا کا درود ہو اور ان پر بھی کہ جو دشمنان حسینؑ پر لعنت اور نفرین کرتے ہیں۔ نیز ان پر بھی کہ جن کے دل قاتل حسینؑ کے خلاف غصہ اور کینہ سے پر ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۰۴)

(۲) اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا "خدا اس سے محبت رکھے جو حسینؑ سے محبت رکھتا ہو" (خدا اس کا دوست ہے کہ جو حسینؑ کو دوست رکھے) (کامل الزیارات ص ۳۰)

(۳) رسولِ خدا نے فرمایا: "حسینؑ چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں"۔ (سفینۃ البحار: ج ۱، ص ۲۰۷)

(۴) لَبَّیْكَ یا داعی اللّٰهِ (بحار الانوار: ج ۹۸، ص ۱۶۹ کامل الزیارات: ص ۲۱۸)

کیا ہمیں امام عالی مقامؑ کی آواز استغاثہ سن کر بغیر لبیک کہے گزر جانا چاہیے؟ انہی کتب مقاتل سے امامؑ کے قیام کے اسرار و رموز ہمارے ہاتھ لگ سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ امامؑ کی تحریک کے پس منظر کو دیکھیں اور اس کے اسباب و علل کی تحقیق کریں، راہ و رسم استقامت کو پہنچائیں اور راستے میں کھڑی رکاوٹوں کو دور کریں، شہدائے کرامؑ کے اوصاف (بابرکات) کو دریافت کریں اور ان کی تاثیر کو قبول کریں، نیز ان کے مشاہدہ کے بعد تمام موردِ ابتلا ابواب کو موردِ تجلیل قرار دیں۔ دشمن کی طرف سے کیے گئے جنگی اقدامات کے مقابلہ میں دفاعی حکمت عملی اختیار کرنا لازم ہے۔ ہمیں حسینی بننا چاہیے اور یزیدانِ زمانہ سے مبارزہ میں شہیدوں کے قافلہ سے مل کر خدائی (منسوب بہ خدا) ہو جانا چاہیے۔ اس اعتبار سے کتب مقاتل نے اپنی حقیقی وقعت اور اہمیت منوائی ہے بقول مترجم:

اُسے یقیں ہے کہ مظہر حسینؑ والا ہے
یزیدِ وقت مرے نام سے بھی ڈرتا ہے

مقتل کی پہلی کتاب امام جعفر صادقؑ کے عہد میں ابو مخنف کے توسط یا ابو القاسم اصبغ بن نباتہ کے وسیلے سے لکھی گئی۔

اس کے بعد دسیوں کتبِ مقاتل حیطۂ تحریر میں آئیں کہ ان میں سے اکثر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، سوائے اپنے ناموں کے، زمانے کی دست برد کا شکار ہو گئیں۔ اور ان کے گراں قدر مؤلفین کے اسماء کتب رجال میں باقی رہ گئے۔ فارسی زبان میں مقتل کی پہلی کتاب چوتھی صدی ہجری میں ابو علی محمد بلعمی کے توسط سے تالیف ہوئی جو کہ طبری کا خلاصہ شدہ ترجمہ تھا اور اسے تاریخ بلعمی کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اہل سنت کے علماء نے دس سے زیادہ بہترین کتب مقتل کے باب میں تحریر کی ہیں، جن میں سے قدیم ترین مقتل الحسینؑ ہے جو چھٹی صدی ہجری کے علماء میں سے ابو مؤید اخطب خوارزمی کی تالیف ہے۔

مقتل نویسی مختلف منابع سے استناد کے ساتھ صورت پذیر ہوئی، جن میں سے اہم ترین

حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ روایات جو آئمہ اطہارؑ سے اس بارے میں منقول ہیں۔

(۲) امام سجادؑ اور اہل بیتِ امامؑ کے خطبیات نیز عزاداری میں چلنے والے بیانات۔

(۳) وہ لوگ کہ جو امام عالی مقامؑ کے لشکر میں شامل تھے لیکن فیضِ شہادت سے محروم رہے۔

(۴) لشکر یزید کے سپاہی اور وقائع نگار (رپورٹر) مثلاً حمید بن مسلم اور ہلال بن نافع وغیرہ کہ جو آپ کی عظمت اور مظلومیت کا مشاہدہ کر کے اس کا تذکرہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔

(۵) وہ لوگ جو نہ ہی لشکرِ یزید میں شامل تھے اور نہ امام حسینؑ کے ساتھیوں میں لیکن بہر حال کچھ جزوی وقائع کے شاہدین کے طور پر ہمارے لیے بطور ناقل مورد اطمینان ہیں۔

فارسی میں پیش نظر کتاب مقتل (سحاب رحمت) حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے شیخ عباس اسماعیلی یزدی کی تالیف ہے، جو کہ ممتاز خصوصیات کی حامل ہے اور جن کی طرف مؤلف محترم نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ ہم اس کتاب کو کارِ تحقیق اور نشرِ علوم و تاریخ اہل بیتؑ کے ضمن میں قبولیت کی امید کے ساتھ خونِ حسینؑ کے وارث اور منتقم حضرت امام مہدیؑ کی خدمتِ اقدس میں تقدیم کرتے ہیں۔ (یکے از تحقیقات مسجد مقدس جمکران ذیقعد ۱۴۱۹/ زمستان ۷۷ ۱۳)

حرفِ مزید:

شہادت کے نہیں روح شہادت کے امیں ٹھہرے
شہادت اِک گلستاں اس کی نکہت کربلا والے

کتاب مقتل ''سحابِ رحمت'' مولفہ علامہ عباس اسماعیلی یزدی کے فارسی پیش گفتار کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یقیناً اس کے مطالعہ سے آپ تاریخِ مقتل کے ساتھ ساتھ کتاب ہذا میں مؤلف کی تحقیق عمیق اور کتب مقاتل میں اس کے مقام و اہمیت سے باخبر ہو گئے ہوں گے۔ ہم نے اس جدید ترین تحقیقِ مقتل کو اُردو کے قالب میں ڈھالنے کے لیے اُردو زبان و ادب کے استاد پروفیسر مظہر عباس چودھری صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں جو فارسی زبان سے

بھی فطری اور روحانی لگاؤ رکھتے ہیں، اور قبل ازیں متعدد کتب مقاتل کے مصحح کے طور پر کام کرچکے ہیں۔ گویا مقتل کے موضوع پر وسیع مطالعہ اور گہری نظر رکھتے ہیں۔ موصوف نے کتاب ہذا کو نہایت سلیس اور رواں دواں اسلوب میں لباسِ اُردو پہنایا ہے، جس کا زندہ ثبوت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ہماری کوشش رہی ہے کہ دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ کتب مقاتل کی اشاعت پر بھی خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ مصائب اہل بیتؑ اور فضائلِ اہل بیتؑ لازم ملزوم ہیں۔ نیز سوگواری، عزاداری اور مقتل نگاری شیعہ قوم کا عزیز از جان سرمایۂ ایمان ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پیش نظر کتابِ مقتل کی طرح کی مستند کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور علماءؒ خطباء اور ذاکرین ان تحقیقات سے فائدہ اٹھا کر کربلا کے مستند اور حقیقی واقعات و روایات کو پیش کریں تاکہ یہ امر معصومینؑ کی خوشنودی کا باعث بنے اور سامعین کی طرف سے بھی کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھ سکے۔

آج کا دور تحقیق، دلیل اور سچائی کا دور ہے، محض عقیدت اور مظلومیت کا بیان ناکافی ہے۔ سچ پوچھیے تو ہمارے منبر پر جو مصائب اہل بیتؑ پیش کیے جاتے ہیں وہ اہلِ بیت عظام کے مصائب کے بحرِ زخار کا ایک شمہ بھی نہیں ہیں۔ آسان طلبی اور سہل پسندی نے ہمیں مروج مصائب کے بیان کے دائرے سے نکلنے ہی نہیں دیا۔ حالانکہ کتب مقاتل میں ایسی ایسی روایاتِ مصائب موجود ہیں جنہیں پڑھ اور سن کر انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور بغیر کسی تمثیل کاری کے ایسی رقت طاری ہوتی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہراؑ کے قول کے ثبوت میں پہاڑ ریزہ ریزہ اور روشن دن سیاہ راتوں میں بدلتے دکھائی دیتے ہیں۔

مظلومہؑ کائنات سیدہ زہراؑ اپنی اولاد کے مصائب کا پرسہ لینے کے لیے قیامت تک سوگوار و عزادار ہیں۔ ارض و سما کی ہر مجلسِ عزا میں مظلوم حسینؑ کے عزاداروں اور ماتم داروں کے اجتماع میں شرکت فرمانے والی یہ بی بی روزِ قیامت کے انتظار میں ہےؑ جب میدانِ محشر میں کائنات کی سب سے بڑی مجلسِ عزا برپا ہوگی۔ ہم اپنی اس کاوش کو اسی مظلومہؑ بی بی کے حضور پیش کرتے ہیں تاکہ روزِ قیامت ہم عاصیوں کی نجات کی ضامن بنے اور اپنے حق شفاعت سے

بہرہ مند فرمائے۔ (یکے از تراجم ادارہ منہاج الصالحین لاہور، یکم جنوری ۲۰۰۴ عیسوی)

آخر میں کلام مترجم بطور تبرک:

خوش نصیبی ہے کہ میں بھی ہوں عزادار حسینؑ
اب نکلتا ہے مرے گھر سے بھی رہوار حسینؑ
کربلا کی یاد تازہ ہو رہی ہے اس طرح
مرحبا فرما رہے ہیں آپ سرکار حسینؑ

ریاض حسین جعفری فاضل قم
(سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور)

maablib.org

اُردو کتبِ مقاتل کا سرسری جائزہ

اور سوگنامہ سید الشہداءؑ

(مختصر مقالۂ مترجم)

دریاؤں کی ملک کو پُرسہ ہمیں دینا ہے
اولاد کی یہ قسمت پانی کو ترستی ہے
مقتل میں شہیدوں کے منظر ہے عجب منظر
اک بی بی برہنہ سر خوں چہرے پہ ملتی ہے

اُردو زبان کوئی قدیم زبان نہیں ہے کہ اس میں موجود علم وادب بھی زمانہ قدیم سے محفوظ چلا آتا ہو۔ خصوصاً اُردو نثر کی تاریخ کا تو آغاز ہی فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے زیرِ نگرانی ہوا۔ جہاں تک اُردو نثر میں مذہبی کتب کی تصنیف کا تعلق ہے تو اس کام کی ابتدا بھی تقریباً اسی دور میں لکھنؤ اور دہلی میں ہوئی، اور جو کتب منصۂ شہود پر آئیں وہ زیادہ تر عربی فارسی کتب سے ماخوذ اور مستفاد مواد پر مبنی تھیں۔

کتبِ مقاتل وہ نثری کتب ہیں جو سید الشہداء امام حسینؑ اور دیگر شہدائے کربلا کے ذکرِ جمیل اور شہادت جلیل پر مشتمل ہیں اور جن میں عموماً ابتدائی تاریخ اسلام اور خانوادہ عصمت وطہارت کے مختصر تعارف خدمات کے بعد ولادت امام حسینؑ سے لے کر ان کی شہادتوں کے مابعد تک اہلِ حرم کو پیش آنے والے مصائب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ فضیلتِ زمینِ کربلا، زیاراتِ شہداءؑ، عللِ قیامِ حسینیؑ، واقعات روز بہ روز، تذکرۂ شہادت ہائے (کوفہ وکربلا)' شام غریباں، کوفہ وشام

کی اسیری اور مصائب، اہلِ بیتؑ دربارِ زیاد و یزید میں، خطباتِ سجادؑ و زینبؑ، قید سے رہائی، کربلا میں واپسی، ورود بہ مدینہ وغیرہم کا تفصیلی ذکر کیا جاتا ہے۔

اُردو زبان میں اس حقیر کے مطالعہ میں آنے والی اس طرح کی کتبِ مقاتل میں علمائے برصغیر کی کتب میں اخبارِ ماتم، نہر المصائب، بحر المصائب، ذکر المصائب، توضیح عزاء وغیرہ قابلِ ذکر ہیں (یہ محولہ بالا کتب بالفعل میرے سامنے نہیں ہیں ورنہ ان کے مصنفین اور سنینِ تصنیف و اشاعت کا تذکرہ بھی کیا جاتا)۔ یہ تمام کتب زبان کی ارتقائی منازل اور اپنے دور کے مروجہ اسلوب کے مطابق مقفّٰی و مسجع اور دقیق پیرایۂ اظہار کی حامل ہیں۔ جن کی لسانی تجدید ادارہ منہاج الصالحین کی طرف سے کروائی جارہی ہے۔

عربی اور فارسی سے ترجمہ شدہ کتبِ مقاتل میں سے معالی السبطین اور ریاض القدس کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ معالی السبطین ایک عراقی عالم آقائے محمد مہدی مازندرانی کی تصنیف کردہ فضائل و مصائب کی معتبر کتاب ہے جس کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ریاض القدس فارسی میں روضہ خوانی کی مقبولِ عام کتاب ہے جس کے مصنف آقائے صدر الدین قزوینی ہیں اور اس کے مترجم مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی ہیں۔ اُردو میں ان ہر دو کتب کے طابع سید محمد شبر عباس ہیں اور یہ ولی العصر ٹرسٹ کی پیش کش ہیں۔ جب کہ نفس المہموم، مہیج الاحزان، ریاض الاحزان، اسرار شہادت کے تراجم کی اشاعت کا بھی عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ ریاض القدس اور معالی السبطین کے تراجم حدِ اعتدال سے زیادہ مفرس اور تشنۂ اصلاح ہیں۔ عربی عبارات اعراب سے محروم ہونے کے سبب اُردو قاری کے بھرپور استفادہ کے لیے ناکافی ہیں۔ عربی فارسی اشعار کا ترجمہ ناقص اور ملخص ہے اور کچھ اشعار کا ترجمہ ہی نہیں کیا گیا۔

مصائبِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر چند سال قبل چھپنے والی ایک کتاب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد محمدی اشتہاردی کی کتاب سوگنامہ آلِ محمدؐ ہے۔ کتاب ہذا میں چہاردہ معصومینؑ کے مصائب درج ہیں اور کاملاً مقاتلِ کربلا پر مبنی کتاب نہیں ہے۔ پھر بھی واقعاتِ کربلا اور اسارت کے موضوعات پر اس کے تقریباً تین چوتھائی صفحات مخصوص ہیں۔ اُردو میں اسکے دو تراجم منظرِ عام پر آئے ہیں۔

ایک جامعۃ المنتظر کے مدرس مولانا موسیٰ بیگ نجفی صاحب نے کیا ہے اور دوسرا ترجمہ ادارہ منہاج الصالحین کے سرپرست مولانا ریاض حسین جعفری صاحب کا ہے، جو نہ صرف بہتر ترجمہ ہے بلکہ اصل کتاب میں عزاداری اور ذوالجناح کے موضوعات پر اضافہ جات بھی کیے گئے ہیں۔ (راقم الحروف ہی نے اس کی تصحیح کی خدمت انجام دی)۔ ادارہ منہاج الصالحین نے لہوف مؤلفہ سید بن طاؤسؒ کا ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔

علاوہ ازیں طبع زاد تالیفات میں ذبح عظیم مصنفہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی، محسن انسانیت مصنفہ علامہ علی نقی اصحاب الیمین مصنفہ علامہ حسین بخش جاڑا، سعادت الدارین مصنفہ مولانا محمد حسین نجفی وغیرہ اور کئی سنی حضرات کی کتب مثلاً فاطمہ کا لال، خاک کربلا وغیرہ کو بھی گنوایا جا سکتا ہے۔

زیر نظر سوگنامہ سید الشہداءؑ جو کہ حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ عباس اسماعیلی یزدی کی تحقیق و نگارش ہے۔ اور فارسی میں سحاب رحمت کے نام سے موسوم انتشارات مسجد مقدس جمکران میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب ۷۰۸ صفحات پر مبنی ہے، جس میں تقریباً ایک سو نوے (۱۹۰) موضوعات پر تاریخِ مقتل کے جدید تقاضوں کے مطابق روشنی ڈالی گئی ہے پہلا موضوع ولادت امام حسینؑ اور آخری موضوع وفات حضرت سکینہؑ ہے۔ فہرست سے پہلے دو صفحات ارشاد امام مہدیؑ اور زیارتِ ناحیہ کے ایک مختصر سے اقتباس پر مبنی ہیں۔ چند سطور تبرکاً ملاحظہ ہوں۔

اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے جد حسینؑ کو پیاسا شہید کر دیا گیا۔

اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے دادا حسینؑ کو عریاں (و بے گور و کفن) چھوڑ دیا گیا۔

اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے دادا حسینؑ کا بدن گھوڑوں کے سموں کے تلے پامال کیا گیا۔ (الزام الناصب: ۲،۷ ص ۲۸۲)

اگر زمانے نے مجھے تاخیر میں ڈال دیا اور میں آپؑ کی نصرت کرنے سے قاصر رہا اور جن لوگوں نے آپؑ سے جنگ کی ان سے نہ لڑ سکا اور جن لوگوں نے آپؑ سے دشمنی کی ان سے ستیزہ کار نہ ہو سکا تو میں صبح و شام آپؑ کے لیے نالہ و فریاد کروں گا، اور اشکوں کے بجائے آپ

کے لیے خون روؤں گا۔ آپؑ کے لیے حسرت اور آپ کے مصائب پُر اندوہ پر تاسف کروں گا۔ حتیٰ کہ مصائب کے اثر سے اپنی جان پر وارد ہونے والے غصۂ جانکاہ اور اندوۂ فراواں سے مرجاؤں گا۔ (بحارالانوار)

- سوگنامۂ سید الشہداءؑ یعنی سردارِ کربلا (سحابِ رحمت) کا اُردو ترجمہ حقیر فقیر کی عاجزانہ پیش کش ہے، جو سید الشہداءؑ کی کرم نوازی سے کراماتی طور پر معرضِ وجود میں آیا ہے، ورنہ مجھے دعوائے زبان دانی ہے اور نہ دعوائے علمیت۔ ہاں البتہ فطرس کو پر پرواز عطا کرنے والی اس ہستی کی عطا پر نہایت نازاں اور مفتخر ہوں۔
- ترجمہ ہذا میں ادب آداب کے لحاظ سے صیغوں کا خیال رکھا گیا ہے نیز شترگربہ سے احتراز کیا گیا ہے۔
- آیاتِ قرآنی اور فرمودات معصومینؑ کا ترجمہ ایسے ہی ہے کہ جیسے آئینے میں پھولوں کا عکس ورنہ کلام ربانی اور کلام معصومینؑ کی خوشبو اور جوہر ترجمے میں منتقل کرنا مجھ حقیر کے بس کا روگ قطعاً نہیں ہے۔
- ہر زبان کا اپنا اپنا محاورہ اور روزمرہ ہوتا ہے۔ مترجمین کا متعلقہ زبانوں کے روزمرہ اور محاورہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس کے باوجود بھی نعم البدل میسر نہ ہونے کے سبب عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو ترجمہ ہوتے ہوتے کہیں نہ کہیں معمولی فرق رہ ہی جاتا ہے۔ جو لسانی مجبوری کے تحت قابلِ قبول ہے۔ لیکن ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ آج کے اکثر مترجمین ہر دو زبانوں کے محاورے سے نابلد ہوتے ہیں، حتیٰ کہ اپنی زبان اُردو کے محاورے سے بھی ناآشنا ہیں۔ اور ایسے ایسے گل کھلاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔
- ایک اور مسئلہ مروج اور غیر مروج روایات اور واقعات کا ہے۔ مثلاً بعض مصائب عراق و ایران و شام میں تو مروج ہیں لیکن پاکستان اور ہندوستان میں غیر مروج۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اصل معیار حقائق کو بنایا جائے اور حقائق کی ترویج کی جائے نہ کہ انہیں خارج از کتاب کردیا جائے اور یوں جو غلط سلط مستعمل ہے اس کو بالواسطہ فروغ دیا جائے۔

- محترم المقام ناشر صاحب کی ہدایات کے مطابق حوالہ جات اور حواشی کو علیحدہ (Foot notes کی صورت میں) درج کرنے کے بجائے محولہ اقتباسات کے ساتھ ساتھ ہی درج کیا گیا ہے (طوالت کی صورت میں صرف چند مقامات پر ایسا نہیں ہو سکا) ۔
- کتاب کے موضوعات کو پُر کشش بنانے کے لیے انہیں "نثر" اور موقع محل کی مناسبت سے باندھا گیا ہے۔
- کچھ تشنۂ وضاحت مطالب کی توضیح قوسین لگا کر عبارات کے اندر ہی کر دی گئی ہے۔
- کہیں کہیں اصل متن میں اغلاط کا شائبہ ہوا ہے تو انہیں بھی تحقیق کے بعد دور کر دیا گیا ہے ، پھر بھی ایک حسرت دل میں موجود ہے کہ وسیع مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کے بعد بذات خود تاریخ کربلا رقم کروں جو کاملتاً اُردو میں ہو اور جس میں عربی و فارسی عبارات اور اشعار سے احتراز کیا گیا ہو۔
- یقیناً نقشِ اوّل اغلاط سے کاملتاً پاک نہیں ہو سکتا ۔ علمائے تاریخ و مذہب اور ادباء و فضلاء سے بالخصوص اور خطباء و قارئین سے بالعموم گزارش ہے کہ وہ ترجمہ ہذا میں جہاں کہیں کوئی سقم یا کمی بیشی دیکھیں براہ کرم مطلع فرمائیں تا کہ نقش ثانی کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔
- تمام روایات اصل کتب کے مطابق درج کی گئی ہیں ۔ اور عام روش کے مطابق ترجمہ کرتے وقت سنی سنائی روایات کو درج نہیں کر دیا گیا ۔ مثلاً آہوان ارض نینوا والی روایت ہی کو لے لیں ، تو شیخ صدوقؒ کی کمال الدین جو اس روایت کا ماخذ ہے اس سے کتاب ہذا میں درج روایت (فارسی) کا موازنہ کیا تو نہ صرف لفظی بلکہ کچھ معنوی بُعد بھی موجود تھا جسے دور کیا گیا ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو ترجمہ کرتے وقت ایسے سقم پیدا کر دیئے جاتے ہیں ۔ روایات کا عربی متن معلوم ہو تو ایسے اسقام کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔
- جہاں تک فارسی تالیف کا تعلق ہے تو مؤلف نے سیکڑوں کتب کے مطالعہ اور تدقیق کے بعد حوالہ جاتی اور ازاں بعد تجزیاتی تحقیق کا شاندار مرقع پیش کیا ہے بعض اوقات تو شیوخ

کی روایات تک میں غلطی تک کا انکشاف کیا ہے۔ مؤلف کی تحقیق عمیق، اصول تاریخ سے واقفیت، تجزیہ نگاری، نتیجہ خیزی اور زبان و بیان پر گرفت کا اندازہ جملہ موضوعات سے عموماً اور "امام حسینؑ کے قیام کے اسباب و علل" "عزائے امام میں سیاہ پوشی کا استحباب" اور "تاریخ گزشتگان کی تحقیق لازمی ہے" سے خصوصاً کیا جاسکتا ہے۔

مختصراً اگر یہ کہا جائے کہ سحاب رحمت کربلا پر دور حاضر کی عمدہ ترین تحقیق ہے تو یہ قطعاً بے جا نہ ہوگا۔

ترجمہ ہذا کی پیش کش :: سرپرست ادارہ منہاج الصالحین جناب علامہ ریاض حسین جعفری صاحب کا کارِ خیر نہایت قابل قدر ہے۔ اُردو میں تاریخ کربلا کے موضوع پر یہ ان کی (ان شاء اللہ) زبردست اشاعت ہوگی۔ اللہ رب العزت علامہ صاحب موصوف کی توفیقات میں روز بہ روز اضافہ فرمائے اور انہیں مذہب حقہ اثنا عشریہ کی خالص خدمت پر تاحیات مامور رکھے۔

عربی، فارسی اور اُردو متن کی پروف ریڈنگ میں مولانا مسرور حسین شیرازی اور مولانا جان محمد صاحبان کا بھی ممنون ہوں۔ اعراب لگانے میں محمد عارف حسینی نے بہت محنت کی، اللہ رب العزت ان تمام احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ عربی عبارات کی تطبیق اور حوالہ جات کی پڑتال کا مشکل ترکام میری شریکِ حیات ناہید مظہر چودھری نے انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اہل بیتؑ شناسی میں مزید اضافہ فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے۔

قارئین سے استدعا ہے کہ مطالعہ کتاب کے وقت میرے خاندان کے مرحومین خصوصاً والدین کریمین، تایا جان، پھوپھی جان اور برادر چودھری مظفر علی کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ ضرور پڑھیں۔ جزاکم اللہ واحسن الجزاء۔

احقر العباد: مظہر عباس

مقدمہ مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

والحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والجنّة للموحّدين والنّار للملحدين وصلّى الله على محمّد سيّد المرسلين وعلى آله آل الله سيّما مولانا المظلوم وأبانا الرّؤف حجّة بن الحسن المهدی عجّل الله تعالى فرجهُ الشّريف واللّعنة على أعدائهم أعداء الله الى يوم القاء الله

مجاہدوں کے سید و سردار، عارفوں کے امام، شہیدوں کے سالار، ہدایت کے سورج، سعادت کے راستے کی مشعل، ایثار و وفا کے اسوہ (کامل) صبر و استقامت کے آموز گار، رنج و محن اور کرب و بلا کے حامل، فدا کاری اور ایثار و سخا کے مظہر، مہربانی اور جوانمردی و شجاعت کے جامع، جانبازی، از خود رفتگی اور شہادت کے نمونے عالمین کے مولا اور مردان آزاد کے سرور و صاحب حضرت ابا عبداللہ الحسین ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ روحی وارواح العالمین لہ الفداء پر اللہ، اس کے مقرب ملائکہ اور برگزیدہ بندوں کا سلام ہو۔

اس ہستی پر بے حد و حساب سلام ہو کہ جس کی شجاعت نے حیدر کرارؑ کی شجاعت یاد دلا دی اور جس کا وجود اقدس انبیائے کرام کے کمالات و فضائل کا حامل تھا۔ جس کی شہادت نے اہل جہان کو یہ درس دیا کہ حق (ہمیشہ کے لیے) محکم و مستحکم ہے اور باطل آخر کار نیست و نابود اور فنا ہونے والا ہے اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے پر عزت و شرافت کی سرخ موت کو اختیار کرتے ہوئے عاشور کے حماسہ جاوید کو وجود بخشا، اور عاشور کے پرشور و صلابت خونیں ہنگامہ کو

اس طرح ایجاد کیا کہ جیسا گزشتہ صدیوں میں کبھی نہ ہوا تھا۔ اور عالم بشریت کو فدا کاری اور جانبازی کا (مثالی) سبق دیا۔

اس ہستی کے ہمراہیوں اور ساتھیوں پر بھی درود و سلام ہو کہ جنہوں نے توحید و ولایت کے شجر کی آبیاری کی اور صاحب عاشور کو بہترین طریقہ سے اپنی "دین" ادا کی۔

صاحب عاشورا کی سچائی کیا ہے؟

یہ کہہ کے ڈوب گیا آفتاب عاشورا
رہے حسینؑ کی تاحشر روشنی باقی
(سید آل رضا)

انسان بہت حقیر و کمتر ہے کہ اس ہستی عظیم کے وجود بے انتہا کی بیکرانیوں کو ہاتھ ڈالے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے ویسے ویسے اس ہستی کے قیام اور تحریک کی تازہ بہ تازہ ابعاد آشکار ہوتی چلی جا رہی ہیں اور انسان معقول و منقول میں جس قدر عمیق تر اور قلمروئے فکر میں جس درجہ کامل تر ہوتا جاتا ہے اس ہستی کے بارے میں اس کی اہمیت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

حسینؑ وہ جامع اور کامل حقیقت ہیں کہ مفکروں، دانشوروں، مصنفوں اور محققوں میں سے کسی نے طول تاریخ میں اپنے علم و فکر کے مطابق محض اس بے کراں سمندر کے گوشوں سے خود کو سیراب کیا اور توشہ (آخرت) اکٹھا کیا۔

ہدایت بشر جس طرح ایک علتِ محدثہ کی خواہاں ہے اسی طرح ایک علتِ مبقیہ کی بھی نیاز مند ہے۔ اس کی علت محدثہ طول قرون و اعصار میں ہونے والے (تمام) انبیاءؑ کی بعثت سے متحقق ہوئی اور علت مبقیہ، کی تحقیق بھی ولایتِ کبریٰ کے ذریعے امکان پذیر ہوئی ہے۔ اور امام حسینؑ علت مبقیہ انبیاءؑ کی دعوت اور سید المرسلینؐ کی شریعت کی بقا کا راز ہیں۔ کیونکہ ہر نبوت اور ہر ولایت ان کے وجود کے سبب سے باقی ہے۔

بنوامیہ کہ جن کی حکومت کی بنا سقیفہ ہی میں پڑ گئی تھی اور یہود و نصاریٰ کے مکر و فریب

سے (پوری طرح) صورت پذیر ہوگئی، اسلام کو محو کرنے کے لیے کوشاں تھے اور اس فکرِ پلید کو مسلسل اپنے ذہنوں میں پال رہے تھے کہ ارکانِ ایمان کو ڈھایا جائے حتیٰ کہ اسلام کا نام تک باقی نہ رہے۔

امیر معاویہ نے اپنے نا مشروع بیٹے (یزید) کو بنیاد حکومت فراہم کی اور یزید آشکارا اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں جت گیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ حسینؑ کو شہید کر دینے سے سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اتفاقاً حالات و واقعات اور ظواہر بھی اسی صورت حال کے غماز تھے کہ حادثہ عاشور کے بعد دین وقرآن کا نام ونشان تک باقی نہ رہے گا۔

لیکن زیادہ دیر نہ ہوئی کہ تیرہ و تار بادلوں کے پیچھے سے شہیدوں کے سالار اور حریت پسندوں کے رہبر ورہنما کا سیمائے پُرفروغ سب پر عیاں ہوگیا، اور دوست دشمن امام عالی مقامؑ کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے۔ یوں زریں صفحات تاریخ آنحضرتؑ کے لیے مختص ہو گئے، جب کہ یزید اور معاویہ کا نام سوائے ننگ و عار اور لعن ونفرین کے باقی نہ رہا۔

آج نہ صرف شیعہ قوم امام حسینؑ کی عاشق و دلدادہ ہے بلکہ دنیائے عالم کے چپے چپے میں ہر مذہب و مسلک کے لوگوں اور حریت پسندوں کے دل عاشورہ اور کربلا کی طرف مرکوز ہیں۔ اور اس مدرسہ عشق وایثار سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

ہندوستان کا عظیم مصلح گاندھی کہتا ہے:

میں ہندوستان کے عوام کے لیے کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں بلکہ میں نے صرف وہ نتائج ہندوستانی قوم کی نذر کیے ہیں جو مجھے کربلا کے شہیدوں کی تاریخ حیات کے مطالعہ وتحقیق سے ہاتھ لگے ہیں، اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کو آزادی دلائیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم حسینؑ ابن علیؑ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ (حسینؑ پیشوای انسانہا/۳۰، بنقل از مجلہ الغری شمارہ ربیع الاول: ۱۳۸۱)

ماربین المانی کا کہنا ہے:

وجدان کے پیرو اگر اس عہد کے حالات و واقعات، بنی امیہ کے مقاصد کی پیش رفت اور ان کی وضع سلطنت نیز دشمنی وعداوت کو حق وحقیقت کی نگاہ اور دقت نظر سے دیکھیں تو بغیر از

تامل تصدیق کریں گے کہ حسینؑ نے اپنے عزیز ترین افراد کی قربانیاں دے کر اپنی مظلومیت اور حقانیت کے اثبات سے دنیا کو فداکاری اور جانبازی کا سبق دیا۔ اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کا نام صفحات تاریخ میں ثبت اور کائنات عالم میں سربلند کر دیا۔ اور اگر یہ الم ناک حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو اسلام قطعاً موجودہ حالت میں نہ ہوتا اور اسلام اور مسلمان یکسر نیست و نابود ہو چکے ہوتے۔ (حسین پیشوای انسانہا/۳۸)

مشہور انگریز مورخ تھامس کارلائل لکھتا ہے:

ہمیں واقعہ کربلا سے جو بہترین درس حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حسینؑ اور ان کے ساتھی خدائے متعال پر کامل ایمان رکھتے تھے، انہوں نے اپنے عمل سے واضح کر دیا کہ حق و باطل کے تصادم میں عددی برتری کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود جو کامیابی حاصل کی ہے وہ میرے لیے حیران کن ہے۔

معاصر مسیحی دانشور "انطون بارا" نے اپنی کتاب "الحسینؑ فی الفکر المسیحی" نہایت عجز و ادب کے ساتھ امام عالی مقامؑ کی خدمت میں تقدیم کی ہے۔

امام حسین علیہ السلام صرف اپنے عہد حیات ہی میں مشعلِ ہدایت اور کشتی نجات نہیں تھے بلکہ صدیاں اور زمانے بیت جانے کے باوجود آج بھی اکثر لوگوں کو اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ کتاب "شَيَّعَنِي الْحُسَيْنُ" "تاریخ عاشورہ کی تحقیق کے نتیجے میں مذہب حقہ سے انہی ہدایت حاصل کرنے والوں کے بارے میں حیطہ تحریر میں لائی گئی ہے۔

وجہ تالیف (سحاب رحمت)

جوانی کی بہار گزر گئی' پیری کی خزاں آ پہنچی' میں نے کشت و زراعت (کھیتی باڑی) کے وقت تخم ریزی نہ کی اور اپنی عمر کا پھل چنا اور نہ اندوختہ کیا۔ قیمتی سرمایہ حیات کو اس تاجر کی طرح برباد کر دیا جو اپنے تمام وجود کو ہار بیٹھا ہو اور شکست (فاش) سے دوچار ہو۔ یا پھر اس مسافر کی طرح کہ جسے طویل مسافت درپیش ہو اور وہ زادِ سفر سے محروم اور قافلے سے دور رہ گیا ہو۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ:

در معاصی شد ہمہ عمرم تباہ
قامتم خم گشت زین بارگناہ
موی من در روسیاہی شد سفید
یعنی از رو قاصدِ مرگم رسید

''میری تمام عمر گناہوں میں گزر گئی اور اس بار گناہ نے میری کمر خمیدہ کردی۔ میرے بال روسیاہی میں سفید ہو گئے اور موت کا قاصد آن پہنچا''۔

میں نہ ایمان سے بہرہ مند ہوا نہ تقویٰ اور اعمال صالح کا توشہ بہم پہنچایا اور نہ نیک صفات سے آراستہ ہوا بلکہ ہر طرف سے ناامیدی اور یاس کے آثار خود میں پائے (لہٰذا) میرے لیے کوئی وسیلہ ضروری تھا کہ حتمی ہلاکت سے نجات پا سکوں۔ میں نے وسائل (نجات) پر نظر دوڑائی تو سید الشہداؑ کی عنایات کو تمام مخلوقِ خدا کے شاملِ حال پایا۔ آپؑ کا دروازہ کس قدر وسیع تر ہے اور آپ کی کشتیٔ نجات ساحل کی طرف تیز تر ہے، اور آپؑ کے انوار سے استفادہ آسان تر ہے۔

اگرچہ تمام آئمہ اطہارؑ وسیلۂ ہدایت، کشتیٔ نجات اور مخلوقِ خدا کے لیے پناہ گاہ ہیں کیونکہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا:

اِعْلَمُوْ أَنَّ الدُّنْيَا بَحْرٌ عَمِيْقٌ قَدْ غَرِقَ فِيْهَا خَلْقٌ كَثِيْرٌ وَأَنَّ سَفِيْنَةَ نَجَاتِهَا آلُ مُحَمَّدٍ۔ (بحار الانوار: ۲۳۲/۱۷)

''جان لو کہ دنیا ایک گہرا اور بیکراں سمندر ہے اور بکثرت انسان اس میں غرق ہیں اور اس دنیا کے لیے سفینۂ نجات آلِ محمدؐ ہیں''۔

نیز فرمایا:

إِنَّمَا مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي (فِيْكُمْ) كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ۔ (ینابیع المودۃ: ۱/۱)

"یقیناً میرے اہل بیتؑ (تمہارے لیے) کشتی نوحؑ کی مانند ہیں جو اس
میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جس نے تخلف کیا غرق ہو گیا"۔

لیکن رسولِ اسلامؐ نے امام حسینؑ کا نام بالخصوص لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم کہ جس نے مجھے حق پر مبعوث فرمایا: آسمان پر حسینؑ بن علیؑ کا مقام زمین پر ان کے مقام سے بلندتر ہے۔ عرشِ خدا کی دائیں جانب لکھا ہوا ہے: حسینؑ مشعل ہدایت کشتی نجات صراط مستقیم کے، صاحب عزّ و شرف، بحرِ علم اور ذخیرہ (پروردگار) ہیں۔ (عیون الاخبار: ۱/۴۸ ب ۶ ح ۲۹، بحارالانوار: ۳۶/۲۰۵ و ۹۴/۱۸۴)

امام حسینؑ بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اور تاریکیوں میں چراغ ہدایت ہیں۔ (مقتل خوارزمی: ۱/۱۴۵)

لہٰذا امیدوار ہو کر دستِ توسل ان کے دامنِ پُر مہر کی طرف بڑھایا ہے۔

بساں موری باران ملخی برسویش شتافتیم

بنا برایں کہ کتاب ینابیع الحکمہ کی اشاعت کے بعد مجالس و منبر پر اس سے استفادہ کیے جانے سے تمام دوستوں کی نصیحت مقتل پر ایک جامع اور مستند کتاب لکھنے کا مورد بنی۔ چند سالوں کی تحقیق اور مطالعہ کے بعد موجودہ کتاب طباعت و اشاعت کے لیے تیار ہو گئی۔

جن برادران نے اس کام میں مجھ حقیر کی مدد کی ان کے شکریہ اور قدردانی کے ساتھ ساتھ قارئین کی توجہ چند نکات کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا۔

(۱) سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی پوری زندگی اور آپؑ کی تحریک کی مختلف ابعاد اس کتاب کے صفحات میں قطعاً بند نہیں ہو سکتیں۔ (حتیٰ کہ گراں قدر کتاب "دائرۃ المعارف الحسینیہ" کہ جس کی ۳۳۲ سے زیادہ ضخیم جلدیں ہیں اور حال ہی میں دس جلدیں چھپ کر منظر عام پر آئی ہیں۔ اس میں بھی اس عظیم ہستی کی نہضت کی تمام ابعاد کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا) طبعاً بہت سی ان کہی باتیں آئندہ نسلوں پر کہنا باقی ہیں۔ نہ جانے ابھی کتنے دروس و حقائق مقرروں اور سخنوروں کے لبوں پر نہیں آئے حتیٰ کہ محققوں اور مفکروں کی

نظروں سے بھی پوشیدہ ہیں۔

لہٰذا صاحب بصیرت دانشوروں اور باخبر محققوں کہ جو تاریخ اور خصوصاً تاریخ کربلا کا دقیق مطالعہ رکھتے ہیں اور اس کی عمیق تحقیق نیز تحلیل و تجزیہ کر چکے ہیں، سے ملتمسانہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھ حقیر کی اس کاوش کے نقائص دور کر کے اس کی تکمیل میں میری مدد فرمائیں۔

(۲) میں پوری تاریخ اسلام و مسلمانان میں کربلا کی مثل کسی اور واقعہ کا سراغ نہیں پاتا کہ جس کی منشاء مذہبی، دینی اور اجتماعی قیام ہو اور تاریخ اسلام کے لیے باعث تحول ہو، چنانچہ یہ کسی طرح ممکن ہے کہ اس طرح کے حادثہ (سانحہ) کے پاس سے گزرا جائے اور اس کی وسیع ابعاد کی تحقیق نہ کی جائے؟

پیشِ نظر ہے منظرِ کرب و بلا ہنوز
آنکھیں ہیں گویا روزنِ دیوار کربلا
(کرامت بخاری)

اگرچہ ہم یہ استطاعت نہیں رکھتے کہ اس عظیم ہستی (امام حسینؑ) کی حقیقت قیام کی اصلیت تک رسائی حاصل کرسکیں اور ہمارا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہمیں آنحضرت کی حیات بابرکات کے اہم ترین حصے یعنی تاریخ کربلا کو دہراتے رہنا چاہیے تاکہ یہ ہمارے مذہبی معاشرے میں رواج پاسکے اور آپ سے محبت کرنے والے کربلا کے واقعہ سے صبر و استقامت، ایثار و فداکاری اور شجاعت و بردباری کے اعلیٰ ترین نمونوں کا درس حاصل کرسکیں۔

(۳) پیش نظر کتاب کی تدوین و تالیف، امام حسینؑ کے مدینہ سے کربلا تک کے سفر سے مربوط وقائع و حوادث، عاشورائے حسینی کے واقعات و جریانات کا بیان اور آپ کے مقتل کا تذکرہ ہے، اس طرح کہ قاری حقیقت میں جو واقع ہوا ہے اس سے کافی حد تک آشنا ہو جائے، لہٰذا نہضتِ حسینی سے حاصل کیے جاسکنے والے نکات و دقائق اور دروس سے سوائے چند موارد کے احتراز کیا گیا ہے۔

(۴) وہ عبارات جو فارسی کتب سے نقل کی گئی ہیں اگرچہ یہی کوشش تھی کہ ان کو بعینہٖ دہرایا جائے

لیکن بہت سے مواقع پر استفادہ عام کے لیے تسہیل کے نقطہ نظر سے یہ عبارات مروج فارسی میں پیش کی گئی ہیں۔

(۵) اگرچہ مقتل کی دسیوں کتب تالیف کی جا چکی ہیں لیکن یا تو وہ عالم کامل سید بن طاؤسؒ کی لہوف کی طرح مختصر ہیں یا پھر اضافی مطالب اس قدر حاوی ہیں کہ جو قاری کو اصل مطلب سے دور لے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ لازمی اور مستند مطالب کو لایا جائے۔

قرآن مجید سے استمداد اور خداوند متعال کی درگاہ سے مشاورت سے ''سحاب رحمت'' نام رکھا گیا ہے۔ امید ہے کہ ولایت حسینیؑ کے آسمان سے برسنے والی خدا کی رحمت کی بارش ہو اور سارے زنگ زدہ اور تاریک دھبوں کو دھو ڈالے اور ہم رحمت الٰہی کے وسیع دروازے سے بہرہ مند ہو سکیں۔

بارالٰہا! میں تیری بارگاہ میں اپنے پیغمبر کے فقدان، اپنے اماموں کی غیبت، اپنے دور کی سختی، آشوب زمانہ، اپنے خلاف دشمنوں کی یکجائی، دشمنوں کی کثرت اور اپنے اقلیت میں ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔

بارالٰہا! اپنی طرف سے ہماری سریع نصرت اور باعزت یاوری فرما، اور ظہور امامؑ اور ان کی عادلانہ رہنمائی سے ہمارے اس غم واندوہ کو دور فرمادے۔

معبود! ہمیں حق پر رکھ اور ہماری دعائیں قبول فرما۔

- ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
- روز ولادت باسعادت منجی بشریت
- حضرت حجۃ بن الحسن المہدیؑ
- حوزہ علمیہ قم
- عباس اسماعیلی یزدی

حسینؑ والو! ذرا ہوشیار ہو جاؤ
غم حسینؑ پہ فتوے نکل رہے ہیں بہت
(حبیب شاربی)

احوال مترجم

مظہر عباس دکھا دیتے ہیں ہم عزمِ حسینؑ
آج بھی ہم کو جو للکارے ستم گر کوئی

مظہر عباس دینی و عزائی ادب کا ایک تابناک ستارہ ہیں، جو دیہات و مضافات سے طلوع ہو کر لاہور جیسے شہر کے علمی و ادبی افق پر نہایت پر وقار انداز سے درخشاں ہیں۔ موصوف کا تعلق ضلع گوجرنوالہ کے معروف بھنڈر (جٹ) خاندان سے ہے۔ آپ کے اجداد گنجی بار کی آباد کاری کے موقع پر سنٹرل پنجاب کے دیگر خاندانوں کی طرح ضلع منٹگمری (موجودہ ساہیوال، اوکاڑا) منتقل ہو گئے، اور اختر آباد وغیرہ میں زرعی زمینیں خرید کیں۔ آپ کی جائے پیدائش بھی 15/1.A.L اختر آباد ہی ہے۔

گریجوایشن کرنے کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاء کالج لاہور سے ایل، ایل، بی کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم، اے سیاسیات۔ ایم اے اُردو، ایم اے، پنجابی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ فارسی زبان وادب سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں، اور اقبالیات کے بھی ماہر ہیں۔ عربی فارسی کا ذوق آپ کو اپنے والد محترم چودھری محمد اسلم بھنڈر (مرحوم) سے ورثے میں ملا۔ جو شیر گڑھ (اوکاڑا) میں مقیم رہے اور اپنے دور کے زیرک۔ وذہین اور فاضل ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔

مظہر عباس کا اصل نام خورشید اسلم تھا، جسے ان کے والد مرحوم کے ایک برادر ایمانی سید محمد رضا شمسی صاحب نے مظہر عباس میں بدل دیا۔ اسی نام کے فیضان واثرات سے آپ آلِ عباؑ سے مودت و وفا کا پیمان نبھا رہے ہیں۔

پڑھوں حسینؑ کا کلمہ سلام کرتے ہوئے | حدیث کرب لکھوں دل پہ ہاتھ دھرتے ہوئے
کٹاؤں شانے میں پانی کی مشک بھرتے ہوئے | خود اپنے ہاتھ میں اسلام کا علم لے کر

آپ متعدد دینی کتب کے مصحح ومبصر ہیں۔ خود بھی اس جواں سالی میں تیس (۳۰) سے زیادہ کتب کے مصنف ومؤلف اور مترجم ہیں۔ ماہنامہ "المنتظر" کے مدیر اعلیٰ بھی رہے اور متعدد دینی ماہناموں میں آپ کے رشحات قلم شائع ہوئے۔ آپ نے لاہور کے ملکی وغیر ملکی تعلیم کے اعلیٰ اور معیاری اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیں، جن میں یونیورسٹی کالج لاہور، ویسٹ منسٹر کالج لاہور، ڈی پی ایس انٹر کالج، بیکن ہاؤس کالج اور لاہور سکول آف لاء اینڈ مینجمنٹ سائنسز وغیرہ شامل ہیں۔ آج کل میٹروپولٹن یونیورسٹی آف لا اینڈ سوشل سائنسز' لیسٹر (Leicester) کالج آف ٹیکنالوجی اور سائنسا (SISA) میں پڑھا رہے ہیں۔

سحاب رحمت کا ترجمہ آپ نے مولانا ریاض حسین جعفری صاحب کی تحریک پر کیا۔ یہ حجۃ الاسلام والمسلمین عباس یزدی اسماعیلی کی مقتل کے موضوع پر جدید ترین تحقیقی کتاب ہے۔ جس میں سیکڑوں کتب مقتل سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کا اُردو نام "سردار کربلا" رکھا گیا ہے۔ اُردو میں یہ اپنے موضوع پر گراں قدر علمی اضافہ ہے۔ مترجم موصوف نے اُردو بولنے اور سمجھنے والے مومنین ومومنات خصوصاً ریسرچ اسکالرز، دینی عالموں، ادیبوں، شاعروں اور ذاکروں کے لیے "سردار کربلا" جیسی مستند اور معتبر کتاب پیش کر کے تاریخ اسلام خصوصاً تاریخ کربلا کی تفہیم کو آسان اور عام کر دیا ہے۔ ادارہ منہاج الصالحین کی یہ فخریہ پیشکش شایانِ شان' طباعت واشاعت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اب اس کی پذیرائی اور مقبولیت کا فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ مصائب کی دنیا کا یہ شاہکار بقائے دوام حاصل کرے اور مومنین ومومنات رہتی دنیا تک اس سے بھرپور استفادہ کرتے رہیں۔ یقیناً:

خدا ملتا ہے جن کی ہر ادا سے | حسینؑ ابن علیؑ وہ باخدا ہیں
بڑھے گا اور زینبؑ کی دُعا سے | حسینؑ ابن علیؑ کا غم ابد تک

چودھری اختر علی ایم اے
برائے طبع ثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زیارت ناحیہ مقدسہ میں بقیۃ اللہ الاعظم حضرت امام مہدی علیہ السلام (ارواحنا فداہ) نے اپنے جد بزرگوار، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے یوں خطاب کیا ہے:

فَلَئِنْ أَخَّرَتْنِی الدُّهُورُ وَعَاقَنِی عَنْ نَصْرِكَ الْمَقْدُورُ وَلَمْ أَكُنْ لِمَنْ حَارَبَكَ مُحَارِبًا وَلِمَنْ نَصَبَ لَكَ الْعَدَاوَةَ مُنَاصِبًا فَلَأَنْدُبَنَّكَ صَبَاحاً وَمَسَاءً وَلَأَبْكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَماً حَسْرَةً عَلَيْكَ وَتَأَسُّفاً عَلٰى مَادَهَاكَ وَتَلَهُّفًا حَتّٰى أَمُوتَ بِلَوْعَةِ الْمُصَابِ وَغُصَّةِ الْاِكْتِيَابِ ۔(بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۳۲۰)

”اگر زمانے نے مجھے تاخیر میں ڈال دیا اور میں آپؑ کی نصرت کرنے سے قاصر رہا اور جن لوگوں نے آپؑ سے جنگ کی ان سے نہ لڑ سکا اور جن لوگوں نے آپؑ سے دشمنی کی ان سے ستیزہ کار نہ ہو سکا، تو میں صبح و شام آپ کے لئے نالہ و فریاد کروں گا، اور اشکوں کے بجائے آپ کے لئے خون روؤں گا۔ آپؑ کے لئے حسرت اور آپ کے مصائب پر اندوہ و تاسف کروں گا۔ حتیٰ کہ ان مصائب کے اثر سے (اپنی) جان پر وارد ہونے والے غصہ، جانکاہ اور اندوہِ فراواں سے مرجاؤں گا“۔

تاخیر بے سبب تو نہیں ہے ظہور میں
مہدیؑ غمِ حسینؑ میں مصروف ہیں ابھی

(مترجم)

جب حضرت قائمِ آلِ محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف ظہور فرمائیں گے تو رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر پانچ آوازیں دیں گے:

اَلْاُولٰی: اَلا یا أَهْلَ العالَمِ! أَنا الإمامُ القائِمُ.

اَلثَّانِی: اَلا یا أَهْلَ العالَمِ! أَنا الصَّمْصامُ الْمُنْتَقِمُ.

اَلثَّالِثُ: اَلا یا أَهْلَ العالَمِ! إِنَّ جَدِّیَ الْحُسَیْنَ قَتَلُوهُ عَطْشانًا.

اَلرَّابِعُ: اَلا یا أَهْلَ العالَمِ! إِنَّ جَدِّیَ الْحُسَیْنَ طَرَحُوهُ عُرْیانًا.

اَلْخامِسُ: اَلا یا أَهْلَ العالَمِ! إِنَّ جَدِّیَ الْحُسَیْنَ سَحَقُوهُ عُدْوانًا.

اول: اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میں قیام کرنے والا امامؑ ہوں۔

دوم: اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میں انتقام لینے والی تلوار ہوں۔

سوم: اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے جد حسین علیہ السلام کو پیاسا شہید کر دیا گیا

چہارم: اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے دادا حسین علیہ السلام کو عریاں (وبے گوروکفن) چھوڑ دیا گیا۔

پنجم: اے اہلِ عالم! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے دادا حسین علیہ السلام کا بدن گھوڑوں کے سُموں تلے پامال کیا گیا۔

(الزام الناصب، ج ۲، ص ۲۸۲)

قائمؑ ہوں، منتقمؑ ہوں امامِ زمانؑ ہوں میں
لینا ہے مجھ کو بدلۂ پامالیٔ حسینؑ
(صدائے منتظرؑ)

امام حسینؑ کی ولادت باسعادت

خامسِ آلِ عبا کی آمد
مرحبا دین پنہ کی آمد

علمائے شیعہ میں مشہور ہے کہ آنحضرتؑ کی ولادت باسعادت مدینہ (منورہ) میں تین شعبان سن چار ہجری کو ہوئی۔

حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی توقیع (بیان) کے مطابق' قاسم بن علاء ہمدانی، جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل تھے، سے منقول ہے: ہمارے آقا حضرت امام حسینؑ جمعرات کے دن' تین شعبان کو متولّد ہوئے۔ پس اس دن روزہ رکھنا چاہیے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ الْمَوْلُوْدِ فِی ھٰذَا الْیَوْمِ

خدایا! میں آج کے دن تجھ سے اس مولود کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں۔ (مصباح شیخ طوسیؒ/ ۷۵۸)

سید بن طاؤس نے بھی تین شعبان کو (آپ کا یومِ ولادت) تسلیم کیا ہے۔ (اقبال الاعمال ۶۸۹)

لیکن شیخ مفیدؒ نے "الارشاد" میں اور بعض دوسرے مصنفین نے بھی آنحضرتؑ کی ولادت باسعادت کی تاریخ پانچ شعبان بتائی ہے۔ (ارشاد: ۲/۲۴، ابن نما نے مثیر الاحزان ۱۶ء میں پانچ شعبان نقل کی ہے)

شیخ طوسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؑ کی

ولادت پانچ شعبان سن چار ہجری کو ہوئی۔ (بحارالانوار ۴۴/۲۰۱)

حضرت امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد کی سندِ معتبر کے ساتھ حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جناب رسول خداؐ نے اسماء بنتِ عمیس سے فرمایا: "میرے بیٹے کو لاؤ" وہ اس بزرگوار کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گئی۔ آپؐ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اسے اپنی گود میں بٹھا کر گریہ فرمایا:

اسماء نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟

فرمایا: میں اپنے اس بیٹے کے لئے رو رہا ہوں۔ اسماء نے کہا: یہ بچہ تو ابھی ابھی دنیا میں آیا ہے!

فرمایا: میرے بعد ظالموں کا ایک گروہ اسے قتل کر دے گا، اللہ ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

پھر فرمایا: فاطمہؑ کو اس واقعہ کی خبر نہ کرنا کیوں کہ وہ ابھی ایامِ زچگی میں ہے۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اگرچہ میری خواہش ہے کہ اس کا نام "حرب" (بمعنی شجاع و جنگجو) رکھوں، لیکن آپ پر سبقت نہیں کر سکتا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میں بھی پروردگار پر سبقت نہیں کروں گا، اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا:

"اے محمدؐ! خدائے بزرگ و برتر نے آپؐ پر سلام بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے:

عَلِیٌّ مِنْکَ کَھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی

"علیؑ کی تجھ سے نسبت، ھارونؑ کی موسیٰؑ سے نسبت کی مانند ہے۔"

اس کا نام ہارونؑ کے بیٹے کے نام پر شبیرؑ رکھو۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: اس کا نام حسینؑ رکھو۔

جب آپؑ سات دن کے ہوگئے تو دو سیاہ و سفید گوسفند آپ کے لئے عقیقہ کئے گئے اور ایک ران دایا کو دی گئی۔ آپؑ کے سر کے بال تراشے گئے اور ان کے وزن کے برابر چاندی

صدقہ کی گئی، اور آپؑ کے سر پر خلوق نامی ایک خوشبودار چیز ملی گئی۔ پھر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

اے اسماء!

اَلدَّمُ فِعْلُ الْجَاهِلِيَّةِ

''نومولود کے سر پر خون ملنا زمانہء جاہلیت کا فعل ہے۔''

(بحارالانوار ۴۳/ ۲۳۸ ذیل ح ۴، اسی مضمون کی اور روایات بھی منقول ہیں)

صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: جب حضرت امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے تو خداوند متعال نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر جاؤ اور میری طرف سے نیز اپنی جانب سے رسول خداؐ کو مبارک باد دو۔

جب جبرئیلؑ نازل ہوئے تو ایک سمندری جزیرے میں ان کا گزر حاملان عرش میں سے ایک فرشتے کے پاس سے ہوا جس کا نام ''فطرس'' تھا۔ اس کو اللہ نے ایک حکم دیا تھا اور اس نے غفلت کی تھی، جس کے سبب اس کے بال و پر چھین لئے گئے تھے اور اس جزیرے میں پھینک دیا گیا تھا۔ وہ سات سو سال سے اس جگہ مصروف عبادت تھا، حتیٰ کہ امام حسین علیہ السلام متولد ہوگئے۔

مناقب کی روایت کے مطابق: خدا نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب کے درمیان اختیار دے دیا تھا اور اس نے عذاب دنیا کو اختیار کیا تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۷۴)

جب اس نے دیکھا کہ جبرئیلؑ ملائکہ کے ساتھ نزول فرمارہے ہیں، تو اس نے جبرئیلؑ سے پوچھا: تم کہاں جارہے ہو؟ جبرئیلؑ نے کہا: خدا نے حضرت محمدؐ کو ایک نعمت عطا کی ہے اور مجھے تہنیت اور مبارک باد کے لئے بھیجا ہے۔ فطرس نے کہا: مجھے بھی ساتھ لیتے جایئے، شاید حضرت محمدؐ میرے لئے دعا فرمادیں۔ جبرئیلؑ اس کو ہمراہ لے آئے۔

جب رسول پاکؐ کی خدمت میں پہنچے تو اللہ اور اپنی جانب سے مبارک باد دی اور فطرس کی شرح حال بیان کی۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اسے کہو کہ خود کو اس مولود کے ساتھ مس کرے اور اپنے مقام پر لوٹ جائے۔ فطرس نے خود کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مس کیا اور

اوپر پرواز کر گیا۔ اس دوران میں اس نے کہا: اے رسولؐ خدا! آپؐ کی امت جلد ہی اس بچے کو شہید کردے گی۔ چونکہ اس کا مجھ پر حق ہے اس لئے جو کوئی اس کی زیارت کے لئے آئے گا میں اس کی زیارت اس (امام حسینؑ) تک پہنچادوں گا۔ اور جو مسلمان اس کو سلام نہیں کرے گا نیز جو شخص اس پر صلواۃ نہیں بھیجے گا، میں یہ بات بھی اس تک پہنچادوں گا[1] مناقب کی روایت کے مطابق جب فُطرس آسمان کی طرف اڑا تو اس نے کہا: میری طرح کا کون ہے کہ میں حسینؑ فرزند علیؑ و فاطمہؑ کا آزاد کردہ ہوں، جس کے نانا احمد مختارؐ ہیں۔

ہر باضمیر شخص کا دل گھر حسینؑ کا
دروازۂ شعور فقط در حسینؑ کا
فُطرس مثال ہوں گی دعائیں بھی قبول
مانگو خدا سے واسطہ دے کر حسینؑ کا
(مظہر عباس)

(۱) کامل الزیارات ۶۶ ب ۲۰ ح ۱' امالی صدوق/ ۱۳۷ م ۲۸ ح ۸، بحار الانوار: ۲۲۳/۴۳، مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۷۴، اور اس مضمون کی دیگر روایات معتبر کتب شیعہ میں نقل ہیں۔

اور اگر کہا جائے: ملائکہ گناہ نہیں کرتے "لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ نافرمانی نہیں کرتے (سورہ تحریم' آیہ ۶) تو یہ ان کی عصمت کے موافق نہیں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں: انبیاء بھی صاحب عصمت ہوتے ہیں اور معصیت نہیں کرتے لیکن ممکن ہے کہ ان سے ایسا کام سرزد ہو جائے جو ان کے مقام کو زیب نہ دیتا ہو، اگرچہ وہ حرام نہ ہو، یہی معاملہ ملائکہ کا ہے۔

امام حسینؑ کے منتخب فضائل اور معجزات

کیا خالق اکبر نے شرافت اسے دی ہے — حقا کہ عجب مرتبۂ سبط نبیؐ ہے
بچپن سے وہ مقبول جناب احدی ہے — ہے فاطمہؑ ماں، نانا نبیؐ، باپ علیؑ ہے

جبریلؑ نہ ہوا کیا کوئی اس راز کو جانے
جس چیز پہ ہمت کی ہے وہ بھیجی ہے خدا نے
(انیس)

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اکرمؐ اُم سلمہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے اور انہیں کہہ رکھا تھا کہ کوئی بھی میرے پاس نہ آئے۔ امام حسینؑ جو اس وقت کم سن تھے، گھر میں داخل ہوئے۔ اُم سلمہؓ آپؑ کو روک تو نہ سکیں لیکن آپؑ کے پیچھے چلی آئیں۔ دیکھا تو امام حسینؑ آنحضورؐ کے سینے پر سوار تھے اور حضورؐ گریہ فرما رہے تھے اور ایک چیز آپؐ کے ہاتھ میں تھی جسے چوم رہے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے ام سلمہؓ! جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ حسینؑ قتل کر دیا جائے گا اور یہ اس جگہ کی خاک ہے جس پر اسے قتل کیا جائے گا۔ اسے اپنے پاس رکھ لو جب یہ خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حبیب (حسینؑ) شہید ہو گیا ہے۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ حسینؑ سے یہ ستم دُور فرما دے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میں نے دعا کی ہے لیکن خداوند متعال نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ اس کے لئے ایسا درجہ و مقام ہے کہ کوئی بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا اور اس کے شیعہ ہوں گے، وہ

شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت قبول ہو گی۔ اور تحقیق مہدیؑ اس کی اولاد میں سے ہے۔ وہ خوش نصیب ہے جو حسینؑ کے اولیاء میں سے ہو۔ خدا کی قسم اس کے شیعہ قیامت کے روز رستگار و کامیاب ہوں گے۔ (امالی صدوقؒ/۳۹/م ۲۹ ح ۳)

(۲) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا حسن و حسین علیہما السلام کو چوم رہے تھے، اور فرماتے تھے جو کوئی حسنؑ حسینؑ اور ان کی ذریت کو خلوص کے ساتھ دوست رکھے، اگرچہ اس کے گناہ صحرا کی ریت کے ذروں کی مانند ہوں، آگ اس کے جسم کو نہ چھو سکے گی۔ مگر وہ ایسے گناہ ہوں کہ جن کے سبب وہ حلقہء ایمان سے خارج نہ ہو گیا ہو۔ (کامل الزیارات ۵۱ ب ۱۴ ح ۴)

(۳) رسولؐ خدا نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ.

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، جو حسینؑ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؑ (پیغمبروںؑ) کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔"

(کامل الزیارات/۵۲ ح ۱۱، ارشاد: ۲/۱۳۱ ب ۳، اہل تسنن نے بھی اس حدیث کو اپنی معتبر کتب میں متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے، مسند احمد: ۴/۱۷۲، سنن ترمذی: ۵/۶۵۸ ح ۳۷۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱/۵۱ ح ۱۴۴، مستدرک حاکم: ۳/۱۷۷، اور سند حدیث کو صحیح بتایا گیا ہے)

سید مرتضٰی رحمۃ اللہ نے کتاب "غرر و درر" میں روایت کی ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ اصحاب کے ساتھ ایک دعوت پر باہر تشریف لے گئے۔ راستے میں امام حسینؑ سے ملاقات ہو گئی۔ پیغمبر اکرمؐ اپنے اصحاب سے آگے نکل کر حسینؑ کی جانب بڑھے۔ جب کہ امام حسینؑ بچوں کی عادت کے مطابق آنحضورؐ سے کبھی ادھر نکل جاتے اور کبھی ادھر تا کہ آنحضورؐ آپ کو پکڑ نہ سکیں۔

پیغمبر اکرمؐ (یہ دیکھ کر) ہنستے تھے۔

ثُمَّ أَخَذَهُ فَجَعَلَ إِحْدَیٰ یَدَیْهِ تَحْتَ ذَقَنِهِ وَالْأُخْرَیٰ تَحْتَ قَاسِ رَأْسِهِ وَأَقْنَعَهُ فَقَبَّلَهُ وَقَالَ: أَنَا مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنِّی، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَیْنًا حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ.

"پس پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو پکڑ لیا اور ایک ہاتھ آپ کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا جب کہ دوسرے ہاتھ سے آپ کا سر پکڑا اور آپؑ کو دیکھتے، چومتے اور فرماتے تھے: میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے۔ خدا اس سے محبت رکھتا ہے جو حسینؑ سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؑ (پیغمبروںؑ کے) بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔" (تذکرۃ الشہداء ۱۶)

(۴) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں رسولِ خدا سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: "خدایا! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما"۔ اور فرماتے تھے:

"جو شخص حسنؑ و حسینؑ سے محبت رکھتا ہے، میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور جس سے میں محبت رکھتا ہوں خدا بھی اس سے محبت رکھتا ہے، اور جس سے خدا محبت رکھتا ہے اسے داخل بہشت کرے گا، اور جو کوئی ان کو دشمن رکھتا ہے میں اسے دشمن رکھتا ہوں اور جسے میں دشمن رکھتا ہوں خدا بھی اسے دشمن رکھتا ہے۔ اور جسے وہ دشمن رکھے اسے دوزخ میں داخل کرے گا"۔ مزید فرماتے تھے: "میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میرے باغ کے دو پھول ہیں۔" (ارشاد مفید: ۲/۲۵ ب ۳)

(۵) جب اسامہ بن زید (مرض الموت کے سبب) بیمار ہو گئے تو امام حسینؑ ان کی عیادت کے لئے گئے۔ اسامہ نے کہا (وَاغماہ) آنحضرتؑ نے فرمایا: بھائی تم کس لئے غم زدہ ہو؟ کہا: ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمہارا قرض میرے ذمے رہا۔ وہ کہنے لگے: مجھے ڈر ہے کہ میں مرجاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا: میں تمہارے مرنے سے پہلے تمہارا قرض چکا دوں گا۔ اور آپ نے ایسے ہی کیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۶۵ فصل مکارم اخلاق آنحضرتؑ)

(۶) ایک اعرابی مدینہ آیا اور اس نے پوچھا: اس شہر کا سخی ترین شخص کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام لیا۔ وہ مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ آنحضرتؑ مشغولِ نماز ہیں، اس نے آپ کی مدح میں چند شعر پڑھے۔

امام حسینؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: کیا مالِ حجاز میں سے کچھ بچا ہے؟ قنبرؓ نے کہا: جی ہاں! چار ہزار طلائی دینار موجود ہیں۔ فرمایا: لے آؤ کہ یہ زیادہ مستحق ہے۔ (پھر آپ گھر تشریف لے گئے) اپنی ردائے مبارک اتھائی اور اس میں چار ہزار دینار باندھ کر شگاف سے باہر نکال کر اس کو عطا کئے اور ساتھ ساتھ چند شعر پڑھ کر معذرت بھی کی۔

اعرابی نے یہ سونا پکڑ لیا اور رونے لگا۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: کیا ہماری عطا کو کم خیال کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں بلکہ روتا اس لئے ہوں کہ اس قدر سخاوت کرنے والا ہاتھ کس طرح خاک میں پنہاں ہو جائے گا۔

اس طرح کی ایک داستان حضرت امام حسنؑ کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔

(۷) جب امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے تو آپ کی پشت مبارک پر بوجھ اٹھانے کا نشان دیکھا گیا۔ امام زین العابدینؑ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ اپنی پشت مبارک پر طعام کے تھیلے اٹھا کر بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے گھروں تک پہنچایا کرتے تھے۔ (مناقب: ۴/۶۶، تذکرۃ الشہداء ۱۸، تذکرۃ الخواص سے ابن جوزی کی نقل ہے)

(۸) عبدالرحمن سلمی نے آپؑ کے ایک (غیر معصوم) بیٹے کو سورہ حمد سکھائی۔ اس نے یہ سورہ اپنے پدر بزرگوار یعنی امام عالی مقامؑ کو سنائی۔ آپؑ نے ایک ہزار طلائی دینار اور ایک ہزار لباس عبدالرحمان کو عطا کئے اور اس کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا۔ لوگوں نے کہا: اس کی اس قدر اُجرت تو نہ تھی؟ آپ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں، اس نے میرے بیٹے کو (حمد خداوندی

کی) تعلیم دی ہے۔ پھر دو شعر پڑھے۔ (مناقب: ۴/ ۶۶)

(۹) آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے پروردگار سے اتنا زیادہ کیوں ڈرتے ہیں؟

فرمایا: عذاب قیامت سے امان نہیں ہے مگر اس کے لئے جو دنیا میں خوف خدا رکھتا ہے۔

آنحضرتؑ نے پچیس حج پیدل چل کر کئے تھے، حالانکہ اونٹ اور محمل آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ (مناقب: ۴/ ۶۹)

(۱۰) ایک دن امام حسینؑ کا گزر مساکین کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا کہ جو اپنی عباؤں کو بچھا کر ان پر خشک روٹیاں رکھے کھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ آپؑ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا اور اگر یہ صدقہ نہیں ہے تو میں تمہارے ساتھ کھاتا ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم بھی میری دعوت قبول کرو اور انہیں اپنے گھر لے گئے۔ پھر آپؑ نے جناب ربابؑ سے فرمایا: جو کچھ مہمانوں کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے لے آؤ۔ میں نے ان کی ضیافت کی ہے۔ آپؑ نے ان کو لباس عطا کئے اور نوازشات کے ساتھ روانہ فرمایا۔ (تفسیر عیاشی: ۲/ ۲۵۷، سورہ نحل آیہ ۲۳ و مناقب: ۴/ ۶۶)

(۱۱) اہلِ قبلہ یعنی تمام مسلمانوں کا اسی پر اجماع ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِمَامَانِ قَامَا أَوْ قَعَدَا.

"حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں، قیام کریں یا بیٹھے رہیں" (یعنی قیام نہ کریں) نیز اس فرمانِ رسولؐ پر بھی اجماعِ امت ہے۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔" (مناقب ۳/ ۳۹۴)

(۱۲) اسماعیل بن یزید نے اپنی سند کے ساتھ محمدؐ بن علیؑ (امام محمد باقر علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عہدِ رسولِ خدا میں ایک گناہ کیا اور خوف کے سبب چھپ گیا۔ جب اس نے حسن و حسین علیہما السلام کو راستے پر تنہا آتے ہوئے دیکھا تو اس نے دونوں شہزادوں

کو اپنے کاندھوں پر بٹھالیا اور رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے خدا کے رسولؐ!

إِنِّي مُسْتَجِيرٌ بِاللهِ وَبِهِمَا

''میں نے جو گناہ کیا ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور آپ کے ان دونوں بیٹوں کی پناہ مانگتا ہوں''۔

رسولِ خدا اس قدر ہنسے کہ دست مبارک اپنے منہ پر رکھ لیا اور فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اور حسنؑ و حسینؑ کو فرمایا: ''میں نے اس کے حق میں تمہاری شفاعت کو قبول کرلیا۔'' اس وقت یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (سورہ نساء آیت ۶۴)

''اگر وہ خود پر ظلم کریں اور پھر تمہارے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں (معافی کے طلب گار ہوں) اور پیغمبر بھی ان کے حق میں استغفار کریں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔''

(مناقب: ۳/۴۰۰)

(۱۳) ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: فرزند رسولؐ! میں دیہ کاملہ کی ادائیگی کا ضامن ہوا ہوں جب کہ اس کی قدرت نہیں رکھتا۔ میں نے سوچا کہ کسی کریم ترین شخص سے سوال کروں اور کسی کو آپ اہل بیتؑ سے کریم ترین خیال نہیں کرتا۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: برادر عرب! میں تم سے تین مسئلے پوچھوں گا اگر تم نے ان میں سے ایک کا جواب دے دیا تو اس مال (ضمانت) کا تیسرا حصّہ تمہیں عطا کروں گا، اور تم نے دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث (۲/۳) مال دوں گا اور اگر تینوں کا جواب دے دیا تو تمام کا تمام مال ضمانت عطا کردوں گا۔

اعرابی نے کہا: اے فرزند رسولؐ! یہ کس طرح روا ہے کہ آپ جیسا اہل علم و شرف مجھ ایسے سے سوال کرے۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: میں نے اپنے نانا رسول خداؐ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے:

اَلْمَعْرُوْفُ بِقَدْرِ الْمَعْرِفَةِ.

''معروف بلحاظ معرفت ہے''

اعرابی نے کہا: جو چاہو سوال کرو۔ اگر جانتا ہوں گا تو جواب دوں گا اور نہ جانتا ہوا تو آپ سے سیکھوں گا۔ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت نے فرمایا: افضل الاعمال کیا ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: اللہ پر ایمان لانا۔

فرمایا: کیا چیز لوگوں کو ہلاکت سے نجات دیتی ہے؟ جواب ملا: اللہ پر بھروسہ۔

آپ نے فرمایا: آدمی کی زینت کس میں ہے؟ اعرابی نے جواب دیا: ایسا علم کہ جس کے ساتھ حلم بھی ہو۔

امام حسینؑ ہنس پڑے اور ایک تھیلی جس میں ایک ہزار طلائی دینار موجود تھے اس کو دے دی اور ایک انگوٹھی جس کے نگینے کی قیمت بائیس درہم تھی وہ بھی اسے عطا کردی اور فرمایا: یہ مال اپنے ذمہ کی واجب الادا ضمانت کی ادائگی کے لیے کام میں لاؤ۔

اعرابی نے یہ مال لے لیا اور یہ آیہ مبارکہ تلاوت کی:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورہ انعام' آیہ ۱۲۴)

''خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے''۔

(جامع الاخبار/۱۳۷ ف ۹۶، مقتل خوارزمی: ۱/۱۵۷ ف ۷ اور اس کی نظیر چند احادیث روایت کی گئی ہیں۔)

فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں آیہ شریفہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا اس حدیث کو اضافۂ صدر کے ساتھ لائے ہیں۔

اعرابی نے عرض کیا: میں نے آپ کے جد سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

جب بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو چار گروہوں سے طلب کرو، شریف عربی سے، کریم آقا سے، حاملِ قرآن سے یا پھر خوب صورت انسان سے، (اور یہ چاروں خصائل آپ میں جمع ہیں چونکہ) عربوں نے آپؐ کے نانا کے وجود سے شرافت حاصل کی اور بزرگواری آپ کی عادت و

روش ہے، قرآن آپ کے گھر میں نازل ہوا اور زیبائی صورت اس قدر ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: جب تمہارا دل مجھے دیکھنے کو چاہے تو حسنؑ و حسینؑ کو دیکھ لیا کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ اعرابی نے اپنی حاجت زمین پر لکھ دی۔ (فضائل الخمسہ: ۳/۳۳۲)

(۱۴) شیخ طوسیؒ نے "تہذیب" میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت نے اپنا ہاتھ حالت طواف میں باہر نکالا۔ ایک مرد، جو اس کے پیچھے طواف کر رہا تھا، نے اپنا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو اس عورت کے ہاتھ سے چسپاں کر دیا۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن یہ ہاتھ علیحدہ نہ ہو پائے۔ لوگوں نے طواف کر لیا تو حاکم کو اطلاع دی گئی۔ جب یہ مرد اور عورت حاکم کے حضور حاضر کیے گئے تو اہل سنت کے دانشوروں کو بلایا گیا: انہوں نے کہا: اس مرد کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے کہ اس نے گناہ کیا ہے۔ حاکم نے کہا: کیا کوئی اولادِ محمدؐ میں سے یہاں موجود ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! حسینؑ بن علیؑ آج رات مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ حاکم نے آنحضرتؑ کو بلا بھیجا اور کہا دیکھیے ان کے سر پر کیا بلا آپڑی ہے۔

حضرت نے منہ کعبہ کی طرف کیا اور مشغول عبادت ہو گئے۔ کافی دیر تک دعا کرنے کے بعد ان کے نزدیک آئے اور اس مرد کے ہاتھ کو اس عورت کے ہاتھ سے جدا کر دیا۔ حاکم نے کہا: کیا ہم اس شخص کو اس فعل پر سزا دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (وسائل: ۱۳/۲۲۷ ب ۱۴ از مقدمات طواف ح ۷)

(۱۵) ابو خالد کابلی نے یحییٰ بن ام طویل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک دن میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک جوان گریہ کرتا ہوا آیا۔ حضرت نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔

اس نے کہا: میری ماں کی ابھی ابھی وفات ہوئی ہے۔ اس نے مال چھوڑا ہے لیکن وصیت نہیں کی، اور مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو تم پہلے خدمت امامؑ میں حاضر ہونا پھر

کوئی اور کام کرتا۔

امامؑ نے فرمایا: اٹھو تاکہ ہم اس خاتون کے پاس پہنچیں۔ جب ہم گھر کے دروازے پر پہنچے تو حضرت کھڑے ہو گئے اور دعا فرمائی کہ خداوند متعال! اسے زندہ کر دے تاکہ یہ اپنی وصیت کو عمل میں لائے۔ جونہی آپؑ دعا سے فارغ ہوئے اللہ نے اس عورت کو زندہ فرما دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی: اے میرے مولا! گھر میں داخل ہو جایئے اور جو مصلحت آپ سمجھتے ہیں مجھے اس کا حکم دیجیے۔

حضرتؑ گھر کے اندر داخل ہو گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: خدا تم پر رحمت فرمائے: نصیحت کرو۔ اس عورت نے کہا: اے فرزند رسول خداؐ! میرے پاس اس مقدار میں مال ہے جو فلاں مکان میں رکھا ہے۔ میں اس کا ایک تہائی آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں کہ آپ اپنے دوستوں میں سے جسے چاہیں دیں، اور دو تہائی میرے اس بیٹے کے لئے ہے بشرطیکہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کے موالیوں اور دوستوں میں سے ہے اور اگر آپ کے مخالفوں میں سے ہے تو سارے کا سارے مال آپ کا ہے۔ کیونکہ مخالفین اس مال میں کچھ حق نہیں رکھتے۔

اس نے پھر حضرت سے درخواست کہ مجھ پر نماز (جنازہ) پڑھنا اور میرے دفن کے وقت موجود رہنا اور دوبارہ جاں بحق ہو گئی۔ (الخرائج قطب راوندی/۲۴۷ ب ۴، بحار الانوار: ۱۸۰/۴۴)

(۱۶) ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک دولت مند عورت سے شادی کرنے کے لئے مشورہ لیا۔ وہ خود بھی کافی دولت مند تھا۔ حضرتؑ نے موافقت میں اظہار نہ فرمایا۔ اس شخص نے آپ کے مشورے کے خلاف اس سے شادی کر لی۔ تھوڑے ہی عرصے میں وہ تہی دست ہو گیا۔

حضرت نے فرمایا: میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ اس سے شادی مت کرنا۔ اب اس سے جدا ہو جاؤ اور فلاں عورت سے شادی کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہتر عوض دے گا۔

جب اس شخص نے اس (دوسری) عورت کے ساتھ شادی کی تو ایک سال سے زیادہ

عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ ڈھیروں دولت کا مالک بن گیا، اللہ نے اسے بیٹا بیٹی بھی عطا فرمائے اور اس کے حالات سنور گئے۔ (الخرائج ۲۴۷، بحار الانوار ۴۴/۱۸۲)

(۱۷) امام صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی سے اس طرح روایت فرماتے ہیں: ایک دن امام حسینؑ عبداللہ بن شداد کی عیادت کے لئے گئے، اسے شدید بخار تھا۔ جب حضرت گھر کے اندر داخل ہوئے تو اس کا بخار اتر گیا۔ بیمار نے کہا: جو حق آپ کو اللہ نے عطا کیا ہے میں اس پر خوش ہوں۔ میرا بخار بھی آپ ہی کی وجہ سے اترا ہے۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اللہ نے کسی شے کو خلق نہیں فرمایا مگر اسے حکم دیا کہ ہماری اطاعت کرنا (یعنی اللہ نے ہر شے ہماری مطیع بنائی ہے)۔ اچانک ہم نے کسی کی آواز سنی: "لبیک" حالانکہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا امیرالمومنین علیہ السلام نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ ہمارے دشمن کے سوا کسی کے نزدیک نہ جانا۔ یا پھر اس شخص کے کہ جو گناہ گار ہو گیا ہو تاکہ اس کے گناہ کا کفارہ بن سکے۔ تو اس مومن کے نزدیک کیوں آیا ہے؟ (مناقب ۴/۵۱ رجال کشی: ۲۹۸/، ح ۱۴۱)

(۱۸) حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

صَحَّ عِنْدِي قَوْلُ النَّبِيِّ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلَاةِ إِدْخَالُ السُّرُورِ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ بِمَا لَا إِثْمَ فِيهِ.

"مجھے نبی معظمؐ کا ایک قول ملا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: نماز کے بعد بہترین عمل مومن کے دل میں سرور کا ادخال ہے، جس کی وجہ سے اس میں گناہ نہیں رہتے"۔

ایک دن میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ ایک کتے کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: فرزند رسول خداؐ! میں غم زدہ ہوں میں اسے (کتے کو) خوش کرنا چاہتا ہوں شاید اس کی خوشی میرے سرور کا باعث بن جائے۔ کیونکہ میں ایک یہودی کا

غلام ہوں اور میری خواہش ہے کہ مجھے اس سے نجات مل جائے۔

آنحضرتؑ اس یہودی کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: میں تمہیں بائیس (۲۲) طلائی دینار دیتا ہوں۔ تم یہ غلام میرے ہاتھ بیچ دو۔ یہودی نے کہا: میں نے اس غلام کو آپ کے پاؤں پر قربان کیا، اسے لے جائیے۔ اور یہ باغ بھی اسے دیتا ہوں اور آپ کا مال آپ کو واپس کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: مال میں نے تجھے بخش دیا ہے۔ یہودی نے کہا: میں قبول کرتا ہوں اور غلام کو بخشتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں نے غلام کو آزاد کیا اور اموال اسے عطا کئے۔

یہودی کی عورت نے کہا: میں مسلمان ہوگئی اور اپنا حق مہر اپنے شوہر کو معاف کیا۔

یہودی نے کہا: میں بھی مسلمان ہوا اور یہ گھر اپنی بیوی کو دیا۔ (مناقب: ۴/۷۵)

(۱۹) حذیفہ یمانی روایت کرتا ہے: پیغمبر اکرمؐ نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ ، هٰذَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاعْرِفُوهُ ، فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفِي الْجَنَّةِ وَمُحِبِّيهِ فِي الْجَنَّةِ، وَ مُحِبِّي مُحِبِّيهِ فِي الْجَنَّةِ ۔ (بحارالانوار: ۴۳/۲۶۲ ح ۶)

"اے لوگو! یہ حسینؑ ابن علیؑ ہے۔ اسے پہچان لو خدا کی قسم میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ تحقیق یہ جنتی ہے اور اس کے دوست بھی جنتی ہیں اور اس کے دوستوں کے دوست بھی جنتی ہیں"۔

(۲۰) بعض کتب معتبرہ میں طاؤس یمانی سے اور احادیث معتبرہ میں شیعہ وسنی احباب سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؑ سیاہ رات میں کسی مکان میں بیٹھے ہوتے تو لوگ آپؑ کی پیشانی اور گردن کے نیچے سے ابھرنے والے نور اور روشنی سے آنحضرتؑ کو پہچان لیتے تھے، کیونکہ رسول خداؐ نے ان دونوں جگہوں کو بہت چوما تھا۔

شیعہ وسنی راویوں نے معتبر احادیث میں روایت کی ہے، کئی دفعہ یہ اتفاق ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہؑ سوئی ہوئی ہوتیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام جھولے میں روتے تو جبرئیلؑ

آپ کے جھولے کو جھلاتا اور آپؑ کو چپ کراتا۔ جب فاطمہؑ بیدار ہوتیں تو دیکھتیں کہ جھولا ہل رہا ہے اور کوئی آپؑ سے باتیں کر رہا ہے۔ لیکن وہ شخص نظر نہیں آتا تھا۔ پیغمبر اکرمؐ فاطمہ علیہا السلام سے فرماتے تھے کہ وہ جبرئیلؑ ہے۔ (بحار الانوار: ۴۳/ ۱۸۷ باب معجزات آنحضرتؑ ذیل ح ۱۶' جلاء العیون علامہ مجلسی/ ۳۰۵ ب ۵ ف ۴)

(۲۱) آپؑ کی شجاعت اور عظمت کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ ایک دن مدینہ میں آنحضرتؑ اور حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کے درمیان ایک زمین (کھیت) کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ آپ نے ولید کا عمامہ اس کے سر سے اتارا اور اس کی گردن پر باندھ کر اسے زمین پر گرا دیا۔ مروان نے دیکھا تو کہا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے حاکم کے ساتھ ایسی جسارت کی ہو۔ ولید نے کہا: حق آپؑ کے ساتھ ہے اور زمین آپؑ کی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب جب کہ تو نے اعتراف حق کر لیا ہے تو میں یہ زمین تجھے بخشتا ہوں۔ (بحار الانوار ۴۳/ ۱۹۱' باب مکارم اخلاق آنحضرتؑ ح ۴' جلاء العیون/ ۲۹۵ ف ۳)

(۲۲) کشف الغمہ میں روایت ہے کہ: انس نے کہا: ایک دن میں حسین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آنحضرتؑ کی کنیز نے آپ کے پاس ایک پھول لا کر رکھا۔ حضرت نے فرمایا: میں نے تجھے آزاد کیا۔ میں نے کہا: وہ آپ کے لئے ایک پھول لائی ہے اور اس کے بدلے آپ اسے آزاد فرما رہے ہیں! حضرتؑ نے فرمایا: خدا فرماتا ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ـ

"جب کوئی تمہیں کوئی تحفہ دے تو تمہیں چاہیے کہ تم اسے اس سے بہتر تحفہ دو"۔ (سورۂ نساء' آیہ ۸۶)

میرا بہتر تحفہ یہی تھا کہ اسے آزاد کر دوں۔ (بحار الانوار: ۴۴/ ۱۹۵ ح ۸)

(۲۳) آپؑ کے غلاموں میں سے ایک غلام نے خیانت کی اور وہ مستحق سزا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پیٹا جائے۔ غلام نے کہا: میرے آقا:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ .

اپنے غصے پر قابو رکھو۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس سے ہاتھ اٹھالو (اسے مت مارو)

غلام نے کہا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ.

لوگوں سے درگزر کرنے والے۔

حضرت نے فرمایا: میں نے تمہیں معاف کیا۔

اس نے کہا: میرے آقا!

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (سورۂ آل عمران، آیہ ۱۳۴)

خدا نیکوں کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں خدا کے راستے میں آزاد کیا اور جو کچھ اس سے قبل میں نے تمہیں دیا وہ تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں۔ (بحارالانوار: ۴۴/۱۹۵ ضمن ح ۹)

(۴۴) اہل سنت کے عالم ابن عبدربہ اپنی کتاب "عقدالفرید" میں نقل کرتے ہیں کہ امام سجادؑ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد کم کیوں ہے؟ فرمایا: تعجب ہے! میری طرح ان سے اولاد کس طرح ہوتی، کیونکہ وہ شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے (پس انہیں کس وقت فرصت ملتی کہ اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے۔ (بحارالانوار: ۴۴/۱۹۶ ح ۱۰)

(۴۵) اہل سنت روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ حضرت عائشہ کے گھر سے باہر نکلے اور جب حضرت فاطمہؑ کے گھر پہنچے تو حضرت حسینؑ کے رونے کی آواز سنی۔ فرمایا: اے فاطمہؑ! حسینؑ کو رونے نہ دیا کرو کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (جلاء العیونؒ/ ۲۸۸ ب ۵ ف ۲)

(۴۶) ابن شہر آشوب نے امام رضا علیہ السلام اور اہل تسنن نے بھی متعدد طریقوں سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اہل زمین میں سے اہل آسمان کے نزدیک محبوب ترین ہستی کو دیکھے، وہ حضرت امام حسینؑ کو دیکھ لے۔ (جلاء العیون/ ۲۸۸ ب ۵ ف ۲)

(۲۷) عصام بن المصطلق شامی کہتا ہے: میں مدینہ گیا جب حسینؑ بن علیؑ کو دیکھا، تو آپؑ کی نیک سیرت اور پاکیزہ صورت نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میرا حسد کھل کر سامنے آ گیا کہ جو بغض اور عداوت میں آپ کے باپ سے رکھتا تھا وہ ظاہر کر دوں۔ میں آپؑ کے قریب گیا اور کہا: "تم ہی ابو تراب کے بیٹے ہو"؟ آنحضرتؑ نے فرمایا: ہاں! میں نے آنحضرتؑ اور آپ کے باپ کو برا بھلا کہا۔ آپ نے مجھ پر نظرِ کرم ڈالی اور فرمایا:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ...... ثُمَّ لَا
يُقْصِرُونَ (سورہ اعراف آیات ۱۹۹۔۲۰۲)

"درگزر کو اپنا شیوہ قرار دو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض برتو"۔

ان آیات میں اس اخلاق حسنہ کی طرف اشارہ ہے جس کا پیغمبر اکرم کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا: اس کام کو خود سہل اور آسان بناؤ اور اللہ سے میرے اور اپنے لئے معافی طلب کرو۔ تحقیق اگر تم ہم سے مدد کے طالب ہو تو ہم تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں اور اگر عطا کے طالب ہو تو وہ بھی کریں گے، اور اگر نصیحت کے طالب ہو تو نصیحت کریں گے۔

عصام کہتا ہے: میں اپنے کہے پر اور اپنی غلطی پر پشیمان ہوا۔ آنحضرتؑ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ۔ (سورۂ یوسف: آیہ ۹۲)

"تم پر کچھ ملامت نہیں، خدا نے تمہیں بخش دیا اور وہ ارحم الراحمین ہے"۔

یہ آیہ شریفہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمائی تھی کہ جب وہ آپ سے طالب عفو ہوئے۔

• پس آنحضرتؑ نے فرمایا: تو شامی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: شِنْشِنَةٌ أَعْرِفُهَا مِنْ أَخْزَمٍ۔ یہ ایک ضرب المثل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں گالیاں دینا اہلِ شام کی عادت

ہے کیونکہ معاویہ نے ان میں یہ رواج دے رکھا ہے۔ پھر فرمایا: تمہاری جو حاجت ہے مجھ سے کہو تاکہ میں اسے پورا کرسکوں۔

عصام نے کہا: آنحضرتؑ کے ان اخلاق عالیہ کے مقابلے میں اپنے سے سرزد ہونے والی جسارتوں پر مجھ پر زمین تنگ ہوگئی اور میرا دل چاہتا تھا کہ اس میں دھنس جاؤں۔ لہٰذا میں آہستہ سے آنحضرتؑ کے پاس سے کھسک گیا، تاکہ لوگوں میں گھس جاؤں اور آنحضرتؑ مجھے دیکھ نہ پائیں اور اس کے بعد مجھے آنحضرت اور آپ کے والد گرامی سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا۔ (منتہی الآمال:۱/۲۸۶)

(۲۸) سید شریف زاہد ابو عبداللہ علوی حسینی نے اپنی کتاب "تعازی" میں روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی اس طرح تعظیم کیا کرتے تھے کہ گویا آنحضرت امام حسن علیہ السلام سے بڑے ہوں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے امام حسنؑ سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام کی طرح کی ہیبت رکھتے ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام ہمارے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں وہاں امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے۔ امام حسینؑ کے احترام میں ان کی حالت متغیر ہوگئی۔ (منتہی الآمال:۱/۲۸۸)

(۲۹) منہال کہتا ہے: خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ حضرت حسین علیہ السلام کا سر مبارک نیزہ پر اپنی زبان گویا سے قرآن کی قرأت کر رہا تھا اور سورۂ کہف تلاوت کر رہا تھا۔ جب آپ اس آیہ مبارکہ پر پہنچے:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا۔ (سورۂ کہف، آیہ ۹)

"کیا تم گمان کرتے ہو کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے؟"

پس ایک شخص نے کہا: اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم آپ کا سر مبارک زیادہ تعجب خیز ہے

(مدینۃ المعاجز: ۴/۱۳۶' معجزہ ۔۱۷اح ۱۱۳۷ اور اس طرح کی ایک حدیث ۱۱۳۶ زید بن ارقم سے بھی مروی ہے اور حدیث ۱۱۳۸ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: میرا معاملہ اصحاب کہف ورقیم سے بھی تعجب خیز ہے۔)

(۳۰) مشہور ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

اِنَّ لِلْحُسَیْنِ فِیْ بَوَاطِنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَعْرِفَةً مَکْتُوْمَةً .

"تحقیق مومنین کے دلوں میں امام حسینؑ کے لئے گہری معرفت ہے"۔

(بحار الانوار: ۴۳/۲۷۲ باب فضائل حسنین علیہما السلام ضمن ح ۳۹ ، القطرۃ: ۱/۱۷۸ (چاپ جدید ص ۲۹۸) ب ۵ ح ۸ ، لیکن مہیج الاحزان/۲۲۲ م ۹ میں مَعْرِفَةٌ مَکْتُوْمَةٌ کے بجائے مُحَبَّةٌ مَکْتُوْمَةٌ گہری محبت ہے۔)

(۳۱) حضرت جعفر صادقؑ سے سند معتبر کے ساتھ روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ حضرت فاطمہؑ کے گھر میں' حضرت حسین علیہ السلام کو اپنی آغوش میں بٹھائے ہوئے تھے کہ اچانک گریاں ہوگئے اور سجدے میں گر گئے۔ پھر فرمایا: اے فاطمہؑ! اے محمدؐ کی بیٹی! اللہ رب العزت نے اس لمحے مجھ پر خود وحی فرمائی اور مجھ کو الطاف بے پایاں سے فرمایا: اے محمدؐ! کیا آپ حسینؑ سے محبت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، یہ میری آنکھوں کا نور، میرے گلستان کا پھول اور میرے دل کا میوہ ہے۔

پس ارشاد رب العزت ہوا: اے محمدؐ! حسینؑ کتنا مبارک مولود ہے میں اپنی رحمتوں' برکتوں اور صلوات وخوشنودی کا اس پر نزول کرتا ہوں اور جو اسے قتل کرے، اس سے دشمنی کرے اور اس سے جھگڑا کرے، اس پر میری پھٹکار' لعنت' غضب' عذاب اور رسوائی ہے۔

وہ دنیا و آخرت کے اولین و آخرین میں شہیدوں کا سردار ہے۔ وہ جمیع خلق میں اہل بہشت کے جوانوں کا سردار ہے۔ اور اس کا باپ اس سے بھی افضل اور نیک تر ہے اسے میرا سلام پہنچادو اور بشارت دے دو کہ وہ راہ ہدایت کا علم اور علامت، میرے اولیاء کا ہادی' مخلوق پر

گواہ، میرے علم کا خزانچی اور اہل آسمان و زمین اور جن و بشر پر میری حجت ہے۔ (کامل الزیارات/۷۰ ب ۲۲ ح ۶' جلاء العیون/۳۱۹ ب ۵ ف ۶)

(۳۲) محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَوَّضَ الْحُسَيْنَ مِنْ قَتْلِهِ اَنْ جَعَلَ الْاِمَامَةَ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ وَالشِّفَاءَ فِيْ تُرْبَتِهِ وَ اِجَابَةَ الدُّعَاءِ عِنْدَ قَبْرِهِ وَلَا تُعَدُّ اَيَّامُ زَائِرِيْهِ جَائِيًا وَ رَاجِعًا.

''خداوند قدوس نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے عوض آپؑ کی ذریت میں امامت اور آپ کی تربت میں شفاء عطا کی۔ اور آپ کی قبر کے نزدیک دعا قبول ہوتی ہے اور آپ کی مرقد منور کی زیارت کرنے والے کو آنے اور جانے پر جتنے دن لگتے ہیں، زائر کی عمر سے ان کا حساب نہیں ہوگا''۔

محمد بن مسلم کہتا ہے: میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا: جب آنحضرتؑ کی برکت میں اس قدر فضیلت ہے تو خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کس قدر ہوگی؟

فرمایا: خدا نے آنحضرتؑ کو پیغمبر اکرمؐ سے ملحق گردانا ہے اور آپؑ کا درجہ و مقام ان کے ساتھ ہے۔ پھر یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

(سورہ طور آیہ ۲۱)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملحق کر دیا۔

(بحارالانوار: ۱۰۱/۲۹ باب ۱۲ از مزار، ح ۳۳/۲۲۱' امالی طوسی: ۱/۳۲۴)

(۳۳) منقول ہے کہ جس وقت شمر حضرتؑ کے سینے پر سوار تھا اور آپ کو قتل کرنے کا

ارادہ رکھتا تھا تو آپؑ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے۔ شمر کو یقین تھا کہ آپ اس پر نفرین کر رہے ہوں گے۔ جب وہ اپنا سر آپؑ کے نزدیک لے گیا تو اس نے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے: خدایا! میں نے اپنا عہد وفا کر دیا ہے اور جان تیری راہ میں قربان کر دی ہے۔ تو بھی اپنا عہد وفا کر اور میرے نانا کی امت کے گناہ گاروں کو بخش دے اور میں جانتا ہوں کہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ہم بھی اپنا عہد وفا کریں گے۔

(ریاض الشہادۃ: ۳۱/۲م ۲، اور اسی کی نظیر تذکرۃ الشہداء ۱/۱۳)

(۳۴) ابو ہریرہ سے روایت ہے: میں نے رسول خداؐ سے اس آیہ مبارکہ کے بارے میں سوال کیا:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ . (سورہ زخرف آیہ ۲۸)

اس کے عقب میں کلمہ باقیہ قرار دیا گیا۔

آپؐ نے فرمایا: خدا نے امامت کو حسین علیہ السلام کی پشت میں قرار دیا۔ اس کے صلب سے نو (۹) امام ہوں گے اور مہدیؑ امت بھی انہی میں سے ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب: ۴۲/۳، اس مضمون کی اور روایات بھی مروی ہیں۔ تفسیر نور الثقلین: ۵۹۲/۴ سے رجوع کریں)

(۳۵) شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ابو الحسن علی بن ثابت دوالیبی نے سال ۳۵۲ میں محمد بن علی بن عبد الصمد سے، انہوں نے علی بن عاصم سے اور انہوں نے حضرت جواد علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے (سلسلۃ الذہب کی صورت میں) حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہمارے لئے نقل کیا ہے کہ فرمایا: میں خدمت رسول خداؐ میں گیا تو ابی بن کعب آنحضورؐ کے نزدیک بیٹھا تھا۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا:

مَرْحَباً بِكَ يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ يَا زَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ .

اے ابا عبد اللہؑ! اے آسمان اور زمین کی زینت خوش آمدید۔

(آسمان دنیا کواکب سے مزین ہے لیکن حسینؑ صرف آسمان دنیا کی زینت نہیں بلکہ

آسمان دنیا سے اوپر جہاں تک جایا جا سکے، اور وہاں سے لے کر ارضین سفلیٰ تک، کیونکہ اگر حسینؑ نہ ہوتے تو عالم وجود میں نہ آتا۔

ابی بن کعب نے عرض کیا: اے رسول خداؐ! آپؐ کے سوا کوئی کس طرح آسمانوں اور زمین کی زینت ہو سکتا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے ابی!

وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالْحَقِّ نَبِیًّا اِنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ فِی السَّمَاءِ اَکْبَرُ مِنْهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّهُ لَمَکْتُوبٌ عَنْ یَمِیْنِ عَرْشِ اللّٰهِ: مِصْبَاحُ هُدًی وَسَفِیْنَةُ نَجَاةٍ۔ (عیون الاخبار: ۱/۴۸ ب ۶ ح ۲۹، بحار الانوار: ۳۶/۲۰۴ ح ۸ وج ۹۴/۱۸۴)

''خدا کی قسم کہ جس نے مجھے پیغمبر حق مبعوث فرمایا ہے حسینؑ ابن علیؑ آسمانوں میں زمین سے بھی زیادہ محترم ہیں۔ اور تحقیق عرشِ خدا کی داہنی طرف مرقوم ہے وہ مشعلِ ہدایت اور کشتی نجات' رہنمائی کرنے والے' (صاحب) عزت وشرف دریائے علم اور ذخیرۂ (پروردگار) ہیں''۔

امام عالی مقامؑ کے بے شمار فضائل کو جاننے کے لئے ان آیات کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔ آیہ تطہیر (سورۂ احزاب آیہ ۳۳) آیہ مباہلہ (سورۂ آل عمران' آیہ ۶۱) سورۂ ھل اتیٰ (سورہ انسان) سورۂ فجر خصوصاً آیہ۔

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً

''اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر تو اس سے خوش وہ تجھ سے راضی''۔ (سورۂ فجر آیہ ۲۸)

وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (سورہ صافات' آیہ ۱۰۷)

''ہم نے اس کا فدیہ ایک عظیم قربانی قرار دیا''۔

وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِی کِتَابِ اللّٰهِ۔

"اور صاحبان قرابت خدا کی کتاب میں باہم ایک دوسرے کے (بہ نسبت اوروں کے) زیادہ حق دار ہیں"۔ (سورہ انفال: ۷۵)

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا ـ

"اور جو شخص ناحق مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل پر قصاص کا اختیار دیا ہے"۔ (سورہ اسراء آیت ۳۳)

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَضَعَتْهُ كُرْهًا (سورۂ احقاف آیہ ۱۵)

"اس کی ماں نے رنج ہی کی حالت میں اس کو پیٹ میں رکھا اور رنج ہی سے اس کو جنا"۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ ـ (سورۂ دخان' آیہ ۲۹)

"تو ان لوگوں پر آسمان اور زمین کو بھی رونا نہ آیا"۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا

"اے رسولؐ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک عجب نشانی تھے"۔ (سورۂ کہف' آیہ ۹)

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ ـ (سورۂ حج' آیہ ۴۰)

یہ وہ مظلوم ہیں جو بیچارے صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار خدا ہے، ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ـ (سورۂ تکویر' آیہ ۸)

.... پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں مارا گیا۔

مذکور بالا آیات کی شان نزول اور اس میں وارد روایات کتاب ہذا کے مختلف ابواب کے ضمن میں آئیں گی۔

خصائص حسین علیہ السلام

واللہ جو مخلوقِ خدائے احدی ہے
سب تابعِ فرمانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
(دبیرؔ)

آنحضرتؑ کے اوصاف اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے بارے میں کہنا پڑتا ہے: امام حسینؑ کی ہر چیز مخصوص ہے۔ مرحوم شیخ جعفر شوشتری نے ان خصائص پر باقاعدہ ایک کتاب تحریر کی ہے، ان اوصاف کی طرف اشارہ اس کتاب کے لئے باعثِ زینت ہوگا۔ (مزید تفصیل و مطالعہ کے لئے کتاب "الخصائص الحسینیہ" اور "بحارالانوار" وغیرہ سے مربوط روایات کی طرف رجوع فرمائیں)

(۱) آپؑ کے نور کا عالم بالا میں امتیاز' کہ یہ نور اس جہان میں نورِ رسولؐ خدا سے نسبت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ۔
"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

اور اس جہان میں اس امتیاز کا سبب حزن واندوہ ہے جیسا کہ حضرت آدمؑ کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر میں دورانِ حمل میں آپ کا امتیاز خاص ہے، کہ آپ کی والدۂ ماجدہ علیہا السلام کا فرمان ہے: جب اس (حسینؑ) کے حمل کو پانچ ماہ گزر گئے تو تاریک رات میں مجھے چراغ کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔

(۲) آپؑ کے نانا، بابا، ماں اور بھائی کی سی عظمت اور کسی کے حصے میں نہ آئی۔

(۳) رسول اکرمؐ امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ حضرت سید الشہداؑ سے شدید محبت فرماتے تھے۔

(۴) آپؑ کے مقام شفاعت کو کوئی نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ خداوند متعال نے آپ کو یہ مقام شہادت کے عوض کے طور پر عطا فرمایا کہ روز قیامت دوسرے بھی شفاعت فرمانے والے ہوں گے، لیکن چہاردہ معصومینؑ کے علاوہ بھی لوگ آنحضرتؐ کی شفاعت کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ فطرس فرشتہ جو کہ سیکڑوں سالوں سے معذب تھا اُسے آپ کی شفاعت کے سبب عذاب سے نجات ملی۔

اور ایک روایت کے مطابق اہلِ محشر (جنھیں نجات کی ضرورت ہوگی) کی ہزار صفیں ہوں گی۔ جن میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) صفیں امام حسین علیہ السلام کی شفاعت کے سبب جنت میں جائیں گی اور ان میں سے ایک صف کی تمام آئمہ طاہرینؑ شفاعت فرمائیں گے، اور اس میں بھی امام حسینؑ شریک ہوں گے۔ (تذکرۃ الشہداء/۱۶)

(۵) آئمہ علیہم السلام آپ کی نسل میں سے ہیں۔ نو (۹) امام جن میں سے آخری حضرت مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ حضرت سید الشہداء کی اولاد میں سے ہیں۔

(۶) آپ کی شہادت کی خبر، آپ کی ولادت سے ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو دے رکھی تھی۔ جبرئیلؑ آپ کی روضہ خوانی کرتے تھے اور انبیاءؑ و اصیاءؑ اس سے باخبر تھے۔

(۷) آپ کے اصحاب کی عظمت، کہ جس کے بارے میں آپؑ خود فرماتے ہیں:

(فَاِنِّیْ لَاْ اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَاْ خَیْرًا مِنْ اَصْحَابِیْ وَلَاْ اَهْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَلَاْ اَوْصَلَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ)

"تحقیق میں اپنے صحابہ سے زیادہ باوفا اور بہتر صحابہ کا علم نہیں رکھتا اور اپنے خاندان سے زیادہ نیکوکار اور مہربان خاندان کو نہیں جانتا"۔

(ایک مستقل فصل میں اس پر مزید بحث ہوگی)

(۸) آنحضرتؑ کی ولادت اور حمل کی خصوصیات جن کی طرف قبل ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

(۹) عالم آخرت میں آپؑ کی عظمت۔

(۱۰) برزخ میں آنحضرتؑ کی عظمت۔

(۱۱) قیامت میں آپؑ کی مجلس عزا کا منعقد ہونا اور حضرت فاطمہ زہراءؑ کی امام حسینؑ کے حوالے سے مظلومیت جس کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

(۱۲) آپ کے مثالی اخلاق اور صفات حمیدہ و برجستہ' آپ کی شجاعت وسخاوت وغیرہ۔ باب فضائل میں ایک حدیث آپؑ کی سخاوت کے بارے میں بیان کی جا چکی ہے، اور آپؑ کی شجاعت کے بارے میں روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اپنی شجاعت امام حسینؑ کو دے دی تھی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ تمام انسانوں سے زیادہ شجاع تھے۔ اور مشہور ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کا ذکر کبھی نہ ہوا۔ بلکہ ہر جگہ شجاعتِ حسینی کا تذکرہ ہوتا تھا۔ جس قدر شجاعت امام حسینؑ نے روزِ عاشور دکھائی، حضرت علیؑ اپنی کسی بھی جنگ میں ایک ہی دن میں اتنی شجاعت کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ (تذکرۃ الشہداء/۲۳)

(۱۳) آپؑ کی عبادات آپ کی نماز کی طرح آپ ہی کا خاصہ تھیں۔

(۱۴) آپؑ پر رونے کا ثواب اور اس کے فضائل سیکڑوں احادیث میں مروی ہیں اور ان میں سے بعض کو ہم نے علیحدہ ابواب میں نقل کیا ہے۔ آپ کے لئے رسول خداؐ، امیر المومنینؑ حضرت فاطمہؑ، امام حسن مجتبیٰؑ اور دیگر آئمہ نیز انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کا گریہ کسی اور ہستی کے لئے منقول نہیں ہے۔

اور بھلا کس شخص کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ فرماتے ہیں:

فَلَاَ نْدُ بَنَّكَ صَبَاحاً وَمَسَاءً وَلَاَ بْكِيَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوعِ دَماً.

میں ہر صبح وشام آپؑ پر نالہ وفریاد کروں گا اور اشکوں کے بجائے آپ

کے لئے خون روؤں گا۔

(۱۵) آپ کے حرم "کربلائے معلّیٰ" کی عظمت اور شرف تمام زمینوں پر حتیٰ کہ بروائے حدیث کعبہ پر بھی مسلم ہے۔اس حدیث کا تذکرہ آگے ہوگا۔

(۱۶) آنحضرت کی زیارت کا ثواب بیان سے باہر ہے حتیٰ کہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کے بارے میں بھی اس قدر ثوابِ زیارت وارد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ارشاد ہے: آپ کے زائر نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہے۔اس سلسلے میں کی گئی روایات میں سے کچھ نقل کی جائیں گی۔

اس طرح اربعین کے روز آپ کے روضہ اطہر کی زیارت مومن کی پانچ علامات میں سے ایک علامت کے طور پر مشہور ہے۔ سال کے تمام متبرک دنوں اور راتوں میں آنحضرت کی زیارت کی برکت کا ذکر وارد ہوا ہے۔

(۱۷) آپ کی مجالس منعقد کرنے کی سفارش: یہاں تک کہ آپؑ کی ولادت سے قبل بھی انبیائے خداؑ اس مظلوم کی مجالس برپا کیا کرتے تھے اور آنحضرتؑ کے لئے عزاداری کی جاتی تھی۔

(۱۸) آپؑ کا وسیلہ خداوند قدوس تک پہنچنے کے لئے نزدیک تر راستہ ہے اور ہر ایک کے لئے آپؑ سے رابطہ استوار کرنا ضروری ہے۔

(۱۹) آپؑ سے استغاثہ (طلب نصرت) تمام مشکلات سے نجات دلاتا ہے۔

(۲۰) گناہ گاروں کی امید اور امت کی نجات کا دروازہ حسین علیہ السلام ہیں۔

(۲۱) خداوند کریم نے آپ کی شہادت کے عوض کے طور پر آپ کی تربت (خاک مرقد) میں شفا قرار دی ہے۔

(۲۲) آپ کی تربت اور اس پر سجدہ کی فضیلت کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی فرشتہ زمین پر آتا ہے اور واپس جاتا ہے تو ملائکہ اس سے آپ کی تربت (خاک مزار) بطور ہدیہ مانگتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ آپ کی تربت پر سجدہ ساتوں حجابات کو ہٹا دیتا ہے اور نماز کی قبولیت کا باعث ہے۔

(۲۳) ہر قسم کی مٹی کھانا حرام ہے، مگر آپ کی قبر کی مٹی شفا کے ارادے سے کھانا جائز ہے۔

(۲۴) آنحضرتؑ کا حرم ان چار مقامات میں سے ہے جہاں مسافر کو چاہیے کہ پوری نماز پڑھے۔

(۲۵) امام حسینؑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ الْحُسَيْنَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، مَنْ عَانَدَهُ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

"آگاہ رہو کہ حسینؑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو شخص اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اللہ اس پر بہشت کی خوشبو حرام کر دیتا ہے"۔ (مقتل خوارزمی: ۱/۱۴۵ ف ۷)

(۲۶) امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا اور آپ کی خوراک رسول اکرمؐ کے ذریعے انجام پائی۔ وہ اس طرح کہ ہر روز حضورؐ اپنی زبان مبارک امام حسینؑ کے دہن مبارک میں دے دیتے اور وہ اسے چوس چوس کر سیر ہو جاتے۔

(۲۷) سالار شہیداں امام حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کی کامل تصویر تھے۔ اور منقول ہے کہ آپؑ سینہ مبارک سے پاؤں تک تمام لوگوں سے زیادہ رسول خداؐ سے مشابہ تھے۔

(۲۸) آپؑ کی ولادت کی رات آتش جہنم احتراماً خاموش ہوگئی۔

(۲۹) امام حسینؑ کی ولادت کے وقت ملائکہ حضرت جبرئیلؑ کی قیادت میں گروہ در گروہ رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے اور آپ حضورؐ کو مبارک باد دی۔

(۳۰) آپ وہ پہلے مولود تھے جس کی ولادت کے وقت اس کے ناناؐ، باباؑ اور ماں نے گریہ فرمایا۔

(۳۱) معصومین علیہم السلام سے جو بزرگوار بھی آپ کا نام لیتے گریہ فرماتے تھے، اور کامل مومنین بھی جب آپ کا ذکر کرتے ہیں تو گریہ فرماتے ہیں۔

(۳۲) امام حسینؑ اس قدر رعب وجلال کے حامل تھے کہ امام حسن مجتبیٰ آپؑ کے رعب و جلال کو امیر المومنین علیہ السلام کے رعب وجلال کی مانند سمجھتے تھے اور آپؑ کا احترام باپ کی طرح کرتے تھے۔ (باب فضائل میں یہ حدیث منتہی الآمال کے حوالے سے نقل کی جاچکی ہے)

آپ علیہ السلام کی شہادت کے وقت سرخ آندھی چلی' فضا تیرہ و تاریک ہوگئی۔ یہاں تک کہ کوئی شے نظر نہ آتی تھی اور سات روز تک افق سرخ رہا۔ راتوں کے وقت بھی آسمان خون رنگ محسوس ہوتا تھا۔

جس پتھر کو اُٹھایا جاتا اس سے خون جاری ہو جاتا اور اجسام زمینی میں دسیوں آثار دگرگونی پیدا ہوگئے جن میں سے بعض اب تک قائم ہیں۔ ان جملہ آثار میں سے:

زرآباد (قزوین کے ایک قصبہ) میں چنار کے درخت سے خون جاری ہوگیا۔ ہر سال روز عاشور ہزاروں لوگ اس خونبار چنار کو دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ آیۃ اللہ مرعشی نجفی کتاب ''عروہ'' کے حاشیے میں خون ہائے پاکیزہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایسا خون کہ جو قزوین کے مضافات میں واقع ایک گاؤں زرآباد کے درخت سے خارج ہوتا ہے۔

(۳۳) آپ کے قاتل کا عذاب تمام اہلِ جہنم سے زیادہ ہے' اور روایت میں ہے کہ وہ اہلِ تابوت ہوگا یعنی اہلِ دنیا کا نصف عذاب اس پر ہوگا۔

اور منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: اے موسیٰ! اگر تم اولین و آخرین کے بارے میں مجھ سے سفارش کرو گے تو میں قبول کروں گا مگر قاتلِ حسینؑ ابن علیؑ (کے سلسلے میں تمہاری سفارش بھی قبول نہیں ہوسکتی) کہ میں خود حسینؑ کے قاتل سے انتقام لوں گا۔

(۳۵) متعدد روایات کے مطابق، پہلے شخص جو دور رجعت میں تشریف لائیں گے وہ سالار شہیداں حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ ہوں گے کہ جو حضرت بقیہ اللہ الاعظم ارواحنا فداہ کے بعد چالیس ہزار سال تک حکومت کریں گے۔

(۳۶) امام حسینؑ کے حرم میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔

(۳۷) امام حسینؑ تمام پیغمبروں کے (مصائب، فضائل اور کمالات کے) وارث ہیں۔

جیسا کہ زیارتِ وارث میں مذکور ہے۔

(۳۸) آپ کی ولادت ۶ ماہ میں شعبان میں ہوئی اور شعبان وہ مہینہ ہے کہ جس میں کسی معصومؑ کی شہادت منقول نہیں۔ اور آپ کی شہادت ماہ محرم میں ہوئی کہ جس میں کسی معصومؑ کی ولادت واقع نہیں ہوئی۔ (البتہ ایک قول کے مطابق حضرت سجادؑ کی ولادت ماہ شعبان میں نقل ہوئی ہے)

(۳۹) صبر آنحضرتؑ، کہ آپؑ تمام مراتب صبر پر فائز تھے۔ حتیٰ کہ جب آپ زمین پر گرے پڑے تھے اور آپؑ کے تمام اعضا پارہ پارہ ہو گئے تھے، سر شگافتہ تھا، دل سہ شعبہ نیزے سے زخمی تھا، ہونٹ شدتِ پیاس سے خشک اور سر اور ڈاڑھی خون سے خضاب ہو چکے تھے۔ نیز ایک جانب سے عیال و اطفال کی صدائے استغاثہ بلند ہو رہی تھی اور دوسری جانب سے دشمنوں کی شماتت، آپ نے اس حالت میں فرمایا:

صَبْرًا عَلٰى قَضَاءِ كَ لَا مَعْبُودَ سِوَاكَ.

میں تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے:

لَقَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمٰوٰتِ .

"تحقیق آسمانوں کے فرشتے تمہارے صبر پر حیران ہیں۔"

(۴۰) آنحضرتؑ کی زیارت کی خصوصیات:

الف: حضرت سید الشہداء کی زیارت میں آپ مظلوم کی ذات پر سلام کے علاوہ آپ کے

اعضاء و جوارح پر بھی سلام بھیجا گیا ہے: میرا سلام ہو آپ کے کٹے ہوئے سر پر، میرا سلام ہو آپ کے شکستہ سینے پر، آپ کے بدنِ اطہر پر سلام' آپ کی خون آلودہ داڑھی پر سلام، آپ کے برہنہ بدن پر سلام' آپ کے نیزہ پر سوار سر پر سلام' آپ کے خون پر سلام۔ جبکہ پیغمبر اکرم کی زیارت میں ہم صرف حضور (کی ذات) پر سلام بھیجتے ہوئے کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ.

اور علی ھذا القیاس ذاتی صفات کے ساتھ ساتھ کہ جو آپؐ کے نام اور القاب سے متعلق ہیں (ہدیہ سلام موجود ہے) (مجالس المواعظ/ ۳۵م۴)

ب: آپؑ کی زیارت کے وقت سات دفعہ کہنا چاہیے:

لَبَّيْكَ دَاعِيَ اللّٰهِ. اور (ممکن ہے) یہ سات دفعہ لبیک کہنا آپ کے ہفت استغاثہ کے جواب میں ہو اور صرف اس دور کے لوگوں سے اس کا اختصاص نہ ہو۔ (مرحوم شوشتری کا اعتقاد ہے کہ امام حسینؑ نے روز عاشور سات مرتبہ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ کہہ کر استغاثہ بلند کیا۔ (مجالس المواعظ/ ۳۶م۴)

ج: امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں امامؑ نے مفضل سے فرمایا:

لَا تَزُوْرَنَّ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَزُوْرَنَّ.

مفضل کہتا ہے: میں نے عرض کیا: ہمارا زیارت ترک کرنا زیارت کرنے سے کس طرح بہتر ہے؟ فرمایا: کیونکہ جس وقت اس بزرگوار کی زیارت کی جارہی ہو اس وقت خوش ہونا' لذیذ غذائیں کھانا' حالانکہ حسینؑ بن علیؑ تشنہ اور گرسنہ شہید ہوئے ہیں۔ (مجالس المواعظ/ ۸م۱)

روتا ہے کب حسینؑ کو جی بھر کے آدمی ۔۔۔۔ اب تک یہ حق ہوا ہے ادا کم بہت ہی کم

(مشکور حسین یاد)

مظلومِ کربلاؑ پر گریہ کی فضیلت

گریۂ آہ و بکا بر آسماں ۔۔۔۔ قدسیاں نوحہ سرا بر آسماں
خاک برسر مصطفیٰ و مرتضیٰ ۔۔۔۔ حلقہ بستہ انبیاؑ بر آسماں
حور و غلمان و ملک گریاں شدہ ۔۔۔۔ مجلس و ماتم بپا بر آسماں
ماتمِ شہؑ کرد جبریل امیں ۔۔۔۔ چوں رسد ایں غلغلہ بر آسماں
حاملانِ معرفت حیراں شدند ۔۔۔۔ بُرد کے خاکِ شفا بر آسماں

(مظہر عباس چودھری)

نبی اکرمؐ اور اہلِ بیت عصمتؑ سے گریہ کرنے اور اہل بیتؑ خصوصاً حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کے مصائب پر رونے کی فضیلت میں بکثرت روایات منقول ہیں۔ اور تواتر کے سبب ان میں استناد کی بھی کوئی مشکل نہیں۔ قبل ازیں ان میں سے اکثر احادیث کتاب "کامل الزیارات" میں نقل ہو چکی ہیں، جو فقہائے کرام رضوان اللہ علیہم کے لئے موردِ وثوق و اعتماد و استناد ہیں۔

ہم ذیل میں ان احادیث میں سے کچھ بطور نمونہ درج کر رہے ہیں:

(۱) حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہُ الشریف اپنے جد بزرگوار حضرت امام حسینؑ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

وَأُقِيْمَتْ لَكَ الْمَاتَمُ فِيْ أَعْلَا عِلِّيِّيْنَ وَلَطَمَتْ عَلَيْكَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ ' وَبَكَتِ السَّمَاءُ وَسُكَّانُهَا، وَالْجِنَانُ وَخُزَّانُهَا وَالْهِضَابُ وَأَقْطَارُهَا ' وَالْبِحَارُ وَحِيْتَانُهَا وَالْجِنَانُ وَوِلْدَانُهَا ' وَ الْبَيْتُ

وَالْمَقَامُ وَ الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ وَالْحِلُّ وَالْإِحْرَامُ ۔

''آپ کے لئے اعلاء علیین (عالم ملکوت) میں مجالسِ ماتم برپا ہوئیں' حورانِ بہشتی نے آپ کے غم میں اپنے سروں اور چہروں کو پیٹا۔ آسمان اور اس کے رہنے والے بہشت اور اس کے نگہبان' پہاڑ اور ان کے دامن، سمندر اور ان کی مچھلیاں' جنت کے باغ اور ان کے نوجوان' خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم' مشعر الحرام اور حرمِ خانۂ خدا اور وہ لوگ جو وہاں محرم (احرام باندھے ہوئے ہیں) اور ان کے اطراف و جوانب سب کے سب آپ کے غم و ماتم میں روئے''۔ (بحار الانوار: ۱۰۱/۳۲۳)

(۲) محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہر وہ مومن جو امام حسینؑ کے قتل پر آنسو بہائے اور وہ آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگیں تو

بَوَّأَهُ اللّٰهُ بِهَا غُرَفاً فِي الْجَنَّةِ يَسْكُنُهَا أَحْقَاباً

''اللہ اُسے بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا اور وہ ہمیشہ ان میں رہے گا''۔

(احقاب کا معنی طویل زمانہ ہے لیکن یہاں کنایۃً دوام اور ہمیشگی مراد ہے)۔ (کامل الزیارات/۱۰۴ اب ۳۲ ح ۹' بحار الانوار: ۴۴/۲۸۵ آنحضرتؐ پر گریہ کے ثواب کا باب ح ۲۱ وسائل: ۱۴/۵۰۸ ح ۱۸)

(۳) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: (میرے والد) علی بن الحسین نے اپنے باپ حسینؑ بن علیؑ پر بیس سال یا چالیس سال گریہ فرمایا، اور کبھی آپ کے پاس کھانا نہیں رکھا گیا مگر آپ حسین علیہ السلام پر گریہ فرما رہے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک غلام نے حضرت سے کہا: اے فرزند رسولؐ! میں آپؑ پر قربان' مجھے خوف ہے کہ آپؑ کثرت گریہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔

(یہ تردید راوی نے کی ہے، ظاہراً بیس سال صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام سجاد علیہ السلام امام حسین علیہ السلام پر اپنی بقیہ عمر کا کچھ حصہ روئے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سانحہ کے بعد امام سجادؑ ۳۴ یا ۳۵ سال زندہ رہے۔

احتمال ہے کہ آپ ۴۰ سال تک (اندازاً) یعنی جب تک زندہ رہے، روتے رہے)۔

فرمایا:

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ (سورۂ یوسف، آیہ ۸۶)

"تحقیق میں اپنی پریشان حالی اور حزن و ملال کو خدا کے علاوہ کسی سے بیان نہیں کرتا اور اللہ کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

إِنِّي لَمْ أَذْكُرْ مَصْرَعَ بَنِي فَاطِمَةَ إِلَّا خَنَقَتْنِي الْعَبْرَةُ لِذٰلِكَ –

"کسی بھی وقت اولاد فاطمہؑ کی شہادت کا تذکرہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کے سبب مجھے گریہ گلوگیر ہو جائے"۔ (کامل الزیارات/ ۱۰۷ باب ۳۵ ح ۱، امالی صدوق/ ۱۴۱ م ۲۹ ذیل ح ۵)

(۴) علیؑ بن الحسینؑ (امام سجادؑ) کے غلاموں میں سے ایک غلام کا کہنا ہے: ایک دن میں نے اپنے آقا کو دیکھا کہ وہ اپنے حجرے میں سجدے میں گریہ فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے ہمارے آقا علیؑ بن الحسینؑ۔

أَمَا آنَ لِحُزْنِكَ أَنْ يَنْقَضِيَ

"کیا وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم پایۂ تکمیل کو پہنچے؟"۔

حضرتؑ نے سجدے سے سر اٹھا کر فرمایا: وائے ہو تم پر یا تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے۔ خدا کی قسم! یعقوبؑ کو مجھ سے کم تر الیہ پیش آیا تھا اور انہوں نے خدا سے شکوہ کیا حتیٰ کہ فرمایا:

يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ (سورہ یوسف آیہ ۸۴)

"ہائے افسوس یوسفؑ کے فراق پر"۔

اور اس کا صرف ایک بیٹا گم ہوا تھا۔

وَأَنَا رَأَيْتُ أَبِي وَجَمَاعَةً مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُذْبَحُونَ حَوْلِي!

جبکہ میں نے دیکھا کہ میرے بابا اور میرے اہل بیتؑ میرے سامنے ذبح کئے جارہے تھے اور ان کے سر کاٹے جارہے تھے۔ (کامل الزیارات/ ۱۰۷ح ۴)

صبر ایوب کچھ بھی ہو لیکن
صبر سجادؑ کا جواب نہیں

(۵) نوحہ سرا ابو عمارہ کہتے ہیں: کوئی دن ایسا نہیں تھا کہ جس دن امام حسینؑ کا امام صادقؑ کے پاس ذکر کیا گیا ہو اور اس دن صبح سے رات تک آپ کو تبسم کرتے دیکھا گیا ہو (بلکہ اس تمام دن آپ محزون و گریاں رہتے تھے) اور مسلسل فرماتے تھے:

اَلْحُسَيْنُ عَبْرَةُ كُلِّ مُؤْمِنٍ ۔ (کامل الزیارات/ ۱۰۸ اب ۳۶ ح ۲، بحارالانوار: ۴۴/ ۲۸۰ ح ۱۱)

"حسینؑ ہر مومن کی آنکھ کا آنسو (اور گریہ وحزن کا سبب) ہیں"۔

بقول تصور زیدی:

ہماری روح میں جو جذب ہو گئے آنسو
غم حسینؑ نے ان کا حساب بھی لکھا

(۶) ابو بصیر امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ حسین بن علی علیہما السلام نے فرمایا: میں اشک چشم کا شہید ہوں۔کوئی مومن مجھے یاد نہیں کرے گا سوائے اس کے کہ وہ گریہ کرنے لگے۔ (کامل الزیارات/ ۱۰۸ ح ۳، بحارالانوار: ۴۴/ ۲۸۴ ح ۱۹، امالی صدوق/ ۱۳۷، م ۲۸ ح ۷)

بقول بہار لکھنوی:

غم حسینؑ میں جو شخص اشک بار نہیں
کوئی بھی اس کی شفاعت کا ذمہ دار نہیں

(۷) فضیل بن یسار سے منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ شخص کہ جس کے سامنے ہم اہل بیتؑ کا ذکر ہو اور اس کی آنکھ میں اگرچہ مچھر کے پر کے برابر ہی آنسو

آ جائے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، ہر چند وہ دریا کی جھاگ کی طرح زیادہ کیوں نہ ہوں۔ (کامل الزیارات/۱۰۳ باب ۳۲ ح ۸؛ بحارالانوار: ۴۴/۲۸۴ ح ۲۰ وسائل: ۱۴/۵۰۰ ب ۶۶ من المزار ح ۱)

کربلا آ کے دیکھیں ابراہیمؑ
یہ حقیقت ہے اُن کا خواب نہیں

(۸) فضل بن شاذان سے روایت کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب خداوند متعال نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کی جگہ، گوسفند جو اس کے بدلے بھیجا گیا ہے قربان کرو تو حضرت ابراہیمؑ نے آرزو کی کہ کاش مجھے اسماعیلؑ ہی کو راہ خدا قربان کرنے کا حکم ملتا اور اس کے بدلے گوسفند کی قربانی کا حکم نہ ملتا، تاکہ عزیز ترین فرزند کو قربان کرنے سے میرے دل میں درد پیدا ہوتا اور وہ میرے لئے بالا ترین مصیبت دیدہ افراد کے درجات اور ان کے صلے کا باعث بنتا' اور مجھے ان جیسا صلہ ملتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر وحی نازل فرمائی اے ابراہیم! تمہارے نزدیک میری مخلوق میں سے بہترین شخص کون ہے؟ (ابراہیمؑ نے) جواب دیا: خدایا! تو نے ابھی مخلوق کو خلق بھی نہ کیا تھا کہ میرے نزدیک تیرا حبیب محمد محبوب ترین ہستی تھی۔

فرمایا: کیا اسؐ سے زیادہ محبت کرتے ہو یا خود سے؟ جواب دیا: اس سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔

خدائے متعال نے فرمایا: کیا اسؐ کے بیٹے سے زیادہ محبت کرتے ہو یا اپنے بیٹے سے؟ جواب دیا: اسؐ کے بیٹے سے۔

خدائے متعال نے فرمایا: کیا اسؐ کے بیٹے کے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے تمہارے دل میں زیادہ درد ہوگا یا اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے قربان کرنے سے؟ جواب دیا: پروردگار! اس کے بیٹے کے دشمنوں کے

ہاتھوں قتل ہونے سے میرے دل کو زیادہ تکلیف ہوگی۔ فرمایا: اے ابراہیمؑ ایک گروہ جو یہ دعویٰ کرتا ہوگا کہ ہم امتِ محمدؐ میں سے ہیں، اسؐ کے فرزند حسینؑ کو ظلم و دشمنی کے سبب گوسفند کی طرح ذبح کردے گا اور اپنے اس فعل کے سبب وہ لوگ میرے قہر و عذاب کے سزاوار ہوں گے۔

حضرت ابراہیمؑ یہ سن کر آزردہ خاطر ہوگئے' آپؑ کا جی بھر آیا' دل کو تکلیف ہوئی اور رونے لگے۔

خدا نے آپؑ پر وحی نازل فرمائی کہ اے ابراہیمؑ! میں نے تیری جزع کو تیرے بیٹے اسماعیلؑ پر قربان کیا، اگر تو اے حسینؑ پر جزع اور گریہ پر قربان کرتا ہے تو تجھے مصیبت زدگان کے بالاترین درجات عطا کیے جاتے ہیں اور گفتارِ خداوندی کا یہ مفہوم ہے:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔ (سورہ صافات آیہ ۱۰۷)

''ہم نے اس کے بدلے ایک بڑی قربانی رکھ دی''۔

(عیون الاخبار: ۱/۱۶۶ ب ۱۷، بحار الانوار: ۴۴/۲۲۵)

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر
(اقبالؔ)

(۹) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے ہماری مصیبت کو یاد کیا اور جو کچھ ہم نے کیا اس پر رویا تو وہ روزِ قیامت ہمارے ساتھ اور ہمارے درجے میں ہوگا۔

اور جس شخص نے ہماری مصیبت کی دوسروں کو یاد دلائی اور خود رویا اور دوسروں کو رلایا اس کی آنکھ اس دن گریہ کناں نہ ہوگی، جس دن سب آنکھیں گریہ کر رہی ہوں گی۔ اور وہ شخص جو ایسی مجلس میں بیٹھا کہ جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جائے تو اس کا دل (اس دن) مردہ نہیں ہوگا جس دن سب دل مردہ ہو جائیں گے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۷۸ ح ۱' امالی صدوق

/۴۳ ۷م ۷اح ۴ وسائل: ۱۴/۵۰۲ ح ۴)

(۱۰) امام صادقؑ نے فرمایا: ایک دن امام حسینؑ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضرتؐ نے آپؑ پر نظر فرمائی اور آپ کو زانوئے مبارک پر بٹھا لیا اور فرمایا:

إِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِرَارَةً فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤمِنِيْنَ لَا تَبْرُدُ أَبَدًا.

"تحقیق حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے مومنوں کے دلوں میں ایک حرارت ہے کہ جو ہرگز سرد نہیں ہوگی"۔

پھر فرمایا: تمہاری آنکھ سے نکلنے والے ہر آنسو پر میرا باپ قربان ہو، امامؑ سے پوچھا گیا ہر آنسو پر قربان ہونے سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں کہ جس کے سامنے آپؑ کا ذکر کیا جائے اور وہ نہ روئے۔

(مستدرک الوسائل: ۱۰/۳۱۸ ب ۴۹ ااز مزار ح ۱۳)

کسی کی پیاس کا دُکھ ہے دخیل آنکھوں میں
لگی ہے اشکِ رواں کی سبیل آنکھوں میں
(گلزار بخاری)

(۱۱) حضرت موسیٰؑ کی حدیثِ مناجات میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے خداوند متعال سے عرض کیا: پروردگار! تو نے امتِ محمدؐ کو تمام امتوں پر فضیلت کس لئے دی؟ خدائے متعال نے فرمایا: دس خصائل کی وجہ سے۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: وہ خصلتیں کیا ہیں؟ تاکہ میں بنی اسرائیل کو حکم دوں کہ وہ بھی انہیں انجام دیں۔

خدا نے فرمایا: نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' جہاد' جمعہ' جماعت' قرآن' علم و عاشورا۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار! یہ عاشورا کیا ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ فرزند محمد مصطفیٰؐ کی مصیبت پر گریہ' مرثیہ و عزاداری۔ اس زمانے میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو فرزندِ مصطفیٰؐ پر گریہ

وماتم اور غم کرتا ہو اور جنت اس پر واجب نہ ہو۔

اور کوئی شخص ایسا نہ ہوگا کہ فرزند پیغمبر کی محبت میں اپنے مال میں سے کچھ مال طعام پر یا کسی اور کام پر خرچ کرے مگر یہ کہ خدا دنیا میں اس کے ایک درہم کو ستر درہم میں برکت دے دے اور وہ اللہ کے فضل وکرم سے بہشت میں داخل ہو اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں۔

مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم کوئی مرد و زن ایسے نہیں کہ جو روزِ عاشور یا اس کے علاوہ (امام حسینؑ کی عزاداری پر ایک قطرہ برابر آنسو بہائیں، مگر یہ کہ ان کے لئے سو شہیدوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مستدرک الوسائل: ۳۱۸/۱۰، ح ۱۲ مجمع البحرین: ۳۰۵/۳)

(۱۲) امام صادق علیہ السلام نے فضیل سے فرمایا۔ جب تم ہم سے دور لوگوں سے ملتے ہو تو ہماری احادیث کا ذکر کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں: ہاں۔

فرمایا: میں اس قسم کی مجالس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس (اس طرح کی مجالس ہمارے امر کو زندہ کرتی ہیں۔ خدا رحمت کرے اس شخص پر کہ جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا۔

اے فضیل! ہر وہ شخص جو ہمارا ذکر کرے یا اس کے نزدیک ہمارا ذکر کیا جائے اور اس کا مکھی کے پر کے برابر آنسو جاری ہو جائے تو خدا اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (بحار الانوار: ۲۸۲/۴۴ ح ۱۴ و قرب الاسناد/۱۸، وسائل: ۵۰۱/۱۴ ح ۲)

(۱۳) ریان ابن شبیب کا کہنا ہے: میں یکم محرم کے روز حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: فرزندِ شبیب! کیا تم نے روزہ رکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! فرمایا: یہ وہ دن ہے کہ جس دن زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی تھی اور کہا تھا:

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔
(سورۂ آل عمران، آیہ ۳۸)

"خدایا! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ ذریت عطا فرما، تحقیق تو دعا کو سننے والا ہے"۔

خداوند متعال نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ملائکہ کو حکم ہوا:

(زکریا جب محرابِ عبادت میں مشغولِ نماز تھے) انہیں کہہ دو کہ خدا آپ کو یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیہ ۳۹)

جو شخص اس دن روزہ رکھے اور اللہ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی جیسا کہ دعائے زکریا قبول ہوئی۔

پھر فرمایا: اے شبیب کے بیٹے! محرم وہ مہینہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی اس کی حرمت کا خیال رکھتے تھے۔ اور اس کے احترام کے پیشِ نظر اس میں جنگ وجدل اور ظلم کو حرام سمجھتے تھے۔ لیکن اس امت نے نہ اس مہینے کی حرمت کو اور نہ ہی پیغمبر اکرمؐ کی حرمت کو پیشِ نظر رکھا اور اس مہینے میں آپ کی ذریت کو قتل کر دیا گیا، آپ کی خواتین کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے اسباب کو لوٹ لیا گیا، (خدا ان ظالموں) کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

يَابْنَ شَبِيبٍ، إِنْ كُنْتَ بَاكِياً لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ، وَقُتِلَ مَعَهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ شَبِيهُونَ وَلَقَدْ بَكَتِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرَضُونَ لِقَتْلِهِ، وَلَقَدْ نَزَلَ فِي الْأَرْضِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ لِنَصْرِهِ فَوَجَدُوهُ قَدْ قُتِلَ فَهُمْ عِنْدَ قَبْرِهِ شُعْثٌ غُبْرٌ إِلَى أَنْ يَقُومَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَكُونُونَ مِنْ أَنْصَارِهِ، وَشِعَارُهُمْ يَالَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ

"اے فرزندِ شبیب! اگر تو کسی کے لئے گریہ کرنا چاہتا ہے تو حسینؑ بن علیؑ کے لئے گریہ کر، کیونکہ آپؑ کو گوسفند کی طرح ذبح کر دیا گیا اور آپؑ کے خاندان کے اٹھارہ افراد بھی قتل کیے گئے کہ جن کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی تھی۔ آپ کے قتل پر سات آسمانوں اور زمین نے گریہ کیا۔ اور

چار ہزار فرشتے آپ کی شہادت کے وقت زمین پر اُترے ۔ جو ظہور حضرت قائم عجل اللہ فرجہٗ الشریف تک آپ کی قبر کے نزدیک آشفتہ مو (بال بکھرائے) اور سر میں خاک ڈالے رہیں گے۔ پس وہ آپؑ (امام زمانہؑ) کے مددگار بنیں گے اور ان کا شعار "یالثارات الحسین" ہے، یعنی اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو! اٹھ کھڑے ہوں۔

اے فرزندِ شبیب! میرے باپؑ نے اپنے باپؑ یعنی میرے جد امجد سے روایت کی ہے کہ جب میرے جد حسین علیہ السلام کو قتل کردیا گیا تو آسمانوں سے خون برسا اور سرخ آندھی چلی۔

اے فرزندِ شبیب!

اِنْ بَكَيْتَ عَلَى الْحُسَيْنِ حَتّٰى تَصِيْرَ دُمُوْعُكَ عَلٰى خَدَّيْكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ كُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتَهٗ صَغِيْرًا كَانَ اَوْ كَبِيْرًا قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا

"اگر تم حسین علیہ السلام پر گریہ کرو، یہاں تک کہ آنسو تمہارے رخساروں پر رواں ہو جائیں تو خداوند کریم ہر وہ گناہ جو تم نے کیا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' تھوڑا ہو یا زیادہ، معاف فرمادے گا"۔

"اے فرزند شبیب! اگر تم بہشت کے غرفوں (کمروں) میں پیغمبر خداؐ اور آپؐ کے خاندان کے ساتھ بیٹھنے کو محبوب رکھتے ہو تو قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کیا کرو"۔

اے فرزندِ شبیب! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں حضرت حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والے اشخاص کا سا ثواب ملے تو آپؑ کو یاد کر کے کہو:

يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا.

"کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا اور فوزِ عظیم پر فائز ہوتا"۔

اے فرزندِ شعیب! اگر تم بہشت کے بلند درجات میں اپنا ہمارے ہونا ساتھ محبوب رکھتے ہو تو ہمارے غم و اندوہ پر اندوہناک اور ہماری خوشی پر خوش رہو' یوں ہماری دوستی اور ولایت تمہارے لئے ہوگی' کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے محبت کرے تو خدا قیامت کے دن اسے اس پتھر کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ (امالی صدوق/۱۲۹ م ۲۷ ح ۵' عیون الاخبار:۱/۲۳۳ ب ۲۸ ح ۵۸ بحارالانوار: ۴۴/۲۸۵ ح ۲۳' وسائل:۱۴/۵۰۲ ح ۵)

(۱۴) ابو ہارون مکفوف سے روایت ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ہارون! مجھے مرثیہ حسینؑ میں شعر سناؤ۔ میں نے (مرثیہ) پڑھنا شروع کیا تو فرمایا: اس طرح سناؤ جس طرح اپنی خواہش سے پڑھتے ہو، یعنی پُرسوز انداز میں۔ پس میں نے سوز کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔

أُمْرُرْ عَلٰی جَدَثِ الْحُسَيْنِ

فَقُلْ لِأَعْظُمِهِ الزَّكِيَّةِ

"یعنی مزار حسینؑ پر پہنچ اور پاک ونورانی قطعات کہہ"۔

حضرتؑ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا: پڑھو میں نے ایک اور قصیدہ پڑھا: پس حضرت رو رہے تھے اور میں نے پس پردہ خواتین کو بھی نالہ وزاری کرتے ہوئے پایا۔

جب میں فارغ ہوا تو فرمایا: اے ابو ہارون! اگر کوئی شخص مرثیۂ حسینؑ میں ایک شعر پڑھے، خود روئے اور دس افراد کو رلائے تو جنت ان (سب) کے لئے لکھی جا چکی ہے۔

اور جو شخص مرثیہ حسینؑ میں ایک شعر پڑھے، خود روئے اور پانچ افراد کو رلائے تو بہشت ان (سب) کا مقدر ہوگی۔ اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے' خود روئے اور کسی ایک شخص کو رُلائے تو ان دونوں کے لئے بھی بہشت نوشتہ تقدیر ہے۔

اور جس شخص کے نزدیک ذکرِ حسینؑ کیا جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے پَر کے برابر آنسو بہے تو اس کا اجر خدائے عزوجل پر ہے اور وہ اس کے لئے جنت کے سوا راضی نہیں ہوگا۔ (کامل الزیارت/۱۰۴ ب ۳۳ ح ۱' بحارالانوار: ۴۴/۲۸۸ ح ۲۸، ثواب الاعمال/۸۳)

(۱۵) ابو عمارہ منشد کا کہنا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو عمارہ مجھے مرثیۂ حسینؑ پر مبنی اشعار سناؤ۔ میں نے (اشعار) پڑھے تو حضرتؑ رونے لگے، حتیٰ کہ اندرونِ خانہ سے بھی رونے کی آوازیں آنے لگیں۔

پس امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابو عمارہ! جو شخص حسینؑ ابن علیؑ کی رثا میں ایک شعر پڑھے اور پچاس اشخاص کو رلائے تو بہشت اس کا صلہ ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور چالیس افراد کو رلائے اس کا اجر (بھی) بہشت ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور تیس افراد کو رلائے تو اس کے لئے (بھی) بہشت ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور بیس افراد کو رلائے اس کے لئے بھی بہشت ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور کسی ایک شخص کو رلائے اس کا اجر (بھی) بہشت ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور خود روئے اس کے لئے بھی جنت ہے۔

اور جو شخص رثائے حسینؑ میں ایک شعر پڑھے اور رونے والی صورت بنالے اس کے لئے بہشت ہے۔ (کامل الزیارات/۱۰۵ ح ۲، امالی صدوق/۱۴۱ م ۲۹ ح ۶ بحار الانوار: ۴۴/۲۸۲ ح ۱۵، وسائل: ۱۴/۵۹۵ ب ۱۰۴ ح ۳، ثواب الاعمال/۸۳)

(۱۶) ابان بن تغلب سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

نَفَسُ الْمَهْمُومِ لِظُلْمِنَا تَسْبِيحٌ ، وَهَمُّهُ لَنَا عِبَادَةٌ ، وَكِتْمَانُ سِرِّ

نَاْ جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

''جو شخص ہم پر ہونے والے ظلم وستم کی وجہ سے محزون ہو اس کا سانس لینا تسبیح خداوندی ہے اور اس کا ہمارے لئے گریہ کرنا عبادت ہے۔ اور ہمارے اسرار کو مخفی رکھنا راہ خدا میں جہاد ہے۔

پھر امام صادقؑ نے فرمایا: اس حدیث شریف کو آب زر سے لکھنا چاہیے۔ (بحار الانوار :۴۴/۲۷۸ ح ۴)

(۱۷) زید شحام نے کہا: میں اہلِ کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ جعفر بن عفان وہاں آیا۔ آنحضرتؑ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: اے جعفر! اس نے عرض کیا: لبیک! خدا مجھے آپ کا فدیہ جانے۔ فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تم مرثیہ حسین علیہ السلام میں اچھے شعر کہتے ہو۔

عرض کرنے لگا: ہاں! خدا مجھے آپ کا فدیہ جانے۔ امامؑ نے فرمایا: ایک شعر پڑھو۔ پس اس نے آنحضرتؑ کے لئے شعر پڑھا اور آپؑ اور ان لوگوں نے جو آپؑ کے اردگرد موجود تھے، گریہ کیا اور آپؑ کے چہرے اور محاسن مبارک پر آنسو جاری ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: اے جعفر! خدا کی قسم! اللہ کے مقرب فرشتے حاضر تھے اور انہوں نے امام حسینؑ کے متعلق تمہارا کلام سنا اور ہماری طرح بلکہ ہم سے بھی زیادہ گریہ کیا۔

اور تحقیق خداوند قدوس نے اس ساعت بہشت اپنی تمام تر نعمات کے ساتھ تجھ پر واجب کر دی ہے اور تجھ کو بخش دیا ہے۔

اے جعفر! مزید کہوں؟

جعفر نے عرض کیا: ہاں اے میرے سید وسردار!

فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جو حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر پڑھے، خود روئے اور دوسروں کو رلائے مگر یہ کہ خدا بہشت اس پر واجب کر دیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے۔

(بحار الانوار :۴۴/۲۸۲ ح ۱۶ وسائل :۱۴/۵۹۳ ب ۱۰۴ ح ۱)

(۱۸) روایت میں ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور ان پر وارد ہونے والے مصائب کی حضرت فاطمہؑ کو خبر دی تو حضرت فاطمہؑ نے شدید گریہ فرمایا: اور عرض کیا: بابا جان! یہ واقعہ کس زمانے میں ہوگا؟۔

فرمایا: اس وقت کہ جب میں، تم اور علیؑ نہیں ہوں گے۔ حضرت فاطمہؑ اور زیادہ رونے لگیں اور عرض کیا: پھر اس کے لئے گریہ اور عزاداری کون کرے گا؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! میری امت کی عورتیں میرے اہل بیتؑ کی عورتوں پر اور ان کے مرد میرے اہل بیت کے مردوں پر گریہ کریں گے، اور نسل در نسل ہر سال عزاداری برپا کریں گے۔ اور جب روز قیامت آپہنچے گا تو تم ان عورتوں کی شفاعت کرو گی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا۔ اور جس کسی نے مصیبتِ حسینؑ پر گریہ کیا ہوگا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہشت میں داخل کردیں گے۔

اے فاطمہؑ! روز قیامت ہر آنکھ رو رہی ہوگی مگر وہ آنکھ کہ جس نے مصائب حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہوگا، وہ نعمات بہشت سے خوش و خرم ہوگی۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۹۲ ح ۳۷)

(۱۹) حدیث اربعماۃ میں امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: روز قیامت ہر آنکھ گریاں و بے خواب اور خوفزدہ ہوگی، مگر وہ آنکھ کہ جسے خدا نے کرامت و بزرگی عطا فرمائی ہوگی اور حضرت حسینؑ اور خاندان پیغمبرؐ پر گریاں رہی ہوگی۔

اور فرمایا: تحقیق خداوند متعال نے زمین کی طرف توجہ فرمائی اور ہمیں اختیار کیا اور ہمارے لئے ہمارے شیعوں کا انتخاب کیا۔ ہمارے شیعہ ہمارے مددگار ہیں ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم میں غم زدہ۔ ہمارے راستے میں اپنے مال و جان کو قربان کرتے ہیں، وہ ہم سے ہیں اور ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے (یعنی ہم سے آملیں گے اور ہمارے ساتھ رہیں گے)۔ (خصال ۲/۶۲۵ و ۶۳۵)

(۲۰) ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کی صحبت میں بیٹھا......؟؟؟؟

آنحضرت نے فرمایا: اے ابوبصیر! میں جب بھی فرزندان حسینؑ پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو گریہ مجھے اس طرح گلوگیر ہو جاتا ہے کہ میں ان مصائب کی وجہ سے کہ جو ان پر اور ان کی آباؤ اجداد پر وارد ہوئے تھے، قابو نہیں رکھ پاتا۔

اے ابوبصیر! تحقیق، فاطمہ زہراء علیہا السلام حسینؑ پر گریہ کرتی ہیں تو آتش جہنم اس طرح بھڑک اٹھتی ہے کہ ماموران جہنم جو گریہ، فاطمہ کو سن رہے ہوتے ہیں، اگر تیار نہ ہوں تو ڈر ہوتا ہے کہ جہنم کی آگ کے شعلے یا دھواں خارج ہو اور اہلِ زمین کو جلا کر بھسم کر دے۔ پس جب فاطمہؑ گریہ کر رہی ہوں تو ماموران جہنم پر نگاہ رکھتے ہیں اور اہل زمین کے جل جانے کے ڈر سے جہنم کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جب تک فاطمہؑ گریہ روک نہ لیں جہنم آرام نہیں کرتا۔

اور (گریہ فاطمہ علیہا السلام سے) نزدیک ہے کہ دریاؤں میں شگاف پڑ جائیں اور وہ ایک دوسرے سے مل جائیں۔

اور ملائکہ ہمیشہ دل گرفتہ رہتے ہیں اور وہ فاطمہ کا گریہ سن کر گریاں ہو جاتے ہیں' وہ خدا سے دعا مانگتے ہیں اور تضرع وزاری کرتے ہیں۔

اور اہل زمین (کی نابودی) کے خوف سے ساکنان عرش اور ان کے اطراف میں رہنے والے تضرع کے ساتھ دامنِ عرش خدا کو پکڑ لیتے ہیں اور تقدیسِ خداوندی میں صدائے ملائکہ بلند ہوتی ہے اور اگر ان کی صدا اہل زمین تک پہنچ جائے تو وہ بے ہوش ہو جائیں اور پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں۔ اور زمین اور اس کے رہنے والے جنبش (زمین کی لرزش) سے مضطرب ہو جائیں۔ پھر فرمایا: اے ابوبصیر!

أَمَا تُحِبُّ أَنْ تَكُونَ فِيمَنْ يُسْعِدُ فَاطِمَةَ ؟

"کیا تم ان اشخاص میں سے ہو جو جانے کی خواہش نہیں رکھتے کہ جو فاطمہؑ کو کمک پہنچاتے ہیں"۔

جب آپ نے یہ فرمایا تو میں اس قدر رونے لگا کہ مجھے صحبتِ کلام پر قدرت نہ رہی۔

(کامل الزیارات/۸۲ ب ۲۶ ح ۷ بحار الانوار ۴۵/ ۲۰۸ ح ۱۴)

(۴۱) حضرت سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد ابلیسِ لعین نے خوشی وشادمانی سے پرواز کی اور تمام زمین پر پھرا اور اپنے دوستوں کو جمع کر کے کہا: اے گروہ شیاطین! آج ہم نے اپنی آرزو کو پالیا اور لوگوں کو جہنمی بنا دیا، سوائے اس شخص کہ جو اس مصیبت پر گریہ کرے اور آل محمد علیہم السلام کی دوستی پر قائم رہے۔

پس جہاں تک ہو سکے لوگوں کو شک میں ڈال دو اور اس مصیبت (کے ادراک) سے باز رکھو تاکہ میری محنت ضائع نہ ہو جائے۔ (تذکرۃ الشہداء/۳۴۷)

(۴۲) بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہر روز صیحہ کرتی ہیں اور اپنے فرزند ارجمند پر گریہ فرماتی ہیں۔

فَلَا يَبْقَى فِي السَّمٰوٰتِ مَلَكٌ إِلَّا بَكٰى رَحْمَةً لِصَوْتِهَا، وَمَا تَسْكُنُ حَتّٰى يَأْتِيَهَا النَّبِيُّ فَيَقُولُ: يَا بُنَيَّةُ، قَدْ أَبْكَيْتِ أَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَشَغَلْتِهِمْ عَنِ التَّقْدِيسِ وَالتَّسْبِيحِ فَكُفِّي حَتّٰى يُقَدِّسُوا۔ (تذکرۃ الشہداء/۴۵)

''آسمانوں میں کوئی فرشتہ نہیں رہتا، مگر یہ کہ وہ صدائے فاطمہؑ کی دلسوزی کے سبب گریہ کرتے ہیں۔ اور وہ مخدرہ اس وقت تک خاموش نہیں ہوتیں جب تک پیغمبر اکرمؐ ان کے نزدیک آ کر یہ نہیں فرماتے: میری بیٹی! تو نے اہل آسمان کو گریاں کر دیا ہے اور انہیں تسبیح خداوندی سے روک دیا ہے۔ چپ ہو جاؤ تاکہ وہ تقدیس خداوندی بیان کریں۔

سید الشہداءؑ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کے موضوع پر احادیث و اخبار بہت زیادہ ہیں۔ اس حد تک کہ اگر ہم انہیں متواتر لفظی نہ کہیں تو بلا تردید وہ متواتر معنوی ضرور ہیں۔

رسولؐ خدا اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے شیعوں کو امام حسین علیہ السلام پر رونے اور رُلانے کی ہمیشہ ترغیب دی ہے کہ جن میں سے کچھ احادیث کو آپ نے بطور نمونہ ملاحظہ

فرمایا۔ نہایت افسوس ہے کہ بعض جہلا ان احادیث سے انکار کرتے ہیں یا بغیر تامل اور بے دلیل ان کی تاویل کرتے ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر یہ احادیث صحیح ہیں تو گناہوں کے ارتکاب میں احکام و رخصیں کا باعث بنیں گی۔

واضح رہے کہ یہ فضول باتیں مذکورہ احادیث میں عدم تدبر کے باعث کی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کا مقصد وہابیت کی ترویج اور پیروی ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ کس طرح یہ الفاظ اپنے قلم کی نوک سے جاری کرتے ہیں، باوجودیکہ آنحضرتؑ پر گریہ ہمیشہ سے گمراہوں کے ایک گروہ کی توبہ و بیداری کا باعث اور اس سے ان کی راہ راست کی طرف ہدایت کا سبب رہا۔ اور کس قدر زیادہ حکایات منقول ہیں یا خود ان کے واقعات میں مذکور ہیں کہ ایسے افراد جو کسی بھی گناہ سے اجتناب نہیں کرتے تھے وہ آنحضرت پر گریہ کے اثر سے بیدار ہوئے اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ گئے اور صالحین میں شمار ہونے لگے۔ علاوہ ازیں کسی نے کہا ہے کہ گناہ کرو تا کہ اس کو دھونے کے لئے گریہ کرسکو؟ جس طرح کہتے ہیں: اگر کسی کو سردی لگ جائے تو فلاں گولی دو کہ وہ اس کا علاج ہے۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جاؤ سردی لگواؤ؟

علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے بچاتے ہیں، اور چونکہ گناہانِ کبیرہ میں سے ایک گناہ رحمتِ خدا سے یاس و ناامیدی ہے۔ اس طریقے سے گناہ گار کو بخشش کا امیدوار بنایا جاتا ہے اور (علماء اس کی ناامیدی کا) مداوا کرتے ہیں۔ مجالسِ عزاداری کو لوگوں کی اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی کے سبب بند کرنا اس طرح ہے جس طرح جسمانی امراض کے علاج کے لئے بنائے گئے ہسپتالوں کو بند کرنا۔

پس صحیح راستہ یہی ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کے ذریعے گناہ سے اور نگہداشت کی ترویج سے (مذکورہ) بیماری سے بچایا جائے اور بعینہ جس طرح ہسپتالوں کا وجود ضروریات میں سے ہے مجالسِ عزاداری بھی (گناہوں کے) علاج کے لئے لازمی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

أَلَا إِنَّ الْفَقِيهَ كُلَّ الْفَقِيهِ هُوَ الَّذِي لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ

اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا یُؤْمِنُهُمْ مِنْ عَذَابِهٖ۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: آگاہ ہو جاؤ کہ فقیہ کامل وہ ہے جو لوگوں کو رحمتِ خداوندی سے نا امید نہ کرے اور اس کے عذاب سے مامون بھی قرار نہ دے۔ (بحار الانوار: ۷۸/۴۷)

اس سے ملتی جلتی حدیث نہج البلاغہ میں بھی ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید: ۲۴۳/۱۸ ب ۸۷)۔ اور شرع مقدسہ میں جہاں بہت سی آیات اور روایات توبہ و استغفار کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، کیا کوئی انہیں جواز معصیت سمجھتا ہے؟ بلکہ جب کہا جاتا ہے کہ گناہ نہ کرو تو پھر بھی اگر کوئی گناہ کرے تو کیا اس کو مایوس کر دینا چاہیے یا یہ کہنا چاہیے کہ توبہ کرو؟

انسان کی توبہ کے لئے کامیاب عوامل میں سے ایک عامل سید الشہداءؑ پر گریہ کرنا ہوگا کیونکہ پروردگار کی وسیع رحمت کو انسان کے شامل حال سمجھنا چاہیے۔

دوسرے (نقطہ نظر کے حامل لوگ) کہتے ہیں جو احادیث میں غور نہیں کرتے اپنے افکار و خیالات کے مطابق احادیث کی توجیہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رونا فی نفسہٖ مطلوب ہے اور یہ آثار و ثواب اس پر مترتب ہوتے ہیں بلکہ چونکہ ذکرِ امام مرثیہ و شعر خوانی اور حضرتؑ پر گریہ وزاری انکارِ منکر ہے (برائی سے انکار) اور دشمنانِ دین اور ظالم بادشاہوں سے جنگ ہر دور میں لازمی ہے۔ خصوصاً بنی امیہ کی ستم گری کا خاتمہ بیانِ ظلم اور ان کے برے اعمال کا افشا وغیرہ، مختصراً جب ان کا شعار انقلاب و جہاد ہوگا تو یہ ثواب ان پر مترتب ہوگا۔ لیکن یہ لوگ اس افادیتِ اخبار سے غافل ہیں کہ امام حسینؑ پر گریہ اہم عبادات میں سے ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے نزدیک ترین راستہ ہے۔

اور جو انہوں نے خیال کیا ہے وہ بھی ٹھیک ہے لیکن یہ نہیں کہ گریہ کا حتمی مطلوب یہی ہے اور بس، بلکہ مطلوب گریہ دل کا عمل ہے کہ جس جگہ محبت ہوتی ہے آنکھ اس کی مددگار بنتی ہے اور جس قدر گریہ زیادہ ہوگا محبت بھی زیادہ ہوگی، اور کیا دین محبت کے علاوہ بھی کچھ ہے؟

کوئی شخص دشمنانِ دین سے جہاد، حتی کہ رسول اللہ کی ہمراہی میں بھی اگر محبت و

اخلاص سے عاری ہوگا تو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ فرمان ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (بحار الانوار ۲۷/۱۰۵)

''انسان اس کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا''۔

حبیب ابن مظاہرؓ سے کہ جنہوں نے خود راہ حسینؑ میں جاں فشانی کی، خواب میں سوال کیا گیا: آیا آپ کوئی آرزو رکھتے ہو؟ فرمایا: ایک آرزو ہے کہ دوبارہ دنیا میں جاؤں اور جملہ عزا دارانِ حسینؑ میں داخل ہو جاؤں۔ (زندگانی حبیب بن مظاہر تالیف مرحوم نمازی/۵۶)

حبیب ابن مظاہر اس لحاظ سے آنحضرتؑ پر گریہ کی آرزو رکھتے ہیں کہ روز عاشور کو میدانِ جنگ میں آنحضرتؑ کی مظلومیت پر گریہ وشیون کا موقع نہ تھا، اور (مومن کے لیے) مظلوم پر گریہ دوا اور اس کے دل کے لئے شفا ہے جبکہ آپؑ کے دشمنوں کے دلوں کے لئے ایک تیر ہے۔

گریہ اہل بیتؑ سے دوستی میں شدت اور ان کے دشمنوں سے بغض ونفرت کا موجب ہے اور یہ بات معقول نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کے لئے گریہ کرے اور اس کو دوست نہ رکھتا ہو، اور اس کے دشمنوں سے بیزار نہ ہو۔ اور جتنی محبت زیادہ ہوگی اطاعت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

چنانچہ صادق آل محمد علیہ السلام کے فرمان کے مطابق:

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ أَحَبَّ مُطِيعٌ۔ (بحار الانوار: ۷۸/۱۷۳)

''جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے''۔

جو شخص امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے وہ آنحضرت سے مربوط ہو جائے گا۔ آنحضرتؑ کا رنگ اختیار کرلے گا اور وہ رنگ الٰہی رنگ ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ (سورہ بقرہ آیہ ۱۳۸)

''خدا کے رنگ سے بہتر رنگ اور کس کا ہوسکتا ہے؟''

اور آپؑ سے سنخیت پیدا ہو جائے گی یعنی آنحضرتؑ کی عادات وصفات اس میں پیدا ہوں گی۔ اور وہ آپ کے نزدیک ہو جائے گا۔ آیا کوئی اور عبادت ہے جس کے اس قدر (مفید)

اثرات ہوں؟

ہاں کمال و ترقی بشر اور بندگی پروردگار کے بہترین راستوں میں سے ایک راستہ گریہ کا راستہ ہے، اور سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کرنے سے انسان خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ کا ہم نشین و ہم درجہ ہو جاتا ہے کہ جن کو بارگاہ ایزدی میں بالاترین مرتبہ و مقام حاصل ہے۔

گریہ پیغمبرؐ اور آلِ پیغمبرؐ کے حق کی ادائیگی ہے اور آنحضرتؐ کی نصرت کا ذریعہ ہے۔

گریہ کرنے والا انبیائے عظام' ملائکہ مقربین اور نیک لوگوں کی تاسی کرتا ہے۔ کیونکہ آدمؑ سے لے کر خاتم تک تمام انبیائے کرام آنحضرتؐ پر گریہ کناں رہے ہیں۔

حسینؑ علیہ السلام کی مجالس گریہ میں ملائکہ مقربین حاضر ہوتے ہیں۔ بلکہ جہاں بھی آپ کی مجلس عزا منعقد ہوتی ہے وہ درحقیقت آپؑ کا حرم ہے۔

روز قیامت تمام انسان رو رہے ہوں گے سوائے حسینؑ پر گریہ کرنے والے چند گروہوں کے' جو پیغمبر اکرمؐ اور آپ کی آلؑ کے شفاعت یافتہ ہوں گے۔

اور حضرت (حسینؑ) یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ تقرب خداوندی کے لئے آپؑ کا دروازہ وسیع ہے۔ آپ کی کشتی خطرناک موجوں میں ساحلِ نجات کے نزدیک تر ہے، اس کشتی کا لنگر مضبوط ہے اور آپؑ امت کی نجات کا دروازہ ہیں۔

سید الشہداء علیہ السلام پر رونا شریعت کی حفاظت کا موجب اور مکتب اہلِ بیتؑ کے احیاء کا ذریعہ ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اَلْاِسْلَامُ مُحَمَّدِیُّ الْحُدُوْثِ وَحُسَیْنِیُّ الْبَقَاءِ۔

''اسلام محمدی الوجود اور حسینی البقاء ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر رسولؐ خدا نہ ہوتے تو اسلام وجود میں نہ آتا اور اگر حسینؑ نہ ہوتے تو اسلام کو بقا نہ ملتی''۔

چنانچہ عزاداری سے لوگ شریعت کے قریب ہوتے ہیں اور احکام الٰہی کو سیکھتے ہیں۔ عاشورہ نہ ہوتا تو لوگ دین سے بیگانہ ہو جاتے، لہٰذا حیات دین کی تجدید عاشورہ سے ہے۔

مجالس حسینی میں مکارم اخلاق' صفات حمیدہ مثلاً حیا' غیرت' شہامت' عفت' عطوفت

شجاعت، ایثار، صبر و استقامت اور ظالم کے سامنے نہ جھکنے کا احیاء ہوتا ہے۔ مبلغین ان مجالس میں لوگوں کو نصیحتیں کرتے ہیں اور احکامِ الٰہی کی یاد دلاتے ہیں۔ بلکہ یہ مجالس آگاہی کا ذریعہ سیاسی شعور کا مرکز اور دنیا کی تحاریک اور انقلاب کی ضمانت ہیں جو کہ ظہور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی۔

بقول مترجم:

وفا، تسلیم، ایثار اور غیرت کربلا والے
قسم اللہ کی فخرِ قیادت کربلا والے
انھی کے دم سے تحریکِ ہدایت تا ابد زندہ
حریم حریت، جانِ صداقت کربلا والے
(حرفِ دوام)

مرحوم حاج محمد محمدی یزدی، جو کربلا کے رہنے والے ایک نیک شخص تھے، ہمارے لیے نقل کرتے ہیں: جس وقت ہمیں عراق سے نکال دیا گیا، میں بہت رنجیدہ تھا کہ امام حسینؑ کے حرم کو کس طرح چھوڑوں؟ لیکن عراقی حکام کے دباؤ اور اپنی ماں کے اصرار پر حرم مطہر سے وداع کرنے گیا۔ امامؑ سے گہری وابستگی کے سبب شدید گریہ کرتے ہوئے بادل نخواستہ حرم سے نکلا پھر واپس گیا اور کئی بار ایسا کیا۔

اچانک سید الشہداؑ کو عالم بیداری میں دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے: ایران چلے جاؤ۔

''جہاں کہیں بھی میری مجلس عزا منعقد ہوتی ہے وہ میرا حرم ہے''

مرحوم قم تشریف لے آئے اور قم ہی میں وفات پائی۔ اور مرحوم شوشتری نے بھی فرمایا تھا: مجالس عزاداری سے حرم امام حسینؑ بن جاتا ہے)۔ (اشک رواں/۸۵و۲۵۶)

امام عالی مقامؑ پر گریہ کے فوائد

غمِ حسینؑ کے اشکوں نے کی مدد اپنی
ہمارے سجدوں کا محشر میں جب حساب ہوا
(جاوید برقی جونپوری)

آنحضرتؑ پر گریہ کی فضیلت میں کثیر روایات کے مطالعہ اور کتاب مستطاب ''الخصائص الحسینیہ'' مصنفہ مرحوم شوستری سے استفادہ کر کے ہم گریہ کے کچھ فوائد بیان کرتے ہیں۔

(۱) گریہ گناہوں کا کفارہ ہے' کہ آپ پر گریہ کرنے والے کے گناہ باقی نہیں رہتے۔ اس مضمون پر مبنی متواتر روایات ملتی ہیں۔

(۲) گریہ درجات کی بلندی کا باعث بنتا ہے اور کوئی رتبہ خاتم الانبیاء اور آپ کے اوصیاء سے بلند تر نہیں ہے' اور (شہادتِ حسینؑ پر) گریہ کرنے والا ان کے ساتھ اور ان کے درجے میں ہوگا۔

(۳) اس کا صلہ رسول معظمؐ دیں گے۔

(۴) (گریہ کرنا) حضرت فاطمہ زہراءؑ کی ہمراہی ہے کیونکہ آپؑ ہر روز گریہ فرماتی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم دوست نہیں رکھتے کہ ان لوگوں میں سے ہو جاؤ کہ جو حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کے معین و مددگار ہیں۔

کمک پہنچا رہے ہیں فاطمہؑ کو
جو محوِ گریہ و فرشِ عزا ہیں
(جامِ بقا)

(۵) اور حضرت بقیۃ اللہ علیہ السلام کی بھی ہمراہی ہے کہ آنحضرتؑ فرماتے ہیں:

فَلَأَ نْدُ بَنَّكَ صَبٰا حاً وَ مَسٰاءً .

میں ہر صبح و شام آپؑ (امام حسینؑ) کے لئے نالہ وزاری کرتا ہوں۔

(۶) پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے حق کی ادائیگی ہے۔

(۷) امام حسینؑ کی نصرت اور یاوری ہے۔

(۸) انبیاء، ملائکہ اور اللہ کے صالح بندوں کی تاسّی ہے، کیونکہ وہ تمام امام حسینؑ کے لئے گریہ کرتے ہیں۔

(۹) بزرگوں نے انبیاء و ملائکہ کے سید الشہداء پر گریہ کرنے پر مستقل باب لکھا ہے۔ حسین علیہ السلام پر گریہ نہ کرنا رسول خداؐ پر جفا کے مترادف ہے۔

(۱۰) اجرِ رسالت کی ادائیگی ہے کیونکہ یہ مودت ذی القربیٰ ہے۔

(۱۱) کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

أَلاَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى الْبَاكِينَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَحْمَةٌ وَشَفَقَةٌ .

آگاہ رہو! اللہ حسینؑ پر رونے والوں پر سلام، رحمت اور شفقت بھیجتا ہے۔

(بحارالانوار: ۴۴/۳۰۴)

(۱۲) امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا فدیہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے (اسماعیلؑ) کے عوض گوسفند کو ذبح کرتے ہوئے آرزو کی تھی کہ کاش میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا، تا کہ بالاترین درجات پر فائز ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے سانحہ کربلا کے بارے میں ان پر وحی فرمائی اور وہ امام حسینؑ پر گریہ کناں ہوئے۔ پس وحی ہوئی کہ اس جزع کو ہم اسماعیلؑ کی قربانی کے عوض میں قبول کرتے ہیں۔

(۱۳) قیامت کے خوف اور عذاب سے نجات کا سبب ہے۔

(۱۴) کل قیامت کو ہر آنکھ گریاں ہوگی، سوائے اس آنکھ کے جو امام حسین پر گریہ کرتی رہی

(۱۵) گریہ کرنے والا موت کے وقت اس قدر خوش ہوگا کہ قیامت تک یہ سُرور اس

کے دل میں باقی رہے گا۔

(۱۶) جب قبر سے برآمد ہوگا تو سُرور و مسرت اس کے چہرے سے عیاں ہوں گے۔ ملائکہ اس کے استقبال کے لئے آئیں گے اور اسے ثوابِ الٰہی کی بشارت دیں گے۔

(۱۷) (گریہ کرنے والا) پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیتؑ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔

(۱۸) پیغمبر اکرم حسینؑ پر گریہ کرنے والے کا ہاتھ پکڑیں گے (اور اسے پل صراط عبور کرائیں گے)

(۱۹) آنحضرتؑ پر گریہ جہنم کی گرمی کو ختم کرتا ہے۔

(۲۰) آنحضرتؑ پر ایک قطرۂ اشک بہانے کا ثواب یہ ہے کہ وہ (قطرۂ اشک بہانے والا) بہشت جاویداں میں ہوگا۔ اور بہشت کے درجات اس پر مسلسل وا ہوتے جائیں گے۔

(۲۱) جو آنکھ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتی ہے وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔

(۲۲) مقرب ملائکہ اس آنسو کو چنتے ہیں اور بہشت کے خازن کے سپرد کردیتے ہیں کہ اسے بہشت کے پانی میں ملادے، تاکہ اس پانی کی خوشگواری و خوشبو ہزار گنا ہو جائے۔

(۲۳) ہر عمل کے لئے محدود ثواب ہے مگر سید الشہداءؑ پر گریہ کے اجر کی انتہا نہیں ہے۔

(۲۴) گریہ سے آنحضرتؑ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور آپؑ کے دشمنوں سے بغض بڑھتا ہے۔

بقول شوق لکھنوی:

رو لیے تذکرۂ شاہِ شہیداں کرکے
مطمئن ہوگیا دل درد کا درماں کرکے
سرِ میزانِ عمل اتنا گراں ٹھہرا ہے
رکھ دیا اشک نے ہر چیز کو ارزاں کرکے
بعد قتلِ شہؑ دیں سوچ رہا ہے اسلام
فائدہ کیا ہوا کافر کو مسلماں کرکے

(۲۵) آپ پر گریہ کرنے والے میں سخیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں آنحضرتؑ کے

صفات وکمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔وہ آنحضرتؐ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور حسینی بن جاتا ہے۔

(۲۶) گریہ شریعت محمدیؐ کی حفاظت کا باعث اور دین کی بقا کا ضامن ہے

(۲۷) ظالموں کے ظلم کے خاتمے اور دنیا میں مختلف انقلابات اور تحاریک کا باعث ہے۔

(۲۸) مکتب اہلِ بیتؑ کا احیاء امام حسینؑ پر گریہ میں ہے۔

(۲۹) گریہ کرنے والے کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

(۳۰) اس کا دل کبھی نہیں مرتا بلکہ حیات ابدی حاصل کرلیتا ہے۔

اسی لیے تو:

ہمارے سامنے آتا ہے جب بھی نامِ حسینؑ
تڑپنے لگتا ہے دل شیون و بکا کے لیے
(رئیس آغا بشر)

امام حسینؑ پر گریہ کے متعلق چند داستانیں

دوِ حسینؑ سے جو فیض یاب ہوتا ہے
میری نظر میں وہی کامیاب ہوتا ہے
غمِ حسینؑ میں آنسو بہائے جا تکریم
ثواب اس کا بہت بے حساب ہوتا ہے
(تکریم لکھنوی)

(۱) سید علی حسینی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: مشہد مقدس میں روزِ عاشور میرا ایک دوست ہمیں مقتل کی ایک کتاب پڑھ کر سنا رہا تھا، جب وہ اس حدیث پر پہنچا کہ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا:

جس شخص کی آنکھ سے مصیبت حسینؑ میں آنسو جاری ہو جائے 'خواہ وہ مکھی کے پر کے

برابر کیوں نہ ہو، خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے اس حدیث کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: اس کو عقل قبول نہیں کرتی۔ اور بحث شروع ہوگئی اور اس کے بعد لوگ گھروں کو چلے گئے۔

اس رات اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور لوگ ہموار زمین پر برانگیختہ ہیں...... گرمی کی شدت ہوگئی اور پیاس غالب آگئی۔ وہ ہر طرف پانی کی تلاش میں پھرا لیکن پانی نہ ملا، آخرکار ایک بہت بڑے اور پانی سے بھرے ہوئے کنویں کو دیکھا کہ جس کا پانی برف سے بھی ٹھنڈا تھا اور اس کے کنارے پر دو آدمی اور ایک عورت سیاہ لباس پہنے کھڑے تھے۔

اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا: حضرت محمدؐ، حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ ہیں۔

پوچھا: انہوں نے سیاہ لباس کیوں پہن رکھے ہیں اور غمگین کیوں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ آج روز عاشور نہیں ہے؟ یہ اس وجہ سے محزون ہیں۔ میں حضرت فاطمہؑ کے نزدیک گیا اور پانی کی درخواست کی۔ آپؑ نے مجھے غصے سے دیکھا اور فرمایا: تو میرے نور چشم حسینؑ پر رونے کی فضیلت کا منکر ہے؟ کہ جسے ظلم و دشمنی سے قتل کر دیا گیا! خدا اس کو قتل کرنے والوں، اس پر ظلم کرنے والوں، اور پانی بند کرنے والوں پر لعنت فرمائے۔

پس میں خواب سے بیدار ہوا اور اپنے کہے پر پشیمان ہوا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔

(بحار الانوار: ۴۴/۲۹۳، منتخب طریحی: ۲/۸۳)

اپنی خوش بختی ہے ورنہ دوستو
کب غمِ شبیرؑ دُنیا پر کھلا

(۲) مرحوم نوری نے اپنے استاد بزرگوار عالم جلیل القدر علامہ شیخ عبدالحسین تہرانی سے نقل کیا ہے کہ میرزا نبی خان جو کہ محمد شاہ قاچار کے خواص میں سے تھا نیز اس کا اپنا تشخص تھا وہ ہر گناہ کا مرتکب ہو چکا تھا اور ظاہرا فسق و فجور میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا تھا، میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سرسبز باغات اور بلند و بالا عمارات میں سیر کر رہا تھا، محسوس ہوتا

تھا کہ جیسے یہ بہشت کے باغات اور عمارات ہوں۔ میرے ساتھ ایک شخص تھا جو کہ ان گھروں اور محلوں میں رہنے والوں کو پہچانتا تھا۔ جب ہم ایک جگہ پہنچے تو اس شخص نے مجھے اشارہ کر کے بتایا: یہ میرزا نبی خان کا گھر ہے اور اگر تم اسے ملنا چاہو تو وہ موجود ہے۔

میں نے توجہ کی تو دیکھا وہ تنہا ایک ہال کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اشارہ کیا کہ اوپر آ جاؤ۔ میں اس کے نزدیک گیا تو اس نے کھڑے ہو کر مجھے سلام کیا اور صدر مجلس میں بٹھایا، اور خود جس طرح اپنی زندگی میں بیٹھتا تھا بیٹھ گیا۔

میں اس کے ٹھاٹھ باٹھ اور عالی شان گھر کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے میرے چہرے سے اس بات کا اندازہ لگا لیا اور کہا: اے شیخ! گویا تم حیران ہو کہ میرا یہ مقام! حالانکہ میں دنیا میں اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم کا سزاوار تھا۔ میں نے کہا: ہاں۔

کہنے لگا: طالقان میں میری نمک کی ایک کان تھی کہ جس کا اجارہ میں ہر سال نجف بھیجتا تھا تا کہ حضرت ابا عبداللہ الحسین ؑ کی عزاداری پر صرف ہو۔ یہ گھر مجھے اس عمل کے عوض میں عطا ہوا ہے۔ میں بحالت تعجب نیند سے بیدار ہوا اور صبح اپنے درس کی مجلس میں یہ خواب بیان کیا۔

ایک عالم و فاضل فرزند مولا مطیع طالقانی نے کہا: یہ بات صحیح ہے، اس کی طالقان میں نمک کی کان تھی جس کا اس وقت کی کرنسی کے مطابق سو تومان کے نزدیک اجارہ تھا، جو وہ نجف میں بھیجتا تھا اور میرے باپ کی نگرانی میں وہ رقم عزاداری سید الشہداء پر خرچ ہوتی تھی۔

استاد نے فرمایا: اس سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ طالقان میں اس کی کان تھی اور وہ اس کی آمدن عزاداری پر خرچ کرتا تھا۔ (دار السلام: ۲/۲۳۳)

غم شبیر اپنی زندگی ہے
یہ غم دونوں جہاں سے قیمتی ہے
(محسن نقوی)

(۳) مرحوم فاضل دربندی اسرار الشہادہ میں لکھتے ہیں: طائفہ ہند کی ایک شخصیت جس کا لقب افتخار الدولہ تھا اور جو اس سے پہلے حکومت ہند میں عزاداری پر مال کثیر خرچ کرتے تھے

۔ایک سال انہوں نے گزشتہ دو سالوں کے برابر خرچ کیا (اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ شدید بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ان پر نزع واحتضار کی سی کیفیت طاری تھی۔

اچانک انہیں صحت وسلامتی مل گئی اور وہ بستر بیماری سے اٹھتے ہی مسلمان ہو گئے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے سید الشہداءؑ کو خواب میں دیکھا' آپ فرما رہے تھے۔

قُمْ قَدْ عَافَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِبَرَكَةِ إِقَامَتِكَ تَعْزِيَتِي

اٹھ بیٹھو کہ اللہ نے تمہیں میری عزاداری برپا کرنے کی وجہ سے شفاعت بخش دی ہے۔

بقول عرفی لکھنوی:

لوگ کہتے ہیں عزاخانہ غم شبیرؑ کا
اس سے اچھا نام کیا ہوگا مرے گھر کے لیے

انہوں نے احکام الٰہی کو سیکھنے کی کوشش کی اور اپنے خاندان کے ہمراہ، جو کہ ان کے ساتھ مسلمان ہو چکا تھا، ہندوستان سے کربلا ہجرت کر گئے اور اپنے قیمتی اموال کو آستان حسینؑ پر ہدیہ کر دیا اور وہاں کے اعبد وازہد اشخاص میں سے ہو گئے۔ (وقائع الایام/۱۲)

(۴) محتشم کا ایک بیٹا تھا' جو انتقال کر گیا، اس نے اپنے بیٹے کی رثا میں چند شعر کہے۔ ایک رات اس نے رسول اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے:

تو اپنے بیٹے کا مرثیہ تو لکھتا ہے لیکن میرے بیٹے کا مرثیہ کیوں نہیں لکھتا۔

وہ کہتا ہے: میں (خواب سے) بیدار ہوا تو چونکہ اس سلسلے میں کبھی کام نہ کیا تھا لہذا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آنحضرت کا مرثیہ کس طرح شروع کروں۔

دوسری رات رسول اکرمؐ نے پھر خواب میں فرمایا: تو نے میرے بیٹے کی مصیبت پر مرثیہ نہیں کہا؟ میں نے عرض کیا: کیسے کہوں کہ ابھی تک اس وادی میں قدم ہی نہیں رکھا۔

فرمایا: کہو: باز ایں چہ شورش است کہ در خلق عالم است۔

اٹھو! خلق عالم میں یہ کیا شورش بپا ہے۔ میں جاگ اٹھا۔ اس مصرع کو مطلع قرار دیا
اور جو کچھ بن پڑا لکھا' جب اس مصرع پر پہنچا:

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال

اگرچہ ذات ذوالجلال رنج وملال سے مبرا ہے تو میں اس سوچ میں تھا کہ
اس شعر کو کیسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں تا کہ مقام خداوندی میں جسارت نہ
کر بیٹھوں۔

رات کو میں نے حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہے تھے:
تو نے اپنے مرثیے کو مکمل کیوں نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا: اس مصرع پر ہمت ہار بیٹھا ہوں۔
فرمایا: کہو: او در دل است و ہیچ دلی نیست بی ملال......

وہ دلوں میں رہتا ہے اور کوئی دل بے ملال نہیں۔ میں جاگ اٹھا اور اس مصرع کو پہلے
مصرع کا ضمیمہ بنا کر شعر کو مکمل کیا۔ (الکلام یجر الکلام: ۲/۱۱۰)

لیکن مرحوم ملا علی خیابانی وقائع الایام ۵۸ میں رسول اکرم کی جگہ لکھتے ہیں: امیر المومنین
علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔

(۵) منقول ہے کہ (اصفہانی شاعر) مقبل جوانی کے دور میں نہایت ظریف اور لطیفہ گو
تھا۔ ایام محرم میں وہ لوگوں کے ایک اجتماع کے پاس سے گزرا جو سینہ زنی میں مصروف تھے' اس
نے مذاق سے کوئی بات کہی جو عزاداروں کو ناگوار گزری۔ کچھ عرصہ بعد وہ جذام کے مرض میں
مبتلا ہو گیا' لوگ اس سے نفرت کرنے لگے اور وہ حمام کے آتش خانے میں (تنہا) پڑا رہتا تھا۔

دوسرے سال وہ اس خرابے کے پاس شکستہ خاطر بیٹھا ہوا تھا۔ ماتمیوں کا ایک گروہ نوحہ
خوانی کر رہا تھا۔

چہ کربلا ست امروز
چہ پُر بلا ست امروز
سر حسینؑ مظلوم
از تن جدا ست امروز

مقبل کے دل سے اک ہوک سی اٹھی اور اس نے انہیں نظر حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا:

روز عزاست امروز
جان در بلاست امروز
فغان و شور محشر
در کربلاست امروز

اسی رات اس نے رسول اکرمؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے اس پر نظر عنایت فرمائی اور اس کی خطا کو بخش دیا۔ کہتے ہیں اس کا نام "محمد شیخا" تھا اور حضورؐ نے اسے مقبل کا لقب عطا فرمایا۔

لہٰذا اس نے سید الشہداء علیہ السلام کے واقعات غم پر شعر گوئی شروع کر دی۔ وہ کہتا ہے: جب میں واقعۂ شہادت کو مکمل کر چکا تو جمعہ کی شب تھی میں بار بار وہ اشعار دہراتے اور گریہ کرتے کرتے سو گیا۔ عالم خواب میں میں نے خود کو فرزند علی (حسین علیہ السلام) کے حرم منور میں پایا کہ منبر لگا ہوا تھا اور رسول معظمؐ تشریف فرما تھے۔ اس دوران میں محتشم کو لایا گیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: آج شب جمعہ ہے۔ منبر پر چڑھ کر میرے بیٹے (حسینؑ) کے بارے میں کچھ پڑھ۔ محتشم آنحضورؐ کے حکم سے منبر پر پہنچا۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے زینے پر ہی بیٹھ جائے لیکن حضورؐ نے فرمایا: اوپر چلو جب دوسرے زینے پر پہنچا تو فرمایا: اور اوپر چلو۔ اس طرح وہ منبر کے آخری زینے پر بیٹھا اور (مرثیہ) پڑھا۔

بر حربگاہ چون رہ آن کاروان فتاد
شور و نشور واہمہ درگمان فتاد

ہم بانگ نوحہ غلغلہ درشش جہت فکند
ہم گریہ بر ملایک ہفت آسمان فتاد

ہر جا کہ بود آہوئی از دشت پا کشید
ہر جا کہ بود طائری از آشیان فتاد

شد وحشتی که شور قیامت زیاد رفت
چون چشم اهل بیتؑ برآن کشتگان فتاد

ناگاه چشم دختر زهراؑ در آن میان
بر پیکر شریف امام زمانؑ فتاد

بی اختیار نعره هذا حسینؑ از او
سرزد چنانکه آتش او در جهان فتاد

پس بازبان پر گله آن بضعهٔ بتولؑ
رو بر مدینه کرد که یاایها الرسولؐ

این کشتهٔ فتاده به هامون حسینؑ تست
وین صید دست و پا زده در خون حسینؑ تست

این ماهی فتاده به دریای خون که هست
زخم از ستاره برتنش افزون حسینؑ تست

این خشک لب فتاده و ممنوع از فرات
کز خون او زمین شده جیحون حسینؑ تست

این شاه کم سپاه که باخیل اشک و آه
خرگاه این جهان زده بیرون حسینؑ تست

وین نخل تر کز آتش جانسوز تشنگی
دود از زمین رسانده بگردون حسینؑ تست

این قالب طپان کہ چنیں ماندہ بر زمین
شاہ شہید ناشدہ مدفون حسینؑ تست

مقبل کا کہنا ہے: سوگواری اور تعزیہ داری سے فراغت کے بعد رسول اکرمؐ نے محتشم کو خلعت عطا فرمائی۔
میں نے خود سے کہا: شاید میرے اشعار آنحضورؐ کی بارگاہ میں قبولیت کے لائق نہیں تھے کہ انہوں نے مجھے پڑھنے کو نہیں کہا۔
اچانک ایک حور نے آکر آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا: جناب فاطمہ زہراؑ کہہ رہی ہیں: مقبل کو بھی حکم دیجئے کہ مرثیہ سیدالشہداءؑ میں کوئی واقعہ بیان کرے۔
پس حضورؐ نے مجھے حکم دیا میں منبر پر گیا اور زینہ اول پر بیٹھ کر پڑھا:

روایت است کہ چون تنگ شد بر او میدان
فتاد از حرکت ذوالجناح وز جولان

نہ سیدالشہداءؑ بر جدال طاقت داشت
نہ ذوالجناح دیگر تاب استقامت داشت

کشید پا ز رکاب آن خلاصہ ایجاد
برنگ پرتو خورشید بر زمین افتاد

ہوا ز جور مخالف چو قیرگون گردید
عزیزؑ فاطمہؑ از اسب سرنگون گردید

بلندمرتبہ شاہی ز صدر زین افتاد
اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد

اچانک کسی نے اشارہ کیا کہ اتر آؤ۔ سیدہ کی بیٹی بے ہوش ہوگئی ہے۔ پس میں منبر سے اتر آیا اور عطائے خیر البریہ کا منتظر تھا کہ میں نے دیکھا، سبطِ خیر البشرؑ کی ضریح منور وا ہوگئی اور اس سے ایک جلیل القدر ہستی برآمد ہوئی۔ ان کے سینے کا زخم ستارے سے زیادہ چمکدار تھا، اور بدن پر لگے ہوئے زخم شمار سے باہر تھے۔ انہوں نے مجھے ایک خلعت فاخرہ عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں آپ کون ہیں، فرمایا: میں حسینؑ ہوں۔ (وقائع الایام/ ۵۸)

لکھنے چلا ہوں مرثیہ قسمت کی بات ہے ۔۔۔ مد نظر عظیم شہادت کی بات ہے

لب پر مرے رسولؐ کی عترت کی بات ہے ۔۔۔ مجھ کو شرف ملا ہے یہ عزت کی بات ہے

پرچم ہے میرے سر پہ شہ مشرقین کا

مجھ پر کرم خصوصی ہوا ہے حسینؑ کا

(شہادتِ عظمیٰ مرثیہ مترجم)

(۶) بزرگ علماء میں سے کسی نے جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے غرفوں میں پروردگار کی انواع واقسام کی نعمتیں میسر تھیں اور آپ کے لئے بستر نشاط بچھا ہوا تھا۔ انہوں نے بعد از عرضِ ارادت کہا:

اے حبیبؓ! آپ ان نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کر سکو گے کہ جوانی میں خدمت رسولؐ میں رہے اور بڑھاپے میں فرزند رسولؐ کی نصرت میں اپنے سفید بالوں کو خون سے خضاب کیا، کیا آپ کوئی اور آرزو رکھتے ہیں؟

فرمایا: میری آرزو ہے کہ دوبارہ دنیا میں جاؤں اور جملہ عزاداران حسینؑ میں شامل ہوجاؤں کہ میں نے سرور دو عالمؐ سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: جو شخص میرے بیٹے حسینؑ کی مجلس عزا میں معرفت کے ساتھ اشک ریزی کرے گا خداوند کریم اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا اور بہشت میں اس کے درجات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ (زندگانی حبیب بن مظاہر/ ۵۶)

شہد سمجھو حمایت میں آلِ احمدؐ کی

میں مر رہا ہوں محبت میں آلِ احمدؐ کی

(۷) ہندوستان کے کسی شہر کا رہنے والا ایک محب اہل بیتؑ بے شمار دولت کا مالک تھا۔ وہ ہر سال ماہ محرم میں مجلس عزا منعقد کرتا اور بہت سا روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اور صبح وشام دستر خوان بچھائے فقرا اور مساکین کو کھانا کھلاتا رہتا تھا۔ کسی نے دشمن اہل بیتؑ حاکم کے پاس اس کے اس کام کی شکایت کردی۔ حاکم نے حکم دیا کہ اسے پیش کیا جائے۔ جب وہ لایا گیا تو حاکم نے اسے گالیاں دیں اور حکم دیا کہ اسے پیٹا جائے، اور اس کا مال ضبط کرلیا جائے۔

جو دولت اس کے پاس تھی اس پر قبضہ کرلیا گیا اور تمام غلاموں کو گرفتار کرلیا گیا۔ جب ماہ محرم آیا تو وہ شخص بہت رنجیدہ خاطر ہوا، کیونکہ وہ مجلس برپا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔

اس کی نیک بخت بیوی نے کہا: آپ کس لئے ناخوش ہیں اور رو کیوں رہے ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں امام مظلومؑ کی مجلس عزا کی استطاعت بھی نہیں رکھتا! عورت نے کہا: غمزدہ نہ ہوں ہمارا جو بیٹا ہے اسے دور دراز کے کسی شہر میں لے جائیں اور غلام ظاہر کرکے فروخت کردیں اور اس رقم سے عزاداری برپا کریں۔

وہ شخص خوش ہوگیا جوان (بیٹے) سے یہ حکایت بیان کی تو اس نے کہا: میں خود کو حسینؑ فرزند فاطمہؑ پر قربان کرتا ہوں۔ پس وہ شخص اسے دور دراز کے کسی شہر میں لے گیا اور بازار میں لے آیا۔

اس نے ایک جلیل القدر اور نورانی شخص کو دیکھا جو اسے کہہ رہا تھا: اس جوان کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اسے بیچنا چاہتا ہوں نورانی شخص نے منہ مانگی قیمت پر بغیر سودے بازی اسے خرید لیا۔ تاجر خوشی خوشی گھر واپس چلا گیا۔ گھر پہنچا تو اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔ اسی اثنا میں وہ جوان بھی واپس گھر آپہنچا۔ اس شخص نے کہا: تم بھاگ آئے ہو؟ بیٹے نے جواب دیا: نہیں۔ کہا: پھر کیسے آئے ہو؟

جوان نے کہا: جب آپ چلے آئے تو میں رونے لگا۔ اس بزرگوار نے مجھ سے پوچھا: روتے کیوں ہو؟ میں نے کہا: اپنے آقا کے فراق میں روتا ہوں، کیوں کہ وہ بہت اچھا شخص تھا اور میرے ساتھ بہت احسان کرتا تھا۔

اس بزرگوار نے فرمایا: تم اس کے غلام نہیں ہو بلکہ بیٹے ہو۔ میں نے کہا! اے میرے سید و سردار! آپ کو یہ کیسے معلوم ہے؟ فرمایا میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے باپ نے تمہیں کس مقصد کے لئے فروخت کیا۔ نیز فرمایا:

أَنَا الْغَرِيْبُ الْمُشَرَّدُ ' أَنَا الَّذِيْ قَتَلُوْنِيْ عَطْشَانًا.

پھر فرمایا: افسردہ نہ ہوں۔ میں تمہیں تیرے باپ کو واپس کرتا ہوں۔ جب میں واپس آنے لگا تو آپؑ نے فرمایا: حاکم تمہارا مال اضافے کے ساتھ تمہیں واپس کردے گا اور تم پر احسان اور مہربانی کرے گا۔ پس میں واپس آنے لگا تو وہ بزرگوار میری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

یہ گفتگو ابھی جاری ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی' جب دروازہ کھولا گیا تو ایک شخص نے کہا: امیر آپ کو بلا رہا ہے۔

وہ شخص امیر کے پاس گیا تو امیر نے اس کی بہت عزت کی اور اس کا جو کچھ قبضے میں لیا تھا وہ اضافے کے ساتھ واپس کردیا اور کہا: اے مرد صالح! سید الشہداء علیہ السلام کی مجلس برپا کرو، میں ہر سال دس ہزار درہم تمہیں دوں گا۔ میں اپنے خاندان اور وابستگان سمیت ہدایت پا چکا ہوں اور شیعہ ہو گیا ہوں، میں نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے احباب کو دیکھا ہے، وہ مجھ سے فرما رہے تھے: تم نے اسے اذیت دی جو میرا فرش ماتم بچھاتا تھا اور اس سے اموال اور غلام چھین لئے؟ تم نے اس کا جو کچھ قبضے میں لیا ہے، واپس کردو ورنہ میں زمین کو حکم دوں گا کہ تمہیں تمہاری دولت سمیت نگل لے۔ اس کام میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ تم پر بلا نازل ہو جائے

فَهَا أَنَا أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَتُبْتُ إِلَيْهِ وَاهْتَدَيْتُ بِهِدَايَةِ الْإِمَامِ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (معالی السبطین: ۱/۹۸)

"اب میں خدا کے حضور استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور میں امام علیہ السلام کی ہدایت کے ذریعہ سے صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کرتا

ہوں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

یہ اختیار کتنا وسیع و بلند ہے
سارا جہاں حسینؑ کی مٹھی میں بند ہے
(وحید الحسن ہاشمی)

(۸) آقائے حاج شیخ مہدی حائری تہرانی (امام جماعت مسجد ارگ و مسجد الغدیر) نے ہمارے لئے نقل فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں استفادہ کے لئے اس حسینیہ میں آیا۔ مرحوم سید جواد سدھی منبر پر روضہ خوانی فرما رہے تھے۔ انہوں نے عجیب جوش و انقلاب کی کیفیت پیدا کر رکھی تھی اور حاضرین ان کی روضہ خوانی کی تاثیر سے اپنے چہرے اور سینے پیٹ رہے تھے اور گریہ کر رہے تھے۔ اور بعض تو بیہوش ہو گئے تھے۔

جب انہوں نے منبر چھوڑا اور نیچے اترے تو لوگ ان سے مصافحہ کر رہے تھے اور (کچھ) ان کے ہاتھ چوم رہے تھے۔ میں بھی آگے بڑھا' ان سے مصافحہ کیا اور غور سے دیکھا۔

میں نے کہا: حاج آقا! آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: الحمد للہ' سید الشہداء کی برکات و عنایات سے ہمارا حال بہت اچھا ہے۔ ایک دن آقائے سلطان الواعظین شیرازی (مؤلف کتاب شب ہائے پیشاور) آئے اور ہم میں سے ہر ایک کو روضہ خوانی میں ایک ہی درجہ دیا۔

(اختر فروزاں' تالیف جناب آقائے شیخ محمد شریف رازی/۳۳۳)

یہ دل پہ منحصر ہے مبارک تمہیں ہنسی
مجھ کو غمِ حسینؑ میں رونا پسند ہے
(وحید الحسن ہاشمی)

(۹) علی ابن دعبل خزاعی جو کہ اہل بیتؑ کے مشہور شاعر تھے، کے بیٹے علی سے منقول ہے کہ اس نے کہا: (باوجود اس کے کہ میرا باپ علی بن الرضا علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھا، اور آنحضرتؑ سے بہت محبت رکھتا تھا۔ وقت وفات اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ زبان بند ہو گی اور چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ (میں نے دشمنوں کی ملامت کے خوف سے اسے چھپائے رکھا اور تنہائی میں

غسل دیا اور دفن کیا، اور اس واقعہ سے بہت غمگین ہوا۔ نزدیک تھا کہ میں اپنے مذہب سے پھر جاتا۔ لیکن تین روز بعد اسے خواب میں دیکھا۔ اس کا چہرہ نورانی تھا، سفید لباس پہن رکھا تھا کہ جس سے پاکیزگی چھلک رہی تھی اور سر پر سفید رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی۔

میں نے کہا: بابا جان! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟

کہا: میرے بیٹے! وہ جو تم نے مشاہدہ کیا یعنی چہرے کا سیاہ ہو جانا اور زبان کا بند ہو جانا تو یہ دنیا میں شراب نوشی کے سبب تھا، میں اسی حالت میں تھا کہ رسول خداؐ سفید لباس اور کلاہ کے ساتھ تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اَنتَ دِعْبِل؟'' تو ہی دعبل ہے (جو میرے اہل بیتؑ کے شہیدوں کے مرثیے پڑھتا تھا اور ہمارے دوستوں کو ان کی مصیبت پر رلاتا تھا؟

میں نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہؐ!

فرمایا: ان مرثیوں میں سے، جو تم نے ان کے لئے لکھے کچھ سناؤ۔ (پس میری قبر وسیع ہوگئی، کرسی بچھادی گئی، اور رسول اکرمؐ اس پر تشریف فرما ہوئے اور بے شمار ملائکہ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ میں نے پڑھا: :

لَا أَضحَكَ اللّٰهُ سِنَّ الدَّهرِ اِن ضَحِكَتْ
وَآلُ اَحْمَدَ مَظْلُومُونَ قَدْ قُهِرُوْا

مُشَرَّدُوْنَ نُفُوا عَنْ عَقْرِ دَارِهِمْ
كَاَنَّهُمْ قَدْ جَنَوا مَا لَيْسَ يُغْتَفَرُ

''زمانہ اور اس کے رہنے والے ہرگز خوش اور شادمان نہیں ہوں گے۔ اور زمانہ اور اس کے حال میں اہل بیت رسول خداؐ نے ظلم و ستم برداشت کیے خوار و زار کیے گئے اور مظلوم مقہور ٹھہرائے گئے۔ انہیں ظلم و ستم سے ان کے گھروں سے دربدر کر دیا گیا۔ جیسے ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہو کہ جس کی معافی ہی نہیں''۔

رسول خداؐ (رونے لگے) اور وہ سفید لباس جو آپ نے زیب تن کر رکھا تھا مجھے عطا فرما دیا اور میری شفاعت فرمائی۔ (عیون الاخبار: ۲/۲۷۰ ب ۲۶ ح ۳۶ 'خبر دعبل عند وفاتہ' ریاض الشہادۃ: ۲/۳۱۲ م ۱۶)

اس واقعہ کی نظیر سید حمیری سے بھی منقول ہے' کیوں کہ وہ بھی شراب پیتا تھا علاوہ ازیں مذہب کیسانیہ پر تھا اور محمد حنفیہؓ کی امامت کا قائل تھا۔ لیکن امیر المومنین علیہ السلام کی دوستی اور منافقین و معاندین سے دشمنی پر مصر تھا اور اس نے امیر علیہ السلام کی شان میں بہت سے قصائد لکھے اور آنحضرت کے مخالفوں پر لعن طعن رقم کی۔ اس نے اہل سنت کے علماء کو کئی دفعہ نادم کیا اور خلفائے بنی عباس اس کی زبان کے خوف سے اس کی بہت عزت کرتے تھے اور نظر التفات رکھتے تھے۔ جب وہ بیمار ہو گیا (اور حالت نزع میں تھا) تو اس کی زبان بند اور چہرہ سیاہ ہو گیا۔ مخالفین اس وجہ سے مسرور ہوئے اور خوشی منائی۔

ایک دن حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: سید حمیری کا کیا حال ہے؟ انہوں نے اس کی کیفیت حال عرض کی تو آپؑ نے فرمایا وہ ہمارا مداح اور شاعر ہے اس حال میں نہیں رہے گا۔

لہٰذا آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب امامؑ اس کے سرہانے بیٹھے اور اس کی نظر امامؑ پر پڑی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور زبان نہیں تھی کہ بات کر سکتا۔

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں دعا کرتا ہوں' اس کی زبان کھل جائے گی۔ عرض کرنے لگا: فرزند رسول خداؐ میں آپ کے قربان۔

أَبِأَوْلِيَاءِكَ يُفْعَلُ هٰذَا ؟

"کیا آپ کے دوستوں کے ساتھ ایسے ہوتا ہے؟"

فرمایا: "قُلْ بِالْحَقِّ يُكْشَفْ مَابِكَ

"مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ کو قبول کر لو اور میری امامت کے قائل ہو جاؤ تاکہ تمہارا عارضہ رفع ہو جائے"۔

اس نے کہا:

تَجَعْفَرْتُ بِاسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ .

"میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری ہوتا ہوں اور اللہ ہر چیز سے بزرگ تر ہے"۔

اس نے قصیدے کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا چہرہ سفید کر دیا۔ اس کا غم دور ہو گیا اور پھر وہ جتنی مدت زندہ رہا آنحضرتؑ کی خدمت کرتا رہا اور آنحضرتؑ نے اسے سید کا لقب عطا فرمایا ورنہ حمیری معروف معنوں میں سید نہیں تھا۔ (بحارالانوار ۴۷/۲۶۲_۳۱۲ مستدرک سفینۃ: ۲/۳۹۵، ریحانۃ الادب: ۳/۱۲۰)

(۱۰) بعض معتبر اصحاب کی کتب میں مذکور ہے کہ مدینہ میں ایک بدکار عورت رہتی تھی جو کہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے مشہور تھی۔ اس کا ایک ہمسایہ تھا جو ہمیشہ امام حسینؑ کی تعزیہ داری بجا لاتا تھا۔ ایک دن وہ ہمیشہ کے معمول کے مطابق مشغول تعزیہ داری تھا اور ایک دیگ آگ پر رکھی تھی تا کہ عزاداروں کو طعام مہیا کیا جا سکے۔ اس فاسق عورت کو آگ کی ضرورت پڑی اور وہ ہمسائے کے گھر سے آگ لینے آئی۔

وہ اس دیگ کے پاس آئی، دیکھا تو اس دیگ کی آگ بجھ چکی تھی، لہٰذا اس نے پھونک مار کر آگ جلا دی۔ اس آگ کی حرارت اور دھوئیں کے اثر سے اس کی آنکھوں سے چند قطرے پانی کے نکل آئے۔ اس نے آگ اٹھائی اور اپنے گھر چلی گئی۔

گرمیوں کے دن تھے اور اس عورت کو قیلولہ کرنے کی عادت تھی۔ جب وہ سو گئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ماموران جہنم اس کو پکڑ کر آگ کے طوق و زنجیر سے باندھ رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: خداوند متعال نے تجھ پر غضب نازل کیا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ تجھے جہنم میں لے جائیں۔

اس عورت نے فریاد کی اور مدد کی طالب ہوئی۔ لیکن کوئی اس کی فریاد پر نہ پہنچا۔ عذاب کے فرشتوں نے اسے کھینچا تا کہ جہنم کے کنارے لے جائیں۔ وہ اسے جہنم میں پھینکنا ہی چاہتے تھے کہ ایک نورانی شخص نے انہیں آواز دی کہ اسے چھوڑ دو۔

عذاب کے فرشتے اس سے دور ہٹ گئے اور کمال ادب و ملائمت سے عرض کرنے لگے:

فرزند رسولؐ! یہ زنا کار عورت ہے اور اس نے اپنی عمر کو برے کام اور معصیت خدا میں گزارا ہے!

فرمایا: لیکن ایک دن یہ عزاداروں کی مجلس میں آئی تھی۔ اور اس نے ان کے لئے آگ جلائی تھی۔ اور اس آگ سے اس کے ہاتھ کو تکلیف محسوس ہوئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ جب ملائکہ نے یہ بات سنی تو اسے چھوڑ دیا اور کہنے لگے:

كَرَامَةٌ لَكَ يَابْنَ الشَّافِعِ وَالسَّاقِيْ.

"اے شفاعت کرنے والے اور ساقی کوثرؑ کے بیٹے یہ آپؑ کی کرامت ہے"۔

اس بزرگوار کی حرمت کے سبب ہم نے اس (عورت) سے ہاتھ اٹھا لیا اور اے ساقی کوثرؑ اور ان کے بیٹے حسینؑ کے صدقے میں اسے بخش دیا۔

جب وہ عورت خواب سے بیدار ہوئی تو جلدی جلدی عزاخانہ میں پہنچی اور ان عزاداروں کو اپنا خواب سنایا۔ اس مجلس میں ایک نیا کہرام بچ گیا اور اس طرح گریہ وزاری اور آہ و بکا ہوئی کہ چشم زمانہ نے نہ دیکھی ہوگی۔ اس عورت نے سید الشہداءؑ کی عزاداری کی برکت سے توبہ کی اور بقیہ عمر آنحضرتؑ کی عزاداری میں گزاری۔ (ریاض الشہادۃ: ۲/۵۱)

بقول شہرت لکھنوی:

جس کی جبیں حسینؑ ترے در سے مل گئی
راہِ نجات اُس کو مقدر سے مل گئی

سید الشہداءؑ کی زیارت کی فضیلت

وہ کربلا جو کعبہ سے رُتبے میں ہے سوا ۔ وہ کربلا جس کے ہیں زوار انبیاءؑ
جس پر نزول کرتے ہیں لاکھوں ملائکہ ۔ جس کی زواری فخر ہے جبرئیل پاک کا
عرش بریں کا خطہ ہے جو شان بان میں
وہ جس کی خاک خاکِ شفا ہے جہان میں

(مرثیہ شہادتِ عظمیٰ)

بزرگان آنحضرتؑ کی زیارت کو ضروریات دین و مذہب میں سے خیال کرتے ہیں اور بعض احادیث میں اسے فرض اور واجب سمجھا گیا ہے، کہ جو شخص بغیر کسی وجہ کے اِس کو ترک کرے وہ خدا اور رسولؐ کے حق کو ضائع کرتا ہے، اور پیغمبر اکرم کی ناراضگی کے سبب دوزخیوں میں شمار ہوگا۔

آنحضرتؑ کی زیارت خصوصاً مخصوص ایام مثلاً روزِ عاشور' روزِ اربعین' روزِ عرفہ' پندرہ شعبان کی رات اور دن' شب ہائے قدر' روز ہائے قدر اور شب جمعہ وغیرہ کو کرنے کی فضیلت میں متواتر روایات ملتی ہیں ۔ ان کے جمع کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ چند روایات درج کرتے ہیں۔

(۱) محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو قبر حسینؑ کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر وہ مومن جو اللہ عزوجل کی طرف سے آنحضرتؑ کی امامت کا اقرار کرتا ہے، اس پر آپؑ کی قبر پر آنا واجب ہے۔ (کامل الزیارات/۱۲۱ باب ۴۳ ح ۱ بحار الانوار: ۱۰۱/۳ ب ۱۸ ح ۸)

(۲) امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص اگر تمام عمر حج کی بجا آوری کرے لیکن حسین بن علی علیہ السلام کی زیارت نہ کرے تو اس نے خدا اور اس کے رسولؐ کے حقوق میں سے ایک حق کو ترک کیا کیونکہ حق حسینؑ اللہ کی طرف سے ایک ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (کامل الزیارات/۱۲۲ح ۳' بحار الانوار ۱۰۱/۳، وسائل: ۱۴/ ۴۲۸ ب ۳۸ ب ۳۸ ح ۱)

(۳) صفوان جمال سے منقول ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حیرہ تشریف لائے تو مجھے فرمایا: کیا تو قبر حسینؑ پر جاتا ہے۔؟ میں نے عرض کیا: میں آپؑ کے قربان کیا آپؑ بھی (مرقد حسینؑ) کی زیارت کرنے جاتے ہیں؟

حیرہ شہر کوفہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر آباد تھا، اور سانیوں کے عہد میں لخمی بادشاہ یہاں رہتے تھے۔ کوفہ کی بنیاد رکھے جانے کے بعد اس پر زوال آگیا اور بعد ازاں مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔

فرمایا: میں کس طرح آپ کی زیارت نہ کروں؟ جب کہ خداوند متعال ہر شب جمعہ کو خود قبر حسینؑ کی زیارت کرتا ہے (زیارت پروردگار کے معنی صرف خواص اولیاء اور علمائے کامل ہی سمجھتے ہیں) اور آپ کی قبر کی زیارت کے لئے ملائکہ' انبیاء اور اوصیاء نزول فرماتے ہیں اور محمدؐ بہترین انبیاء اور ہم بہترین اوصیاء ہیں

صفوان عرض کرتے ہیں: میں آپ کے قربان آپ ہر شب جمعہ کو اس لئے آنحضرتؐ کی زیارت کرتے ہیں کہ پروردگار کی زیارت اور تجلیات کا درک کر سکیں؟ فرمایا: ہاں اے صفوان! اس زیارت کو التزام کے ساتھ بجالایا کرو تا کہ قبر حسینؑ کی زیارت تمہارے لئے نوشتہ تقدیر بن جائے اور یہ ہے فضیلت اور یہ ہے سرفرازی۔ (کامل الزیارات/۱۱۳ ب ۳۸ ح ۴ بحار الانوار: ۱۰۱ /۶۰ ب ۲۶ ح ۳۲)

(۴) عبداللہ بن سنان کا کہنا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: قبر حسین بن علی علیہ السلام بیس (۲۰) ذراع (ہاتھ) مربع جنت کے باغوں میں سے ایک

باغ ہے اور آسمان کی طرف فرشتوں کا عروج اس جگہ سے ہوتا ہے اور کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے قبر حسینؑ کی زیارت کی خواہش کرتا ہے۔ پس ایک گروہ نازل ہوتا ہے تو ایک گروہ اوپر چلا جاتا ہے۔ (کامل الزیارات/۱۱۲ ح ۳ و ص ۱۱۴ ب ۳۹ ح ۴' بحارالانوار: ۱۰۱/۶۰)

(۵) امام رضا علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے نقل فرماتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: زیارت حسین علیہ السلام کے یا مکہ کے زائرین کی عمر میں زیارت کے عرصے کا حساب نہیں کیا جاتا۔ (کامل الزیارات/۱۳۶ ب ۵۱' بحارالانوار: ۱۰۱/۴۷ وسائل: ۱۴/۴۱۴ ب ۳۷ ح ۹)

(۶) موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اور آپ کے حق کی معرفت حاصل کرلے تو خدا اس کے گزشتہ و آیندہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (کامل الزیارات ۱۳۸ ب ۵۴ ح ۱ تا ۱۵ اور عبارت میں تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ' بحارالانوار: ۱۰۱/صفحہ ۲۱ تا ۳۶)

آیۃ اللہ جزائری مرحوم فرماتے ہیں: اخبار (احادیث) سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سید الشہداء پر گریہ گناہوں کے لکھے جاچکنے کے بعد ان کی مغفرت کا باعث بنتا ہے۔ لیکن آنحضرتؑ کی زیارت ان کے ثبت کرنے میں مانع ہے۔ اس اعتبار سے کہ جب لوح محفوظ میں معلوم ہے کہ کوئی شخص آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوگا تو اس لیے اس کے گناہ اصلاً ثبت نہیں کیے جاتے۔ چونکہ لوح میں محو و اثبات بھی تحریر ہے۔ چنانچہ جب وہ زیارت کے لیے جاتا ہے تو (یہ گناہ) مٹا دیے جاتے ہیں۔ پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ:

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ

ثبت کیے جانے کا مطلب لوح محفوظ میں محو و اثبات ہے۔ (خصائص الزینبیہ/۹۱ خصیصہ ۱۹)

(۷) محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: اگر

لوگوں کو زیارت قبر حسین علیہ السلام کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ شوق اور حسرت کے ساتھ سے مر جائیں۔

میں نے عرض کیا: (زیارت قبر حسینؑ) کیا فضیلت رکھتی ہے؟ فرمایا: جو شخص ذوق و شوق کے ساتھ قبر حسین علیہ السلام پر جائے خدا اسے ہزار مقبول حجوں' ہزار عمروں اور بدر کے شہداء میں سے ہزار شہیدوں' ہزار روزوں ہزار صدقوں اور راہ خدا میں ہزار غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس سال میں وہ ہر بلا سے محفوظ رہے گا کہ جن میں سے آسان ترین شیطان ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے دو بزرگوار فرشتے موکل ہوں گے تاکہ اس کی ہر طرف سے حفاظت کریں۔

اگر وہ اس سال مرجائے تو اس کے غسل وکفن کے موقع پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوں گے، جو اس کے لئے استغفار کریں گے اور استغفار پڑھتے ہوئے قبر تک اس کے جنازے کی تشیع اور ہمراہی کریں گے۔ اور جہاں تک نظر جائے گی اس کی قبر وہاں تک وسیع کردی جائے گی۔ اللہ اسے فشار قبر اور نکیر ومنکر کے خوف سے امان دے گا۔ اس کے لئے جنت کا دروازہ کھل جائے گا اور اس کی کتاب (صحیفہ اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی۔

اور روز قیامت اس کو وہ نور عطا ہوگا جو مشرق و مغرب کے مابین کو روشن کردے گا اور منادی ندا کرے گا: یہ وہ شخص ہے جس نے شوق کے ساتھ قبر حسینؑ کی زیارت کی تھی۔ پس قیامت میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو قبر حسین کا زوار ہونے کی خواہش نہ کرے۔ (کامل الزیارات/۱۳۲ ب ۵۶ ح ۳ بحار الانوار: ۱۰۱/۱۸ وسائل: ۱۴/۴۵۲ ب ۴۵ ح ۱۸)

(۸) زید شحام کا کہنا ہے: میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: جو شخص (قبر) حسینؑ کی زیارت کرے اس کا صلہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہو۔

لوگو! یقیناً عرش برابر ہے کربلا
کیونکہ دل حسینؑ میں رہتا ہے خود خدا
مومن دلوں کا قبلہ ہے روضۂ حسینؑ کا
اُس سرزمین سے ہوئی دوبارہ ۱۰۲ عطا

احیائے حق کی تازہ کہانی حسینؑ ہے
یعنی کہ دیں کا بانیٔ ثانی حسینؑ ہے

(مرثیہ شہادت عظمیٰ)

میں نے عرض کیا جو شخص آپؑ میں سے کسی ایک (امامؑ کی) زیارت کرے اس کا صلہ کیا ہے؟ فرمایا: اس شخص کی مانند ہے جس نے رسول خداؐ کی زیارت کی ہو۔ (کامل الزیارات / ۱۵ اب ۶۰ ح ۴)

(۹) ابو بصیر امام صادق علیہ السلام سے اور ابو حمزہ امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں ہستیوں نے فرمایا: جو شخص یہ محبوب رکھتا ہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس کے ساتھ مصافحہ کریں تو اسے نیمہ شعبان میں قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہیے۔ جب رواح انبیاء اللہ سے زیارت (حسینؑ) کی اجازت لیتی ہیں اور انہیں اجازت دی جاتی ہے

ان پیغمبروں میں پانچ اولوالعزم پیغمبر بھی شامل ہیں۔

ہم نے عرض کیا: وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: حضرت نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد علیہم السلام۔

ہم نے عرض کیا: اولوالعزم کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا: جو تمام خلائق، بشمول مشرق سے لے کر مغرب تک زمین پر رہنے والے جنوں اور انسانوں، پر غالب ہوں۔ (کامل الزیارات / ۱۷۹ اب ۷۲ ح ۲، بحار الانوار: ۱۰۱/ ۹۳ ب ۳ ح ۲، ۳، ۴)

(۱۰) محمد بن مسلم امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں میں سے جو شخص قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے نہ جائے اس کا ایمان اور دین ناقص ہے اور اگر وہ بہشت میں داخل ہو بھی گیا تو مومنین کے نچلے سے نچلے درجے میں ہوگا۔ (کامل الزیارات ۱۹۳ ب ۷۸ ح ۱، بحار الانوار: ۱۰۱/ ۴ ب ۱۸ ح ۱۳ و ۱۴)

(۱۱) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص خود کو ہمارے شیعوں میں سے خیال کرے اور قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے نہ جائے اور مرجائے وہ ہمارے شیعوں میں

سے نہیں ہے، اور وہ بہشت میں داخل ہو بھی جاتا ہے تو اہل بہشت کا مہمان ہوگا۔ (کامل الزیارات/۱۹۳ح ۳' بحارالانوار: ۱۰۱/۴ح ۱۵)

(۱۲) ہارون بن خارجہ کا کہنا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے اس شخص کا حال پوچھا جو کسی وجہ کے بغیر قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کو ترک کرے؟ فرمایا: وہ اہل آتش میں سے ہے۔ (کامل الزیارات/۱۹۳ح ۵' بحارالانوار: ۱۰۱/ ۵ح ۱۷)

(۱۳) محمد بن احمد کا بیان ہے: میرا ایک ہمسایہ تھا جس کا نام علی بن محمد تھا اس نے کہا: میں ہر مہینے قبر (حسین علیہ السلام) کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میری عمر زیادہ ہوگئی اور میں کمزور و ناتواں ہوگیا۔ چنانچہ ایک عرصہ حضرت کی زیارت کو ترک کیے رکھا۔

ایک دن میں پیدل آپؑ کی زیارت کے لئے گیا۔ جب وہاں پہنچا تو سلام کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور سو گیا۔

میں نے خواب میں امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی قبر اطہر سے باہر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اے علی! تم تو نیک اور فرماں بردار شخص تھے۔ تم نے مجھ پر جفا کیوں کی؟ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! میرا جسم کمزور ہوگیا ہے پاؤں ضعف کا شکار ہیں اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ عمر کے آخری ایام میں ہوں۔ میں نے آپ سے روایت کی گئی ایک حدیث سن رکھی ہے میری خواہش ہے کہ آپ حضورؑ سے بذات خود سنوں۔ آپؑ نے فرمایا: کہو! میں نے عرض کیا: آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنی زندگی میں میری زیارت کرے اس کے مرنے کے بعد میں بھی اس کی زیارت کے لئے آؤں گا۔ فرمایا: ہاں اسی طرح ہے اور اگر اسے آتش جہنم میں پاؤں گا تو وہاں سے نکال لوں گا۔ (بحارالانوار: ۱۰۱/ ۱۶)

(۱۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص روز عرفہ قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے حضرت قائم عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف کے ساتھ ادا کیے گئے ایک ملین حج، رسولؐ خدا کے ساتھ کیے گئے ایک ملین عمروں، ایک ملین غلاموں کو آزاد کرنے اور ایک ملین گھوڑے راہ خدا میں جہاد کے لئے بھیجنے کا ثواب لکھے گا، اور اللہ اسے اپنا صدیق بندہ

کہے گا جو کہ اس کے وعدے پر ایمان لایا۔ اور فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں صدیق ہے کہ جسے خدا نے عرش کے اوپر پاک فرمایا اور زمین میں کروبی کا نام دیا گیا۔ (کامل الزیارات/۲۷۱ب ۷۵ ح ۱۰، بحارالانوار، ۱۰۱/ ۸۸ ح ۱۸، ۱۹)

(۱۵) ابو بصیر حضرت امام باقر اور امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا آپؑ فرماتے تھے: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا ٹھکانہ بہشت میں بنے وہ مظلومؑ کی زیارت کو ترک نہ کرے۔

میں نے عرض کیا: وہ مظلوم کون سی ہستی ہے؟

فرمایا: کیا تو مظلوم کو نہیں پہچانتا؟

اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَاحِبُ كَرْبَلَا ۔

''وہ امام حسینؑ صاحب کربلا ہیں''۔

جو شخص ذوق وشوق اور رسول خداؐ حضرت فاطمہ زہراؑ اور امیر المومنینؑ سے محبت و دوستی کے نقطہ نظر سے آپؑ (حسینؑ) کی زیارت کے لئے آئے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے دسترخوانوں پر بٹھائے گا اور جب لوگ حساب کتاب دے رہے ہوں گے وہ بہشتی کھانے کھا رہا ہوگا۔ (کامل الزیارات/ ۱۳۷ب ۵۲ ح ۲' بحارالانوار: ۱۰۱/ ۲۶ ح ۵۵ ص ۷۶)

مرحوم شوستری فرماتے ہیں: آنحضرتؑ کے زائر کا مقام اس قدر ہے کہ اسے کہیں گے: تو بھی کوثر پلانے والوں میں سے بن جا' خود سیراب ہو اور دوسروں کو بھی سیراب کر۔ (مجالس المواعظ/ ۲۳ مجلس ۳)

maablib.org

امام حسینؑ کی زیارت کے فوائد

وہ جن کا رابطہ ہے کربلا سے
نہیں ڈرتے کسی بھی ابتلا سے
(حرفِ دوام)

آنحضرتؑ کی زیارت کی فضیلت میں وارد ہونے والی روایات سے رجوع کرنے سے حسب ذیل فوائد سمجھ میں آتے ہیں۔ اگرچہ اس کے تمام آثار و فوائد حیطہ بیان میں نہیں آسکتے، چونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر لوگ اس کی فضیلت کو سمجھ لیں تو اشتیاق سے مر جائیں۔

(۱) (زیارت قبر حسینؑ) روزی کو بڑھاتی ہے اور فقر کا خاتمہ کرتی ہے (کامل الزیارات /۱۵۰ باب ۶۱)

(۲) زیارت کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اکثر احادیث میں ہے کہ اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اس نو مولود کی طرح ہو جاتا ہے جو دنیا میں تازہ وارد ہو، اور اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (کامل الزیارات /۱۵۲ باب ۶۲ و ص ۱۴۴ باب ۵۷ ح ۲ و ص ۱۴۵ باب ۵۷ ح ۵ و ص ۱۳۸ باب ۵۴)

(۳) زائر کی نیکیاں بڑھ جاتی ہیں۔ (کامل الزیارات /۱۳۳ باب ۴۹ ح ۳ و ص ۱۵۲ باب ۶۲ ح ۳)

(۴) (زیارت حسینؑ) بہشت میں داخل ہونے کا سبب ہوگی، بلکہ زائر دوسروں سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائے گا، جب کہ (دوسرے) تمام لوگ اپنا اپنا حساب دینے میں مصروف ہوں گے۔ (کامل الزیارات /۱۳۷ باب ۵۳)

(۵) اس کے درجات بلند ہو جائیں گے۔ (کامل الزیارات ۱۲۸ باب ۴۶ ح ۳)

(۶) اس کی دعائیں مستجاب اور حاجتیں پوری ہوں گی۔ (کامل الزیارات/ ۱۳۶ باب ۵۷ ح ۷)

(۷) آتش دوزخ سے رہائی ملے گی۔ (کامل الزیارات ۱۳۵ باب ۵۷ ح ۷)

(۸) زائر کی دوسروں کے حق میں شفاعت قبول ہوگی بعض روایات میں ہے: اس کی شفاعت سو افراد کے حق میں قبول ہوگی جو سب آگ کے مستحق ہوں گے اور دنیا میں مسرفین میں سے تھے۔ (کامل الزیارات/ ۱۶۵ باب ۶۸)

(۹) روز قیامت ہر شخص یہ آرزو کرے گا کہ میں زائرین حسینؑ میں سے ہو جاؤں، جب وہ ان (زائرین) کے لئے خدائے متعال کی کرامت کا مشاہدہ کرے گا۔ (کامل الزیارات/ ۱۳۵ باب ۵۰)

(۱۰) ہزار حج اور عمرہ کا ثواب اسے دیا جائے گا اور بعض احادیث میں لاکھ (حج و عمرہ کا ثواب) مذکور ہے، اور بعض روایات میں ہے: ہر قدم پر (اتنا ثواب ہوگا)۔ (کامل الزیارات/ ۱۶۴ باب ۶۶ ح ۱۰ و ص ۱۳۵ باب ۵۷ ح ۳ و ص ۱۴۴ ح ۱)

(۱۱) اسے راہ خدا میں جہاد کا ثواب ہوگا اور بعض روایات میں شہدائے بدر میں سے ہزار شہید کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔ (کامل الزیارات/ ۱۴۲ باب ۵۶ ح ۳)

(۱۲) اسے ہزار روزہ داروں کا ثواب دیا جائے گا۔ (کامل الزیارات/ ۱۴۲ باب ۵۶ ح ۳)

(۱۳) عمر کو لمبا کر دیا جاتا ہے اور اس کی کوتاہیوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ (کامل الزیارات/ ۱۵۰ باب ۶۱)

(۱۴) اس کا جان و مال محفوظ رہتا ہے۔ (بحار الانوار: ۱۰۱/ ۴۶ ح ۸)

(۱۵) اس کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ (کامل الزیارات/ ۱۶۷ باب ۶۹)

(۱۶) زیارت پر خرچ ہونے والی رقم کے بدلے میں اللہ اسے ہزار ہا گنا مال عطا کرتا ہے۔ (کامل الزیارات ۱۲۸ باب ۴۶)

(۱۷) ستر ہزار فرشتے اس کی قبر کے نزدیک نماز میں مشغول رہتے ہیں کہ جس میں سے ہر نماز کا ثواب بنی آدم کی نمازوں میں سے ہزار نماز کے برابر ہے، اور ان تمام نمازوں کا ثواب آنحضرتؑ کی قبر کے زوار کے لئے ہے۔ (کامل الزیارات/۱۲۱ اب ۴۲)

(۱۸) ملائکہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور بخشش طلب کرتے ہیں، اور اس کی واپسی کے وقت اس کی مشایعت کرتے ہیں۔ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کی تشییع کرتے ہیں، اس کے غسل و کفن میں حاضر ہوتے اور اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ (کامل الزیارات/ ۱۱۸ اب ۴۱ وص ۱۸۹ اب ۷۷)

اور ان (فرشتوں) کی تسبیح و تقدیس کا ثواب اس (زوار) کو دیا جاتا ہے اور (فرشتے) اس کے راہِ زیارت میں اٹھنے والے ہر قدم پر دعا کرتے ہیں۔ (کامل الزیارات/ ۲۰۷ ب ۷۹ ضمن ح ۵ بحارالانوار: ۱۰۱/۱۶۴)

(۱۹) جنت میں پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ کا ہم صحبت اور ہمسایہ ہوگا اور ان کے جوارِ رحمت میں رہے گا، اور ان کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھائے پیئے گا۔

اُس سا خوش بخت ہو گا کون بھلا؟!
زائرِ روضۂ حسینؑ ہے جو
(مظہر عباس)

زیارت (حسینؑ) سے رسول اللہؐ اور ان کے خاندان کے ساتھ صلہ رحم کرے گا اور بغیر کسی عذر کے زیارت نہ کرنے والا ان ہستیوں کی طرف سے عاق ہو جائے گا۔

زیارت کرنے سے اہل بیتؑ سے اس کی محبت میں اضافہ ہوگا اور ان کی دعاؤں میں شامل ہو جائے گا۔ (کامل الزیارات/ ۱۵۳ اب ۶۲ وص ۱۴۱ اب ۵۵ وص ۱۳۶ اب ۵۶ وص ۱۳۸ اب ۴۶ ح ۶)

(۲۰) ہزار صدقہ کا ثواب اس کے نامۂ عمل میں لکھا جائے گا۔ (کامل الزیارات/ ۱۴۲ اب ۵۶ ح ۳)

(۲۱) خداوند قدوس حاملان عرش اور ملائکہ مقربین کے سامنے اس پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ (کامل الزیارات ۱۶۳ ضمن ح ۵)

(۲۲) اسے راہِ خدا میں ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (کامل الزیارات /۱۶۴ اب ۶۷ ح ۱)

(۲۳) خداوند کریم اس پر نظر (کرم) فرماتا ہے اور بعض روایات میں ہے: وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہو، یعنی زائر حق تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل کر لیتا ہے۔ (کامل الزیارات /۱۴۷ اب ۵۹)

(۲۴) ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے چاہے اس کا ثواب کس قدر بھی ہو، مگر زیارتِ امام حسین علیہ السلام فرشتوں کے توسط سے روزِ قیامت تک دوام رکھتی ہے۔ (کامل الزیارات /۱۹۰ اب ۷۷ ح ۳ و ص ۱۲۰ ۷ اشک روان /۲۹۱)

(۲۵) ہر غمگین رنجیدہ خاطر اور دردمند جو آنحضرتؑ کی قبر کے نزدیک دعا کرتا ہے اور آپؑ سے توسل کرتا ہے اس کے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں، مرض سے شفا پاتا ہے اور اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (کامل الزیارات /۱۶۷ اب ۶۹)

(۲۶) اگر زائر شقی ہے تو سعید ہو جائے گا۔ (کامل الزیارات /۱۶۴ اب ۶۶ ح ۱۰ و ص ۱۴۴ اب ۵۷ ح ۳)

(۲۷) زائر کروبیین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ (کامل الزیارات /۲۷ اب ۷ ح ۱۰)

(۲۸) آنحضرتؑ کا زائر خدا و رسول کا زائر ہے۔ (کامل الزیارات /۱۳۹ اب ۶۰ و ص ۱۴۷ اب ۵۹)

(۲۹) کثیر روایات میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جو شخص میرے حسینؑ کی زیارت کرے میں روزِ قیامت اس سے ملاقات کرنے کا ضامن ہوں اور اسے (قیامت کے) خوف و شدائد سے نجات دلاؤں گا۔ (کامل الزیارات /۱۱ اب ۱، اور خصائص میں ہے کہ اس ضمن میں ۱۵ روایات ہیں اشک رواں /۲۸۳)

(۳۰) زائر کا ایمان کامل ہو جاتا ہے اور زیارت کو ترک کرنے سے نقصِ ایمان واقع ہوتا ہے بلکہ اس کا تارک شیعوں میں محسوب نہیں ہوگا۔ (کامل الزیارات/۱۹۳ اب ۷۸)

(۳۱) تمام اہلِ بہشت آنحضرتؑ کے زائرین کے مہمان ہیں کیونکہ جن اشخاص نے زیارت نہ کی اگر وہ بہشت میں چلے بھی جائیں تو بہشت کے مالک نہیں ہوں گے بلکہ دوسروں کے مہمان ہوں گے اور ان کا رتبہ دوسروں سے کمتر ہوگا۔ (کامل الزیارات/۱۹۳ ح ۱ تا ۳)

مہمانِ جنت کی ضرورت نہیں مجھ کو
ہو جاؤں میں جو دوستو مہمانِ کربلا
(مظہر عباس)

(۳۲) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اس (زائر) سے مصافحہ کریں گے۔ (کامل الزیارات/۹۷ اب ۲۷ ح ۲)

(۳۳) فشارِ قبر اور عذابِ قبر سے رہائی پائے گا۔ (کامل الزیارات ۱۴۲ اب ۵۶ ح ۳)

(۳۴) زائر قیامت کے خوف و وحشت سے امان پائے گا اور اس کا نامہ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (کامل الزیارات/۱۴۲ اب ۵۶ ح ا و ۳ و ص ۱۲۵ اب ۴۵)

(۳۵) ایک سال تک ہر بلا اور آفت سے امان میں رہے گا اور ملائکہ شش جہات سے اس کی نگہبانی کریں گے۔ (کامل الزیارت/۱۴۳ اب ۵۶ ح ۳)

(۳۶) زیارت کا عرصہ زائر کی عمر میں محسوب نہیں ہوتا۔ (کامل الزیارات/۱۳۶ اب ۵۱)

(۳۷) آنحضرتؑ کی زیارت تمام اعمال سے افضل ہے۔ (کامل الزیارات/۱۴۶ اب ۵۸)

(۳۸) مکرمین میں سے ہو جائے گا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے پرچم کے نیچے جگہ پائے گا: (کامل الزیارات/۱۴۳ اب ۵۶ ح ۴)

(۳۹) علی بن محمد خواب میں سید الشہداءؑ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: آپ سے روایت شدہ ایک حدیث کو بذاتِ خود سننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کہو: عرض کیا: آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنی زندگی میں میری زیارت کرے، مرنے کے

بعد میں اس کی زیارت کروں گا۔ امام نے فرمایا: ہاں اسی طرح ہے، اور اگر اسے جہنم کی آگ میں پاؤں گا تو نکال لوں گا۔ (بحار الانوار: ۱۰۱/۱۶)

(۴۰) آپ کی زیارت نہیں کرتے مگر صدیقین۔ (کامل الزیارات/۱۰۷ ب ۴۲ ح ۴)

اور بہت سے دیگر فوائد ہیں جن کو اختصار کے پیش نظر تحریر نہیں کیا جارہا۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ تمام آثار و فوائد بیان نہیں کئے جاسکتے۔ کیونکہ لوگوں کی قابلیت اور ظرفیت مختلف ہوتی ہے اور تمام لوگ ان مسائل کے متحمل ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔

زیارت کے کچھ آداب اور شرائط ہیں، جو کہ احادیث میں مذکور ہیں اور بزرگوں نے انہیں اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلوصِ نیت ہو اور بہتر ہے کہ زائر زیارت سے پہلے انہیں بغور سمجھ لے۔ (مفاتیح الجنان اور دیگر کتب سے رجوع فرمائیں)

صلۂ زیارت میں کمی بیشی کا راز

احادیث میں وارد ہونے والے ثوابِ زیارت میں اختلاف کے اسباب وعلل کو جاننے کے لئے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا ضروری ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

(۱) زائرین کے درجات میں اختلاف' مثلاً ان کی قوتِ ایمان یا ضعفِ ایمان' خدائے متعال اور آئمہ اطہار کا پیمانۂ معرفت اور دیگر فضائل جیسے تقویٰ وعلم وغیرہ کے سبب ایک زائر کو تو ایک ہی حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے جب کہ دوسرے کو بیس حج وعمرہ اور بعض کو ہزار حج وعمرہ کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۲) کبھی ان (زائرین) کے اخلاص میں اختلاف کے باعث ایسا ہوتا ہے کہ جو (زائر) زیادہ اخلاص کا حامل ہو اسے زیادہ ثواب وفضیلت عطا ہوتی ہے۔

(۳) تکلیف سفر وغیرہ کے سبب...... کہ جو دور دراز سے چل کر آئے، تکلیف اٹھائے اور زیادہ رنج ومحن برداشت کرے اسے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۴) ایام ولیالی (دنوں اور راتوں) میں اختلاف کے نقطۂ نظر سے' مثلاً جمعہ کی رات

اور نیمہ شعبان کی رات دوسری راتوں سے فضیلت میں فرق رکھتی ہیں۔ یا پھر روز عرفہ کہ جو سب ایام سے متفاوت ہے یہ مسائل متعدد احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔

(۵) آداب زیارت کی رعایت سے۔

علاوہ ازیں دیگر پہلو بھی ہیں جو احادیث سے رجوع کرنے پر واضح ہوتے ہیں۔

زیارتِ (قبر) حسینؑ سے مربوط چند داستانیں

(۱) مرحوم علامہ نوری اپنے استاد عالم بزرگوار مرزا خلیل تہرانی سے اور وہ استاد کل وحید بہبہانی کے شاگردوں میں سے معروف فاضل سولا محمد کاظم ہزار جریبی سے نقل کرتے ہیں: ایک دن میں کربلائے معلیٰ کی مسجد کے پائین صحن مقدس میں استاد کی مجلس درس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک زوار وہاں آیا اور ایک تھیلی سامنے رکھتے ہوئے بولا: یہ زنانہ زیورات ہیں آپ جیسے چاہیں انہیں خرچ کریں۔

استاد نے فرمایا: وقوعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ ایک عجیب داستان ہے، میں فلاں شہر کا رہنے والا ہوں، تجارت کے سلسلے میں میں روس کے ایک شہر میں گیا ہوا تھا۔ وہاں کثیر دولت میرے ہاتھ لگی۔ ایک روز میری نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی میں بے اختیار اس پر عاشق ہوگیا اور اس کے وارثوں کے پاس جا کر اس کی خواستگاری کی۔

انہوں نے کہا: ہمیں اس لڑکی سے تمہاری شادی کرنے میں کوئی بات مانع نہیں سوائے مذہب کے، اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم اس لڑکی کی شادی تم سے کر دیتے ہیں۔

میں غصے سے باہر نکل آیا اور چند روز صبر کیا۔ لیکن اس لڑکی سے میرا عشق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے تجارت سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس قدر حواس باختہ ہوا کہ ہلاکت کو قبول کرلیا اور خود سے کہا: ظاہراً نصرانی ہو جاتا ہوں۔

اس سوچ کے پیش نظر نصرانی ہوگیا اور اس لڑکی سے شادی کرلی۔ لیکن چند دن گزرے تو شہوت کی آگ سرد پڑگئی اور میں اپنے کیے پر بہت پشیمان ہوا، اور خود کو بہت سرزنش کی۔

نہ وطن ہی واپس جانے کی طاقت تھی اور نہ خود کو نصرانیت پر راضی کر سکتا تھا۔ میرا سینہ تنگ ہو گیا۔ تعلیمات اسلامی میں سے مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ لیکن لطف خدا سے وسیلۂ الٰہی' سالار شہیداں' امام حسین علیہ السلام کی گہری یاد میں ڈوب گیا اور اپنی نجات کا واحد ذریعہ آنحضرتؑ پر گریہ کرنے میں جانا۔ یہ فکر مجھ میں قوت پکڑ گئی اور آپؑ سے شدید محبت پیدا ہو گئی۔ کئی دنوں تک ایک کونے میں بیٹھا، زانوئے غم بغل میں لئے آپؑ کے مصائب کو زبان پر لاتا تھا اور گریہ و زاری کرتا تھا۔

میری بیوی میری یہ حالت دیکھ کر متعجب ہوتی اور مجھ سے گریہ کا سبب پوچھتی' آخر کار میں نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کہہ دیا کہ میں ابھی مذہب اسلام پر باقی ہوں اور میرا رونا امام حسین علیہ السلام کے لئے ہے۔

جونہی اس نے آنحضرتؑ کا اسم گرامی سنا، نور ایمان اس کے دل میں ظاہر ہو گیا' کفر کی تاریکیاں دور ہو گئیں، اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

یہاں تک کہ ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ہم چپکے سے اپنا مال و متاع اٹھاتے ہیں اور کربلائے معلی پہنچ کر اپنے قبولِ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور قبر حسینؑ کی زیارت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن نہایت افسوس کہ میری بیوی بیمار پڑ گئی، اور اس دنیا سے رحلت کر گئی۔

اس کے رشتہ دار اور نزدیکی جمع ہوئے اور عیسائیوں کے طریقے پر تجہیز کر کے اسے تمام زیور سمیت دفن کر دیا۔

میرا حزن و غم اور بڑھ گیا اور میں نے خود سے کہا: رات ہوتی ہے تو میں اس کا جسد نکالتا ہوں اور کربلا لے جا کر وہاں دفن کرتا ہوں۔ جب رات ہو گئی تو میں نے اس کی قبر کو شگافتہ کیا تو دیکھا کہ وہاں پر ایک بڑی بڑی مونچھوں والے بے ریش شخص کا جنازہ پڑا ہوا ہے۔ میں بہت حیران ہوا اور اس کے سبب سے بے خبر' پریشان خاطر گھر لوٹ آیا۔

خراب حالت میں میں نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: دل خوش رکھو کہ تمہاری بیوی کو ملائکہ نے کربلا میں منتقل کر دیا ہے اور صحنِ مقدس میں پائینِ پاکی طرف منارۂ کاشی کے نزدیک

دفن کردیا ہے' اور یہ فلاں بادیہ نشین کا جسد ہے جس کو آج وہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس کو تمہاری بیوی کی جگہ پر (فرشتے) یہاں لے آئے ہیں۔

میں خوشی خوشی کربلا چلا آیا ہوں اور خدائے متعال نے مجھے آنحضرتؑ کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میں نے صحن مقدس کے خدام سے پوچھا کہ فلاں روز مینار کے پاس کس کو دفن کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں بادیہ نشین کو۔ میں نے ان کے سامنے اپنا قصہ بیان کیا پس قبر کو کھودا گیا۔ جب میں قبر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی بالکل اسی طرح قبر میں سوئی ہوئی ہے جس طرح اسے اپنے شہر میں سپرد خاک کیا گیا تھا۔ میں نے اس کے زیورات اتار لئے ہیں جو آپ کو پیش کر رہا ہوں۔

مرحوم بہبہانی نے یہ زیوارات قبول کئے اور کربلا کے فقراء میں تقسیم کر دیئے۔ (دارالسلام نوری: ۲/۹۲ منتخب التواریخ ۷۵۵)

(۲) عالم بزرگوار شیخ حسن فرید گلپایگانی اور مرحوم آیت اللہ شیخ مرتضیٰ حائری اور دیگر علماء' مرحوم آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری یزدی' مؤسس حوزۂ علمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم آیۃ اللہ مرزا محمد تقی شیرازی مرحوم سے بالا خانہ میں درسِ خصوصی پڑھ رہے تھے۔ ہمارے دوسرے استاد آیت اللہ سید محمد فشارکی مرحوم نیچے سے اپنے دوست یعنی آیت اللہ مرزا محمد تقی کی آواز سن کر اوپر تشریف لائے۔ ان دنوں اہلِ سامرا کسی وبائی بیماری میں مبتلا تھے اور ہر روز متعدد افراد اس بیماری سے مر رہے تھے۔

آیت اللہ فشارکی نے آیت اللہ مرزا مرحوم سے فرمایا: کیا آپ مجھے مجتہد اور عادل سمجھتے ہیں؟ انہوں نے جواباً فرمایا: ہاں! فرمایا اگر میں کوئی حکم دوں تو آپ اسے انجام دیں گے؟ فرمایا: ہاں! فشارکی مرحوم نے فرمایا: میں حکم دیتا ہوں کہ سامرا کے شیعہ آج سے لے کر دس روز تک زیارتِ عاشورا پڑھیں اور اس کا ثواب حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی والدہ محترمہ نرجس خاتون کی روح اقدس کو ہدیہ کریں اور انہیں اپنے فرزند حضرت بقیۃ اللہ علیہ السلام کے نزدیک شفیع بنائیں تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ جو شخص اس عمل کو انجام دے گا وہ اس وبا میں مبتلا نہ

ہوگا۔

اہلِ مجلس نے یہ حکم تمام شیعوں تک پہنچایا، ہر شخص نے اس عمل کو انجام دیا تو آئندہ روز شیعوں کی اموات متوقف ہوگئیں اور ان میں سے کسی کی موت واقع نہ ہوئی سوائے ایک پارہ دوز (موچی) مومن کے کہ جس کے بارے میں علم نہیں تھا کہ اس نے زیارت پڑھی یا نہیں پڑھی اور یہ بھی پتا نہیں تھا کہ اس وبا سے مرا ہے یا کسی اور وجہ سے جبکہ ہر روز متعدد سنی حضرات مرتے رہے اور کسی حد تک مفہوم واضح تھا کہ وہ شرمندگی کے باعث اپنے مردوں کو رات کے وقت دفن کرتے تھے اور حرم عسکریین علیہما السلام میں آ کر کہتے تھے:

إِنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ مِثْلَ مَا تُسَلِّمُ عَلَيْكَ الشِّيعَةُ.

"ہم آپ پر اسی طرح سے سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپ پر شیعہ سلام کرتے ہیں"۔

بنا بہ نقل دیگر: ان میں سے کچھ اپنے شیعہ دوستوں سے پوچھتے تھے کہ تم نے کیا عمل انجام دیا ہے کہ جس کے سبب تم میں سے کوئی فوت نہیں ہوا؟ وہ جواب دیتے ہم زیارت عاشورا پڑھتے ہیں۔ ہم اس میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ بلا ہم سے ٹل جاتی ہے۔ (مجموعہ یادداشتہائی آیۃ اللہ شیخ مرتضی حائری ۲۷' داستانہائی شگفت/۳۹۴ داستان ۱۲۸ وطبع جامعہ مدرسین/۲۷۱ داستان ۱۴۳ الکلام یجر الکلام: ۱/۵۴، سر دلبران ۸۸، زیارات عاشورا اور اس کے عجیب وغریب اثرات/۱۵)

نگارندہ کہتا ہے: اس تجربہ سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو شخص بھی زیارت عاشورا کو اس طرح بجالائے گا وہ اپنے مقصود اور حاجت کو پالے گا۔ اور بہت سے دوستوں نے اس کی انجام دہی سے اپنے مطلوب کو حاصل کیا ہے۔

(۳) فقیہ زاہد وعادل مرحوم شیخ جواد بن شیخ مشکور عرب کہ جو نجف اشرف کے اجل علماء میں سے تھے، اور تمام عراق کے شیعوں کے لئے مرجع تقلید اور صحن مطہر کے آئمہء جماعت میں سے تھے نے ۱۳۳۶ ہجری میں ۲۶ صفر کی رات کو خواب میں حضرت عزرائیل کو دیکھا۔ سلام کے بعد آپ نے ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: میں

شیراز سے آرہا ہوں۔ وہاں میں نے میرزا ابراہیم محلاتی کی روح قبض کی ہے۔ شیخ نے پوچھا: برزخ میں ان کی روح کس حال میں ہے؟ فرمایا: بہترین حالت میں برزخ کے بہترین باغات میں ہے، اور اللہ نے ہزار فرشتوں کو ان کا موکل بنا رکھا ہے جو ان کا حکم بجالاتے ہیں۔

شیخ نے پوچھا: وہ کس عمل کے سبب اس مقام پر پہنچے ہیں؟ کیا اپنے علمی مقام اور شاگردوں کی تعلیم و تربیت کے سبب؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: آیا نماز با جماعت اور لوگوں کو (شرعی) احکام پہنچانے کے سبب؟ فرمایا: نہیں۔

میں نے کہا: پھر کس لئے؟ فرمایا: زیارتِ عاشورا پڑھنے کی وجہ سے (میرزا محلاتی مرحوم نے اپنی عمر کے آخری تیس سال زیارت عاشورا کو کبھی ترک نہ کیا تھا، اور جس روز بوجہ بیماری یا بوجہ امر دیگر نہ پڑھ سکتے تھے اس کی نیابت کے لئے بعد میں پڑھتے تھے۔

شیخ مرحوم: آئندہ روز آیت اللہ میرزا محمد تقی شیرازی کے مکان پر گئے اور انہیں اپنا خواب سنایا۔

میرزا محمد تقی شیرازی مرحوم گریہ کرنے لگے، ان سے گریہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: میرزا محلاتی (یقیناً) اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ آپ فقہ کے ستون تھے۔

لوگوں نے ان سے کہا: شیخ نے خواب دیکھا ہے اور اس کی واقعیت کا علم نہیں۔ میرزا نے فرمایا: اگرچہ خواب ہے مگر شیخ مشکور کا خواب ہے، نہ کہ کسی خوابوں کے شہزادے کا۔ اس سے ایک روز بعد میرزا محلاتی کی وفات کا ٹیلی گرام شیراز سے نجف اشرف پہنچا اور شیخ مرحوم کے خواب کی صحت آشکارا ہوگئی۔

اس داستان کو نجف اشرف کے تمام فضلاء نے آیت اللہ سید عبدالہادی شیرازی مرحوم سے نقل کیا ہے (جو شیخ مرحوم کے میرزا محمد تقی کے مکان پر پہنچنے اور اپنا خواب سنانے کے وقت موجود تھے)، اور آیت اللہ محلاتی مرحوم کے فرزند دانش مند گرامی جناب حاج صدر الدین محلاتی نے بھی شیخ مذکور سے یہ داستان سنی۔ (عجیب و غریب داستانیں، داستانہای شگفت، چاپ اول ۳۶۹ داستان ۱۱۳ و چاپ جامعہ مدرسین ۱۹۶ داستان ۱۱۰)

(۵) استاد اشرف آہن گر کی داستان اور سید رشتی کی داستان جو بہت مشہور ہیں اور مرحوم محدث قمی قدس سرہ نے مفاتیح الجنان کے زیارت عاشورا اور زیارت جامعہ کے باب میں ان داستانوں کو نقل کیا ہے۔

(۶) علامہ نوری مرحوم نے عالم بزرگوار و متقی' معدن علم و فضل، شیخ المشائخ شیخ جواد سے اور وہ اپنے والد بزرگوار عالم متقی شیخ حسین نجفی سے نقل کرتے ہیں: ایک نصرانی بصرہ میں تجارت کرتا تھا، جب تجارت سے بہت سا منافع اس کے پاس آ گیا تو اس نے بصرہ کو اپنی سکونت اور تجارت کے لئے مناسب نہ جانا۔ اس کے ہم پیشہ اور دوست احباب نے بھی اسے لکھا کہ بغداد آ جاؤ کیونکہ بصرہ میں رہنا تمہارے لئے سزاوار نہیں ہے۔ اس نے اپنے ضروری مال و متاع کو سمیٹا اور بغداد کی جانب روانہ ہوا تا کہ اپنے کام کو فروغ دے اور مزید ترقی کر سکے۔

راستے میں ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے مال و متاع کو لوٹ لیا۔ بیچارا تاجر خالی ہاتھ اور پیادہ پا' بادیہ نشینوں کے ایک طائفے میں پہنچا اور ان کے ہاں بطور مہمان ٹھہرا۔ وہ اس قبیلہ سے تھوڑا تھوڑا مانوس ہو گیا۔ وہ جہاں بھی نقل مکانی کرتے وہ ساتھ رہتا، نیز ان کے ہمراہ کھیتی باڑی کے کام میں بھی ہاتھ بٹانے لگا۔

ایک مدت کے بعد اس نے خود سے کہا: شاید میں ان لوگوں پر بوجھ ہوں! ایک دن اس نے اپنے اس اندیشے کا اظہار اپنے رفقاء سے کیا تو انہوں نے کہا: مطمئن رہو تم ہم پر بوجھ نہیں ہو کیونکہ مہمانوں کے خورد و نوش کے لیے بجٹ معین ہے اور تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی' لہٰذا بے فکر رہو۔

ان میں سے اکثر نے آئمہ علیہم السلام کی زیارت کا ارادہ کیا اور زادِ سفر کے طور پر کچھ گندم اور کھجوریں مہیا کیں۔ اس نصرانی کو بھی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور اس نے کہا: میں یہاں تنہا خستہ حالی میں پڑا رہوں گا، اگر کوئی چیز مانع نہ ہو تو مجھے بھی اپنے ہمراہ لیتے چلو تا کہ میں تمہارے لئے مددگار ثابت ہو سکوں۔

چنانچہ وہ اس نصرانی کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ وہ ان سے کھاتا پیتا اور دیگر کے سامان کی

حفاظت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ نجف اشرف پہنچ گئے اور وہاں کی زیارت کرنے کے بعد کربلا کی جانب عازم سفر ہوئے۔

جب وہ کربلا پہنچے تو یہ عاشورۂ محرم کے دن تھے، کربلا ماتم اور گریہ و نوحہ کے شور سے پُر تھا۔ انہوں نے صحن مقدس کے ایک کونے میں قیام کیا اور اپنا سامان نصرانی کے پاس رکھ کر اسے کہا: تم یہاں ہی بیٹھنا ہم ظہر کے بعد تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔

عاشور کی رات کو نصرانی ایک جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ جب رات کا کچھ حصّہ گزر گیا تو اس نے تین محترم ہستیوں کو حرم سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے دوسروں سے فرمایا: جو زائرین اس شہر میں زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں ان کے ناموں کو مخصوص دفتر میں لکھ لو۔

دو اشخاص چلے گئے اور کافی دیر کے بعد واپس آ کر ناموں کی فہرست اس ہستی کے سامنے رکھی۔ آقا نے اس دفتر پر نگاہ کی اور فرمایا: ابھی کچھ زائرین کے نام باقی ہیں۔

وہ دوبارہ گئے اور واپس آ کر کہا: اب کوئی باقی نہیں رہا۔

تیسری بار وہ ہر جگہ گھوم کر پلٹے اور کہا: اب کسی کا اندراج باقی نہیں رہا سوائے اس نصرانی کے فرمایا: تم نے اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟

أَلَيْسَ قَدْ حَلَّ بِسَاحَتِنَا.

کیا وہ ہمارے حرم میں وارد نہیں ہوا؟

پس وہ نصرانی کفر کی نیند سے جاگ اٹھا اور ایمان کا نور اس کے دل میں چمکنے لگا اور خدا نے دنیوی مال کے بدلے میں اسے اُخروی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

نوری مرحوم نے اس داستان کے بعد اس کی مثل ایک اور داستان بھی نقل کی ہے۔ (دارلسلام: ۱۴۳/۲)

(۷) اور فاضل صالح شیخ حسن مازندرانی سے بھی منقول ہے کہ میں شیخ الفقہا، صاحب جواہر کی مجلسِ بحث میں شریک تھا، آپ نے فرمایا: کل رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بہت بڑی مجلس برپا ہے، بہت سے علماء موجود ہیں اور دربان ایستادہ ہیں۔ میں نے اجازت لی

اور (مجلس میں) داخل ہوا' میں نے دیکھا کہ تمام گزشتہ علماء تشریف فرما ہیں اور صدر مجلس میں علامہ مجلسیؒ بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے اس بات پر تعجب کیا کہ یہ (علامہ مجلسیؒ) سب پر مقدم ہیں ؟! میں نے نگہبانوں سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: علامہ مجلسیؒ آئمہ علیہم السلام کے نزدیک باب الا ئمہ مشہور ہیں اور یہ مقام و منزلت اس وجہ سے ہے کہ آپ نے زائرین کے لیے چاؤش (رہنماؤں) کا اہتمام کیا۔

مرحوم نوری فرماتے ہیں چاؤش کے رواج پانے کے بعد لوگوں میں آئمہ علیہم السلام کی زیارت کی تشویق اور ترغیب ہوئی ، اور ممکن ہے کہ اس سے آپ کی تالیفات مراد ہوں جو احادیث و آثار اہل بیتؑ کی نشر و اشاعت کا سبب بنیں اور لوگوں کو خاندان عصمت کا راستہ معلوم ہوا۔ (دارلسلام :۲/۲۴۴)

(۸) یزد کے ایک بزرگ شیخ علی اکبر سعیدی مرحوم نقل کرتے ہیں۔ ایک زرتشی لڑکی نے اسلام قبول کیا اور حاج ابو القاسم بلور فروش مرحوم سے شادی کی۔ بیس سال کا عرصہ گزر گیا لیکن اس کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی اسے تجویز پیش کی گئی کہ زیارت عاشورا پڑھو۔ یہ عورت مسلمان ہوگئی اور اس نے چالیس دن زیارت عاشور کو صد لعن اور دعائے علقمہ کے ساتھ پڑھا۔ خدا نے اسے اولاد نرینہ عطا کی۔

(۹) آیت اللہ شیخ علی اکبر نہاوندی مرحوم نقل کرتے ہیں کہ سید جلیل سید احمد اصفہانی، جو خوشنویس کے نام سے مشہور تھے، ہمارے لئے تحریر فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے روز مسجد سہلہ کے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا' ناگاہ ایک بزرگوار اور معمم (عمامہ پہننے والے) سید وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے حجرہ میں موجود ایک فرش اور چند کتب اور برتنوں پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: حاجب دنیا کی کفایت کے لئے تم ہر روز صبح کے وقت امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی نیابت میں زیارت عاشور پڑھا کرو، میں تمہاری ہر ماہ روزی کی کفایت کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ تم کسی کے محتاج نہیں ہوگے۔ پھر انہوں نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا: یہ رہا تمہارا ایک ماہ کا خرچ اور خود مسجد کی

طرف چلے گئے۔

میں (شرم سے) زمین پر گر گیا اور میری زبان گنگ ہوگئی، نہ میں اپنی خواہش کے مطابق نہ بات کرسکتا تھا اور نہ ہی مجھ میں اٹھنے کی سکت تھی۔ جب وہ چلے گئے تو میں باہر نکلا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا میں کسی آہنی قید سے آزاد ہوا ہوں۔ چنانچہ میں اٹھا اور مسجد سے باہر نکل کر (ادھر ادھر) دیکھا لیکن باوجود جستجو کے اس ہستی کو نہ پایا۔ (عبقری الحسان: ۱/۱۱۳)

(۱۰) سلیمان اعمش سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میرا ایک ہمسایہ تھا جس کے گھر میرا آنا جانا تھا، شب جمعہ کو میں اس کے پاس گیا اور امام حسینؑ کی زیارت کے متعلق پوچھا۔ اس شخص نے کہا: یہ بدعت ہے اور ہر بدعتی گمراہ ہے اور ہر گمراہ کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سلیمان کا کہنا ہے: میں غصے میں اس کے پاس سے اٹھ آیا اور اپنے آپ سے کہا صبح اس کے پاس جاؤں گا اور اسے امام حسین علیہ السلام کے فضائل سے آگاہ کروں گا۔ اگر اس نے اپنے عناد پر اصرار کیا تو اسے قتل کر دوں گا۔

صبح کے وقت میں اس کی تلاش میں نکلا، اس کے دروازے پر دستک دی اور اس کا نام لے کر صدا دی۔ اس کی بیوی نے کہا: میرا شوہر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے۔

سلیمان کا کہنا ہے: میں (بھی) اس کے پیچھے آنحضرتؑ کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ جب حرم میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ سجدہ کی حالت میں گریہ کر رہا ہے اور توبہ و استغفار میں مشغول ہے۔ کافی دیر کے بعد اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو میں نے اسے کہا: کل رات تو تم امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے منکر تھے اور اسے بدعت سمجھتے تھے، اب خود زیارت کے لئے آئے ہوئے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: سلیمان! مجھے ملامت نہ کرو، کل رات تک میں نے آئمہ اطہارؑ کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن (رات) میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں وحشت زدہ ہو گیا ہوں۔

میں نے درمیانے قد و قامت کے ایک جلیل القدر شخص کو دیکھا کہ جس کے رعب عظمت کے سبب مجھے اس کے جلال و جمال اور کمال کی تعریف کی قدرت نہیں۔ میں نے دیکھا

کہ لوگوں کا ایک گروہ اس کے ارد گرد موجود تھا اور اس کے پاس ایک اور ہستی تشریف فرما تھی کہ جس کے سر پر ایک تاج تھا۔

میں نے ایک خادم سے پوچھا: یہ کون ہستیاں ہیں؟ اس نے کہا: یہ محمد مصطفیٰؐ ہیں اور دوسرے ان کے وصی علی مرتضیٰؑ ہیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو ایک نوری ناقہ زمین و آسمان کے درمیان حرکت میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس پر ایک نوری ہودج تھا اور اس پر دو خواتین تشریف فرما تھیں۔

میں نے پوچھا: یہ ناقہ کس کا ہے؟ اس نے کہا خدیجہ کبریٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کا۔ میں نے پوچھا: یہ جوان کون ہے؟ جواب ملا حسن ابن علیؑ ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ملا: یہ سید الشہداء حسین ابن علیؑ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں، جو کربلا میں حالت مظلومیت میں شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت میں نے چاہا کہ اس (نوری) ہودج کی طرف بڑھوں جس میں حضرت فاطمہؑ سوار تھیں میں نے دیکھا کہ آسمان سے کچھ رقعے نیچے گر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ رقعے کیسے ہیں؟ جواب ملا: ان رقعوں میں تحریر ہے:

أَمَانٌ مِنَ اللّٰهِ لِزُوَّارِ الْحُسَيْنِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ.

"شب جمعہ میں امام حسین علیہ السلام کے زائرین کے لئے امان ہے"

میں نے بھی ان رقعوں میں سے ایک رقعہ لینے کی درخواست کی۔ جواب ملا: تو تو کہتا ہے کہ زیارت بدعت ہے، تمہیں یہ رقعہ نہیں مل سکتا جب تک کہ تو اس ہستی کے فضل و شرف کا معتقد نہیں ہو جاتا اور اس کی زیارت کے لئے نہیں جاتا۔ اچانک ایک ہاتف نے ندا دی: آگاہ ہو جاؤ کہ ہم اور ہمارے شیعہ بہشت کے درجۂ عالیہ میں ہوں گے۔

پس میں خوف و وحشت کے سبب بیدار ہو گیا اور اسی لمحے اپنے سید و سردار حسین علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کر لیا، اور اب میں اللہ رب العزت سے (اپنے کہے کی) معافی مانگ رہا ہوں۔ سلیمان! خدا کی قسم میں جب تک زندہ رہا آنحضرتؑ کی زیارت ترک نہیں کروں گا

(دار السلام: ۱/۲۲۵، نجم الثاقب/۲۷۷، مزار ابن المشہدی اور منتخب طریحی سے نقل کیا گیا ہے)

بحار الانوار: ۱۰۱/۵۸ مزار کبیر سے منقول ہے)

(۱۱) الحاج علی بغدادی کی داستانِ شرف میں اس طرح روایت ہے ....سیدنا! ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے۔ فرمایا: پوچھئے میں نے کہا: امام حسین علیہ السلام کے تعزیہ خوان پڑھتے ہیں کہ سلیمان اعمش کے پاس ایک آدمی آیا اور سید الشہداءؑ کی زیارت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: یہ بدعت ہے۔ پس اس نے خواب میں زمین و آسمان کے درمیان ایک ہودج دیکھا۔ اس نے سوال کیا کہ اس ہودج میں کون ہے؟ اسے جواب ملا حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجہ کبریٰؑ ہیں۔

اس نے پوچھا: یہ کہاں جا رہے ہیں؟ کہنے لگے:

زیارت امام حسین علیہ السلام کے لئے کیونکہ آج شب جمعہ ہے، اور اس نے کچھ رقعے دیکھے جو ہودج سے نیچے گرائے جا رہے تھے اور ان پر تحریر تھا:

أَمَانٌ مِنَ النَّارِ لِزُوَّارِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ
أَمَانٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"زائرینِ حسینؑ کے لیے شب جمعہ دوزخ سے عذاب ہے اور روزِ قیامت دوزخ سے امان ہے"۔

کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ فرمایا: ہاں سچی اور مکمل ہے۔

میں نے کہا: سیدنا! کیا یہ بھی صحیح کہ جو کہا جاتا ہے: جس شخص نے شب جمعہ کو حسین علیہ السلام کی زیارت کی اس کے لئے امان ہے؟ فرمایا: ہاں اللہ کی قسم (صحیح ہے) اور آپؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپؑ رونے لگے (مفاتیح الجنان، نجم الثاقب ۲۳۷، مرحوم نوری نے بذاتِ خود بغیر کسی واسطہ کے حاج علی بغدادی سے نقل کیا ہے۔ مرحوم آیت اللہ اراکی نے قم میں جمعہ کی نماز میں (یہ روایت) اپنے استاد مرحوم آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائری مؤسس حوزۂ قم سے نقل کی ہے اور انہوں نے تین معتبر واسطوں سے حاج علی بغدادی سے نقل فرمائی ہے)۔

(۱۲) استاد ملا عبدالحمید قزوینی مرحوم کہتے ہیں: اپنی طویل مدت کی مجاورت کے دوران

میں امام حسینؑ کی زیارت مخصوصہ باقاعدگی سے بجالاتا رہا مگر جن دنوں میں نے مسجد سہلہ میں چالیس راتیں چلہ کاٹنے کا ارادہ کیا،

اتفاقاً ایک روز میں کربلا جانے کے ارادے سے باہر نکلا۔ جب وادی السلام کی بلندی پر پہنچا تو میں نے مجمعِ اعیان کو دیکھا کہ ایک آقا زادے کی مشایعت کے لئے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ پس انہوں نے اسے کمالِ احترام سے کجاوے میں سوار کیا، اس کے کان میں دعائے سفر پڑھی، چند قدم اس کے ہمراہ چلے اور اسے ملازموں اور لوازم سفر کے ساتھ روانہ کیا۔

جب میں نے یہ دیکھا اور پھر اپنی ذلت سفر کا مشاہدہ کیا تو میں ملول اور شرمسار ہوا اور ارادہ کیا کہ آئندہ اس طرح ذلت وخواری کے ساتھ زیارت کے لئے نہیں جاؤں گا۔ میں واپس آیا تو میرا یہی ارادہ تھا کہ اتنے میں زیارت مخصوصہ کا وقت آپہنچا، طالب علموں میں سے چند ایک نے خواہش کی کہ میں ان کے ہمراہ زیارت کے لئے جاؤں۔ میں نے قبول نہ کیا اور کہا: میرے پاس وہاں مسافر خانے میں ٹھہرنے کے لئے کرایہ بھی نہیں ہے اور میں پیدل بھی جانا نہیں چاہتا۔

انہوں نے کہا: تم ہمیشہ پیدل ہی جایا کرتے تھے! میں نے کہا: اب نہیں جاؤں گا۔ وہ کہنے لگے: اس دفعہ جب کہ ہم نے پیدل جانے کا ارادہ کرلیا ہے تو تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ ہم (تمہیں لے) جانے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس کے بعد تم جانو اور تمہارا کام۔

نہایت اصرار کے بعد ہم نے توشہ راہ خریدا اور روانہ ہوگئے آئندہ روز روز زیارت تھا۔ صبح کے وقت ہم باہر نکلے تاکہ نماز ظہر ''کارواں سرائے شور'' میں پڑھ سکیں اور رات کو کربلا پہنچ جائیں۔ یہ کارواں سرائے خستہ حال تھی اور ہوا بھی گرم تھی، اس کے علاوہ وہاں چوری چکاری کا بھی خطرہ تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ہم سوگئے۔ میں اپنے ہمراہیوں سے جلدی جاگ اٹھا اور آفتابہ اٹھا کر وضو کے لئے گیا۔ وضو کے دوران میں جب میں مسح کرنے میں مشغول تھا، میں نے ایک شخص کو دیکھا جو عربی لباس پہنے پیادہ پا کاروان سرائے میں داخل ہوا اور تیزی سے میری طرف بڑھا۔ مجھے گمان ہوا کہ یہ چور ہے لیکن میں خوف زدہ نہ ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ میرے نزدیک پہنچا اور میری طرف متوجہ ہو کر بولا: ملا عبدالحمید قزوینی تم ہی ہو؟ جب اس نے کسی سابقہ آشنائی کے بغیر میرا نام لیا تو میں تعجب سے بولا: ہاں! میں ہی ہوں اس نے کہا: تمہی نے کہا تھا کہ میں آئندہ ذلت وخواری سے نہیں جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: تم تیار ہو جاؤ کہ تمہارے آقا ابوالفضل عباسؑ اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ تمہارے استقبال کے لئے آئے ہیں تاکہ تم اپنی قدر کو جان سکو اور اس بے اعتبار دنیا کے زرق برق سے افسردہ اور غمگین نہ ہو۔

جب میں نے اس کی بات سنی تو مات ومبہوت ہو گیا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اچانک دو سوار اسی شکل وصورت کے جن کے بارے میں میں نے سنا تھا اور کتب احادیث ومقتل میں پڑھ رکھا تھا، جنگی اسلحہ سے لیس کاروان سرائے میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوالفضل عباسؑ آگے آگے تھے اور ان کے پیچھے پیچھے حضرت علی اکبرؑ تھے۔ جب میں نے دیکھا تو بے اختیار چبوترے سے نیچے اترا اور دوڑتا ہوا ان کے گھوڑوں کے پاؤں میں گر کر ان کو بوسہ دیا اور پھر ان کے گھوڑوں کے اردگرد گھوم کر ان کے زانو، رکابیں اور پاؤں چومنے لگا۔

میں نے خود سے کہا: زہے نصیب! میں اپنے رفقاء کو بیدار کرنے لگا تاکہ وہ بھی حیدر کرارؑ کے ان دو بیٹوں کی خدمت میں پہنچ سکیں۔ میں جلدی جلدی ان کے پاس پہنچا اور ان میں سے ایک کو ہاتھ سے ہلاتے ہوئے کہا: ملا محمد جعفر! اٹھئے کہ حضرت عباسؑ اور علیؑ اکبر استقبال کے لئے آئے ہیں، چلو ان سے شرف باریابی حاصل کریں۔

ملا جعفر نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا: اخوند کیا کہہ رہے ہو۔؟ شیخی بگھارتے ہو! میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آؤ دیکھو وہ تشریف فرما ہیں۔

جب اس نے میرا اصرار اس حد تک دیکھا تو سمجھ گیا کہ کوئی بات ہے، وہ اٹھا اور جب ہم وہاں پہنچے تو کسی کو بھی نہ پایا۔ ہم کارواں سرائے سے باہر نکل آئے۔ صحرائے ہموار کے اطراف میں ہم نے بڑی دور تک ادھر ادھر دیکھا لیکن اس پیادہ اور دونوں سواروں کے آثار و غبار دور تک نہ تھے۔ پس ہم متاسف وحیران واپس چلے آئے

میں نے اپنے سابقہ ارادے سے توبہ کی اور عزم مصمم کیا کہ اس مظلومؑ کی زیارت کو ہرگز ترک نہیں کروں گا، اگرچہ ظاہراً یہ ذلت و زحمت ہی کیوں نہ لگے۔ (دارلسلام عراقی / ۴۴۸ ساتویں واقعہ کا خلاصہ)

(۱۳) میرے استاد بزرگوار دام ظلہ الوارف نقل فرماتے ہیں: میں نجف اشرف میں آقائے سید حسین شاہرودی رحمتہ اللہ علیہ کے مکان پر ٹھہرا ہوا تھا انہوں نے فرمایا:

میں شیخ علی زاہد قدس سرہ (جو کہ بزرگان نجف میں سے تھے اور اپنے زہد و تقوی کے سبب ممتاز تھے، اور ان کی عدالت سب کے لئے مسلمہ تھی) کے ہمراہ مسجد سہلہ سے پیدل واپس آرہا تھا۔ ایک عربی نے ہم کو روکا اور شیخ علی زاہد سے پوچھا: یا شیخ! کیا یہ صحیح ہے کہ جو شخص چالیس راتیں مسجد سہلہ میں آئے وہ حضرت مہدی ارواحنا فداہ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں اس نے پوچھا: کیا آپ نے حضرتؑ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے؟

فرمایا: مجھے چالیس راتیں مسجد (سہلہ) میں آنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: چونکہ مجھے بعض راتوں کو حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی زیارت کے لئے کربلا جانا ہوتا ہے اور اس طرح مسجد (سہلہ) جانے کا عمل ترک ہو جاتا ہے۔ کہنے لگا: چالیس راتوں کی تکمیل کے لئے امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کردیں، کربلا تو ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں جانے کی خواہش کی جائے۔ شیخ علی زاہد نے فرمایا: میں تمہارے لئے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں تاکہ تم جان سکو کہ میں زیارت امام حسینؑ کو ترک نہ کرنے کا حق رکھتا ہوں (یا نہیں)۔

فرمایا: نجف اشرف میں ایک متدین و محترم شخص رہتا تھا۔ آخری عمر میں اس نے اپنی تمام جائیداد فروخت کردی اور کربلا کو مسکن بنالیا۔ ہم نے اس سے کہا: سب لوگ خواہش رکھتے ہیں کہ نجف اشرف میں مریں لیکن تو کربلا آگیا ہے! اس نے کہا: امیرالمومنین (علی) علیہ السلام کی دستگاہ صرف مرد ہی قبول کرتے ہیں (یعنی صالح اور پاک کردار لوگ کہ جو دنیا سے علاقہ نہیں رکھتے اور گناہوں سے آلودہ نہیں ہوتے بارگاہ علی علیہ السلام میں جاتے ہیں۔ لیکن

بارگاہ حسینؑ میں سب کو قبول کرلیا جاتا ہے خواہ وہ متقی ہوں یا فاسق' حتی کہ یہود و نصاریٰ تک بھی اوسع الٰہی کے اس دروازے میں سے گزر سکتے ہیں۔

مختصراً وہ شخص کربلا میں فوت ہوگیا اور وہیں دفن ہوا۔ اس کی تدفین کی رات کچھ لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا:

جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو نکیرین سوالات کے لئے آ پہنچے، وہ میرے اعمال کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کرنے لگے:

انہوں نے میری نمازوں سے شروع کیا، لیکن ان کی قبولیت میں اشکال کیا گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچے تھے کہ (میری نمازیں) خدا کے لئے نہ تھیں جب میری نماز رد ہوگئی تو میں مایوس ہوگیا۔ بعد میں اسی طرح مجھے تمام اعمال کا خدشہ تھا کہ قبول نہیں ہوئے۔ پھر بات ان اعمال تک پہنچی جو امام حسین علیہ السلام سے مربوط تھے۔ کہا گیا: یہ کربلا کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ انہوں نے بغیر کسی اعتراض کے قبول کیا۔ مجلسِ روضہ (خوانی) میں شرکت کی تھی؟ قبول کی۔ فلاں مجلس عزاء میں عزاداروں کی خدمت کی تھی۔ قبول کی اور اسی طرح ....

میں قبر میں جذباتی ہوگیا اور کہا: اے فرشتگانِ خدا! میرے سب اعمال میرے لئے کیوں نہیں۔ باقی کوئی چیز کس لئے قبول نہیں ہوئی اور ان میں سے کوئی چیز رد کیوں نہیں ہوئی!

انہوں نے مجھ سے کہا: "خاموش ہو جاؤ کہ ہم بارگاہ حسینی میں تحقیق کی جرات نہیں رکھتے ہیں، ہم صرف ظاہر پر مامور ہیں"

اس کے بعد شیخ علی زاہد نے فرمایا: کیا اب میں حق رکھتا ہوں کہ زیارت امام حسینؑ کو ترک نہ کروں؟ اس عرب نے کہا: ہاں حق تمہارے ساتھ ہے۔

(۱۴) آیۃ اللہ علامہ امینی قدس سرہ مؤلف کتاب "الغدیر" کے فرزند ارجمند آقائے ڈاکٹر محمد ہادی امینی لکھتے ہیں:

اپنے والد بزرگوار کی وفات کے چار سال بعد سن ۱۳۹۴ ہجری قمری کو صبح جمعہ کی اذان سے پہلے میں نے انہیں خواب میں خوش و خرم دیکھا۔ میں آگے بڑھا اور سلام و دست بوسی کے

بعد عرض کیا: وہاں آپ کی سعادت ونجات کا باعث کون سا امر بنا؟

کہنے لگے: کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں نے دوبارہ عرض کیا: آغا جان! جہاں آپ اقامت پذیر ہیں وہاں کون سا عمل آپ کی نجات کا موجب بنا؟ کیا کتاب الغدیر، یا آپ کی تمام تالیفات یا پھر کتاب خانہ کی تاسیس یا......؟

انہوں نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، اپنی بات کی کچھ وضاحت کرو۔

میں نے کہا: آغا جان! اب جب کہ آپ ہمارے درمیان سے جا چکے ہیں اور دوسرے جہان میں منتقل ہو چکے ہیں، جہاں آپ ہیں وہاں آپ کی سینکڑوں خدمات اور بڑے بڑے علمی ودینی اور مذہبی کارناموں میں سے کون سا عمل آپ کی نجات کا باعث بنا ہے؟

علامہ امینی مرحوم نے فکر وتامل کے بعد فرمایا: صرف زیارت امام حسینؑ۔

میں نے عرض کیا: آپ جانتے ہیں کہ ایران وعراق کے تعلقات نہایت ناگفتہ بہ ہیں اور کربلا کا راستہ بند ہے اب میں کیا کروں؟

فرمایا: عزاداری امام حسین علیہ السلام میں جو مجالس ومحافل برپا ہوں ان میں شرکت کرو، تمہیں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب مل جائے گا۔

پھر فرمایا: میرے بیٹے! گزشتہ ایام میں بھی میں تمہیں بارہا یاد دلا چکا ہوں اور اب بھی نصیحت کرتا ہوں کہ زیارت عاشور کو کسی وقت اور کسی وجہ سے بھی ترک اور فراموش نہ کرنا۔ زیارت عاشورہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرو اور اسے وظیفہ بنا لو، یہ زیارت بہت زیادہ آثار و برکات اور فوائد کی حامل ہے اور دنیا وآخرت میں تمہاری نجات اور سعادت مندی کا باعث ہوگی۔ اور مجھے دعا میں یاد رکھنا۔

مرحوم آیت اللہ امینی کے فرزند ارجمند لکھتے ہیں: علامہ امینی تالیف ومطالعہ اور کتاب خانہ کی تعمیر وتنظیم کے کثیر مشاغل کے باوجود زیارت عاشور نہایت باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ اور اس کے پڑھنے کی سفارش کرتے تھے۔ (زیارت عاشورا وآثار شگفت/ ۵۱ داستان ۲۴)

(۱۵) آیت اللہ حاج سید مرتضیٰ موحد ابطحی کہتے ہیں: داستان تمبا کو میں علمائے ایران

کی کوششوں کی ناکامی کے بعد ہم نے آقائے منیر بروجردی کو ایک خط لکھ کر دیا کہ جب وہ سامرا جائیں تو مرزا محمد حسن شیرازی کو پہنچا دیں۔ جب وہ سامرا پہنچے تو حاج فتح علی سلطان آبادی جو کہ مرزا حسن نوری کے استاد اور کتاب "الکلمۃ الطیبۃ فی الانفاق" کے مؤلف تھے، ان سے ملنے کے لئے آئے۔ حاج آقا منیر نے چائے پیش کی تو فرمانے لگے: نہ ہی بھوک ہے کہ کچھ کھاؤں اور نہ پیاس کہ کچھ پیوں۔ پھر ان سے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ آپ سامرا کس لئے آئے ہیں اور پھر میرزا کے لئے لکھا گیا خط پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد حاج آقا منیر نے حاج ملا فتح علی سے نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا: تین عمل مت چھوڑنا۔

اوّل! آغازِ ماہ کی نماز

دوم! دفن کی رات کی نماز، کہ جب بھی تمہیں اطلاع ملے کہ کوئی (مومن) مر گیا ہے تو اس کے لئے لیلۃ الدفن کی نماز پڑھا کرو۔

سوم: زیارت عاشورا باقاعدگی سے پڑھا کرو۔

حاج آقا منیر نے جب زیارت عاشور میں مداومت شروع کی تو وہ عاشور کے دس دنوں میں شہدائے کربلا میں سے ہر ایک کے لئے زیارت عاشور پڑھتے اور مجالس میں شریک رہتے اور اگر مجلس میں سجدۂ زیارت تک پہنچتے تو وہیں سجدہ اور نماز زیارت بجا لاتے۔

ان کے داماد آقائے حاج میرزا محمد باقر کہتے ہیں: مرحوم حاج آقا منیر سکرات موت کی حالت میں بھی زیارت عاشورا میں مشغول تھے۔ کبھی زیارت کے وسط میں حالت سکرات کی وجہ سے وقفہ آ جاتا تو حالت طبعی میں آنے کے بعد دوبارہ (زیارت) پڑھنا شروع کر دیتے، اور اسی حالت میں دعوت حق کو قبول کیا۔ (زیارت عاشورا و آثار شگفت آن/۵۳ داستان ۲۵)

ہے تمنائے انیسؔ اب کے دمِ باز پسیں
مرقدِ شہؑ سے نہ ہووے مرا بستر باہر

حضرت امام حسینؑ اور قبول شہادت[1]

لوگو فروغ رنگِ شہادت کی داد دو
حرفِ وفا کے حسنِ بلاغت کی داد دو
(جعفر بلوچ)

جس وقت خداوند قدوس نے ازراہ محبت مخلوقات کے وجود اور قابلیات کو ذرّات کی صورت میں خلق کیا تو ان سے خطاب فرمایا:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔ (سورۂ اعراف آیہ ۱۷۲)

"کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟"

ان تمام ذرّات نے اپنے اپنے درجہ استعداد کے مطابق "بلیٰ" کہا، اور جو کچھ اپنے باطن میں رکھتے تھے اسے ظاہر کردیا، اور جو کچھ بھی انہوں نے مانگا انہیں عطا کردیا گیا

وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۔ (سورۂ ابراہیم آیہ ۳۴)

"اور جو کچھ تم نے مانگا تمہیں عطا کردیا گیا"

اولین ہستی، جس نے تمام ذرّات سے پہلے "بلیٰ" کہا وہ حقیقت محمدیہ تھی چونکہ آپؐ اولین مخلوق خدا تھے اس وجہ سے آپؐ کے وجود مبارک ہی نے اس عالم میں سب سے پہلے ندائے لبیک کہی' لہٰذا اسی وجود مسعود نے غیب وشہود کے تمام عوالم میں سب موجودات پر سبقت حاصل کی۔

---

(۱) اس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، خصوصاً عالم ذر پر، لہٰذا "تذکرۃ الشہداء" کی عبارت پر اکتفا کیا

جارہا ہے۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: آپ کو کس وجہ سے تمام انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی، حالانکہ آپ ان سب کے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ میں نے اجابت خدا میں سب پر سبقت کی۔

حضرت محمدؐ کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے ندائے حق کے جواب میں "بلیٰ" کہا۔ اس کے بعد تمام آل محمد علیہم السلام نے اپنے اپنے مراتب کے مطابق اور اس کے بعد تمام مخلوق یعنی ملائکہ اور جن وانس اور دیگر مخلوقات نے (ایسا کیا)۔

بعض کتب میں ہے چونکہ محمدؐ وآل محمدؐ نے ندائے حق کو قبول کرنے میں تمام مخلوق پر سبقت اختیار کی' اس لئے نور الٰہی نے ان کے تمام ذرات کو محیط کرلیا اور یہ نور ان کے غیب وشہود میں درخشندہ ہوگیا۔ اس وقت خداوند قدوس نے تمام مخلوق کو ان کی جلالت وبزرگی کی تصدیق کا مکلف بنایا۔ خبیث لوگوں نے جب محمدؐ وآل محمدؐ کے اس مقام ومرتبہ کو دیکھا تو انہوں نے ان سے حسد کیا اور ان کی دشمنی اپنے دلوں میں بٹھالی ۔ جیسا کہ حضرت باقر علیہ السلام اس آیہ مبارکہ کے ذیل میں:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ .

"کیا لوگ اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا کیا ہے"۔

فرمایا: وہ ہم ہی ہیں جن سے لوگ حسد کرتے ہیں۔

چنانچہ اس حسد وعداوت کے ذریعے ظلمت پیدا ہوئی اور اس نے تمام عالم کو گھیر لیا۔ اس وقت منادی حق نے ندا کی کہ کوئی ہے جو اس ظلمت کو برطرف کرنے کی حامی بھرے اور وہ بھی مظلومیت اور مقہوریت سے نہ کہ قہر وغلبہ سے ،یعنی شہادت کلیہ کے ساتھ؟

عرض کیا گیا: خدایا! شہادت کلیہ کیا ہے؟ فرمایا: وطن سے دوری اور مصائب برداشت کرنا' تشنہ لب قتل ہونا اور بیٹوں' بھائیوں اور ساتھیوں کو قتل ہوتے دیکھنا۔ دشمنوں سے گالیاں سننا

اور مال و اسباب کے لٹنے نیز عورتوں اور بچوں کے اسیر ہو کر نامحرموں کے درمیان بازاروں میں پھرائے جانے پر رضا مند ہوتا۔ اور ان امور پر بھی رضا مند ہوتا کہ دشمن سر کو کاٹ کر شرابیوں کے مجمع میں طلائی طشت میں رکھ کر اسے خیزران کی چھڑی ماریں' بیٹیاں کنیزیں بنائی جائیں اور بہنوں کے سروں سے چادریں چھین لی جائیں۔ بچے تشنگی سے مر جائیں' چھ ماہے کی گردن پر تیر لگے' بھائی کے کٹے ہوئے ہاتھوں کو دیکھنا اور جوان کے سر کو شگافتہ مشاہدہ کرنا۔ بچوں کی اَلْعَطَش اَلْعَطَش کی آوازیں سننا اور خود اس امتحان دینے والے کا سر پس پشت سے بارہ ضربوں کے ساتھ جدا کیا جائے اور دشمن اس کے بدن کو برہنہ کر کے دھوپ میں پھینک دیں اور پھر اس پر گھوڑے دوڑائیں۔

جب اہل محشر نے اس تفسیر کو سنا تو لرز کر رہ گئے اور اس کو قبول کرنے سے بھاگ گئے اور خود کو یہ امتحان برداشت کرنے کے قابل نہ پایا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ۔ (سورہ احزاب آیہ ۷۲)

"ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے ان کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر کر رہ گئے"۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی روایت کے مطابق: انہوں نے جواب نہ دیا' دوبارہ آواز دی گئی تو بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر تیسری دفعہ ندائے عظیم بلند ہوئی: کون ہے جو شہادت کلیہ کو قبول کرے تا کہ روز قیامت شفاعت کلیہ کا پرچم اس کے ہاتھ میں دیا جا سکے؟ امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! میں اس امانت کا بوجھ اٹھاتا ہوں اور اس کام کو انجام دوں گا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپؑ نے عرض کیا: میں یہ خریداری کرتا ہوں۔ ندا آئی اے حسینؑ!

بِمَ تَشْتَرِ يْهِمْ وَتَشْفَعُهُمْ وَتُعْتِقُهُمْ مِنَ النَّارِ ؟

"تم کس چیز سے یہ خریداری کرتے ہو اور کس طرح ان کی شفاعت

کر کے انہیں آگ سے نجات دلاؤ گے؟

عرض کیا: ہر اس چیز سے جو تیرے نزدیک عزیز تر ہو۔ آواز آئی کہ میرے نزدیک جان سے عزیز کوئی شے نہیں ہے۔ عرض کیا: میں اپنی جان دیتا ہوں اور امت کو خریدتا ہوں۔

آواز آئی جان کے ساتھ "مردوں" کو خریدتے ہو، عورتوں کو کس سے خرید کرو گے؟

عرض کیا: اپنی عورتوں اور بیٹوں کو تیری راہ میں (وقف کئے) دیتا ہوں تا کہ لعین انہیں اسیر کر کے شہر بہ شہر پھرائیں۔

آواز آئی! ان کے جوانوں کو کس طرح خریدو گے؟ عرض کیا: اپنے جوان تیری راہ میں قربان ہونے کے لئے پیش کروں گا۔ آواز آئی: ان کے بچوں کو کس چیز سے خریدتے ہو؟ عرض کیا: اپنا شیر خوار بچہ دیتا ہوں تا کہ شقی اس کے پیاسے حلق پر تیر ماریں۔

پس رب الارباب نے اس بارے میں آپ سے عہد و پیمان لیا اور اس عہد کو ایک صحیفہ میں لکھ لیا گیا۔

پھر وہ صحیفہ رسول خداؐ کے ہاتھ میں دے دیا گیا، تا کہ ملاحظہ فرمالیں۔ جب پیغمبر اکرمؐ نے اس عہد نامے کا مطالعہ کیا تو آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپؐ کے چہرۂ انور پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپؐ نے شدید گریہ کرتے ہوئے فرمایا: میں اس پر راضی ہوں، جس بات پر خدا ہم سے راضی ہے۔ میں اس مصیبت پر صبر کروں گا کیونکہ دین کی ترویج اور گناہ گاروں کی شفاعت اسی میں ہے۔ پھر اشک بار آنکھوں کے ساتھ اپنی خاتم مبارک سے اس عہد نامے پر مہر ثبت فرما دی۔

اس کے بعد یہ عہد نامہ آپؑ کے والد محترم علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا انہوں نے بھی گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَالِیْ وَلِاٰلِ اَبِیْ سُفْیَانَ

"مجھے آل ابی سفیان سے کیا کام"

اور فرمایا: میں اس پر خوش ہوں جس پر اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہیں۔ آپ نے اس

صحیفہ کو ملاحظہ فرمایا اور خاتم شریف سے اس پر مہر لگا دی۔

جب یہ صحیفہ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کے مضمون سے مطلع ہو کر شدید گریہ فرمایا اور بے ہوش ہو گئیں۔ اور جب ہوش میں آئیں تو پر درد دل کے ساتھ نالہ بلند فرمایا: "وَاوَلَدَاہُ وَاحُسَیْنَاہُ" اور جب معلوم ہوا کہ اس مصیبت عظمیٰ کے بدلے میں ترویج دین اور شفاعتِ کبریٰ ہے تو فرمایا: میں ہر اس بات پر راضی ہوں جس پر اللہ، اس کا رسولؐ اور علیؑ راضی ہیں۔

جب اس صحیفے کو امام حسنؑ کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے بھی گریہ فرمایا اور رضا مندی کی اپنی مہر ثبت فرما دی۔ پس تمام انبیاء، اوصیاء اور ملائکہ نے اس صحیفے پر مہریں لگا دیں اور یہ مضمون ملکوتی دفتر میں ثبت کر دیا گیا۔ اس وقت منادی حق نے ندا دی: اے لوگو!

هٰذَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيطَالِبٍ، هُوَ حَبِيبِي وَوَلِيِّ وَصَفْوَتِي وَوَدِيعَتِي فِيكُمْ، أَحِبُّوهُ وَأَعِزُّوهُ وَلَا تُخَالِفُوهُ وَلَا تُنْكِرُوا عَلَيْهِ.

"یہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ یہ تمہارے درمیان میرا حبیب، ولی اور برگزیدہ ہے۔ اس سے محبت رکھو اور اس کو عزت و اکرام دو۔ اور اس کی مخالفت اور انکار مت کرو"۔

سب سے پہلی ہستیاں جنہوں نے اس ندا کو قبول کیا وہ حضرات محمد و آل محمدؐ تھے اور ان کے بعد ان کے شیعہ اور دوست تھے۔ اسی لئے فرمان جاری ہوا: مومنوں کے دلوں میں (امام) حسینؑ کے لئے محبت پوشیدہ ہے۔

جب منافقوں نے امام حسینؑ کے لئے اس بلند منزلت و مقام کو دیکھا تو بغض و حسد کے سبب ان کی عداوت اور بڑھ گئی۔ اور انہوں نے آپے سے باہر ہو کر کہا: کیا یہ تکلیف یعنی حسینؑ کی محبت و اطاعت جبری و اضطراری ہے یا رغبت و اختیار پر مبنی؟

آواز آئی: ہم کسی کو اضطراراً تکلیف نہیں دیتے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُر.

"کون شخص چاہتا ہے کہ ایمان لائے اور کون شخص چاہتا ہے کہ کافر ہو جائے"۔

کہنے لگے: اے پروردگار! ایسا کیوں ہے؟ ہم نے تو رضا مندی کا اظہار نہیں کیا کہ حسینؑ کو ہم پر امیر اور حاکم بنادیا جائے۔ اس بات پر ارکان وجود متزلزل ہو گئے اور ملائکہ، انبیاءؑ اور اولیاءؑ گریہ کرنے لگے۔ رنج و غم ان کے دلوں میں داخل ہو گیا اور انہیں سخت اذیت ہوئی۔
(تذکرۃ الشہداء ۱۳۱ تا ۱۷ مجلس اول)

زمانہ آپ ہے ہر زخم کے لیے مرہم
جو درد کل تھا زیادہ وہ آج ہے کچھ کم
غم حسینؑ مگر ہر گھڑی فزوں تر ہے
یہ دستبرد زمانہ کی زد سے باہر ہے
(جعفر بلوچ)

رسولِؐ خدا کا امام حسینؑ کو چومنا

شبیرؑ گلے لگنے کو ہنستے ہوئے آئے — منہ چوم کے ہاتھ آنکھوں سے حضرتؐ نے لگائے
آنسو بھی مگر متصل آنکھوں سے بہائے — اصحاب نے پوچھا تو سخن لب پہ یہ لائے

بخشا ہے خدا نے یہ اثر اس کی زباں میں
اک روز یہی پانی کو ترسے گا جہاں میں

(میر انیس)

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بچپن میں امام حسین علیہ السلام جب بھی رسول خداؐ کے پاس آتے۔ وہ آپ کو اپنے پہلو میں بٹھاتے (اور جب حسینؑ بھاگنے لگتے) تو آپؐ حضرت علی سے فرماتے: (یا علیؑ!) میری خاطر اس پر نظر رکھو، پھر آپؑ کو پکڑ لیتے اور چومنے کے ساتھ ساتھ گریہ فرماتے:

(ایک دن اس مظلومؑ نے) کہا: نانا جان! آپؐ (مجھے چومتے اور) روتے کیوں ہیں؟۔

حضرتؐ نے فرمایا:

"یَا بُنَیَّ أُقَبِّلُ مَوْضِعَ السُّیُوفِ مِنْكَ"

"میرے بیٹے! میں دشمنوں کی تلواروں کے لگنے کی جگہوں کو چومتا ہوں"۔

فرمایا: نانا جان کیا میں قتل کردیا جاؤں گا؟ فرمایا: ہاں خدا کی قسم تمہارے بابا اور بھائی بھی قتل کیے جائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: ہمارے مقام ہائے شہادت ایک دوسرے سے جدا جدا ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں میرے بیٹے۔ امام مظلومؑ نے کہا: آپ کی امت میں سے ہماری

زیارت کے لئے کون آئے گا؟ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت کے صدیقوں کے علاوہ تمہارے بابا، بھائی اور خود تمہاری زیارت کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ (کامل الزیارات / ۷۰ ب ۲۲ ح ۴)

مرحوم شوشتریؒ سید الشہداءؑ کے ایام طفولیت کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے اس مظلومؑ کو اپنی انگشتِ ابہام سے دودھ پلایا۔ آپ کی دیکھ بھال خود کی۔ اپنے دستِ مبارک سے لباس پہنایا اور اس مظلومؑ کو مخصوص طریقوں سے چوما۔ عام رسم یہ ہے کہ بچے کا منہ چوما جاتا ہے لیکن رسول خداؐ سید الشہداءؑ کا بدنِ مبارک بھی چومتے تھے۔ گردن کے نیچے بوسے دیتے تھے اور آپؑ کے سینے کو ننگا کرکے خصوصا دل کے اوپر سے چومتے تھے۔

لوگوں نے یہ سب دیکھ رکھا تھا، لہٰذا جب امام حسینؑ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن عمر آئے اور کہا: اے ابا عبداللہ! میری خواہش ہے کہ آپ ان مقامات کو وا فرمائیں جن کو پیغمبر اکرمؐ چوما کرتے تھے۔ حضرتؑ نے اپنا لباس (کرتہ) اتارا اور عبداللہ نے آپ کی ناف مبارک کا بوسہ لیا۔

چومنے کا ایک انداز اور بھی تھا کہ پیغمبر اکرمؐ امیر المومنینؑ سے فرماتے: یَاعَلِیُّ اَمْسِکْهُ جب سید الشہداءؑ بچے تھے تو آپؑ بھاگنے لگتے، رسولؐ خدا امیر المومنینؑ سے فرماتے: اسے پکڑو، اور پھر رسول خداؐ سرتاپا اس مظلومؑ کو چومتے اور گریہ فرماتے۔ امیر المومنینؑ عرض کرتے: آپؐ گریہ کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپؐ فرماتے:

اُقَبِّلُ مَوضِعَ السُّیُوفِ.

"میں تلواروں کی جگہ کو چومتا ہوں"۔

(رسولؐ خدا کا حسینؑ مظلوم کو) چومنے کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ جب آپ حسینؑ کو چومنا چاہتے تو حسینؑ ادھر ادھر بھاگنے لگتے [illegible] اکرمؐ باوجود صاحبِ وقار و صاحبِ عظمت ہونے کے (حسینؑ کے پیچھے) ادھر ادھر بھاگتے اور آپؑ کے ہونٹوں پر بوسہ دیتے اور کبھی ہونٹوں کو کھول کر دندانِ مبارک کو چومتے۔ حضورؐ کا اس طرح چومنا (کچھ) خصوصیات کا حامل تھا

جنہیں بیان کر دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے جملہ حالات میں سے ایک اس مظلوم کربلا کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ ایک روز سید الشہداءؑ مسجد میں زمین پر گر پڑے۔ رسول خداؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ نے خطبہ چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: حیران نہ ہوں میں اسے (حسینؑ کو) اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔

ایک دن آپ نے سجدہ کو طول دے دیا۔ سلام نماز کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے سجدہ کو طول کیوں دیا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ بچہ (حسینؑ) میری پشت پر سوار تھا۔ میں اس لئے نہیں اٹھا مبادا کہ یہ گر جائے۔ (فوائد الشاہد/۳۴۶)

عشقِ حسینؑ عشقِ محمدؐ کا نام ہے
دل پارۂ رسولؐ ہے پیکرِ حسینؑ کا
(حرفِ دوام)

پانی پیتے وقت سید الشہداءؑ کو یاد کرنے کی فضیلت

کوسوں تھا سبزہ زار صحرائے زمردی　　اور زمیں سے پست تھا چرخ زبرجدی
بے آب تھے مگر دُرِ دریائے احمدیؐ　　ہر خشک و تر پہ تھا کرمِ بحرِ سرمدی
روکے ہوئے تھی نہر کو اُمت رسولؐ کی
سبزہ ہرا تھا خشک تھی کھیتی بتولؑ کی

(میر انیس)

حضرت سکینہؑ بنت امام حسینؑ فرماتی ہیں: جب میرے بابا جان شہید ہوگئے تو میں نے ان کے سر کو اپنی آغوش میں لیا اور بے ہوش ہوگئی، اس حالت میں میں نے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے:

شِيْعَتِي مَا اِنْ شَرِبْتُمْ رَيَّ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِي
أَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ أَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِي

"اے میرے شیعو! جب بھی ٹھنڈا پانی پیو مجھے یاد رکھنا' اور جب بھی کسی غریب یا شہید کا نام سنو مجھ پر گریہ کرنا"۔ (مصباح کفعمی/۷۴۱)

داؤد رقّی کا کہنا ہے: میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا' آپؑ نے پانی طلب فرمایا۔ جب پینے لگے تو آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ آپؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اور آپؑ گریہ کرنے لگے۔ اس کے بعد فرمایا: اے داؤد! خدا حسین علیہ السلام کے قاتل پر لعنت فرمائے۔

فَمَا أَنْغَصَ ذِكْرُ الْحُسَيْنِ لِلْعَيْشِ، إِنِّي مَاشَرِبْتُ مَاءً بَارِدًا إِلَّا ذَكَرْتُ الْحُسَيْنَ، وَمَا مِنْ عَبْدٍ شَرِبَ الْمَاءَ فَذَكَرَ الْحُسَيْنَ

(وَأَهْلَ بَيْتِهِ) وَلَعَنَ قَاتِلَهُ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ مِاَةَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَىٰ (حطَّ) عَنْهُ مِاَةَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ مِاَةَ أَلْفِ دَرَجَةٍ ، وَكَانَ كَأَنَّمَا أَعْتَقَ مِاَةَ أَلْفِ نَسَمَةٍ وَحَشَرَهُ اللهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَبْلَجَ الْوَجْهِ ثَلِجَ الْفُؤَادِ.

''یادِ حسینؑ زندگی کے عیش و آرام کو کس قدر ناگوار کر دیتی ہے۔ میں کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیتا سوائے اس کے کہ حسین علیہ السلام کو یاد کروں۔ اور جو شخص پانی پیتے وقت حسینؑ اور آپ کے اہل بیتؑ کو یاد کرے اور آپ کے قاتل پر لعنت بھیجے، خدا اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس کے ایک لاکھ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ مدارج بلند ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے ایک لاکھ غلاموں کو آزاد کیا ہو اور روزِ قیامت خداوند متعال اسے مطمئن دل (اور روشن چہرے) کے ساتھ محشور فرمائے گا''۔ (امالی صدوق/۱۴۲ م ۲۹ ح ۷ کامل الزیارات /۱۰۶ ب ۳۴، کافی ۶/۳۹۱ باب نوادر از شربہ ح ۶)

آئمہ طاہرینؑ میں سے کسی ایک کے حضور میں متبرک اور فضیلت والی راتوں میں سے ایک رات نیز اس رات میں کیے جانے والے اعمال خیر کے ثواب کا تذکرہ ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا: آہ! میں تو اس رات سے غافل تھا اور اس کو غفلت سے گزارتا رہا۔ اس نے اس رات میں اپنی غفلت پر تاسف کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس رات تمہارا عمل سب سے بہتر اور تمہارا ثواب سب سے بیشتر تھا۔ چونکہ تو نے اس رات پانی پیتے وقت امام حسینؑ کو یاد کیا اور جن ظالموں نے آپ پر ظلم کیا ان پر لعنت کی اور ان سے برأت کا اظہار کیا۔ (حدیقۃ الشیعہ/۵۱۳ لالی الاخبار: ۳۳۲/۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی پیتے وقت کربلا میں امام مظلومؑ کی تشنگی کو یاد کرے اور آپؑ کے قاتلوں پر لعنت کرے، اس کے لئے اس شخص جتنا ثواب ہے کہ جس نے

روز عاشور آپؑ کے بچوں کو پانی پلایا ہو۔ اور اس کے لیے اس شخص کا سا ثواب ہے جس نے روز عاشور آپؑ کی دعوت کو قبول کیا اور آپؑ کے ہمراہ شہید ہوا۔

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا: وہ شخص اس کی مثل ہے جس نے ہزار پیغمبروںؑ کی پیاس بجھائی ہو اور ہزار دفعہ ایک عادل امامؑ کی معیت میں شہید ہوا ہو۔ (انوار الشہادۃ/۱۵۹ اف ۱۴)

مصائب وشہادت حسینؑ پر گریۂ انبیاءؑ

جبرئیلؑ کی روضہ خوانی اور حضرت آدمؑ کا سماعت فرمانا:

کتاب "الدرالثمن" کے مصنف حسب ذیل آیہ شریفہ: فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (پس آدم نے اپنے خدا سے کچھ کلمات سیکھے جو اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بنے۔ سورہ بقرہ آیہ ۳۷) تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے پایہ عرش میں پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی دیکھے۔ پس جبرئیلؑ نے آپؑ کو تلقین فرمائی کہ کہو:

يَا حَمِيْدُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ يَا عَالِيْ بِحَقِّ عَلِيٍّ يَا فَاطِرُ بِحَقِّ فَاطِمَةَ يَا مُحْسِنُ بِحَقِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَمِنْكَ الْإِحْسَانُ.

"جب (آدمؑ نے) نام حسینؑ کو زبان پر جاری کیا تو ان کے آنسو رواں ہوگئے اور قلب شکستہ سے فرمایا: بھائی جبرئیلؑ! پانچویں کو یاد کرنے سے میرا دل شکستہ کیوں ہوگیا ہے، اور آنسو کیوں بہنے لگے ہیں؟"

جبرئیلؑ نے عرض کیا: آپ کا یہ بیٹا ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ جس کے مقابلے میں تمام مصائب ہیچ ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا: اے بھائی وہ کونسی مصیبت ہے:

جبرئیلؑ نے جواب دیا۔

يُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِيْبًا وَحِيْدًا فَرِيْدًا، لَيْسَ لَهٗ نَاصِرٌ وَلَا مُعِيْنٌ

"وہ تشنہ لب، غربت بے کسی اور تنہائی کے عالم میں شہید کر دیا جائے گا اور اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا"۔

اے آدمؑ! اگر تو اسے اس حال میں دیکھے کہ جب وہ کہہ رہا ہوگا:

وَاعَطَشَاهُ، وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ، حَتَّى يَحُولَ الْعَطَشُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَالدُّخَانِ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ إِلَّا بِالسُّيُوفِ وَشُرْبِ الْحُتُوفِ۔

"ہائے پیاس، ہائے مددگاروں کی قلت، یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان تشنگی حائل ہو جائیگی (یعنی پیاس کی شدت کے سبب آسمان دھوئیں کی مانند دکھائی دے گا) اور کوئی شخص اس فریاد پر اجابت نہیں کرے گا، سوائے تلواروں اور نیزوں سے مارنے کے"۔

پس اسے اس طرح ذبح کردیا جائے گا جس طرح گوسفند کو بے دردی سے ذبح کیا جاتا ہے۔ دشمن اس کا مال واسباب کو لوٹ لیں گے اور اس کا سر، اس کے ساتھیوں کے سر اور اہل وعیال شہر بہ شہر پھرائیں گے۔

پس حضرت آدمؑ اور جبرئیلؑ اس ماں کی طرح گریہ کرنے لگے جس کا جواں سال بیٹا مرگیا ہو: (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۵ باب اخبار اللہ بشہادتہ ح ۴۴)

بہشت میں ایک مجلس جبرئیلؑ ذاکر، پیغمبر اکرمؐ سامع

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام جب اس دنیا سے رخصت فرمانے لگے تو آپؑ کا رنگ مبارک سبزی مائل ہوگیا۔ آپ نے گریہ کرتے ہوئے اپنے بھائی حسینؑ سے فرمایا: اے بھائی! میرے اور تمہارے بارے میں ہمارے جد (امجد) کی حدیث صحیح ہے۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر روتے رہے۔

حضرت سید الشہداءؑ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ میرے جد کا فرمان ہے:

شب معراج جب میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے ایک دوسرے کے نزدیک واقع دو بہت بلند محلات دیکھے۔ ایک سبز زبرجد کا بنا ہوا تھا اور دوسرا

سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے سوال کیا یہ دو محل کن کے لیے ہیں؟ اس نے کہا: ایک حسنؑ کے لئے اور دوسرا حسینؑ کے لئے ہے۔
میں نے کہا: ان کا رنگ ایک جیسا کیوں نہیں ہے؟ جبرئیلؑ خاموش ہو گیا اور جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ کہنے لگا: شرم محسوس کرتا ہوں۔
جب رسول خداؐ نے جبرئیلؑ کو قسم دے کر پوچھا تو اس نے کہا: سبز رنگ کا محل حسنؑ کا ہے کیونکہ وہ زہر سے شہید ہوں گے اور شہادت کے وقت ان کا رنگ سبز ہوجائے گا اور حسینؑ کا محل سرخ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو قتل کردیا جائے گا اور آپ کا چہرہ اپنے خون مبارک سے سرخ ہوگا۔
پس پیغمبر اکرمؐ اور جبرئیلؑ نے تمام حاضرین مجلس سمیت گریہ کی صدا بلند کی۔ (بحار الانوار: ۴۴/۱۴۵ تاریخ امام حسن علیہ السلام ح ۱۳)

(۳) کربلا میں حضرت آدمؑ نے حسینؑ کی مجلس منعقد کی، جس کا تذکرہ زمین کربلا کی فضیلت میں کیا جائے گا۔

(۴) کشتی نوحؑ کی مجلس کہ جب وہ آنحضرتؐ کے مقام شہادت پر پہنچی تو ہچکولے کھانے لگی اس کا تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

(۵) جب حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے مجمع البحرین میں ملاقات کی تو آل محمد علیہم السلام اور ان کی ابتلا کے بارے میں حدیث بیان کر کے دونوں نے صدائے گریہ و نالہ بلند کی۔ (بحار الانوار ۱۳/۳۰۱ و ۹ ح ۲ تفسیر قمی: ۲/۳۸)

ملا حبیب اللہ کاشانی مرحوم لکھتے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ نے خضرؑ کے ساتھ مجمع البحرین میں ملاقات کی تو دونوں میں آل محمد علیہم السلام پر گفتگو ہوئی اور جب حدیث کربلا پر پہنچے تو گریہ کرنے لگے۔ (تذکرۃ الشہداء ا/۳۳)

(۶) حضرت سلیمان کہ جو اپنے حشم و خدم جن وانس اور پرندگان کے ہمراہ اپنے تخت پر

سوار، فضا میں سیر کر رہے تھے، جب قتل گاہ حسینؑ کے اوپر پہنچے تو ہوا نے تین دفعہ تختِ سلیمانؑ کو حرکت دی اور وہ زمین کی طرف آئے، اس حدیث میں بھی آنحضرتؐ کی مصیبت کا تذکرہ ہے۔

(۷) جب حضرت ابراہیمؑ نے ملکوت سماوی کا مشاہدہ کیا اور آپ کی نظر عرش اعظم پر پڑی تو پانچ انوار مقدسہ کو دیکھا جنہوں نے عرش الٰہی کو محیط کر رکھا تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ انوار مقدسہ کن کے ہیں؟ جواب ملا: یہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ، ان کے اوصیاء اور ان کی دختر نیک اختر کے انوار مقدسہ ہیں۔ آپؑ نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے کہ جب میں نے (ان میں سے) چار انوار پر نظر کی تو خوش ہوا ہوں جبکہ پانچویں نور کو دیکھتے ہی مغموم ومہموم ہو گیا ہوں؟ جواب ملا:

ابراہیمؑ تم نہیں جانتے کہ اس صاحب نور مقدس پر ظلم ہوں گے۔ جب ابراہیمؑ نے ان ظلموں کی تفصیل سنی تو محزون ومغموم ہو گئے اور زندگی تلخ ہو گئی۔ (مہیج الاحزان/ ۲۲۷م ۱۰)

(۸) جب حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑنا چاہا تو کہا: اِنِّی سَقِیْمٌ (سورہ صافات' آیہ ۸۹) یعنی جو مصائب حسینؑ بن علی علیہ السلام پر گزریں گے، میں ان کے سبب بیمار ہوں۔ (بحارالانوار: ۱۱/ ۷۷ و معانی الاخبار ۲۰۱)

(۹) ابراہیم علیہ السلام کے لئے دوسری مجلس، جب وہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے پر مامور ہوئے اس روایت کو ہم نے امام حسینؑ پر گریہ کے باب میں نقل کر دیا ہے۔

(۱۰) ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے تیسری مجلس' جب وہ کربلا سے گزرے تو گھوڑے کی لغزش کی وجہ سے گر پڑے، حضرتؑ کا سر مبارک پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا۔ یہ خاتم الانبیاءؐ کے بیٹے (حسینؑ) کی موافقت میں تھا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۱) کربلا کی دوسری مجلس کہ جس میں صحرا کے ہرن مرثیہ خوان تھے اور گریہ کرنے والوں میں عیسیٰؑ بن مریم اور ان کے حواری شامل تھے جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۲۵۳ ضمن ح ۲، امالی صدوق/ ۵۹۸ م ۸۷ ضمن ح ۵)

(۱۲) طور سینا کی مجلس کہ جس میں ذاکر خود خدا اور سامع موسیٰ کلیم اللہؑ تھے، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا کہ آپ بہت تیزی سے چل رہے ہیں۔ آپ کا رنگ

زرد اور بدن لرزاں ہے، ضعف کے سبب آپ کی آنکھیں اندر دھنس گئی ہیں۔ اس حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ مناجات کے لئے جا رہے ہیں۔ عرض کیا: اے پیغمبر خداؑ! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، خدائے متعال سے میری معافی کی درخواست کیجئے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے مناجات کرتے ہوئے عرض کیا: اے عالمین کے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو میری گفتگو سے پہلے ہی اس سوال سے آگاہ ہے۔

خداوند متعال نے فرمایا: اے موسیٰ! تم مجھ سے جو کچھ بھی مانگو گے تمہیں عطا کروں گا۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: تیرے فلاں بندے نے گناہ کیا ہے اور تجھ سے طالب عفو ہے۔

خداوند متعال نے فرمایا: اے موسیٰ! جو شخص بھی مجھ سے مغفرت طلب کرے گا میں اسے بخشوں گا، سوائے حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والوں کے۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگارا! حسینؑ کون ہے؟

خطاب ہوا: وہی ہستی جس کی یاد تمہیں طور پر آئی تھی۔ عرض کیا: پروردگارا! اسے کون شخص قتل کرے گا؟ ارشاد ہوا! ستم گروں اور سرکشوں کی ایک جماعت کہ جو اپنے آپ کو اس کے جد کی امت میں شمار کرتے ہوں گے، اسے زمین کربلا میں قتل کردیں گے۔ اس کا گھوڑا (خیموں کی جانب) بھاگے گا اور فریاد کرے گا، اور اس فریاد میں کہے گا:

اَلظَّلِيْمَةَ اَلظَّلِيْمَةَ مِنْ اُمَّةٍ قَتَلَتْ اِبْنَ بِنْتِ نَبِيِّهَا، فَيَبْقٰى مُلْقٰى عَلَى الرِّمَالِ مِنْ غَيْرِ غُسْلٍ وَلَا كَفَنٍ وَيُنْهَبُ رَحْلُهٗ وَيُسْبٰى نِسَاؤُهٗ فِي الْبُلْدَانِ وَيُقْتَلُ نَاصِرُهٗ وَتُشْهَرُ رُؤُسُهُمْ مَعَ رَأْسِهٖ عَلٰى أَطْرَافِ الرِّمَاحِ يَامُوْسٰى صَغِيْرُهُمْ يُمِيْتُهُ الْعَطَشُ وَكَبِيْرُهُمْ جِلْدُهٗ مُنْكَمِشٌ، يَسْتَغِيْثُوْنَ وَلَا نَاصِرَ وَيَسْتَجِيْرُوْنَ وَلَا خَافِرَ

"اس امت نے ظلم کی انتہا کردی کہ اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کردیا۔ وہ ریگ صحرا پر بے غسل وکفن پڑا ہے، اس کا مال و اسباب لوٹ

لیا گیا اور اس کی خواتین کو قیدی بنا کر شہر بہ شہر پھرایا گیا۔ اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا اور (ملعون) ان کے سروں کو آنحضرتؐ کے سر کے ساتھ نیزوں پر سوار کر کے اطراف و اکناف میں پھراتے رہے۔ اے موسیٰؑ! ان کے چھوٹے بچوں کو پیاس نے ہلاک کر دیا اور بزرگوں کے جسموں کے پوست بھی (پیاس کی شدت سے) خشک ہو گئے۔ وہ استغاثہ کرتے رہے مگر کسی نے ان کی امداد نہ کی' وہ پناہ مانگتے رہے لیکن کوئی پناہ دینے والا اور حمایت کرنے والا نہیں تھا"

پس موسیٰ علیہ السلام گریہ کرنے لگے اور خداوند سبحانہٗ نے فرمایا: اے موسیٰ جان لو کہ جو کوئی اس پر گریہ کرے گا یا گریہ کرنے کی کوشش کرے گا میں نے اس پر آتش دوزخ حرام کر دی ہے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۰۸ باب کفر قتلہ)

(۱۳) ایک اور مجلس بیت المقدس میں ہوئی جس میں ذاکر خداوند متعال اور سامع حضرت زکریاؑ تھے۔

سعد بن عبداللہ کے حضرت قائم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے کئے گئے جملہ سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا کہ مجھے کھیعص (سورۂ مریم آیہ ۱) کی خبر دیجئے؟ فرمایا: یہ حروف غیب کی خبروں میں سے ہیں کہ جن سے خداوند قدوس نے اپنے نبی زکریاؑ کو مطلع فرمایا، اور ان میں سے حضرت محمدؐ کے لئے نقل فرمایا گیا ہے اور یہ داستان کچھ اس طرح ہے:

حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اسمائے خمسہ طیبہ (پنجتن پاکؑ کے نام) تعلیم فرمایئے۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہیں (ان اسماء کی) تعلیم دی۔ جب حضرت زکریاؑ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کو یاد کرتے تو ان کا رنج و غم دور ہو جاتا، لیکن جب حسینؑ کو یاد کرتے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور سانس رکنے لگتی۔

ایک دن عرض کرنے لگے: خدایا! یہ کیا مسئلہ ہے کہ جب ان چار ہستیوں کو یاد کرتا ہوں تو میں رنج و غم سے رہائی پاتا ہوں، اور جب حسینؑ کو یاد کرتا ہوں تو اشک رواں ہو جاتے ہیں

اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہوں؟

پس خداوند متعال نے انہیں آنحضرتؐ کے قضیہ سے آگاہ فرمایا اور ارشاد ہوا:

کھیعص کا ''کاف'' کربلا کی طرف اشارہ ہے ''ہاء'' سے ہلاکت عترت طاہرہ مراد ہے، یاء سے یزید مراد ہے کہ جو امام حسینؑ پر ظلم کرے گا اور انہیں قتل کرے گا۔ عین سے عطش آنحضرتؐ اور ''صاد'' سے صبر آن جنابؑ مراد ہے۔

جب زکریا نے یہ واقعہ سنا تو تین یوم تک مسجد سے باہر نہ نکلے اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا، آپ مسلسل گریہ و نالہ فرماتے تھے اور عرض کرتے تھے:

خدایا! کیا تیری بہترین مخلوق (حضرت محمدؐ) کے دل میں اپنے بیٹے کی مصیبت پر درد نہیں اٹھے گا!؟ الٰہی! کیا ان کی ساحت قدس پر تو اتنی بڑی مصیبت نازل کرے گا۔ کیا تو اس مصیبت کا لباس علیؑ و فاطمہؑ کو پہنائے گا؟! کیا تو اس مصیبت کی سختی کو ان کے حریم پر روا رکھے گا؟!

پھر عرض کیا: خدایا! مجھے ایک بیٹا عطا فرما کہ جس کے سبب بڑھاپے میں میری آنکھیں روشن ہو جائیں اور اس کی محبت کو میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دے اور پھر مجھے اس کی مصیبت میں مبتلا فرما، جیسا کہ تو نے اپنے حبیبؐ کو ان کے بیٹے کی مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔

پس اللہ رب العزت نے زکریاؑ کو حضرت یحیٰؑ عطا فرمائے اور انہیں یحیٰؑ کی مصیبت میں مبتلا کیا۔ حضرت یحیٰؑ کے حمل کی مدت چھ ماہ تھی جیسا کہ (بعد ازاں) حضرت حسین علیہ السلام کے حمل کا عرصہ بھی چھ ماہ ہی تھا۔ (احتجاج: ۲/۲۷۰ بحار الانوار؛ ۴۴/۲۲۳ باب اخبار اللہ شہادۃ ح۱ اشک رواں بر امیر کارواں/۲۲۲)

(۱۴) ایک اور مجلس حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ سے منسوب ہے کہ جس میں شیر نے مرثیہ خوانی کی اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں نے گریہ فرمایا، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

یہ وہ مجالس ہیں جو سید الشہداء کی ولادت سے پہلے منعقد ہوئیں۔ علامہ شوشتریؒ نے ''خصائص الحسینیہ'' میں اس طرح کے کئی اور موارد بھی نقل فرمائے ہیں۔

ولادت کے بعد اور شہادت سے قبل

امام حسینؑ کے مصائب اور شہادت کی یاد

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرمؐ بی بی ام سلمہؓ کے گھر میں تھے اور ان سے کہہ رکھا تھا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دیجئے گا۔ حسین علیہ السلام، جو ابھی کم سن تھے، تشریف لائے تو ام سلمہ انہیں روک نہ سکیں۔ اور آپ رسول اکرمؐ کے پاس پہنچ گئے۔ ام سلمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے گئیں تو دیکھا کہ حسینؑ سینہ رسول پر سوار ہیں اور رسول اکرم گریہ فرما رہے ہیں، نیز ہاتھ میں ایک چیز لئے اسے چوم رہے ہیں۔

(بحارالانوار میں "یُقَبِّلُهُ" کی بجائے "یُقَلِّبُهُ" کا کلمہ مرقوم ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چیز تھی جسے آپ گھما رہے تھے۔

پس رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے ام سلمہ! جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ بچہ قتل کر دیا جائے گا، اور یہ وہ خاک ہے جس پر اسے قتل کیا جائے گا۔ اس خاک کو اپنے پاس رکھ لیجیے جب یہ خون (میں تبدیل) ہو جائے تو سمجھ لیجیے گا کہ میرا حبیب حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا: اے رسول خدا! آپ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ اس شہادت کو اس بچے سے دور کر دے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں نے اللہ سے عرض کیا ہے لیکن اللہ رب العزت نے مجھ پر وحی فرمائی ہے: (اس شہادت کے عوض میں اسے کچھ چیزیں دوں گا) اس کے لئے وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص اس درجے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے شیعہ ہوں گے جو شفاعت کریں گے اور

ان کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور اس کے بیٹوں میں سے ایک مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔ پس اس کے زہے نصیب جو حسین علیہ السلام کے اولیاء اور شیعوں میں سے ہو' خدا کی قسم یہ سب روز قیامت کامیاب وکامران ہوں گے۔ (امالی صدوق/۱۳۹م ۲۹ ح ۱۳ اس کو امام صادق نے نقل کیا ہے)

(۲) مفضل بن عمر نے امام صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار اور جد گرامی سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسینؑ، امام حسنؑ کے پاس پہنچے۔

جونہی اپنے بھائی پر نظر پڑی آپ نے رونا شروع کردیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا: اے ابا عبداللہ! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: میں اس سلوک کے پیش نظر رو رہا ہوں جو آپ سے کیا جائے گا۔ (امام حسنؑ) نے فرمایا: میرے حلق میں تو زہر انڈیلا جائے گا جس سے میں شہید ہوں گا۔

وَلٰكِنْ لَا يَوْمَ كَيَوْمِكَ يَا أَبَا عَبْدِاللهِ.

''لیکن اے ابا عبداللہ! کوئی دن آپ کے دن کی طرح کا نہ ہوگا''۔

تیس ہزار افراد جو سب کے سب ہمارے جد کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اور خود کو اسلام سے نسبت دیتے ہوں گے' آپ کو گھیر لیں گے۔

فَيَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى قَتْلِكَ وَسَفْكِ دَمِكَ ' وَانْتِهَاكِ حُرْمَتِكَ،
وَسَبِيْ ذَرَارِيكَ وَنِسَاءِكَ' وَانْتِهَابِ ثِقْلِكَ.

''پس وہ آپؑ کے قتل کے لئے، آپؑ کا خون بہانے کے لئے آپ کی ہتکِ حرمت کے لئے' آپؑ کی اولاد اور خواتین کو قیدی بنانے کے لئے اور اموال کو لوٹنے کے لئے جمع ہوں گے''۔

اسی سبب بنی امیہ کے لئے لعنت اترے گی اور آسمان سے خاک وخون برسیں گے اور ہر شے حتیٰ کہ بیابانوں کے درندے اور دریاؤں کی مچھلیاں آپ کی حالت زار پر گریاں ہوں گے۔ (امالی صدوق/۱۱۵م ۲۴ ح ۳ بحار الانوار: ۴۵/باب ماظہر بعد شہادۃ ح ۴۴)

جائے گا۔ پوچھا گیا: اسے کون قتل کرے گا؟ فرمایا: یزید نامی ایک شخص کہ اللہ اسے ناپسند کرتا ہے.........(مقتل الحسین از خوارزمی: ۱/۱۶۵ ف ۸ ح ۱۳' بحار الانوار: ۴۴/۲۴۸)

(۵) رسول اکرمؐ نے اولین تعزیہ داری امام حسینؑ کی ولادت کے وقت کی' جب فرمایا: میرے بیٹے کو لاؤ؟ جواب ملا: ابھی اسے پاک نہیں کیا گیا (نہلایا نہیں گیا)

فرمایا: تو اس کو پاک کرے گی! خدا نے اسے پاک کر دیا ہے۔ حضورؐ نے حسینؑ پر پہلی نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا:

عَزِيْزٌ عَلَيَّ عَزِيْزٌ عَلَيَّ يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ ۔

''ابو عبداللہ! میرے لیے سخت ناقابل برداشت ہے''۔

یہاں شاعرانہ منظر کشی دیکھیے:

آغوش میں رسولؐ کی سبطِ رسولؐ ہے
یا آئینے کے سامنے اِک آئینہ ہے آج
(سائل لکھنوی)

اس حالت میں ایک طرح کی عزاداری برپا ہوگئی، آپؐ نے حسین علیہ السلام کو سینے سے چمٹا کر فرمایا:

مَالِيْ وَلِيَزِيْد ۔

''مجھے یزید سے کیا کام ہے!''

البتہ (باقاعدہ) عزاداری روزِ عاشور آپؑ کے سانحہ ارتحال کے بعد قیام پذیر ہوئی۔

(مجالس المواعظ/۹م۱)

محرم کی مجالس ہیں عزاداری کا موسم ہے
کہ یہ سبطِ پیمبرؐ سے وفاداری کا موسم ہے
(علی اصغر عباس)

(۶) رمضان کے مبارک مہینے کی تیرہ تاریخ کو حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ کے منبر پر

بیٹھ کر حسینؑ سے پوچھا: اس مہینے کے کتنے دن گزر چکے ہیں اور کتنے دن باقی ہیں؟ فرمایا: اس مہینے میری ڈاڑھی کے بال میرے خون سے رنگین ہوں گے۔ آپ رونے لگے اور لوگوں نے بھی گریہ کیا۔

بعد میں فرمایا: یہ گمان نہ کرنا کہ میرا گریہ اس مفہوم میں ہے۔

وَاللّٰهِ لَابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَشْوَقُ إِلَى الْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ إِلَى ثَدْيِ أُمِّهِ۔ (تذکرۃ الشہداء ۳۹ مجلس سوم)

"خدا کی قسم ابی طالبؑ کے بیٹے کو موت سے اس سے بھی زیادہ پیار ہے جتنا بچے کو ماں کے پستان سے ہوتا ہے بلکہ میرا گریہ اپنے ان دو بیٹوں کے لئے ہے کہ ایک کو زہر سے شہید کر دیا جائے گا اور دوسرے کا تشنہ لب سر بدن سے جدا کر دیا جائے گا"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے بعد اور شہادت سے پہلے منعقد ہونے والی مجالس بے شمار ہیں۔ اور اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ علامہ امینی قدس سرہ نے اہل سنت کی معتبر کتب سے بیس مثالیں اپنی کتاب مستطاب "سیرتنا وسنتنا" میں جمع کی ہیں اور ان کے منابع و مآخذ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے رجال و اسناد پر بھی بحث کی ہے۔ (سیرتنا وسنتنا/ ۳۹ تا ۱۵۰)

گو کارگاہ رزم میں لاکھوں شہید ہیں
لیکن جہاں میں فخر شہادتِ حسینؑ ہے
کُل کائنات میں ہے عزاداریٔ حسینؑ
جس کی قضا نہیں وہ عبادت حسینؑ ہے
(مظہر عباس)

انبیاء اور زمینِ کربلا

حیران ہیں فرشتے، پیمبرؐ، وصی، ولی
کتنا اہل یقیں ہے خدا پر حسینؑ کا
(حرفِ دوام)

شوستری مرحوم تحریر کرتے ہیں: زمین کربلا میں وارد ہونا حزن اور رقت کا باعث ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت جمیع انبیاء کی نسبت واقع ہوئی۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ تمام پیغمبروںؑ کو کربلا کی زیارت کی توفیق حاصل ہوئی۔

وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ زَارَ کَرْبَلاَ ، وَوَقَفَ عَلَیْھَا وَقَالَ اِنَّکِ لَبُقْعَۃٌ کَثِیْرَۃُ الْخَیْرِ فِیْکِ یُدْفَنُ الْقَمَرُ الْاَزْھَرُ

"تمام انبیاء نے اس مقام مقدسہ کی زیارت کی اور یہاں کچھ دیر ٹھہرے، اور فرمایا: اے زمین کربلا! تو مقام خیر و برکت ہے اور تجھ میں امامت کا ماہ تاباں دفن ہوگا"۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۰۱ ح ۱۰)

ان انبیاء کرامؑ سے جو بھی نبی کربلا میں وارد ہوا اسے کوئی نہ کوئی صدمہ برداشت کرنا پڑا اور وہ دل گرفتہ اور مغموم ہوئے۔ جب انہوں نے اس دن کی تنگی، دل گرفتگی اور زحمت کے بارے میں خداوند ذوالجلال سے سوال کیا تو وحی الٰہی نازل ہوئی کہ یہ زمین کربلا ہے اور اس میں امام حسینؑ شہید ہوں گے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۲ تا ۲۴۳)

(۱) جب اہل بیتؑ کربلا میں پہنچے تو جناب ام کلثوم نے دریافت کیا: اے بھائی جان! یہ ایک ہولناک صحرا ہے۔ جسے دیکھ کر میرے دل میں ایک بہت بڑا خوف ٹھہر گیا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: میں جنگِ صفین کے موقع پر اپنے والد گرامی امیر المومنینؑ کے ساتھ اس زمین پر پہنچا تو میرے بابا گھوڑے سے اترے۔ آپ نے اپنا سر مبارک میرے بھائی (حسنؑ) کی آغوش میں رکھا اور سو گئے۔ میں ان کے سرہانے بیٹھا تھا۔ اچانک بابا جان تشویشناک حالت میں بیدار ہوئے اور زار و قطار رونے لگے۔ بھائی حسنؑ نے اس گریہ کا سبب پوچھا: تو فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ یہ صحرا ایک خون سے بھرا دریا ہے اور میرا حسینؑ اس دریا میں پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں پہنچتا۔

پھر چہرہ مبارک میری طرف کیا اور فرمایا:

"یَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ، كَيْفَ تَكُوْنُ إِذَا وَقَعَتْ هَا هُنَا الْوَاقِعَةُ"

"اے حسین جب اس زمین پر تمہارے ساتھ یہ واقعہ رونما ہوگا تو تم کیا کروگے"

میں نے عرض کیا: صبر کروں گا اور صبر کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ (مہیج الاحزان/۶۵، معالی السبطین: ۱/۱۷۵، اشک رواں ۲۱۰)

(۲) جب حضرت آدمؑ اس زمین پر اترے تو حضرت حواؑ کو نہ پایا۔ آپ ان کی تلاش میں نکلے۔ اس اثنا میں آپ زمین کربلا میں پہنچ گئے آپ پر رنج و ملال اور دل گرفتگی کی حالت طاری ہوگئی۔ اور جب آپ امامؑ کے مقام شہادت پر پہنچے تو آپ کے پاؤں لرزنے لگے۔ آپ زمین پر گر پڑے اور آپ کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔

آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا: خدایا کیا مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ سزا دی جا رہی ہے؟ میں ساری زمین پر پھرا ہوں لیکن میرا اتنا برا حال کسی زمین پر نہیں ہوا جتنا کہ اس زمین پر۔

اللہ رب العزت نے آپ پر وحی کی کہ اے آدمؑ: تم نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن تمہارا بیٹا حسینؑ اس مقام پر ظلم و ستم سے شہید کردیا جائے گا۔ تمہارا خون اس کے خون کی موافقت میں بہا ہے آدمؑ نے عرض کیا کہ اس کا قاتل کون ہوگا؟ وحی نازل ہوئی اس کا قاتل یزید ہوگا۔ جو اہل

آسمان اور اہل زمین کے نزدیک لعین ہوگا۔ حضرت آدمؑ نے کہا: اے جبرئیلؑ اگر تمہیں حسینؑ کے قاتل کے بارے میں معلوم ہو تو تم کیا کرو گے؟

جبرئیل نے کہا: اس پر لعنت کروں گا۔

پس آدمؑ نے اس پر چار مرتبہ لعنت کی اور عرفات کی جانب روانہ ہو گئے۔ جہاں انہوں نے حضرت حوا کو پالیا۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۲ ح ۳۷، اشک رواں/ ۲۱۰)

(۳) جب حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئے تو تمام دنیا میں پھرتے ہوئے جب کربلا کے مقام پر پہنچے تو طوفان کی زد میں آ گئے۔ آپ کی کشتی تلاطم میں گھر گئی۔ حضرت نوحؑ ڈرنے لگے کہ کہیں غرق ہی نہ ہو جائیں آپ نے بارگاہ پروردگار میں عرض کیا: خدایا! میں ساری دنیا میں پھرا ہوں لیکن اس مقام جیسی حالت اور ایسا خوف مجھ پر کہیں بھی طاری نہیں ہوا جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے نوحؑ اس مقام پر خاتم الانبیاء محمدؐ اور خاتم الاوصیاء علیؑ کے فرزند حسین کو قتل کر دیا جائے گا (حضرت علی کو خاتم الاوصیاء اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کے وصی ہیں۔ جب کہ دوسرے آئمہ اطہار حضرت علیؑ کے وصی ہیں۔ چونکہ حضرت محمد خاتم الانبیاء ہیں اس لئے حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام اس لحاظ سے خاتم الاوصیاء ہیں کہ ان پر سلسلہ وصایت اختتام کو پہنچ جائے گا)

حضرت نوحؑ نے پوچھا: اے جبرئیل! حسینؑ کا قاتل کون ہوگا؟ جبرئیل نے جواب دیا: قاتل حسینؑ! سات آسمانوں اور سات زمینوں کا ملعون ہوگا۔ پس حضرت نوحؑ نے اس پر چار مرتبہ لعنت کی۔ اس کے بعد کشتی روانہ ہوگئی اور کوہ جودی پر پہنچ کر لنگر انداز ہوئی۔ (بحار الانوار ۴۴/۲۴۳/۳۸، اشک رواں ۲۱)

(۴) جب حضرت ابراہیمؑ نے زمین کربلا کو عبور کیا تو آپؑ کا گھوڑا لرزنے لگا اور آپ گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور آپ کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ آپؑ نے استغفار پڑھنا شروع کی اور عرض کیا:

خدایا! مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔

جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے ابراہیم آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ لیکن اس سرزمین پر خاتم الانبیاء اور خاتم الاوصیاء کا فرزند شہید کردیا جائے گا۔ آپ کا خون اس لیے جاری ہوا کہ اس ہستی کے خون سے موافقت پیدا ہو سکے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۳ ح ۳۹)

(۵) حضرت اسماعیلؑ اپنے گوسفندوں کو دریائے فرات کے کنارے چرنے کے لئے بھیجا تو گلہ بانوں نے آپ کو خبر دی کہ چند روز سے ریوڑ پانی نہیں پیتا۔ حضرت اسماعیلؑ نے اس کا سبب جاننے کے لئے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے اسماعیلؑ! اپنے گوسفندوں پر سوال کرو وہ اس کا سبب بیان کریں گے۔ حضرت اسماعیلؑ نے ان سے فرمایا: کہ تم پانی کیوں نہیں پیتے؟ گوسفندوں نے نہایت فصیح زبان میں جواب دیا:

قَدْ بَلَغَنَا اِنَّ وَلَدَكَ الْحُسَيْنَ سِبطَ مُحَمَّدٍ يُقْتَلُ هٰهُنَا عَطْشَانًا، فَنَحْنُ لَا نَشْرَبُ مِنْ هٰذِهِ الْمَشْرَعَةِ حُزْنًا عَلَيْهِ

"ہم تک خبر پہنچی ہے کہ آپ کے فرزند حسینؑ نواسہ محمدؐ اس میدان پر شہید کردیئے جائیں گے۔ اور ہم ان کے غم میں پانی نہیں پی رہے اسماعیلؑ نے آپ کے قاتل کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: آنحضرت کو آسمانوں کے رہنے والوں اور زمین پر بسنے والوں میں سے ملعون ترین شخص قتل کرے گا۔ پس جناب اسماعیلؑ نے آپ کے قاتل پر لعنت فرمائی"۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۳ ح ۴۰ اشک رواں ۲۲۰)

(۶) روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیٹھ کر ہوا میں سیر فرماتے تھے۔ ایک دن آپؑ اسی سیر کے دوران زمین کربلا تک پہنچے۔ آپ کا ہوائی تخت اس قدر لڑکھڑایا کہ حضرت ڈر گئے کہ کہیں گر نہ جائیں۔ جب آندھی رک گئی تو آپ زمین کربلا پر اتر آئے۔ اور آپ نے آندھی سے کہا تم نے یہ کام کس لئے کیا اور مجھے زمین پر کیوں اتار دیا؟

اس نے جواب دیا: اس مقام پر حسینؑ کو شہید کردیا جائے گا۔ سلیمانؑ نے پوچھا: کون حسینؑ؟

جواب ملا: محمد مختار اور حیدر کرارؑ کے فرزند حسینؑ:

حضرت سلیمانؑ نے سوال کیا! ان کا قاتل کون ہوگا؟

جواب ملا: وہ آسمانوں اور زمین پر رہنے والوں میں (سب سے) ملعون یزید ہوگا۔

حضرت سلیمانؑ نے ہاتھ بلند فرمائے اور یزید پر لعنت ونفرین فرمائی اور جن وانس نے آپ کی اس بددعا پر آمین کہا۔

پس آندھی ٹھہر گئی اور حضرت سلیمان نے اپنے ہوائی سفر کو جاری کیا۔ (بحارالانوار: ۴۴/۲۴۴ ح ۴۲)

(۷) ایک دن حضرت موسٰیؑ حضرت یوشعؑ بن نون کے ہمراہ سیر کر رہے تھے' جب زمین کربلا پر پہنچے تو آپ کے جوتے ٹوٹ گئے اور بند کھل گئے اور آپ کے پاؤں میں کانٹے چبھنے کی وجہ سے خون بہنے لگا۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوگیا ہے کہ اس سزا میں مبتلا ہوگیا ہوں؟

وحی نازل ہوئی۔ اس زمین پر حسینؑ قتل کر دیئے جائیں گے اور ان کا خون بہے گا لہٰذا ان کے خون کی موافقت میں تمہارا خون بہا۔

عرض کیا کہ پروردگار! کون حسینؑ؟

جواب ملا: محمد مصطفیؐ اور علی مرتضیٰ کا فرزند ارجمند: موسٰیؑ نے پوچھا کہ ان کا قاتل کون ہوگا؟

جواب ملا: وہ دریا کی مچھلیوں، صحرا کے وحشیوں اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں سے ملعون ہوگا۔

حضرت موسٰیؑ نے بددعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور یزید پر لعنت ونفرین کی۔ جب کہ حضرت یوشعؑ نے آمین کہی اور اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔

(۸) ایک دن حضرت عیسٰیؑ اپنے حواریوں کے ساتھ جنگل بیاباں میں سیاحت فرما رہے تھے۔ ان کا گزر کربلا میں سے ہوا تو ایک خون خوار شیر کو دیکھا' جو کہ ان کے راستے میں حائل

تھا۔ حضرت عیسیٰؑ آگے بڑھے اور کہا: اے شیر! تو راستے پر کیوں بیٹھا ہوا ہے اور ہمیں گزرنے کیوں نہیں دیتا؟ اس شیر نے فصیح عربی میں جواب دیا:

إِنِّي لَنْ أَدَعَ لَكُمُ الطَّرِيقَ حَتّٰى تَلْعَنُوْا يَزِيْدَ قَاتِلَ الْحُسَيْنِ

''میں تمہارے لئے راستہ نہیں چھوڑوں گا جب تک تم یزید قاتلِ حسینؑ پر لعنت نہیں بھیجتے!

حضرت عیسیٰؑ نے کہا: حسینؑ کون؟

شیر نے کہا: وہ رسولِ امی محمدؐ اور ولی خدا علیؑ کا بیٹا ہے

فرمایا: اس کا قاتل کون؟

کہا: ان کا قاتل تمام حیوانات، وحشی درندوں اور بھیڑیوں سے بھی زیادہ ملعون ہے خصوصاً عاشور کے دنوں میں۔

حضرت عیسیٰؑ نے ہاتھ بلند فرمائے اور یزید پر لعنت و نفرین کی اور ان کے حواریوں نے آمین کہا۔ شیر ان کے راستے سے ہٹ گیا اور وہ راستے سے گزر گئے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۴۳ ح۴۱)

مرحوم مازندرانی حائری اس واقعہ کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

حضرت عیسیٰؑ اور آپ کے حواریوں نے گریہ کیا اور آنحضرتؐ کے قاتلوں پر لعنت کی۔۔

نیز حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! قاتلِ حسین پر لعنت کرو اور اگر ان کے زمانے کو پاؤ تو ان میں نہ بیٹھنا (یعنی ان کے ہمراہ جہاد کرنا) کیوں کہ ان کے ہمراہ شہید ہو جانا انبیاءؑ کے ہمراہ شہادت ہے۔ (معالی السبطین: ۱/۱۷۶)

تمام انبیاء کرام کا کربلا کی زیارت کرنا اسی راہ و روش پر تھا

(۹) ام سلمہؓ فرماتی ہیں: ایک رات رسول پاکؐ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک میری آنکھوں سے اوجھل رہے۔ پھر آپ آشفتہ حال اور غبار آلودہ حالت میں

آپؑ نے شدید گریہ فرمایا' یہاں تک کہ آپ کی ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور آنسو ٹپک ٹپک کر آپ کے سینہ مبارک پر رواں ہوگئے۔ اور ہم گریہ کرنے لگے۔ اور حضرت فرماتے تھے: آہ آہ! مجھے آلِ ابوسفیان سے کیا کام؟ مجھے آلِ حرب سے کیا مطلب؟ کہ وہ حزبِ شیطان اور اولیائے کفر ہیں اے ابا عبداللہ! صبر کیجئے کہ جو صدمات تمہارے باپ کے ساتھ گزرے اسی کی مثل تمہارے ساتھ گزریں گے۔

پس آپ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور چند رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد بھی یہی گفتگو کرتے اور روتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ دیر سو گئے۔ جب نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ابن عباس! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔

فرمایا: جو میں نے خواب میں دیکھا ہے تمہیں اس کی خبر دوں؟ میں نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ کی آنکھیں ہمیشہ استراحت میں رہیں، اور جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بہتر ہی ہوگا۔ فرمایا: میں نے دیکھا کہ چند آدمی آسمان سے زمین پر آئے' جن کے ہاتھوں میں سفید رنگ کے پرچم تھے اور وہ تیز دھار چمکتی تلواریں حمائل کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ خرما کے یہ درخت اپنی شاخیں زمین پر مار رہے ہیں، اور ان سے تازہ خون بہہ رہا ہے اور میرے جسم کا ٹکڑا اور آنکھوں کا نور حسینؑ اس خون میں غلطاں فریاد اور استغاثہ کر رہا ہے لیکن کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچتا۔ وہ نورانی مرد جو آسمان سے اترے تھے باآواز بلند کہہ رہے ہیں:

صَبْراً آلَ الرَّسُوْلِ ، فَإِنَّكُمْ تُقْتَلُوْنَ عَلٰى اَيْدِىْ شِرَارِ النَّاسِ ، وَهٰذِهِ الْجَنَّةُ، يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ اِلَيْكَ مُشْتَاقَةٌ

"اے آلِ رسولؐ! صبر کیجئے تم بدترین خلق کے ہاتھوں قتل ہوگے اور اے ابا عبداللہ! جنت آپ کے (وجود مسعود) کی مشتاق ہے"۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ سے تعزیت کی اور کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کو خوش خبری ہو

کہ خدا قیامت کے دن اس (شہادت) سے آپ کی آنکھوں کو روشن کرے گا۔ پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ اے ابن عباس! مجھ علیؑ کو اس خدا کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ پیغمبر اکرم حضرت ابو القاسمؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ تم جب اہل ظلم و ستم سے جنگ کرنے کے لئے جاؤ گے تو اس زمین کو دیکھو گے۔ یہی وہ زمین کربلا ہے جہاں میرا حسینؑ دفن ہوگا اور میری اور فاطمہؑ کی اولاد میں سے سترہ (۱۷) افراد اس کے ہمراہ دفن ہوں گے۔ یہ زمین آسمان پر مشہور و معروف ہے اور اس زمین کرب و بلا کا اسی طرح تذکرہ کیا جاتا ہے جس طرح زمین حرمین (مکہ و مدینہ) کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا: ابن عباس! تم اس صحرا میں ہرن کی مینگنیاں تلاش کرو۔ خدا کی قسم نہ تو میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی رسول اللہ سے جھوٹ سنا کہ ان کا رنگ مثل زعفران زرد ہوگا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین کے حکم کے مطابق مینگنیاں تلاش کیں تو ایک جگہ ان کو جمع پایا۔ میں نے با آواز بلند پکارا: یا امیر المومنینؑ! مجھے انہی صفات کی مینگنیاں مل گئی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ امیر المومنین نے ارشاد فرمایا: خدا اور رسول نے سچ فرمایا۔ پھر آپؑ تشریف لائے اور ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا: یہ بعینہ وہی مینگنیاں ہیں (جن کی مجھے خبر دی گئی تھی) اپنے پھر حواریوں کے ساتھ جب اس صحرا میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ یہاں ہرنوں کا ایک گلہ جمع ہے۔ اور وہ ہرن رو رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ زمین پر بیٹھ گئے اور ان کے حواری ان کے اردگرد بیٹھے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ رونے لگے حواری بھی انہیں دیکھ کر رونے لگے۔ جب کہ وہ اس بات سے آگاہ نہ تھے کہ حضرت عیسیٰ یہاں کیوں بیٹھے ہیں اور کیوں رو رہے ہیں۔

حواریوں نے عرض کیا: یا روح اللہ! آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس زمین کو جانتے ہو؟ حواریوں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: یہ وہ سرزمین ہے جہاں پیغمبر آخر الزمانؐ احمد کا فرزند اور طاہرہ بتولؑ جو میری والدہ مریمؑ کی شبیہ ہوں گی کا فرزند شہید ہوگا۔ اور اسی زمین میں دفن ہوگا اس زمین کی خاک پاک مشک سے فزوں تر ہے کیونکہ یہ خاک اس مظلوم شہید کا مدفن ہے اور انبیاءؑ اور اولاد انبیاءؑ کی طینت ایسی ہی ہوتی ہے۔

یہ ہرن مجھ سے کلام کرتے ہیں اور مجھے بتاتے ہیں کہ تربتِ امام مظلوم کے اشتیاق میں وہ اس زمین کی گھاس چرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زمین پر ہم درندوں کے شر سے محفوظ ہیں۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے ان مینگنیوں کو اٹھایا، توڑا اور سونگھا اور فرمایا: ان میں اس گھاس کی خوشبو ہے جو اس زمین میں اگتی ہے۔ اے اللہ ان مینگنیوں کو ہمیشہ اسی حالت میں باقی رکھ تاکہ اس (شہید مظلوم) کے والد بزرگوار ان کو سونگھیں اور ان کی تسلی کا باعث ہو۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ یہ مینگنیاں آج تک باقی ہیں اور طویل مدت کے باعث ان کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور یہ زمین جائے کرب و بلا ہے۔ اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے فرمایا: اے عیسیٰ بن مریم! خدا حسینؑ کے قاتلوں کو برکت نہ دے، اشقیاء کی نصرت کرنے والوں اور اسؑ کی مدد نہ کرنے والوں کو۔

یہ کہہ کر امیر المومنینؑ بہت روئے۔ آپ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو تھوڑی مینگنیاں اٹھا کر اپنی چادر کے دامن میں باندھ لیں اور مجھے حکم دیا تو میں نے بھی تھوڑی ہی مینگنیاں اٹھا لیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابن عباس! جب تم دیکھو کہ تازہ خون ان میں سے رواں ہے تو یقین کر لینا کہ میرا فرزند حسینؑ اس سرزمین پر شہید ہو گیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اپنے احباب خدا (ایمانی دوستوں) سے زیادہ ان مینگنیوں کی حفاظت کرتا تھا اور ہمیشہ اپنی آستین سے باندھے رکھتا تھا۔ ایک دن میں گھر میں سویا ہوا تھا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری آستین خون سے پر ہے اور خون ان مینگنیوں سے جاری ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم! فرزند رسولؐ شہید ہو گئے اور میرے مولا علیؑ نے ہرگز جھوٹ نہیں فرمایا تھا اور کبھی میرے مولا نے مجھے ایسی خبر نہیں دی جو واقع نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ رسول خداؐ ان کو بہت سی خبریں دیتے تھے۔ جن سے وہ دوسروں کو مطلع نہ فرماتے تھے۔ جب میں ڈرتا ہوا صبح دم گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک غبار نے سارے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا گویا سورج کو گہن لگ گیا ہو۔ مدینہ کی دیواریں

سرخ ہو گئیں۔ایسا لگتا تھا کہ ان پر خون چھڑکا گیا ہو۔ بس میں (گھر واپس پلٹا) بیٹھ گیا اور رونے لگا اور کہا: خدا کی قسم حسینؑ شہید ہو گئے۔اتنے میں میں نے ایک غیبی آواز سنی جو یہ تھی:

اِصْبِرُو آلَ الرَّسُوْلِ
قُتِلَ الْفَرْخُ النُّحُولِ
نَزَلَ الرُّوْحُ الْاَمِیْنَ
بِبُکَاءٍ وَ عَوِیْلٍ

''اے آلِ رسولؐ !صبر کرو کہ فرزند بتولؐ خستہ تن قتل ہوا اور روح الامینؑ نے نالہ وفریاد کرتے ہوئے اس شہیدِ مظلوم کے ماتم میں نزول کیا''۔

پھر اس شخص کے رونے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔اس کے رونے سے مجھ پر رقت طاری ہوگی اور میں نے اس وقت کو یاد رکھا اور وہ عاشور (دس محرم) کا دن تھا۔

جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ آپ اسی روز شہید ہوئے تھے۔اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے بیان کرتے تھے کہ خدا کی قسم ہم نے بھی یہی آواز سنی تھی جو تم نے سنی۔ ہم معرکہ میں تھے اور نہ سمجھ سکے کہ وہ کون تھا اور ہمارا گمان ہے کہ وہ خضرؑ تھے۔

(بحارالانوار: ۴۴/۲۵۲،امالی صدوق/۵۹۷م ۸۷ ح ۵ ،جلاء العیون/۳۲۷)

(۱۱) ہرثمہ بن ابی مسلم سے سند معتبر سے روایت ہے کہ اس نے کہا: ہم امیر المومنینؑ کے ہمراہ جنگِ صفین میں گئے۔واپسی پر جب زمینِ کربلا پر پہنچے اور اس جگہ نماز فجر ادا کی تو جناب امیرؑ نے وہاں کی خاک کی ایک مٹھی اٹھائی' اسے سونگھا اور فرمایا: خوشا تمہاری حالت اے خاک،تم سے ایک ایسا گروہ محشور ہوگا کہ جس کے افراد بغیر کسی حساب کے وارد بہشت ہوں گے۔

ہرثمہ نے واپس لوٹنے کے بعد اپنی بیوی سے، جو شیعان علیؑ میں سے تھی' یہ واقعہ بیان کیا۔اس کی بیوی نے کہا: اے شخص! امیر المومنین سوائے حق کے کچھ نہیں فرماتے۔

جب امام حسینؑ عراق کی جانب تشریف لائے' تو ہرثمہ کا کہنا ہے کہ میں عبید اللہ ابن

زیاد کے لشکر میں تھا۔ اس وقت میں نے زمینِ کربلا اور اس کے درختوں کو دیکھا تو مجھے حضرت علی علیہ السلام کی باتیں یاد آ گئیں۔ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا، انہیں سلام کیا اور اس مقام پر جو کچھ آپؑ کے باباؑ سے سنا تھا آپؑ سے عرض کیا۔

حضرت نے فرمایا: تو میرا ساتھ دے گا یا میرے دشمنوں کا؟ میں نے کہا: نہ آپ کا اور نہ آپ کے مخالفوں کا۔ کوفہ میں میری چند بیٹیاں ہیں جن کے بارے میں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈرتا ہوں۔

آنحضرتؑ نے فرمایا:

فَامْضِ حَيْثُ لَا تَرىٰ لَنَا مَقْتَلاً وَلَا تَسْمَعَ لَنَا صَوتًا ، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ حُسَيْنٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ الْيَومَ وَاعِيَتَنَا أَحَدٌ فَلَا يُعِيْنُنَا اِلَّا كَبَّهُ لِوَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

"کسی ایسی جگہ پر چلے جاؤ کہ جہاں ہمیں قتل ہوتا نہ دیکھو اور ہماری آوازِ استغاثہ نہ سنو۔ اس خدا کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں مجھ حسینؑ کی جان ہے جو شخص بھی ہمارا استغاثہ سنے گا اور ہماری مدد نہیں کرے گا، خدائے متعال اس کی اس بات پر اسے آتشِ جہنم میں پھینک دے گا"۔ (بحار الانوار: ۴۴/ ۲۵۵، امالی صدوق/ ۱۳۶ م ۲۸ ح ۶، شرح ابن ابی الحدید: ۳/ ۱۶۹ ب ۳۶)

امام حسینؑ اور حضرت یحییٰؑ

شباہتیں:

امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہم امام حسینؑ کے ہمراہ نکلے تو آپ نے کسی بھی منزل پر پڑاؤ نہیں کیا اور کسی بھی منزل سے کوچ نہیں فرمایا مگر یہ کہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو یاد فرماتے تھے۔ (بحار الانوار: ۴۵/۲۹۸)

(۱) دونوں کے حمل کی مدت چھ ماہ تھی جس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

(۲) دونوں کی ولادت ہائے باسعادت پر خداوندِ متعال کی طرف سے خوش خبری آئی۔

حضرت یحییٰؑ کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

"یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰی"

"اے زکریا! ہم آپ کو ایک فرزند کی خوش خبری دیتے ہیں کہ جس کا نام یحییٰ ہے"۔ (سورہ مریم، آیہ ۷)

اور امام حسینؑ کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ پر جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ!

اِنَّ اللّٰهَ یُقْرِءُ عَلَیْكَ السَّلَامُ وَیُبَشِّرُكَ بِمَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ مِنْ فَاطِمَةَ تَقْتُلُهٗ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ

"تحقیق خدائے متعال آپؐ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ مولود جو حضرت فاطمہؑ (کے بطن مبارک) سے دنیا میں تشریف لایا ہے' کے بارے میں بشارت دیتا ہے کہ آپؐ (کے انتقال) کے بعد آپ کے امتی اسے شہید کر دیں گے"۔ (کامل الزیارات/۵۶ ب ۱۶ ح ۴)

(۳) دونوں کے نام بغیر کسی واسطے کے خداوند متعال کی طرف سے منتخب ہوئے۔ (سورہ مریم' آیہ ۷' بحارالانوار: ۴۴/۲۳۸و ۲۳۹' امالی صدوق ۱۴۴م ۲۸ ح ۳)

(۴) دونوں نے شیر مادر نہیں پیا' حضرت یحیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا گیا اور بہشت کی نہروں میں سے (مشروبات بہشت) پیتے رہے اور شیر خوارگی کے بعد باپ کے پاس نازل ہوئے۔ (بحارالانوار: ۱۴/۱۸۰ح ۱۷)

اور امام حسین نے زبانِ رسول کو چوس کر عرشِ عظیم سے غذا حاصل کی۔ (بحارالانوار: ۴۳/۲۴۵ اصول کافی: ۱/۳۸۶' امالی صدوق/۱۳۶م ۲۸ ح ۵)

(۵) دونوں ہستیوں کے چہرے درخشندہ تھے:

حضرت یحیٰؑ کے بارے میں وارد ہے:

كَانَ الْبَيْتُ يُضِيئُ بِنُوْرِهِ

''آپؑ کے نور جمال نے گھر کو روشن کردیا''۔ (بحارالانوار: ۱۴/۱۸۰ح ۱۷)

اور امام حسینؑ کے بارے میں راوی کہتا ہے:

لَقَدْ شَغَلَنِىْ نُوْرُ وَجْهِهِ وَجَمَالُ هَيْبَتِهِ عَنِ الْفِكْرَةِ فِىْ قَتْلِهِ

''ان کے چہرے کے نور اور جمال و جلال نے مجھے ان کے قتل کے ارادے سے باز رکھا''۔ (بحارالانوار: ۴۵/۵۷)

(۶) دونوں ہستیوں میں سے کوئی بھی تمام عمر خوش حال نہ ہوا اور اگر کوئی خوشی ان کی زندگی میں آئی بھی تو جلد ہی حزن وملال میں بدل گئی۔ (اشک رواں/۳۴۰)

(۷) دونوں کے قاتل حرام زادے تھے۔ (کامل الزیارات/۷۷ب ۲۵ بحارالانوار: ۴۴/۳۰۲و۱۴/۱۸۴)

اور حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں ایک ایسی منزل ہے جس کا مستحق امام حسینؑ اور حضرت یحیٰؑ کے قاتلوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ (بحارالانوار: ۴۴/۳۰۱ح ۹' کامل الزیارات/۷۸ب ۲۵ح ۲' عقاب الاعمال/۲۱۶ باب عقاب من قتل الحسینؑ ح ۲)

(۸) آپ پر زمین و آسمان نے گریہ کیا۔ (بحارالانوار: ۱۴/ ۱۶۸ح ۶ و ۷ و ج ۴۵/ ۲۱۰ و ۲۱۱ کامل الزیارات/ ۸۹ ب ۲۸ ح ۱۷)۔ بلکہ خون روئے (بحارالانوار: ۴۵/ ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ج ۱۴/ ۱۸۳ کامل الزیارات/ ۹۲ ب ۲۸ ح ۲۰)

(۹) آسمان اور اہل آسمان کے علاوہ' سورج نے بھی ان دونوں ہستیوں پر گریہ وغم کیا۔ سورج کا گریہ اس صورت میں تھا کہ وہ خونِ رنگ طلوع ہوا اور خونِ رنگ غروب ہوا۔ (بحارالانوار: ۱۴/ ۱۸۲)

(۱۰) شہادت کے بعد ان دونوں ہستیوں کے سروں نے کلام کیا' یحییٰؑ کے سر نے بادشاہ سے کہا: خدا سے ڈرو۔ (بحارالانوار: ۱۴/ ۳۵۷)

اور امام حسینؑ کا سر مبارک بار بار قرآن پڑھتا تھا' جس کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

(۱۱) یحییٰ علیہ السلام کو بطریق صبر قتل کیا گیا۔ (اشک رواں/ ۴۴۱)

اور امام حسین باوجود اینکہ میدانِ جنگ میں شہید ہوئے (لیکن) یہ بھی طریق صبر تھا۔

چنانچہ امام سجادؑ نے کوفہ میں فرمایا:

"أَنَا ابْنُ مَنْ قُتِلَ صَبْراً"

"میں اس کا بیٹا ہوں کہ جسے طریق صبر میں شہید کیا گیا"۔

(بحارالانوار: ۴۵/ ۱۱۳' لہوف/ ۱۵۷' قتل صبر کا مفہوم یہ ہے کہ کسی جاندار کا نشانہ باندھ کر کوئی چیز اس کی طرف پھینکتے ہیں تا کہ وہ مر جائے)۔

(۱۲) حضرت یحییٰؑ کے سر کو بنی اسرائیل کے ایک حرامزادے کو ہدیہ کیا گیا۔ (بحارالانوار: ۴۵/ ۲۹۸)

اور سید الشہداءؑ کے سر کو ابن زیاد اور یزید کو ہدیہ کیا گیا جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔

دونوں ہستیوں کی شہادت میں تفاوت

(۱) یحییٰ کی بشارت حضرت زکریا کے لئے خوشی کا باعث بنی تھی' لیکن حضرت حسینؑ کی

بشارت حزن وملال کا موجب بنی۔

(۲) حالانکہ دونوں بطریق صبر شہید ہوئے لیکن امام حسینؑ کو اس قدر زخم لگے کہ آپؑ ایک جگہ ٹھہر گئے' پس آپ کا سر کاٹ لیا گیا۔

(۳) حضرت یحییٰ کے سر کو ہاتھوں سے پکڑا گیا اور طشت میں کاٹا گیا لیکن حضرت حسینؑ کے پہلو میں نیزہ مارا گیا جس سے آپ گھوڑے سے زمین پر آ گرے۔ پھر آپ کے سر کو کاٹا گیا۔

(۴) حضرت یحییٰ کے قاتل کی عداوت خنجر کی ایک ضرب چلانے سے ختم ہوگئی' لیکن کربلا میں تلواروں اور نیزوں کی سینکڑوں ضربوں کے علاوہ دیگر ضربوں پر بھی اکتفا نہ کیا گیا۔ اور شہادت کے بعد لاشۂ امام کو گھوڑوں کے سموں تلے پامال کیا گیا۔

(۵) حضرت یحییٰ کے سر کو صرف ایک بار ہدیہ کیا گیا لیکن مظلوم حسینؑ کے سر کو نیزے پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا اور لعین چوب دستی سے آپ کے دانتوں اور ہونٹوں پر ضربیں لگاتے رہے۔

(۶) حضرت یحییٰ کے قاتل کی حالت آپ کے سر مقدس کو دیکھ کر متغیر ہوگئی لیکن امام حسینؑ کے قاتل نے آپؑ کے سر مبارک کو دیکھ کر تبسم کیا۔

(۷) حضرت یحییٰ کو مسجد سے باہر لایا گیا تو آپ کے کوئی اہل و عیال اور بچے نہ تھے۔ لیکن امام مظلومؑ کو اس حالت میں خیموں سے باہر لایا گیا کہ بیبیاں حیران' پیاسی' بے سہارا اور عالم غربت میں تھیں۔ چھوٹی بچیاں بے کسی و غریبی کی حالت میں نالہ کناں تھیں اور امامؑ انہیں اپنی امانِ رحمت میں لے کر تسلی و تشفی دے رہے تھے۔

(۸) جناب یحییٰ کا سارا خون طشت میں گرا سوائے اس ایک قطرہ کے جو زمین پر گرا اور جوش زن ہوا۔ لیکن کربلا میں سارے کا سارا خون خاک پر بہا' سوائے ان چند قطروں کے جو امام مظلومؑ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر مل لئے یا آسمان کی جانب اچھال دیئے۔

(۹) حضرت یحییٰ کا سر ایک ضرب سے کاٹا گیا لیکن مظلوم کربلا کا سر بارہ ضربوں سے

کاٹا گیا۔

(۱۰) جب جناب یحییٰؑ کے سر کو کاٹا گیا تو ان کا بدنِ اطہر صحیح تھا لیکن کربلا میں امام حسینؑ کے بدن کو پامال اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

(۱۱) امام حسینؑ کے سر کو نیزہ پر بلند کیا گیا' درخت پر لٹکایا گیا' دروازے پر نصب کیا گیا اور تنور میں رکھا گیا' لیکن جناب یحییٰؑ کا سر صرف طشت میں پڑا رہا۔(اشک رواں/ ۴۴۱-۴۴۳)

صفاتِ حسینیہ

زرہ نواز و زہد نما صاحب امتیاز طناز و شرگیں و گراں خواب سرفراز
حق بین و پاکباز خدا بین و بے نیاز بے دار و داغ دار و خوناب غم فراز
گرد اس کے پھرے کعبۂ ایماں کا طوف ہے
بس اے انیسؔ بس کہ نظر بد کا خوف ہے
(انیسؔ)

فاطمہ زہراؑ کی میدانِ محشر میں آمد

بروزِ حشر مظلوموں کو لے کر
مخاطب فاطمہؑ ہوں گی خدا سے
میرے اصغرؑ نے کیا تقصیر کی تھی
خدایا پوچھ ظالم حُرملہ سے
پھر اِک اِک ظلم کی بابت غضب سے
خدا پوچھے گا فوجِ اشقیا سے
(حرفِ دوام)

(۱) امام رضا علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:
قیامت کے دن میری بیٹی فاطمہؑ خون آلودہ لباس لئے میدانِ محشر میں آئے گی اور ارکانِ عرش میں سے ایک رکن کا سہارا لے کر کہے گی: اے انصاف فرمانے والے! میرے اور میرے فرزند (حسینؑ) کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم' میری بیٹی کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔ بتحقیق خدائے عزوجل فاطمہؑ کے غضب سے خشمناک ہوگا اور اس کی رضا پر خوش و خوشنود ہوگا۔
(بحارالانوار: ۴۳/۲۲۰ باب ظلمہا فی القیامۃ ح ۳)

(۲) امام جعفر صادقؑ نقل فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو فاطمہؑ کے لئے ایک قبۂ نور نصب کیا جائے گا اور حسین علیہ السلام خود اپنا سر ہاتھ میں لئے اپنی ماں کی طرف چلیں گے۔

جب حضرت فاطمہؑ ان کو دیکھیں گی تو نالہ وفریاد اور گریہ وشیون کریں گی جس پر تمام مقرب فرشتے' انبیائے مرسلینؑ اور تمام مومنین میدان محشر میں ان کے حال زار پر روئیں گے۔

اس کے بعد امام صادقؑ نے فرمایا: خدا ہمارے شیعوں پر رحمت کرے خدا کی قسم ہمارے شیعہ حقیقی مومن ہیں جو اس طویل رنج وغم اور شدید افسوس میں' اس مصیبت میں ہمارے ساتھ شریک رہیں گے۔ (بحارالانوار: ۲۲۱/۴۳ ح ۲' عقاب الاعمال/۲۵۷ باب کیفر قاتلین حسین علیہ السلام ح ۳)

(۳) حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا: فاطمہؑ کے لئے اس کے بیٹے حسینؑ کا خون آلود سر مجسم ہو جائے گا۔ پس فاطمہؑ فریاد کریں گی:

"وَا وَلَدَاهُ ، وَا ثَمَرَةَ فُؤَادَاهُ"

"اے میرے بیٹے، اے میرے میوۂ دل"

فاطمہ کے گریہ وشیون پر تمام ملائکہ نالہ وفریاد کرنے لگیں گے' اور اہل محشر کہیں گے: اے فاطمہؑ! خدا آپؑ کے بیٹے کے قاتل کو قتل کرے۔ (عقاب الاعمال/۲۶۰ ح ۱۰' بحارالانوار: ۲۲۲/۴۳ ح ۹)

(۴) رسولِ خدا نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا فاطمہؑ خواتین کے ایک گروہ کے درمیان محشر میں وارد ہوں گی۔ حکم ہوگا: بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

آپؑ عرض کریں گی: میں اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہوں گی جس وقت تک یہ نہ جان لوں کہ میرے بعد میرے بیٹے حسینؑ سے کیا سلوک کیا گیا؟

خطاب باری ہوگا: قلب محشر پر نگاہ ڈالو۔ جب نگاہ ڈالیں گی تو حسینؑ کو دیکھیں گی کہ جو بغیر سر کے کھڑے ہوں گے۔ پس وہ گریہ کریں گی' اور میں اس کے گریہ پر نالہ وشیون کروں گا اور تمام ملائکہ ہماری فریاد وفغاں پر تڑپ اٹھیں گے۔

پس خدائے بزرگ و برتر کو غصہ آئے گا اور وہ آگ کہ جس کا نام ہب ہب ہے' اور جسے ہزار سال سے جلایا گیا ہے تاکہ سیاہ ہو جائے اور جس میں ذرہ برابر آسائش نہیں اور اندوہ اس

سے جدا نہ ہوگا، حکم دیا جائے گا کہ قاتلانِ حسینؑ کو اگر چہ وہ حاملین قرآن ہوں برباد کردو۔ پس وہ آگ ان تمام کو نگل لے گی۔ (بحار الانوار: ۲۲۲/۴۳ ح ۸، عقاب الاعمال/ ۲۵۸ ح ۵)

(۵) ابان بن عثمان حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا خداوند متعال اولین و آخرین، تمام مخلوقات کو ایک بیابان میں جمع کرے گا پس منادی ندا کرے گا: اپنی آنکھوں کو بند کرلو اور اپنے سروں کو جھکالو، تا کہ فاطمہ بنت محمدؐ راستے سے گزر جائیں۔

پس (تمام) مخلوق اپنی آنکھوں کو بند کرلے گی اور فاطمہؑ بہشت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ پر سوار، ستر ہزار فرشتوں کی مشایعت میں آئیں گی اور میدانِ قیامت میں ایک بلند مقام پر ٹھہریں گی۔ اس وقت اپنے ناقہ سے اتریں گی اور حسینؑ ابن علیؑ کے خون آلودہ لباس کو ہاتھ میں لے کر عرض کریں گی: پروردگار! یہ میرے بیٹے کا لباس ہے اور تو (خوب) جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔

خدائے عزوجل کی طرف سے آواز آئے گی: اے فاطمہؑ! مجھے تمہاری خوشنودی منظور ہے؟

پس (فاطمہؑ) عرض کریں گی: خدایا! اس کے قاتلوں سے انتقام لے۔

خداوند متعال آگ کے ایک گروہ کو حکم دے گا کہ جہنم سے نکل کر قاتلانِ حسینؑ کو (میدان محشر سے اس طرح چنو) جس طرح پرندہ دانہ چنتا ہے۔ پس (وہ) آگ انہیں اپنے ہمراہ جہنم میں لے جائے گی، اور انہیں طرح طرح کے عذاب سے معذب کیا جائے گا۔

اس وقت فاطمہؑ ناقہ پر سوار بہشت میں داخل ہوں گی۔ ملائکہ ان کی مشایعت کر رہے ہوں گے اور ان کے بیٹے ان کے آگے آگے اور شیعہ ان کے دائیں بائیں ہوں گے۔ (امالی مفید/ ۱۳۰ م ۱۵ ح ۶، بحار الانوار: ۲۲۴/۴۳ ح ۱۱)

علامہ شوستری نے کتاب ''الخصائص الحسینیہ'' میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی آمد کی کیفیت کو کئی احادیث سے استفادہ و تلفیق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم یہاں اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

اس دن حضرت فاطمہؑ ایک خاص کیفیت میں محشر میں وارد ہوں گی کہ بر برش حلہ کرامت ہوگا اوران کے چہرے پر ہزار بہشتی حلے ہوں گے۔ اوران کے سر پر نورالٰہی کا ایک قبہ ہوگا جس کا ظاہر اس کے باطن سے اور باطن اس کے ظاہر سے روشن تر ہوگا۔ اور سر پر ستر کونوں والا ایک نورانی تاج ہوگا۔ جس ناقہ پر آپؑ سوار ہوں گی وہ جنت کا ناقہ ہوگا جس کی مہار جبرئیلؑ کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: اپنی آنکھوں کو بند کرلو کہ خاتم الانبیاءؐ کی بیٹی گزر رہی ہیں۔

بہشت کی جانب سے بارہ ہزار حورالعین ان کے استقبال کے لئے بڑھیں گی کہ جنہوں نے کبھی کسی کا استقبال نہ کیا ہوگا اور نہ کسی کو چاہا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ مریم بنت عمران ستر ہزار حوریہ کے ہمراہ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ اور حوا و آسیہ بھی ستر ہزار حوروں کے ہمراہ استقبال کریں گی۔ اس وقت آپؑ کے لئے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا۔ خون آلود سامان اور خون حسینؑ میں غلطان پیراہن اس مکرمہ کے پاس ہوگا۔

پس وہ عرض کریں گی: خدایا! میں چاہتی ہوں کہ حسنؑ و حسینؑ کو دیکھوں۔ پس حسینؑ سر بریدہ حالت میں سامنے آئیں گے اور ان کی رگوں سے خون جاری ہوگا۔ جب اس حالت کو دیکھیں گی تو آپؑ کی چیخ نکل جائے گی' اور خود کو ناقہ سے نیچے گرادیں گی اور تمام پیغمبر اور ملائکہ رونے اور چلانے لگیں گے۔

حدیث میں ہے کہ حسینؑ بذات خود اپنے سر کو ہاتھ میں لئے آئیں گے اور جب فاطمہؑ ان کو دیکھیں گی تو نعرہ زن ہوں گی اور تمام اہلِ محشر گریہ کرنے لگیں گے۔ پس حسینؑ کے پیراہن کو ہاتھ میں لے کر عرض کریں گی: خدایا: یہ میرے بیٹے کا پیراہن ہے۔ اس پیراہن کو بھی اس کے بدن پر نہ چھوڑا گیا اور اسے برہنہ حالت میں زمین (کربلا) پر ڈال دیا گیا۔

پس اے خدائے متعال! اس کے قاتلوں اور ان کی اولاد سے اور ان کی اولاد کی اولاد سے جو اپنے باپ دادوں کے اس فعل سے راضی ہوئے، طرح طرح کے عذاب سے انتقام لیجیے۔ (اشک رواں برامیر کارواں/ ۲۸۷ تا ۲۸۹)

عزائے سید الشہداؑ میں سیاہ لباس پہننے کا استحباب

مردم سیاہ پوش ہیں اور گھر سفید
جیسے بیاضِ چشم اِدھر اور اُدھر سفید
(میر انیس)

اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام قرون و اعصار میں علماء، صلحاء اور ابرار و اخیار کا وطیرہ یہ تھا کہ مصیبت میں سیاہ لباس پہنتے تھے۔ اور معصومین علیہم السلام بھی ایام عزا خصوصاً عزاداری سید الشہداءؑ میں ایسا ہی کرتے تھے۔ بلکہ تمام عقلا کا اسی پر عمل تھا کہ وہ سیاہ لباس کو حزن و اندوہ کا لباس سمجھتے تھے۔

اسلام کی مقدس شرع میں اس پر کسی قسم کا اعتراض اور منع نہیں کیا گیا بلکہ اکثر احادیث اور شواہد اس کی تائید میں ملتے ہیں۔ ہم یہاں اس روش کی دلالت میں چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد عزائے آئمہ میں سیاہ پوشی کی مطلوبیت پر دال احادیث نقل کریں گے جو بعض فقہا نے اپنے فتاویٰ کے ذیل میں درج کی ہیں:

(۱) جنگ اُحد جس میں مسلمانوں کے ستر (۷۰) افراد شہید ہوئے۔ ام سلمہؓ سمیت مسلمانوں کی خواتین نے شہداء کے سوگ میں سیاہ رنگ کا لباس پہنا۔ (سیرہ ابن ہشام: ۱۵۹/۳)

(۲) ابونعیم اصفہانی نقل کرتے ہیں: جس وقت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر جناب اُم سلمہؓ کو پہنچی، تو انہوں نے مسجد نبوی میں سیاہ رنگ کا قبہ نصب کیا اور سیاہ رنگ کا لباس پہنا۔ (عیون الاخبار از عماد الدین ادریس قرشی/۱۰۹)

(۳) اسماء بنت عمیس نے جنگ موتہ کے بعد اپنے ہمسر جعفر طیار کے غم و عزا میں سیاہ

لباس پہنا۔(مجمع الزوائد ہیثمی: ۳/۱۶)

(۴) امام زین العابدینؑ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند نقل فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بنی ہاشم کی عورتوں نے آنحضرتؑ کے ماتم میں سیاہ رنگ کے لباس اور خشن کے جامے پہنے اور وہ گرمی یا سردی کی شکایت ہرگز نہ کرتی تھیں اور میرے بابا علی بن الحسین ان کے مراسم عزاداری میں مشغول ہونے کے سبب ان کے لئے غذا کا انتظام کرتے تھے۔(محاسن برقی/۴۲۰ح ۱۹۵، بحارالانوار: ۴۵/۱۸۸ و ج ۸۲/۸۴، وسائل: ۳/۲۳۸ ب ۶۷ از دفن ح ۱۰)

(۵) جس وقت یزید نے اہل بیت رسولؐ کو طلب کیا اور انہیں شام میں قیام کرنے یا مدینہ واپس چلے جانے میں اختیار دیا تو وہ کہنے لگے: ہم ہر چیز سے اس بات کو عزیز رکھتے ہیں کہ امام مظلوم کے لئے مجلس ماتم و عزاء برپا کریں اور گریہ وزاری کریں۔

یزید نے کہا: تم جو چاہتے ہو انجام دو۔ اس وقت ان کے لئے مکان مہیا کئے گئے۔ پس بنی ہاشم اور طائفہ قریش کی عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جس نے (عزاداری) حسینؑ کے لئے سیاہ لباس نہ پہنا ہو۔ اور سات دن تک آنحضرتؑ کے لئے گریہ وندبہ کیا گیا۔(منتخب طریحی: ۲/۴۸۲، بحارالانوار: ۴۵/۱۹۴، مستدرک: ۳/۳۲۷ ب ۱۲۸ احکام ملابس ح ۳۱' مقتل ابی مخنف/۲۲۰)

(۶) امام سجادؑ کے جامع مسجد دمشق میں تاریخی خطبے کے بعد منہال اٹھا اور کہنے لگا: اے فرزند رسول خدا! آپ کا کیا حال ہے؟

امام سجادؑ نے فرمایا: اس شخص کا حال کیسا ہوگا کہ جس کے باپ کو قتل کر دیا گیا ہو اور اس کے اہل و عیال کو قیدی بنالیا گیا ہو؟ ابھی میں اور میرے اہل بیتؑ لباس عزا پہنے ہوئے ہیں اور نیا لباس پہننا ہمارے لئے روا نہیں ہے۔(مقتل ابی مخنف/۲۱۷، ناسخ التواریخ زندگانی امام سجادؑ: ۱/۲۹۳)

(۷) سلیمان بن راشد اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے امام سجادؑ کو دیکھا کہ آپ سیاہ رنگ کا ایک جبہ 'جو آگے سے کھلا تھا' پہنے ہوئے تھے۔(کافی: ۶/۴۴۹، وسائل: ۵/۳۴ ب

۱۱۸احکام ملابس ح ۲، مستدرک: ۲۱۰/۳ ب ۷ الباس مصلی ح ۲، دعائم الاسلام: ۱۶۱/۲ ح ۵۷۲)

(۸) نعمان بن بشیر نے جس وقت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کے کانوں تک پہنچائی، تمام لوگوں نے سیاہ لباس پہن لئے اور نالہ و فریاد کرنے لگے۔ (مقتل ابی مخنف /۲۲۲)

(۹) سلیمان بن ابی جعفر (ہارون کے چچا) امام کاظمؑ کی تشییع جنازہ میں سیاہ رنگ کا لباس پہنا۔ (بحارالانوار: ۲۲۷/۴۸)

(۱۰) سیف بن عمیرہ، امام صادقؑ اور امام کاظمؑ کے ایک بزرگ صحابی اپنے سوگنامہ میں کہتے ہیں:

وَالْبَسْ ثِيَابَ الْحُزْنِ يَوْمَ مُصَابِهِ
مَا بَيْنَ أَسْوَدَ حَالِكٍ أَوْأَخْضَرٍ

"آنحضرتؑ کے یوم شہادت (روز عاشور) (ایسے) لباس ہائے عزا پہننے چاہئیں جو گہرے سیاہ رنگ یا گہرے سبز رنگ کے ہوں"۔ (منتخب طریحی: ۴۳۷/۲)

صدر اسلام سے مربوط یہ موارد اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اسلام کے قرون اولیہ میں ہمارے زمانہ کی طرح سیاہ رنگ کا لباس غم کی علامت تھا۔ اور مصیبت زدہ لوگ (مشکی کالے رنگ) کا لباس یا کم از کم لباس تیرہ پہنتے تھے۔

پہلا اور دوسرا واقعہ اس جلیل القدر بی بی کے متعلق ہیں کہ جو سات سال تک پیغمبر اکرم کی زوجہ رہیں اور پچاس سال سے زیادہ عرصہ آئمہ معصومینؑ سے مانوس و مربوط رہیں۔ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ کی شہادتیں ان کے سامنے ہوئیں۔ اور امام حسینؑ نے انہیں ماں کہہ کر مخاطب کیا۔ اس پر توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مراسم عزا شروع سے رائج تھے اور مسلسل مروج رہے۔ ان کے اس عمل کو تقریر معصومینؑ سے نسبت ہے اور ان کے اس عمل کو ان کی سیرت کے علاوہ سنت کو ظاہر کرنے والا بھی سمجھنا چاہیے۔

تیسرا مورد اسماء بنت عمیس کے متعلق ہے کہ جو اکثر حضرت فاطمہ زہرا اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں ہیں۔ ان کا عمل بھی ہمارے لئے بہت سے معاملات سیرت کا آئینہ دار ہے۔

چوتھے مورد کے بارے میں عرض ہے کہ سیاہ پوش بیبیوں کے درمیان عقیلہ بنی ہاشم، نائبہ حضرت زہراؑ، قہرمان کربلا حضرت زینب کبریٰؑ جیسی ہستی کا وجود اس مسئلے کو حدِ سیرہ سے بالا لے جاتا ہے۔

خصوصاً اس لحاظ سے کہ یہ بیبیاں امام زین العابدین کے حضور موجود تھیں۔ اور امام بذات خود ان کے لئے غذا کا بندوبست فرماتے تھے۔ اور طبعاً ان کے لباس کی وضع کو دیکھتے ہوئے انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: سال ۳۵۲ ہجری میں معزالدولہ احمد بن بویہ نے حکم دیا: محرم کے پہلے دس دن بغداد کے عام بازار بند رکھے جائیں اور لوگ سیاہ لباس پہنیں اور عزاداری و نوحہ سرائی کے مراسم برپا کریں۔ نوحہ سرائی کی جائے اور مرد اور عورتیں اپنے سینوں اور چہروں پر ماتم کریں۔ اور اس حالت میں کاظمین شریفین کی طرف جائیں اور ان دونوں اماموں سے امام حسینؑ کی مصیبت پر تعزیت کریں۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۴۳/۱۱ عزائے حسینی ۲۲۵)

اس اعتبار سے تقریر معصوم کے سبب یہ شرعی حجت بن جاتی ہے اور اس کی مظلومیت ثابت ہو جاتی ہے۔

پانچواں مورد بھی بعینہ چوتھے مورد کی طرح ہے اور حجتِ شرعی کی حد میں داخل ہے۔

چھٹا مواد ان سے بھی زیادہ دلالت کا حامل ہے' اس میں لفظ سیاہ کی وضاحت نہیں کی گئی بلکہ لباس عزاء کے عنوان سے بات ہوئی ہے۔

ساتویں مورد میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ اپنے پدر بزرگوار کے سوگ میں مشکی (کالا) لباس پہن رکھا تھا ورنہ حجت شرعی قائم ہو جاتی۔

اس بیان غالب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ موارد علاوہ ازیں اس بات کے اثبات کا بھی موجب بنتے ہیں کہ صدرِ اسلام میں سیاہ لباس، لباسِ عزا کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور تمام لوگ اپنے

عزیزوں کی مصیبت میں سیاہ کپڑے پہنتے تھے۔ اس کے شرعی رجحان کے بارے میں امام کا سکوت بھی دال ہے۔

ائمہؑ کے اقوال و افعال

(۱) اصبغ بن نباتہ کا کہنا ہے: میں مولائے متقیان، امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مسجد کوفہ میں وارد ہوا۔ میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے سیاہ لباس پہن رکھے تھے۔ (سیاہ پوشی در سوگ آئمہ نور/۲۳۳ بہ نقل از رسالہ مجمع الدر آیۃ اللہ مامقانی)

(۲) امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عباس لوگوں کی طرف آئے اور کہا: امیر المومنینؑ ہمارے درمیان سے جا چکے ہیں اور اپنا ایک جانشین چھوڑ گئے ہیں۔ اگر تم اسے دوست رکھتے ہو تو وہ باہر نکلے اور تمہارے پاس آئے ورنہ کسی کا کسی پر (جبر) نہیں ہے۔

لوگ گریہ کرنے لگے اور کہنے لگے: پس امام حسنؑ سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے لوگوں کے پاس آئے اور ان کے لئے خطبہ پڑھا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ۲۲/۱۶، مجمع الزوائد: ۱۴۶/۹)

(۳) رسول اکرمؐ نے اپنی رحلت کے وقت سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ جیسا کہ امام صادقؑ فرماتے ہیں: جس دن رسول اکرمؐ نے رحلت فرمائی، آپ کے جسم پر سیاہ لباس تھا، صبح کی نماز مسجد میں با جماعت پڑھی اور اس کے بعد خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ (بصائر الدرجات/۳۰۴ جز ۶ ب ۱۶ ح ۱۰)

(۴) امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بہشت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دریاؤں پر اترا اور اپنے پر و بال اس کی چوٹی کے اوپر پھیلا دیئے، اس کے بعد آہ کھینچی اور کہا: اے دریاؤں میں رہنے والو! جامہ ہائے عزا پہنو کہ رسول خداؐ کے بیٹے کا سر کاٹ دیا گیا ہے۔ (بحار الانوار: ۲۲۱/۴۵، کامل الزیارات/۲۷ ب ۲۱ ح ۳، مقتل خوازمی: ۱۲۶/۱ ف ۸)

(۵) سکینہؑ بنت حسینؑ نے یزید ملعون سے خطاب فرمایا: کل رات میں نے خواب میں

دیکھا ہے کہ.......... پھر اس کے بعد بہشتی خادم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے محل میں داخل کر دیا۔

وہاں پانچ بزرگ اور نورانی بیبیاں میرے سامنے تھیں' جن میں سے سب سے زیادہ بر گزیدہ اور نورانی اور زیبا خاتون بال بکھرائے، سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ جس کے ہاتھ میں خون آلود لباس تھا...... وہ جناب فاطمہ زہراؑ تھیں۔ (بحار الانوار: ۴۵/۱۹۵' مستدرک: ۳۲۷۸۳، منتخب طریحی: ۲/۴۷۹)

(۶) امام حسن عسکریؑ نو ۹ ربیع (الاول) کے اوصاف میں فرماتے ہیں۔

"یَوْمَ نَزْعِ السَّوَادِ"

"یہ سیاہ لباس پہن کر نکلنے کا دن ہے"

(مستدرک: ۳/۳۲۶ ب ۱۴۸ از احکام ملابس ح ۳۰، المختصر/۵۴)

ان چھے موارد سے پہلی اور دوسری روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام حسن مجتبیؑ اور امام حسینؑ سید الشہداء، امیر المومنینؑ کی شہادت کے وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور اس کام کے رجحان پر پروردگار کا عزاداری امامؑ کو زندہ رکھنا اور اس کی وثاقت و دلالت روشنی ڈال رہی ہے۔

تیسری روایت میں، رسول خدا کے سیاہ پوش ہونے کی طلب بیان نہیں کی گئی، لیکن یہ حقیقت واضح ہے کہ رسول خدا سلسلہ وحی کے قطع ہو جانے' حضرت زہراؑ کی یتیمی، وحی کدے پر ستم گروں کے ستم گرانہ ہجوم جناب فاطمہؑ کے گھر کے دروازے کو جلانے والے ظالموں کی آتش افروزی اور جناب محسن کی شہادت کے متوقع غم میں اپنے ہمیشہ کے دستور کے برعکس سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو قریش کے دو بت بزرگوں کے توسط سے ہونے والے گناہان فاجع سے آگاہ کر رہے تھے۔

چوتھے مورد میں: اگر چہ لفظ سیاہ کے ساتھ تصریح نہیں کی گئی لیکن جامۂ عزا کی تعبیر کی روشنی میں معنی یہی مراد لئے جائیں گے۔

پانچواں مورد بھی حضرت سکینہؑ کے رویائے صادقہ میں اور جناب صدیقہ طاہرہؑ کے عالم برزخ میں لباسِ عزا پہننے کے موضوع کے اثبات پر روشنی ڈالتا ہے۔

چھٹے مورد میں اس بات پر توجہ کرنے سے کہ امام حسن عسکریؑ نے اپنے جد بزرگوار رسولؐ خدا سے روایت کی ہے۔ (بحارالانوار: ۹۸/۳۵۲)

جو کہ ایام عزا میں رسول خداؐ کے سیاہ لباس پہن کر گریہ وصیحہ کرنے اور اسے ایامِ جشن و سرور میں لانے کے لزوم پر روشن دلیل ہے۔

سیاہ پوشی فقہاء کی نظر میں

الف: عالم بزرگوار بحرانی مرحوم لکھتے ہیں: بعید نہیں ہے کہ امام حسینؑ کے ماتم میں سیاہ لباس پہننا ان روایات سے (جو سیاہ لباس پہننے کی کراہت پر دال ہیں) مستثنیٰ ہو۔ چونکہ ہم شعائرِ حزن کے اظہار کے حکم کے بارے میں روایات سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور علامہ مجلسی کی برقی کی سند سے کتاب "محاسن" میں درج کی گئی عمر بن زین العابدین سے منقول ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (الحدائق الناضرۃ: ۷/۱۱۸)

ب: علامہ نوری مرحوم عزائے سید الشہداء میں مشکی لباس پہننے کے حسن و رجحان سے متعلق کی گئی روایات کے تذکرہ کے بعد تحریر کرتے ہیں:

- یہ احادیث اور واقعات مکروہ نہ ہونے یا عزائے حسینؑ میں سیاہ لباس پہننے کے رجحان کی طرف اشارہ یا دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ سیرت میں اس پر عمل ہے۔ (مستدرک الوسائل: ۳/۳۲۸)

ج: عالم بزرگوار سید محمد کاظم یزدی مرحوم 'صاحب عروۃ الوثقیٰ' ان تمام امور کے جواب میں رقم طراز ہیں:

ہاں، یہ رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے، اس لحاظ سے کہ یہ ایک طرح سے حزن و مصیبت کا اظہار ہے۔ اور بعض احادیث سے بھی اس کی ترجیح و مطلوبیت کے بارے میں استفادہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر بغرض مذکور سیاہ لباس پہننا مستثنیٰ ہے۔

د: مامقانی مرحوم ایک مفصل بحث کے بعد اس بارے میں لکھتے ہیں:

جو کچھ ذکر کیا گیا' اس سب کا حاصل یہ ہے کہ سیاہ پوشی سے عدم کراہت بلکہ آئمہ اور مطلق مومنین کے ایام عزا میں اس کے پہننے کا رجحان ہے۔ اکثر گزشتہ فقہا کے صریح فتاوای اور متعدد عالی قدر مراجع تقلید کی سیرت گزشتہ دور سے ہمارے زمانے تک اس طرح استوار ہے کہ اول محرم سے لے کر ماہ صفر کے اختتام تک وہ سیاہ لباس پہنتے ہیں اور غالباً ان دو ماہ کے عرصہ کے دوران میں سیاہ لباس کو جسم سے نہیں اتارتے۔

بعض بزرگواروں نے اس بارے میں مستقل کتب تحریر کی ہیں جن میں کچھ حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد العباد الی استحباب لبس السواد علی سید الشہداء والآئمۃ لامجاد: (تالیف: سید جعفر طباطبائی، نوہ صاحب ریاض متوفای/۱۳۲۱ھ چاپ ۱۴۰۳ھ قم)

(۲) تبیین الرشاد فی استحباب لبس السواد علی الائمہ الامجاد: (تالیف: سید حسن صدر، متوفای/۱۳۵۴ھ (الذریعہ: ۳/۳۳۳)

(۳) سیاہپوشی در سوگِ آئمہ نور: (تالیف: علی ابوالحسنی منذر۔ معاصر۔ چاپ ۱۳۷۵ش در ۳۹۲ صفحہ، قم)۔ اس کتاب میں مختلف مسائل پر تحقیق کے علاوہ دس بزرگ مراجع تقلید، صاحب حدائق و صاحب عروۃ سے لے کر اس دور کے مراجع تک، علمی رسائل، فقہی کتب اور موجود استفتائات سے مواد نقل کیا گیا ہے۔

دیگر کتب جن میں گزشتہ دور کے فقہا سے لے کر عصر حاضر تک کے فتاویٰ مختص ہیں اور ان میں سوالات کے متن اور بزرگ مراجع تقلید کے جوابات ان کی مہروں اور دستخطوں کے ساتھ موجود ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۴) عزاداری سید الشہداء علیہ السلام: (تالیف: سبط حسن زیدی۔ معاصر۔ چاپ ۱۴۱۵ھ ۲۱۶ صفحہ)۔ اس کتاب میں گزشتہ اور موجودہ مراجع سے سینکڑوں فتوے، اور عزاداری کی مختلف جہتیں مرقوم ہیں، جن میں سید الشہداء کے سوگ میں سیاہ لباس پہننے کا تذکرہ بھی تفصیلاً موجود ہے۔

(۵) عزاداری از دیدگاہ مرجعیت شیعہ: (تالیف: علی ربانی خلخالی۔ معاصر۔ چاپ ۱۴۱۵ھ ۲۴۰ صفحہ، قم)۔ اس کتاب میں بھی عزاداری کے مختلف مسائل کے بارے میں استفتائات موجود ہیں۔ جن میں سینکڑوں شیعہ مراجع کے فتوے مشکی لباس پہننے کا بھی ذکر ہے۔

اس طرح دیگر میسرہ کتب' جن میں اس موضوع پر ایک باب مختص کیا گیا ہے اور جو امام حسینؑ کے غم میں لباس پہننے کے شرعی رجحان' فتاوائے مراجع سے استناد و استدلال کی شکل میں اثبات لئے ہوئے ہیں' حسب ذیل ہیں:

(۶) مجمع الدرر فی مسائل اثنی عشر: (تالیف: مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ عبداللہ مامقانی، متوفی ۱۳۵۱ چاپ سنگی)

(۷) الدعاۃ الحسینیۃ: (تالیف: مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ محمد علی نخجوانی، متوفای ۱۳۳۴ھ)۔ اس کتاب کا انتخاب اپنے آخر میں معاصر مراجع کے دسیوں استفتائات کا ضمیمہ لئے دو سو چالیس صفحات پر مبنی قم کی مطبوعہ اور شائع شدہ ہے۔

(۸) نجاۃ الامۃ فی اقامۃ العزاء علی الحسین والائمۃ: (تالیف: حاج سید محمد رضا حسینی فحام۔ معاصر چاپ ۱۴۱۳ھ قم)

انہوں نے اس کتاب اور اپنی دوسری کتاب " احسن الجزا فی اقامۃ العزاء علی سید الشہداءؑ (چاپ ۱۳۹۹ھ' قم) میں ان مسائل پر نہایت دقت سے تحقیق کی ہے، اور ان کے شرعی رجحان پر استدلال کیا ہے۔

ان کتب اور دسیوں دیگر کتب میں "مشکی لباس کی کراہت" کو مورد تشکیک قرار دیا گیا ہے اور تصریح کی گئی ہے کہ اس راستے میں کراہت اثبات کا وجود نہیں رکھتا۔ کیونکہ:

۱۔ اس پر اجماع نہیں ہوا۔

۲۔ شہرت فتاوی کی حجیت ثابت نہیں ہے کہ جس درجے میں مستند فتاوی معلوم ہو سکے۔

۳۔ تمام واردہ روایات مرسل اور ضعیف ہیں۔

۴۔ ان روایات میں اصحاب کا استناد، تسامح کے باب میں ادلہ سنن میں ہوگا اور ان کی

ضعفِ سند کا ازالہ نہیں کرتا۔

۵۔ برفرض صحت سند بھی دلالت نہیں رکھتی کیونکہ یہ روایات معلل ہیں۔

ان روایات میں آیا ہے کہ کالا لباس فرعون اور آلِ فرعون کا ہے اور اکثر کراہت کی دلیل اس شعار کو بناتے ہیں نہ کہ مطلقاً سیاہ لباس پہننے کو۔

ان روایات اور امام جعفر صادقؑ کی روایات کہ جس میں وہ فرماتے ہیں: میں وہ لباس پہنوں جسے میں اہلِ دوزخ کا لباس سمجھتا ہوں۔ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایات بنی عباس پر طنز اور اس زمانے کے خلفاء پر تعریض ہے کہ جنہوں نے اسے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔

داؤد رقی کہتے ہیں: شیعوں کے ایک گروہ نے امام جعفر صادق سے سیاہ (مشکی) لباس کے بارے میں پوچھا حالانکہ وہ سیاہ جبے، سیاہ عمامے اور سیاہ جوتے پہنے ہوئے تھے۔

امام صادق نے ان کے جواب میں اپنے لباس کے ایک کونے کو ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا: اس لباس کا پنبہ سیاہ ہے۔ تم اپنے دلوں کو سفید کرو اور جو چاہو پہنو۔ (وسائل: ۳/۳۸۵ پ ۱۱۹ از لباس مصلی ح ۹)

امام علیہ السلام نے اپنے اس لطیف بیان سے اشارہ کیا ہے کہ ہمارے دشمنوں کی محبت کی تیرگی کو اپنے دلوں سے ہٹاؤ اور اپنے دلوں کو ہماری نور محبت سے نورانی کرو۔ پھر جو چاہو پہنو۔

یہ سب اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیاہ (مشکی) لباس سے روکنا بنی عباس سے تعرض کے سبب تھا کہ انہوں نے آلِ فرعون کی پیروی میں سیاہ لباس کو اپنا شعار قرار دے رکھا تھا اور یہ بات حکم شرعی کے بیان کے مقام میں نہیں آتی ہے۔

تاریخ گزشتگان کی تحقیق لازمی ہے

تلاشِ حق میں جو پیہم رواں ہیں
تری جانب رواں وہ کارواں ہیں
(قائم نقوی)

جس طرح ایک فرد کو زندگی اور موت، نیند اور بیداری، صحت اور بیماری سے واسطہ پڑتا ہے۔ اجتماع بھی اسی طرح کے عوارض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اسے چاہیے کہ وقت سے کام لے تاکہ ان عوارض کے عوامل کا پتہ چلایا جاسکے۔

تنہا تاریخ نویسی کافی نہیں۔ جو اہم تر چیز ہے وہ تاریخ کا تجزیہ اور تحلیل ہے۔ ورنہ ظواہر حوادث کو لکھنا یا دیکھنا نہ ہی کوئی مشکل کام ہے اور نہ اس سے کامل استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

گزرے ہوؤں کی تاریخ کی تحقیق اور پہلے لوگوں کے ملکوں اور شہروں کے آثار اور باقیات کی سیر انسان کو مختلف قبائل و اقوام اور ان کی سرگزشت کے بارے میں آگاہ کرتی ہے اور اسے زندگی گزارنے کے لئے گراں بہا پندو نصائح اور آموزش تجربات سے مستفید کرتی ہے۔

قرآن کی نظر سے یہ مطلب بہت اہم ہے کہ تیرہ موارد پہ

(سورہ انعام، آیہ ۱۱ سورہ: آیہ ۶۹۔ سورہ عنکبوت: آیہ ۲۰، سورہ روم، آیہ ۴۲)

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

(سورہ یوسف، آیہ ۱۰۹ سورہ غافرہ آیہ ۸۲ سورہ محمد سورہ روم، آیہ ۹ سورہ فاطر، آیہ ۴۴ سورہ غافر، آیہ ۲۱)

کی صورت میں آیا ہے اور تاریخ سلف کے ذکر سے قرآن کا ہدف یہی ہے بلکہ اس سے بھی بالاتر قرآن کی تعبیر سے گزرے ہوؤں کے آثار کی سیر فکر کی بیداری کا موجب اور قدرت تعقل کے پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا۔ (سورہ حج، آیہ ۴۶)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کی بنا پر دل کو زندہ کرنے اور مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کے لئے گزشتگان کی خبروں سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ آپ اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں:

أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ وَأَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ وَأَعْرِضْ عَلَيْهِ أَخْبَارَ الْمَاضِينَ ، وَذَكِّرْهُ بِمَا أَصَابَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ ، وَسِرْ فِي دِيَارِهِمْ وَآثَارِهِمْ ، فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا ، وَعَمَّنِ انْتَقَلُوا وَأَيْنَ حَلُّوا وَنَزَلُوا ، فَإِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحِبَّةِ ، وَحَلُّوا دَارَ الْغُرْبَةِ وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ قَدْ صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ

”اپنے دل کو پند و نصیحت سے زندہ رکھو اور زہد و پارسائی کی حالت میں مرو اور گزرے ہوؤں کی خبروں سے آشنائی حاصل کرو اور ان کے دیار و آثار میں پھرو اور دیکھو کہ وہ کیا کر گئے، کہاں انتقال کیا اور کہاں نازل ہوئے اور کہاں ٹھہرے! اور انہوں نے اپنے جدا شدہ دوستوں کو پالیا اور سرائے تنہائی میں اتر گئے اور ایسے ہی تم بھی جلد ہی ان میں سے کسی کی طرح ہو جاؤ گے“۔ (نہج البلاغہ فیض الاسلام/ ۹۰۹ نامہ ۳۱)

ظاہر ہے کہ ایک سطحی نظر کے ساتھ اور بغیر وسیع اور ہمہ گیر مطالعہ کے انسان پیش آنے والی اور سر پر آپڑنے والی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا اور تاریخی واقعات کی صحیح پہچان کے لئے دقیق تامل و تفکر، صرف وقت اور (ان کے) اعمال و رفتار میں دقت نظر کی ضرورت ہے۔ خصوصاً

سانحۂ عاشور جیسے عظیم حادثہ اور واقعاتِ کربلا کے مذکورہ امور کے علاوہ ہدف اور ثقافت سے آشنائی ضروری ہے۔

حضرت علیؑ اپنی سفارشات کے آخر میں اپنے فرزند بزرگوار امام حسن مجتبیٰ سے فرماتے ہیں:

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ قَدْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِيْ فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَسِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتّٰى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهٰى إِلَيَّ مِنْ أُمُوْرِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلٰى آخِرِهِمْ فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذٰلِكَ مِنْ كَدَرِهٖ وَنَفْعَهٗ مِنْ ضَرَرِهٖ

"میرے فرزند اگرچہ میں نے اپنوں سے پہلے والوں کی عمر نہیں پائی، البتہ ان کے کاموں کو نظر میں رکھا ہے اور ان کی خبروں پر غور کیا ہے اور ان کے آثار کی سیر کی ہے۔ چنانچہ انہی میں سے ایک ہو گیا ہوں بلکہ ان کاموں کے سبب کہ جو مجھ تک پہنچے، گویا میں نے اول سے آخر تک انہی کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ پس (میں نے) ان کے کردار کی پاکیزگی اور خوبی کو تیرگی و برائی اور ان کے فائدے اور نقصان سے پہچانا"

(نہج البلاغۃ/ ۹۱۳ نامہ ۳۱، نیز نہج البلاغہ ۸۰ خ ۲۳۴ خطبہ قاصعہ کے ضمن میں اور صبحی صالح ایک نیک صبح/ ۲۹۶ خ ۱۹۲ و ابن ابی الحدید: ۱۳/ ۱۶۸ خ ۲۳۸ سے مراجعہ کیا جائے)

جس ہاتھ سے تھپڑ پڑے وہ ہاتھ اک کردار تھا
عارضِ سکینہؑ کے نہ تھے تاریخ کا رخسار تھا
(مصطفیٰ زیدی)

امام حسینؑ کے قیام کے اسباب وعلل

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خونِ او چمن ایجاد کرد
(اقبالؔ)

گزشتہ مطالب کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ سانحہ عاشور ایک اہم ترین تاریخی واقعہ ہے' جس میں تامل وتفکر اور تحقیق وتدقیق کی (اشد) ضرورت ہے۔ طبعاً جو انسان بھی اس غم انگیز حادثہ کو مورد مطالعہ بناتا ہے، اس کے سامنے کئی سوالات سر اٹھاتے ہیں جن میں سے دو سوال اہم تر ہیں۔ جو بزرگوں، مصنفوں حتیٰ کہ عام افراد کے ذہن میں بھی آتے ہیں اور ہر ایک کوشش کرتا ہے کہ ان کے صحیح جواب تک پہنچے۔

(ا) یہ بات مسلمہ ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر گزرنے والے مصائب اس قدر ہیں کہ قلم ان کے بیان سے عاجز ہے۔ بنی امیہ نے اس قلیل مدت میں سید الشہداءؑ ان کی اولاد اور باوفا (اعزاء) اصحاب پر اس قدر ظلم وستم روا رکھا کہ امام سجادؑ نے مدینہ کے باہر اپنے خطاب میں فرمایا:

اس طرح کی روش (بیدادگری) گذشتہ نسلوں میں (بھی) ہمارے سننے میں نہیں آئی ...... خدا کی قسم! اگر رسول اکرمؐ بھی ہم سے جنگ کی تجویز دیتے تو جو ہمارے حق میں سفارش کے باوجود ہمارے ساتھ کیا گیا ہم پر اس سے زیادہ ظلم پھر بھی نہ کر سکتے تھے۔

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)! کس قدر شدید دلسوز، دردناک، غم ناک، ناگوار تلخ اور

جانسوز مصائب ہم پر ڈھائے گئے۔ (لہوف/۲۰۲)

سجادؑ کی ہمت پر شبیرؑ بھی نازاں ہیں
واں جان کی بازی تھی یہ مقتلِ غیرت ہے
(شاہد نقوی)

اب سوال یہ ہے کہ خود کو مسلمان اور رسول اکرمؐ کی امت سمجھنے والوں کے لئے کس طرح ممکن ہے کہ انؐ کے پیارے نواسے اور اس کے بھائیوں، بیٹوں اور یار و انصار کو بے دردی سے غربت اور مظلومیت میں شہید کردیں حتیٰ کہ ان کے بچوں پر بھی رحم نہ کریں۔ ان کے اجساد مطہر کو گھوڑوں کے سموں کے تلے پامال کردیں، ان کے اہل بیتؑ کو غیر مسلموں اور دشمنوں کی طرح قید کریں اور شہر بہ شہر پھرائیں؟ اور کسی طرح کے ظلم و آزار سے بھی دریغ نہ کریں؟ (۱)

---

(۱) آخر کار کچھ بے فہم یا وھابی اور اہل مغرب کہتے ہیں: یہ سب جھوٹ ہے اور کون آنحضرتؐ کے خاندان پر یہ سب ظلم و ستم کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ استبعاد حقیقت سے انکار اور نص کے مقابلے میں اجتہاد کے مترادف ہے۔ اگر تاریخ کے روشن ترین حصّہ کو بعید خیال کیا جاتا ہے تو انہیں چاہیے کہ کل تاریخ کا فاتحہ پڑھ دیں۔

موجودہ دور میں محققین اس سوال کا جواب بڑی آسانی سے دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس زمانے میں واضح طور پر دیکھ رہے ہیں کہ علم و تمدن کی اس پیش رفت بلندی شعور، حقوق انسانیت آزادی (اظہار) جمہوری طرز حکومت، کمزوروں کی حمایت وغیرہ کو دستاویزی صورت دینے کے باوجود اس دنیا میں کیا کیا ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں؟ کیا ہم مختلف ملکوں میں خصوصاً اسرائیلیوں کے ہاتھوں زندانوں میں دی جانے والی تکالیف کو فراموش کرچکے ہیں؟ کیا ہم یہ بھلا سکتے ہیں کہ دس سال کی مدت میں کیمبوچیا میں ایک ملین سے زیادہ انسان ہلاک ہوئے؟ یا امریکہ نے آزادی کے نام پر جاپان کے دو شہروں پر دو ایٹم بم پھینک کر انہیں کلی طور پر نابود کردیا یا پھر ویت نام میں ہزاروں لوگوں کو ہلاک کردیا گیا۔

کیا ہم بھول چکے ہیں کہ جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم میں دسیوں ملین بے گناہ لوگ تباہ و برباد کردیئے گئے؟ کیا ہم دیکھ نہیں رہے کہ افریقہ میں کئی ملین مرد، عورتیں اور بچے نہایت بے دردی سے ہلاک کردیئے گئے؟ کیا ہم نہیں دیکھ رہے کہ دنیا کے کونے کونے میں یہی حقوق انسانی کے نام نہاد محافظ اور روشن فکر کس قدر انسانوں کو کیسی کیسی اذیتوں سے ہلاک کر رہے ہیں یا مختلف اقتصادی مراکز اور بارونق شہروں کو جنگی وسائل کی پیش رفت سے خرابوں میں تبدیل کر رہے ہیں! کیا یہودیوں اور اسرائیلیوں کے ظلم بھلائے جاسکنے کے قابل ہیں؟

(۲) فرض کیجئے کہ حضرت امام حسینؑ مامور بہ ظاہر تھے تو اپنے اشراف علمی اور ان دقیق اطلاعات کے باوجود جو وہ شہر کوفہ کے اوضاع و شرائط کے بارے میں رکھتے تھے اور خود کو یاد کرنے والے مختلف افراد سے مسلسل توسط کے باوجود انہوں نے اس کام کا اقدام کیوں کیا؟ نیز امامؑ کے سفر اور قیام کا اصل مقصد کیا تھا؟

ان سوالوں کے جواب حاصل کرنے کے لئے ہم پر ان عوامل کی جستجو ناگزیر ہے کہ جو فی الواقع حادثہ کربلا کا باعث بنے یا پھر اس واقعہ کی بنیاد رکھنے کا سبب ہوئے۔

اس مقصد کے لئے تاریخ اسلام بالخصوص رسول اکرمؐ کی مدینہ میں ہجرت کے آغاز سے لے کر سال اکسٹھ ۶۱ ہجری تک کہ جس میں حادثہ عاشور واقع ہوا، کا اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے۔

سب سے پہلے جو اس کا سبب بنا وہ رسول اکرمؐ کی اسلام کی طرف دعوت تھی' بلکہ پہلے ہی دن جب آنحضورؐ کے اقربا کو قبولیتِ اسلام کی دعوت دی گئی اور ان روایات کی بنیاد پر جو شیعہ اور سنی (محدثین) سے منقول ہیں کہ مولا امیر المومنینؑ کی سرپرستی اور ولایت کا آنحضورؐ کی طرف سے اعلان قریش کی ظلمت و تاریکی سے سرشار سینوں اور دلوں میں کہ جنہوں نے جہل و نفاق' نادانی اور بغض و عداوت کو اپنے فکر و بصیرت کے تاریک خانے پر اوڑھ رکھا تھا اور جو بتوں کی پرستش اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کے سبب تاریک راتوں سے بھی سیاہ تر ہو چکے تھے، حضرت علیؑ کے متعلق کینہ و کید اور حسد و عناد سے مملو ہو گئے۔

اس ہستی کی ولایت کے بارے میں رسولؐ خدا کی بار بار سفارشات کے باوجود نہ صرف ان سے دشمنی اور ان کی حق تلفی کی گئی بلکہ ہمیشہ ان کے خلاف عناد و حسد بڑھتا چلا گیا۔

کیا ہم آٹھ سالہ مدت میں صدام کے ظلم و ستم کو اپنے حافظے سے نکال سکتے ہیں؟ کیا ابھی دنوں دنیا کے مرکز تہذیب یورپ کے قلب میں واقع سلطنت بوسنیا میں ایسے دردناک واقعات وقوع پذیر نہیں ہو رہے کہ جنہوں نے تاریخ کے چہرے کو سیاہ کر دیا؟ وغیرہ

چنانچہ تہذیب و تمدن سے دور کا واسطہ بھی نہ رکھنے والے بنی امیہ اور زمانہ جاہلیت کے دوران میں خاندان رسالت سے دیرینہ بغض و کینہ رکھنے والے وحشیوں کے لیے مشکل نہیں کہ وہ چودہ سو سال قبل یہ سب ظلم و ستم سید الشہداء امام حسینؑ کے خاندان اور ان کے اصحاب سے روا رکھیں۔

مکہ کے اکابرین کا رسول خداؐ کے قتل کا عزم کرنا اور آنحضور کا امیر المومنینؑ کو مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت اپنے بستر پر سلانے کا حکم رسول خداؐ کے اہل بیتؑ سے ان کی دشمنی میں اضافے کا سبب بنا۔

ہجرت کے دوسرے سال بدر کی اہم اور حساس جنگ میں جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان لڑی گئی اور جس میں مسلمانوں کی تعداد کافروں کے ایک تہائی حصّہ سے بھی کم تھی اور وہ بھی جنگی ساز و سامان اور ذخیرہ خوراک وغیرہ سے محروم تھے، اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے کامیاب ٹھہرے اور کفار مکہ نے بدترین شکست کھائی اور ان کے ستر مقتولین میں سے چھتیس (۳۶) افراد حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے کہ جن میں سے ۲۲ افراد کے ناموں کو واقدی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (مغازی واقدی: ۱/۱۴۷ تا ۱۵۲) ان جملہ سرکردہ افراد میں عتبہ، شیبہ ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابی سفیان، ابوجہل اور قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط جیسے مشہور و معروف اور خبیث افراد شامل تھے۔ (منتہی الآمال: ۱/۵۶)

یہی وجوہات بنیں کہ واقعۂ بدر کے بعد قریش سخت آشفتہ ہوئے اور خاندانِ پیغمبرؐ خصوصاً حضرت علیؑ کے بارے میں ان کے سینے کینہ و نفاق سے سیاہ تر ہو گئے۔

(ہجرت کے) تیسرے سال جنگِ اُحد میں بھی مشرکین کا علمدار طلحہ بن طلحہ اور اس کا بھائی مصعب حضرت علیؑ کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ (منتہی الآمال: ۱/۶۰)

جنگ خندق بھی دور اندیشی کے لحاظ سے حضرت علیؑ کی بے نظیر شجاعت اور فداکاری کی شاہد تھی۔ اور عرب کے مشہور ترین شہسوار عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ کی ہلاکت نے بھی قریش کے تاریک دلوں میں دشمنی کی آگ پہلے سے بھی زیادہ بھڑکا دی۔

اسلام کی محترم خاتون حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسول خداؐ سے ازدواج کی درخواست کرنے والے مختلف افراد کی خواستگاری کو رد کر دیا گیا اور امیر المومنین حضرت علیؑ سے ان کی شادی خانہ آبادی ایک اور عامل تھا کہ جس نے قریش کے دلوں میں غضب، حسد اور کینہ کے شعلوں کو پہلے سے بھی زیادہ کر دیا۔

خاندانِ رسولؐ خصوصاً حضرت علیؑ سے مختلف مواقع پر بے شمار معجزوں کا صدور ان لوگوں کے خاندانِ رسولؐ خصوصاً حضرت علیؑ سے حسد وغضب اور کینہ میں اضافے کا سبب بنا۔

نیز حضرت علیؑ کی رسول خداؐ کی نظروں میں محبوبیت، ان کے بے حساب فضائل، اسلام میں سبقت، فتح خیبر، واقعۂ مباہلہ، حدیث منزلت آپ کے علاوہ (مسجد کی طرف) سب کے دروازوں کا بند ہو جانا، آیہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ (سورہ مائدہ: ۵۵) آیہ تبلیغ (سورہ مائدہ: ۶۷)، آیہ تطہیر (سورہ احزاب، ۳۳) آیہ مودت (سورہ شوریٰ: ۲۳) سورۂ "ھل اتی" سورہ عادیات اور ہزاروں دوسرے فضائل ومناقب تھے کہ جن کے اثر سے آپ کے دشمن بغض وحسد میں جل رہے تھے۔

تھی وجۂ دشمنی کہ علیؑ کیوں وصی بنا اور اس پر مستزاد تھی تزویجِ فاطمہؑ

قرآن سے بھی قصیدہ علیؑ کا سنا گیا فرمودۂ رسولؐ بھی ان کی مدح ہُوا

اک باعثِ عناد شجاعت علیؑ کی تھی

جس نے قریشیوں کی تباہی مچائی تھی

(شہادتِ عظمیٰ مرثیۂ مترجم)

یہاں تک کہ ایک جگہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: قبا میں رسول خدا کے ہمراہ ہم ایک باغ میں پہنچے میں نے عرض کیا: کیا خوبصورت باغ ہے؟ فرمایا: اے علیؑ بہشت میں تمہارے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہے۔ اس طرح ہم سات باغوں میں پہنچے اور میں نے باغ کو دیکھ کر کہا: کیا خوبصورت باغ ہے؟ آنحضرت فرماتے تھے: بہشت میں تمہارے لئے ان سے خوبصورت تر باغ ہیں۔ پھر آنحضرت نے مجھے گلے لگا لیا اور بہت روئے (اور فرمایا: اے شہید تنہا: (تجھ پر میرا باپ قربان) میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ رو کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: بھائی ابوالحسنؑ! میں اس کینہ کے سبب رو رہا ہوں جو لوگوں کے ایک گروہ کے دلوں میں تمہارے خلاف موجود ہے اور وہ اسے میرے بعد ظاہر کریں گے۔

میں نے پوچھا: میرا دین تو سلامت ہوگا نا؟ فرمایا: (یقیناً) تمہارا دین سلامت ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اے رسول خدا! جب تک میرا دین سالم ہوگا یہ مجھے کوئی رنج نہیں پہنچا سکیں گے۔ (بحارالانوار: ۲۸/۶۶ ب ۲ ضمن ح ۲۶ و ج ۴۱/۴ ب ۹۹ ضمن ح ۴ اور اس حدیث کو شیعہ اور سنی محدثین میں سے اکثر نے نقل کیا ہے۔ بحار کی مذکورہ دو جلدوں اور احقاق الحق: ۶/۱۸۱ کی طرف رجوع فرمائیں)

حضرت فاطمہؑ مہاجرین و انصار کی عورتوں کے حضرت علیؑ کو دیکھنے کے بارے میں فرماتی ہیں وہ ابوالحسن علی علیہ السلام کو دیکھ کر منہ پھیر لیتی تھیں۔ خدا کی قسم ان کی حضرت علیؑ سے روگردانی کا سبب یہ تھا کہ ان کی تلوار میدان ہائے جنگ میں تیز اور کو بندہ تھی۔ وہ موت سے نہ ڈرتے تھے۔ اور اپنے طاقت ور پنجے کے ساتھ دشمن کو خاک ہلاکت میں ملا دیتے تھے۔ نیز آنحضرتؑ کا غصہ راہِ خدا میں ہوتا تھا۔ (احتجاج طبرسی: ۱/۱۴۷، بحارالانوار: ۴۳/۱۶۰)

بہرحال یہ دشمنیاں ایک حساس ترین مقام تاریخ پر یعنی اٹھارہ ذوالحجہ سن دس ہجری کو غدیر خم میں اپنی انتہا پر پہنچ گئیں۔ اگرچہ رسولؐ خدا کی طرف سے امیرالمومنینؑ کی خلافت کے اس رسمی اعلان کا ظاہراً اہل بیتؑ پر ظلم وستم کی بنیاد رکھنے والوں نے بھی استقبال کیا لیکن ان کے کینہ وحسد اور بغض کی آگ اور بھڑک اٹھی۔

ایک اور اہم عامل کہ جس نے حضرت علیؑ کی خلافت کے غصب اور حادثہ کربلا کے وقوع پذیر ہونے اور دیگر جھگڑوں کے لئے سطح ہموار کی وہ یہ تھا کہ ان کے طاقتور اور مخلص ساتھی بہت کم تھے اور (جو تھے) ان میں سے اکثر مختلف جنگوں میں شہادت پا چکے تھے۔

سدیر کہتا ہے: میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد کے جھگڑوں کے حالات اور حضرت علیؑ کی بے قدری اور گوشہ گیری پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک آدمی نے کہا: بنی ہاشم کی عزت اور ان سے شدید نفرتوں کا سبب کیا چیز بنی؟

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ شیخین کے واقعہ میں موجود ہوتے تو وہ اپنا مقصود حاصل نہ کر پاتے اور اگر حضرت حمزہؓ اور جعفرؓ موجود ہوتے تو اپنی جانیں قربان کر دیتے (اور حضرت علیؑ کو خانہ نشین نہ ہونے دیتے)۔ (کافی: ۸ روضہ

/۱۸۹ح ۲۱۶)

ابو ہیثم کہتے ہیں: حضرت امیر المومنینؑ نے مدینہ کے لوگوں سے خطاب فرمایا: اگر میرے مددگاروں کی تعداد طالوت کے ساتھیوں یا اہلِ بدر کے برابر بھی ہوتی تو میں تلوار سے تمہیں حق کی طرف لوٹا دیتا۔ پھر مسجد سے باہر نکلے اور گوسفندوں کے ایک باڑے کے پاس سے گزرے وہاں تیس گوسفند موجود تھے۔ فرمایا: خدا کی قسم! اگر ان گوسفندوں کے برابر بھی مجھے خدا اور اس کے رسولؐ کے خیر خواہ میسر ہوتے تو میں اُس کو حکومت سے ہٹا دیتا۔ جب رات ہوگئی تو تین سو ساٹھ (۳۶۰) افراد نے آپ کی بیعت کی کہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: کل اپنے سر منڈوا کر فلاں مقام پر آ جانا۔ لیکن ابوذرؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ بن یمان اور عمار یاسرؓ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اور ان کے آخر میں حضرت سلمانؓ تشریف لائے۔ (کافی: ۸ (روضہ) /۳۲ ضمن ح ۵، ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ: ۱۴/۱۱ سے رجوع کریں)

جب حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو پھر تم مجھے کبھی بے بس نہ کر سکتے۔ بخدا میں تم سے جہاد سے خود کو ملامت نہ کرتا۔ اگر چالیس افراد میرا ساتھ دیتے تو میں تمہیں منتشر کر دیتا۔ لیکن خدا ایسی اقوام پر لعنت کرے کہ جنہوں نے میری بیعت کی پھر مجھے چھوڑ دیا اور بیعت توڑ ڈالی۔ (کتاب سلیم بن قیس/۸۵)

واقعۂ سقیفہ اور حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے مسجد لے جانے کے بعد حضرت نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: خدایا! تو جانتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا تھا: اگر تمہارے ساتھ بیس (۲۰) افراد بطور مددگار ہوں تو جہاد کرنا اور تیرا بھی یہی فرمان قرآن میں موجود ہے:

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ

"اگر تم میں بیس (۲۰) صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کفار) پر غالب

رہیں گے"۔(سورہ انفال، آیہ ۶۸)

بار خدایا! مجھے بیس افراد بھی میسر نہیں۔ آپ نے اس آیہ مبارکہ کو تین دفعہ دہرایا اور گھر واپس چلے گئے۔(تفسیر عیاشی: ۲/۶۸۔ سورہ انفال، ذیل حدیث ۷۶، اختصاص مفید/۱۸۲)

حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے مسجد میں لے گئے اور حضرت فاطمہؑ کی بھی اہانت کی گئی مگر کسی نے کوئی بات نہ کی۔ ام سلمہ ناراض ہوئیں تو ان کا ایک سال کے لئے بیت المال سے وظیفہ بند کر دیا گیا (دلائل الامامہ/۳۹ حدیثِ فدک کا دنبالہ)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں دیکھتا ہوں کہ میرے اہل بیتؑ کے بغیر کوئی میرا مدد گار نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں قتل کراؤں۔ اور وہ آنکھ کہ جس میں خاشاک پڑ گیا ہے اسے بند کر لوں اور وہ ہڈی کہ جو میرے حلق میں پھنس گئی ہے اسے نگل لوں (اور شدید غم واندوہ سے) راہ نفس بند کر بیٹھوں اور اہم علقم (بہت کڑوی گھاس) سے بھی تلخ تر حوادث پر صبر کروں (نہج البلاغہ فیض/۹۲ خ ۲۶)

اگر یہ وجوہات نہ ہوتیں تو وہ کس طرح حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْن کے گلے میں رسی باندھتے اور انہیں جبراً ظالموں کی بیعت کے لئے مسجد میں لے جاتے؟

اور اگر یہ وجوہات نہ ہوتیں تو فدک کو صدیقہ طاہرہ صلوات اللہ علیہا کے اختیار سے ظالمانہ طریقے سے چھیننا کس طرح ممکن ہوتا؟ اس ہولناک گناہ کے مصادر و منابع کا کتاب "احتراقِ بیتِ فاطمہ" میں مطالعہ فرمائیں۔ اور خاتون دو عالم اور شفیعۂ دو جہان کو کس طرح شہید کیا جاتا؟

سرانجام اگر یہ وجوہات نہ ہوتیں تو کس طرح خلیفہ و حجت خدا، محمد مصطفیؐ کے چچازاد اور بتول عذرا کے شوہر کو پچیس سال تک خانہ نشین رکھا جاتا؟

مسائل یہاں بھی ختم نہ ہوئے بلکہ آنحضرتؑ کی ظاہری خلافت کے پانچ سالہ دور میں بھی تین خانہ جنگیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

ان تین جنگوں کے لشکری کون لوگ تھے؟ غالباً وہی کہ جن کی تکبیر کی صدائیں رسول خدا

اور امیر المومنینؑ کے معجزات کو دیکھ کر آسمان سے اوپر تک جاتی تھیں! جنگِ جمل میں تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمان قتل ہوئے کہ جن میں سے پانچ ہزار حضرت علیؑ کے سپاہیوں میں سے تھے اور جنگ صفین جو کہ چار ماہ تک جاری رہی، میں تقریباً ایک لاکھ دس ہزار افراد قتل ہوئے کہ جن میں سے ۹۰ ہزار معاویہ کے لشکری تھے۔ اور جنگِ نہروان میں چار ہزار افراد جن میں سے اکثر حافظِ قرآن تھے ہلاک ہوئے۔ دوسری طرف سے معاویہ کی زہر آمیز تبلیغات جو آنحضرتؑ کی ظاہری حکومت کے زمانے میں اور اس کے بعد تک جاری رہیں ان بے شمار موثر عوامل میں سے تھیں کہ جنہوں نے لوگوں کو حق اور حقیقت سے دور تر کر دیا اور یہ شقاوت آمیز اور گمراہ کر دینے والی حرکت اس قدر آگے بڑھی کہ منقول ہے، مولا امیر المومنینؑ کی شہادت سے کئی سال بعد عبد الملک کی خلافت کے زمانے میں ایک شخص نے حجاج کے سامنے کہا: میرے ماں باپ نے مجھے عاق کر دیا ہے اور میرا نام علیؑ رکھا ہے!

شام میں بنی امیہ کی امیر المومنین علیؑ اور آلِ علیؑ کے خلاف اس قدر تبلیغات تھیں کہ اس عہد کے لوگ بنی امیہ کے علاوہ کسی کو رسول خداؐ کے عزیز کے طور پر نہ پہچانتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اسیرانِ (اہل بیتؑ) شام میں داخل ہوئے اور بعض لوگوں کو حقیقتِ حال کا علم ہوا تو دمشق کے مشائخ میں سے ستر افراد نے طلاق و عتاق اور حج کی قسم کھا کر کہا کہ ہم یزید کے علاوہ کسی کو رسولؐ خدا کا رشتہ دار نہیں سمجھتے تھے اور سب نے امام زین العابدینؑ سے معذرت کی۔

(تجارب السلف/۶۹ تالیف ہندو شاہ بن سنجر بن عبد اللہ صاحبی نخجوانی)

بلکہ ان تبلیغات سے معاویہ کا ہدف فی الحقیقت اسلام اور رسولؐ خدا کے نام تک کو مٹا دینا تھا۔ چنانچہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ کا کہنا ہے:

میرے باپ کا معاویہ کے پاس آنا جانا تھا اور وہ اس کی عقل و ذہانت کی تعریف کیا کرتا تھا۔ البتہ ایک رات جب وہ اس کے پاس سے لوٹا تو شدید غمگین تھا اور اسی رنج میں کھانا تک نہ کھایا۔ مجھے گمان ہوا کہ (ضرور) کوئی سانحہ رونما ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ آپ آج رات اس قدر غمگین ہیں؟

کہنے لگا: میرے بیٹے! میں خبیث ترین شخص کے پاس سے آرہا ہوں! میں نے کہا: مگر ہوا کیا ہے؟ کہنے لگا: میں معاویہ کے پاس تنہا تھا، میں نے اس سے کہا: توبہ کو اپنی آرزو بناؤ اور دوسرا تم بوڑھے ہو چکے ہو، کاش اب ہی عدالت اور خیر خواہی کو اپناؤ اور اپنے برادرانِ بنو ہاشم کے حال کی خبر لو اب ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی کہ جس سے تمہیں ڈرنا چاہیے۔

معاویہ نے جواب میں کہا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! ابو بکرؓ نے ایک مدت تک بادشاہی کی اور مر گیا اور اس کا نام تک باقی نہیں رہا مگر یہ کہ کوئی کہنے والا کبھی یہ کہے: ابو بکر، اس کے بعد عمرؓ بادشاہ بنا وہ بھی مر گیا اور اس کا بھی نام نہ رہا۔ سوائے اس کے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے (کہ کوئی عمر تھا)۔ عمرؓ کے بعد عثمانؓ بادشاہ بنا کہ نسب میں کوئی بھی اس کے مثل نہ تھا' وہ بھی چل بسا اور اس کا نام اور جو کچھ اس پر گزرا فراموش کر دیا گیا۔

لیکن اس ہاشمی (یعنی رسول خداؐ) کے نام کی ہر روز پانچ مرتبہ صدا بلند کی جاتی ہے۔ اور (مؤذن) کہتے ہیں: "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" خدا کی قسم! دوسرے اس حال میں کیا عمل باقی چھوڑ سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ اس کا نام ختم ہو جائے اور اٹھا لیا جائے۔ (مروج الذہب: ۴/۳۹ باب خلافت مامون)

حتیٰ کہ تاریخ بشر کے اس اولین مظلوم (حضرت علیؑ) کی شہادت سے بھی ان کے بغض آلودہ سینوں کی اصلاح نہ ہوئی کہ اس بزرگوار کی قبر مطہر بھی سو سال سے زائد عرصہ تک عام لوگوں کی نظر اور دسترس سے پنہاں رہی۔

امام حسن مجتبیٰؑ جو کہ جناب فاطمہ زہرا کے فرزند اور رسول خدا کے نور چشم تھے اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک تھے (اور بہت سے لوگوں نے اس حدیث کو رسول خدا سے سن رکھا تھا) کو بھی اس جور و ستم اور دشمنی سے امان نہ ملی اور وہ تمام منافق کہ جو آنحضرت کے اصحاب میں موجود تھے اور امیر المومنینؑ کی تلوار کے خوف سے ظاہراً اسلام قبول کیے ہوئے تھے، معاویہ کی سازشوں سے امام حسن مجتبیٰؑ سے منحرف ہو گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؑ اس کے شر سے اپنی حفاظت کے لئے نماز تک میں لباس کے نیچے زرہ پہنے رکھتے تھے اور جس وقت آپ

نے اپنے اصحاب کی معاویہ کی طرف رغبت اور مکاری دیکھی تو کئی دفعہ فرمایا:
میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ تم عہد وفا کرنے والے نہیں ہو اور تم سب دنیا کے بندے ہو۔

آپؑ کے اصحاب کی بے وفائی اس حد تک پہنچ گئی کہ آپؑ کے لشکر کے اکثر سرداروں نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے تابع ہیں' اور اگر تم عراق کی طرف متوجہ ہو تو ہم امام حسنؑ کو تمہارے سامنے جھکا دیں گے!

لہٰذا آپؑ نے اس کے بعد کہ جب آپؑ معاویہ سے مخاصمت ترک کرنے پر مجبور ہو گئے' مسجد کوفہ میں لوگوں سے خطاف فرمایا: خداوند متعال نے تمہیں محمد مصطفیٰؐ کے ذریعے ہدایتؐ دی اور تم نے ان کے اہل بیتؑ سے دست برداری کر لی اور معاویہ نے صرف اس امر (خلافت) میں کہ جو مجھ سے مخصوص ہے، مجھ سے تنازعہ کیا۔ لیکن چونکہ میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے لہٰذا میں اس (تنازعہ) سے دستبردار ہوتا ہوں۔

امام حسن مجتبیٰؑ کے حالات یہ تھے کہ صرف چھے ماہ تک لوگوں پر ظاہری حکومت کی اور اس کے بعد نہایت سخت وقت گزار کر مظلومیت کی شہادت پائی۔ اور اپنی شہادت کے وقت فرمایا: میں اہل کوفہ کو پہچانتا ہوں اور ان کا امتحان لے چکا ہوں' میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے عہد و پیمان میں وفا نہیں کرتے اور ان کے قول و عمل پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی زبانیں میرے ہمراہ ہیں جبکہ ان کے دل بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ (احتجاج طبرسی: ۲/۱۲ الانوار البہیہ/ ۷۹)

محدث قمیؒ رقم طراز ہیں: اور اس زمانے میں شیعان علی پر حالات اس قدر تنگ ہو گئے کہ اگر کوئی شیعہ اپنے موافق رفیق سے بھی کوئی بات کرنا چاہتا تو اسے اپنے گھر لے جاتا اور کمرے کا دروازہ اپنے خادم اور مملوک پر بھی بند کر دیتا۔ پھر بہت سخت قسموں کے بعد کہ وہ یہ راز فاش نہیں کرے گا، بہت زیادہ خوف اور دہشت کی حالت میں کوئی حدیث یا بات بیان کرتا۔

اور ان لوگوں (بنی امیہ) نے جھوٹی اور جعلی حدیثیں وضع کر رکھی تھیں۔ امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کو بہت زیادہ بہتان اور تہمت کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور لوگوں کو جھوٹی حدیثوں

کے فروغ کی تشویق دلائی جاتی تھی۔ آخر کار لوگ ان جعلی حدیثوں کو سچ سمجھنے لگتے۔ اس حد تک کہ حق باطل کے لباس میں اور باطل حق کے لباس میں آنکلا۔ حسنِ مجتبیٰؑ کی شہادت کے بعد یہ فتنہ شدید تر ہوگیا اور شیعانِ علیؑ روئے زمین پر کسی لحاظ سے بھی امان میں نہ تھے وہ اپنے جان و مال کے بارے میں خوف زدہ رہتے تھے اور دور دراز علاقوں میں منتشر ہوگئے تھے اور اگر وہ خود کو یہودی اور نصرانی بتاتے تو وہ اس سے بہتر تھا کہ کسی کے سامنے شیعہ علی ہونے کا اقرار کریں۔ (منتہی الآمال: ۱/ ۲۳۸)

یہ وہ اوضاع و شرائط تھے کہ جن سے اپنے بڑے بھائی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کو واسطہ پڑا۔

یہی حالات اس قبیح جرم کا باعث بنے جو کوفہ کے لوگوں کے ہاتھوں کربلا میں وقوع پذیر ہوا، اس قدر ظلم و مصائب کہ جن پر ساتوں آسمان، تمام سمندر اور زمین رو پڑے۔ آسمان کے ستونوں میں شور بپا ہوگیا اور ملائکہ مقربین اشک بہانے لگے۔ اور اس بنا پر پر حضرت سجادؑ کا وہ دلخراش اور جانسوز کلام سن کر مقام تعجب باقی نہیں رہتا جو انہوں نے مدینہ کے لوگوں سے کیا تھا:

خدا کی قسم! اگر ان سفارشات کے بجائے 'جو رسولؐ خدا نے ہمارے حق میں کی تھیں' آپؐ نے ہم سے جنگ (اور ظلم و ستم اور اذیت پہنچانے) کا بھی حکم دیا ہوتا تو جو کچھ ان ظالموں نے ہمارے ساتھ کیا اس سے زیادہ (ظلم) وہ پھر بھی نہ کرسکتے " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کتنی بھاری، دلسوز، دردناک، رنج پہنچانے والی، ناگوار، تلخ اور جانسوز مصیبت تھی۔ (لہوف/ ۲۰۲)

یہ سب کچھ ان لوگوں کے ہاتھوں انجام پایا کہ جو خود کو رسول اکرمؐ کی امت سمجھتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، حج پر جاتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دیتے تھے۔

گزشتہ مطالب کی توضیح سے پہلے سوال کا جواب بخوبی دیا جاچکا ہے۔

رہا دوسرے سوال کا جواب کہ آنحضرتؑ کے قیام اور تحریک کی علت کیا تھی؟ تو اگرچہ مندرجہ بالا مطلب کی باوقت تفہیم سے دوسرے سوال کا جواب بھی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ لیکن اس ناگزیر مسئلے کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم مزید تحقیق کرتے ہیں۔

سب سے پہلے ان بزرگوں (آئمہ اہلِ بیتؑ) کا اس ضمن میں ایک فرمان نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت صادقؑ اپنے جد بزرگوار امام سجادؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب معاویہ مر گیا اور یزید نے کاروبار حکومت سنبھالا تو اپنے چچا کے بیٹے ولید بن عتبہ کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔ ولید مدینہ پہنچا۔ اس نے حسین بن علی علیہما السلام سے چاہا اور کہا: یزید نے حکم دیا ہے کہ آپ اس کی بیعت کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے عتبہ کے بیٹے! تو جانتا ہے کہ ہم اہل بیت کرامت اور معدنِ رسالت ہیں، میں نے اپنے جد رسولِ خدا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''ابوسفیان کی اولاد پر خلافت حرام ہے'' میں کس طرح اس خاندان کی بیعت کروں جس کے بارے میں رسولِ خدا نے اس طرح فرمایا ہو؟

جب ولید نے یہ بات سنی تو یزید کو لکھا حسینؑ بن علی تمہارے حق خلافت و بیعت کے معتقد نہیں ہیں ان کے بارے میں جو چاہو کرو۔

یزید نے جواب میں لکھا: جونہی میرا خط تمہیں ملے فوراً اس کا جواب لکھنا اور اس خط میں بیان کرنا کہ کون کون میرا مطیع ہے اور کون کون میرے خلاف ہے، اور حسینؑ بن علیؑ کا سر اس خط کے ساتھ ہونا چاہیے۔

جب یہ خبر امام حسینؑ کو ملی تو آپ نے عراق کا ارادہ کیا۔ رات کو مسجدِ نبویؐ میں آئے تاکہ حضورؐ کے روضۂ مبارک سے وداع کر سکیں۔ جب قبر پر پہنچے تو قبر مبارک سے ایک نور چمکا اور پھر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

دوسری رات وداع کے لئے آئے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور اسے طول دے

دیا۔ یہاں تک کہ حالتِ سجدہ میں آنکھ لگ گئی۔ رسول اکرم خواب میں آئے اور آپ کو گلے اور سینے سے لگایا آنکھیں چومیں اور فرمایا: میرا باپ تم پر قربان، میں اس امت کے ایک ہجوم کے درمیان کہ جو میری شفاعت کی امیدوار ہے، تمہیں تمہارے خون میں لت پت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن خدا کے نزدیک ان کے لئے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

يَا بُنَيَّ اِنَّكَ قَادِمٌ عَلٰى أَبِيْكَ وَأُمِّكَ وَأَخِيْكَ وَهُمْ مُشْتَاقُوْنَ اِلَيْكَ وَاِنَّ لَكَ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَاتٍ لَا تَنَالُهَا اِلَّا بِالشَّهَادَةِ

"میرے بیٹے! تم اپنے ماں باپ اور بھائی کے پاس پہنچنے والے ہو اور وہ بھی تمہارے مشتاق ہیں، اور بہشت میں تمہارے لیے (بلند) درجات ہیں جن پر بغیر شہادت کے نہیں پہنچا جا سکتا"۔

حضرت حسینؑ روتے ہوئے خواب سے بیدار ہو گئے۔

(امالی صدوق/۱۵۱/۳م ۳۰، بحار الانوار ۴۴/۳۱۳)

(۲) (بیعت کی درخواست کے بعد) جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ گھر سے باہر تشریف لائے تا کہ تازہ صورت حال سے باخبر ہو سکیں۔ مروان سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا: اے ابا عبداللہ! میں آپ کا خیر خواہ ہوں، میری بات مان لیں تا کہ نجات پا سکیں! امامؑ نے فرمایا: تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ کہو تا کہ میں سن سکوں۔

مروان نے کہا: میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ یزید کی بیعت کر لو اسی میں آپؑ کے دین کا فائدہ ہے اور یہی امر آپ کے لئے دنیاوی فائدے کا باعث ہوگا۔

امامؑ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَعَلَى الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ قَدْ بُلِيَتِ الْاُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلَ يَزِيْدَ

"مسلمانوں پر اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی کہ وہ یزید (جیسے شخص) کی سرپرستی سے دوچار ہیں۔ پس انہیں اسلام کو وداع کر دینا چاہیے"

میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

"اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی آلِ أَبِی سُفْیَانٍ"

"اولاد ابوسفیان پر خلافت حرام ہے"۔ (لہوف/۲۲)

(۳) سید الشہداءؑ کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو وصیت: بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... مدینہ طیبہ سے میرا خروج تکبر، سرکشی، حق کو قبول کرنے سے انکار وفساد، اور لوگوں پر ظلم کے لئے (ہرگز) نہیں۔ میں اپنے جد کی امت کی (خرابیوں کی) اصلاح کے لئے نکل رہا ہوں تا کہ معروف (اچھائی) کا حکم دوں اور منکر (برائی) سے منع کرسکوں۔ اور اپنے ناناؐ (محمد مصطفیٰؐ) اور باپ علی مرتضیٰؑ کی سیرت پر عمل کروں۔

جو کوئی مجھ کو حق پر سمجھے، تو خدا حق کے لئے سزاوار تر ہے اور جو کوئی مجھے رد کرے تو میں صبر کروں گا تا وقتیکہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۲۹)

(۴) حضرت امام حسینؑ حر سے ملاقات کے بعد خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائے اور اپنے نانا کا نام لے کر ان پر درود بھیجا پھر فرمایا:

صورت حال یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا چہرہ دگرگوں اور زشت ہو گیا ہے۔ نیکی نے اس سے منہ پھیر لیا ہے اور جلدی سے گزر رہی ہے اور درد جام (کاسہ کی تلچھٹ) کے علاوہ کچھ باقی نہیں بچا۔ زندگی ایک چراگاہ کی طرح سخت، ناہجار، پست اور زبوں ہوگئی ہے۔

أَلَا تَرَوْنَ إِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَإِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنْهُ، لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ رَبِّهِ مُحِقًّا، فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا اور باطل سے دوری اختیار نہیں کی جارہی! مومن پر واجب ہے کہ اپنے پروردگار کی ملاقات کے لئے جان ودل سے تیار رہے کہ تحقیق میری نظر میں موت خوش بختی اور سعادت

ہے اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا سوائے دل تنگی کے کچھ نہیں۔ (لہوف / ۹۱۔۷، مثیر الاحزان / ۴۴، مقتل خوارزمی: ۲/ ۵، تاریخ طبری: ۵/ ۴۰۴ و تاریخ دمشق جلد امام حسین / ۲۱۴)

تحف العقول میں اس حدیث کا دنبالہ اس طرح ہے۔

إِنَّ النَّاسَ عَبِيدُ الدُّنْيَا وَالدِّينُ لَعِقٌ عَلٰى أَلْسِنَتِهِمْ يَحُوطُونَهُ مَادَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَإِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُونَ

تحقیق لوگ سراسر دنیا پرست ہیں اور دین صرف ان کی زبانوں تک ہے اور جب تک یہ ان کے لئے وسیلہ زندگی ہے وہ اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ اور جب انہیں کسی مصیبت سے آزمایا جاتا ہے تو دیندار بہت کم رہ جاتے ہیں۔ (تحف العقول / ۱۷۶)

(۵) عمائدین کوفہ کے نام امام حسینؑ کا خط:

مَنْ رَأىٰ سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرُمِ اللّٰهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، يَعْمَلُ فِي عِبَادِاللّٰهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ، ثُمَّ لَمْ يُغَيِّرْ بِقَوْلٍ وَلَا فِعْلٍ كَانَ حَقِيْقًا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مَدْخَلَه

"جو کوئی کسی ظالم بادشاہ کو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے حرام کردہ کو حلال جانتا ہے اور عہد خدا کو توڑتا ہے اور رسول کی سنت کی مخالفت کرتا ہے اور بندگان خدا کے درمیان ناحق اور ظالمانہ رویہ اختیار کرتا ہے، اور وہ شخص اگر اسے اپنے قول و فعل سے تبدیل نہیں کرتا تو خدا پر لازم ہے کہ اسے بھی اس (ظالم بادشاہ) کا ساتھی شمار کرے"۔

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ حکمران شیطان کے فرماں بردار ہیں اور خداوند متعال کی اطاعت سے منہ موڑ چکے ہیں۔ فساد کو رواج دیا جا رہا ہے اور حدودِ خدا کو

توڑا جا رہا ہے۔ اور میں اس امر (ان کے خلاف قیام) کا رسولؐ خدا کی قرابت اور نزدیکی کے سبب سب سے زیادہ مستحق ہوں"۔ (بحارالانوار: ۴۴/۳۸۱، تاریخ التواریخ: ۲/۱۷۱، کامل ابن اثیر: ۴/۴۸)

(۶) جب دشمن اس مظلوم و بے کس امامؑ کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور آپؑ کو انگوٹھی کے نگینے کی طرح جکڑ لیا تو آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کے مقابلے میں آ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اَلاَ وَاِنَّ الدَّعِیَّ ابْنَ الدَّعِیِّ قَدْ رَکَزَبَیْنَ اثْنَتَیْنِ: بَیْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَهَیْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةِ یَاْبَی اللّٰهُ ذٰلِكَ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَحُجُوْرٌ طَابَتْ وَطَهُرَتْ وَاُنُوْفٌ حَمِیَّةٌ وَنُفُوْسٌ اَبِیَّةٌ مِنْ اَنْ نُؤْثِرَ طَاعَةَ اللِّئَامِ عَلٰی مَصَارِعِ الْكِرَامِ، وَاِنِّی زَاحِفٌ بِهٰذِهِ الْاُسْرَةِ مَعَ قِلَّةِ الْعَدَدِ وَخِذْلَةِ النَّاصِرِ

"آگاہ ہو جاؤ کہ اس حرام زادے کے حرام زادے نے ہمیں ایک دو راہے پر کھڑا کر دیا ہے۔ ایک راستہ موت کی طرف جاتا ہے اور دوسرا راستہ ذلت کی طرف۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم موت کے مقابلے میں ذلت کو اختیار کریں۔ خدا، اس کے رسولؐ، اہل ایمان، ہمیں پالنے والے پاک و پاکیزہ دامن نیز باحمیت اور اپنے آپ کو ظلم کے زیربار اور ذلت کے سپرد نہ کرنے والے افراد ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ظالموں کی فرماں برداری کو شرافت کی موت پر ترجیح دیں۔ جان لو کہ میں اپنے ان اقرباء کے ساتھ، اگرچہ وہ تھوڑے ہیں اور کوئی دوسرا مددگار نہیں رکھتے، اس گروہ سے جنگ کرنے کا خواہاں ہوں"۔ (لہوف/۹۷، بحارالانوار: ۴۵/۹ و ۸۳، تحف العقول/۱۷۴، مقتل خوارزمی: ۲/۷)

آپؑ نے فرزدق کے جواب میں فرمایا:

إِنْ نَزَلَ الْقَضاءُ بِما نُحِبُّ وَنَرْضى ، فَنَحْمَدُ اللّٰهَ عَلى نَعْمائِهِ، وَهُوَ الْمُسْتَعانُ عَلى اَداءِ الشُّكْرِ، وَاِنْ حالَ الْقَضاءُ دُونَ الرَّجاءِ ، فَلَمْ يَبْعُدْ مَنْ كانَ الْحَقُّ نِيَّتَهُ وَالتَّقْوىٰ سَرِيْرَتَهُ

''اگر ہمارے میل ورغبت کے مطابق حالات پیش آئیں تو ہم برابر خدا کی نعمتوں کا شکرادا کرتے رہتے ہیں کہ وہ اس سپاس اور شکرگزاری میں ہمارا مددگار ہے۔ اور اگر کام امیدوں کے مطابق نہ بھی ہوں تو وہ لوگ جن کی نیت صادق ہوتی ہے اور دلوں پر تقویٰ کی حکومت ہوتی ہے' حق سے دور نہیں ہٹتے''۔

(۸) آپؑ اپنے رجز میں اس طرح فرماتے ہیں:

اَلْقَتْلُ أَوْلٰى مِنْ رُكُوْبِ الْعَارِ
وَالْعَارُ أَوْلٰى مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

''شرم ساری کی زندگی سے قتل ہو جانا بہتر ہے، لیکن آتش جہنم میں داخل ہونے سے شرم ساری بھی بہتر ہے''۔ (لہوف/۱۱۹، بحارالانوار: ۵۰/۴۵، مثیر الاحزان/۷۲)

(۹) امام مظلوم کی زیارت اربعین میں کہ جس کے صادر کرنے کا شرف امام جعفر صادقؑ کو حاصل ہوا ہم پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَشْهَدُ اَنَّهُ وَلِيُّكَ...... وَبَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيْكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَحَيْرَةِ الضَّلَالَةِ ، وَقَدْ تَوَازَرَ عَلَيْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْيَا وَبَاعَ حَظَّهُ بِالْاَرْذَلِ الْاَدْنٰى ...... فَجَاهَدَهُمْ فِيْكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا حَتّٰى سُفِكَ فِيْ طَاعَتِكَ دَمُهُ وَاسْتُبِيْحَ حَرِيْمُهُ

''خدایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ (امام حسینؑ) تیرے ولی ہیں ...... اور انہوں نے تیرے راستے میں اپنی جان قربان کی تا کہ تیرے بندوں کو نا

دانی اور سرگردانی سے نجات دلائیں وہ لوگ کہ جن کو دنیا دھوکہ دے دیتی ہے اور وہ اس کے لئے خود کو ادنیٰ اور پست قیمت پر فروخت کردیتے ہیں"۔

یہاں آرزوئے شاعر ملاحظہ ہو:

اے خدا جب مجھے محشر میں اٹھایا جائے
حلقۂ سبطِ پیمبرؐ میں اٹھایا جائے
(عرفان صدیقی)

پس انہوں نے صبر اور خیر خواہی سے تیرے راستے میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ تیری اطاعت میں اپنا خون بہادیا اور اپنا حرم مباح سمجھ لیا۔

امام ہادیؑ سے صادر ہونے والی زیارت جامعہ کبیرہ میں آتا ہے:

وَبَذَلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي مَرْضَاتِهِ ، وَصَبَرْتُمْ عَلَى مَا أَصَابَكُمْ فِي جَنْبِهِ (حُبِّهِ) وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ ، وَأَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ، وَنَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ، وَجَاهَدْتُمْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ حَتّٰى أَعْلَنْتُمْ دَعْوَتَهُ ، وَبَيَّنْتُمْ فَرَائِضَهُ ، وَأَقَمْتُمْ حُدُوْدَهُ ، وَنَشَرْتُمْ شَرَايِعَ أَحْكَامِهِ وَسَنَنْتُمْ سُنَّتَهُ ، وَصِرْتُمْ فِي ذٰلِكَ مِنْهُ إِلَى الرِّضَا، وَسَلَّمْتُمْ لَهُ الْقَضَاءَ وَصَدَّقْتُمْ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ مَضٰى

"اور اپنی جان تیری رضا کے حصول کے لئے قربان کردی اور اس ضمن میں جو کچھ تیری طرف سے درپیش آیا اس پر صبر کیا۔ نماز کو قائم کیا اور زکوۃ ادا کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا اور اللہ کے دین کے راستے میں جہاد کا حق ادا کردیا۔ اس دین کی دعوت کا اعلان کیا۔ اس کے واجبات کو بیان کیا اور اس کی حدود کو قائم کیا اور اس کے دستوراتِ احکام

کو پھیلایا، اور اس کی سنت پر عمل کیا اور اس ضمن میں اس کی رضا کو حاصل کیا اور اس کی قضا سے اپنی جان دے کر گزشتہ پیغمبروں کی تصدیق کی"۔
(تہذیب: ۶/ ۹۷، عیون الاخبار: ۲/ ۲۷۸، بحار الانوار: ۱۰۲/ ۱۲۹، فرائد السمطین: ۲/ ۱۷۹)

گذشتہ مطالب کی تدقیق، زمانے کے حاکم حسینؑ کے اوضاع و شرائط کے مطالعہ اور تحقیق، یزید پلید کے اعمال و کردار سے واقفیت اور مسلمان معاشرے کی اسلام کے اہداف عالیہ سے دوری نیز معاویہ کی زہرناک تبلیغات کے اثر سے امام حسین کے قیام اور شہادت کے بارے میں خدشہ و اشکال کی مجال باقی نہیں رہتی۔ خصوصاً شیعہ نقطۂ نظر سے کہ جو اس ہستی کی عصمت کے قائل ہیں اس قیام اور شہادت کی صحت اور لزوم میں تردید کا وجود تک نہیں رہتا۔ درعین حال، اس قیام کی علت و انگیزہ کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر موجود ہیں۔

اکثر بزرگ آنحضرتؑ کے اس بارے میں منقول کلمات میں غور و خوض سے قیام کی علت امر بالمعروف نہی عن المنکر، نماز اور شرع مقدس کے تمام واجبات کے قیام اور بالجملہ احیائے دین کو سمجھتے ہیں۔

لیکن یہ امر مدِنگاہ رہے کہ اس بیان سے حق مطلب ادا نہیں ہوتا۔ کیونکہ امام عالی مقامؑ کا مسئلہ قیام اس مطلب سے کہیں بالاتر تھا۔ جو کچھ آپ کے فرمودات میں آتا ہے۔ اس حرکت کے اہداف کا ایک گوشہ بلکہ اس کے آثار و ثمرات کا ایک شمہ ہے۔

چونکہ آپ کے قیام کی ابعاد نہایت وسیع ہیں اور ادراک کی میزان متفرق کڑیاں ہیں۔ اور لوگ درک حقائق کی صلاحیت رکھتے ہیں لہٰذا اپنے خروج کی علت اور عراق کی طرف روانگی کے بارے میں امام حسینؑ کے کلمات سننے والوں کے ادراک اور استعداد کے متفاوت اور متناسب ہوتے ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تمام واجبات حتیٰ کہ نماز ہر چند شارع مقدس کی تاکید اور توجہ کے بہت اہم موارد ہیں لیکن امام کے وجود مقدس کے ساتھ مقابلہ میں فرع محسوب ہوتے ہیں۔ جو اصل ہے وہ سید الشہداء کا ملکوتی وجود ہے۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ اصل فرع پر قربان ہو جائے؟ امام نماز کی روح ہے۔ کیا روح نماز، نماز کے لئے قتل ہو جائے گی؟! اور کیا اصل فرع پر قربان ہو گی؟ ہاں! یہ ہیں اس حقیقت کے آثار اور کرنیں کہ جس کے لئے امام نے فی الواقع قیام فرمایا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح خود آپؑ کی پہچان ناممکن ہے اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس بے پایاں سمندر کی تہہ تک پہنچے اور آپ کی حقیقی معرفت تک دسترس حاصل کرے اسی طرح آپ کے قیام کی حقیقت جو کہ آپ کی زندگی کا حساس ترین فراز ہے کو پہچاننا بھی ناممکن ہے۔ البتہ ہر شخص اپنی معلومات کی حد اور معرفت کی سطح تک آپ کی تحریک کے آثار و ثمرات سے جزوی طور پر واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔

رسولؐ اکرم فرماتے ہیں:

يَا عَلِيُّ، مَا عَرَفَ اللّٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنْتَ وَمَا عَرَفَنِيْ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ وَمَا عَرَفَكَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَا۔

"اے علیؑ! خدا کو میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور مجھے اللہ کے اور تمہارے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور تمہیں خدا کے اور میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا"۔

ہم اسی بنیاد پر عرض کرتے ہیں: امام حسینؑ ان دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ یزید پلید، کثیف، فاسق کہ جو اپنے سے پہلے حاکموں کے برخلاف بہت سے کبائر کا علانیہ مرتکب ہوتا تھا، اور اس کے برے کام سب پر عیاں تھے، کی بیعت کرنا۔ یہ ولایت، شریعت، حقیقت کو مسخ کرنے کے مترادف اور خود کو ذلت میں ڈالنا تھا۔

اور یا عزت والی سرخ موت کو چننا کہ جو اپنی حقیقت کے دفاع کی دربردارندہ تھی اور جو اپنی اپنے والد گرامی حضرت علیؑ اور ان کے فرزندانِ طاہرینؑ کی ولایت مطلقہ کی حفاظت پر مشتمل تھی۔ اور اس سے شریعتِ مقدسہ بھی محفوظ رہتی تھی، امام نے دوسرے راستے کو چنا۔

بس آپؑ کا قیام اپنی، اپنے والد گرامی اور ان کے فرزندوں کی ولایتِ مطلقہ کی حفاظت کے لیے تھا کہ جس کے ضمن میں شریعت کی حفاظت بھی آ جاتی ہے اور جس کے پرتو میں آپؑ

کے جدِ بزرگوار کے دین کا احیاء بھی ہو جاتا ہے۔ اور شاید رسول خداؐ کے کلام حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ کا دوسرا فراز انہی معنوں کا آئینہ دار ہو" (القطرۃ: ۱/۱۴۰ ب۲ ح ۱۴۳، تاویل الآیات الظاہرۃ/۱۴۵، مناقب ابن شہرآشوب: ۳/۲۶۷)

امام حسینؑ علم امامت کے علاوہ عرف و معمول کے طریقہ سے بھی ان لوگوں کو بخوبی پہچانتے تھے اور اپنے والد بزرگوارؑ اور برادر مظلومؑ کے دردِ جگر اور سوز دل سے بھی آشنا تھے۔ اور مسلسل اس انتظار میں تھے کہ ان دنیا پرست اور گمراہ لوگوں کے تیرہ و تاریک دلوں سے جہل و ضلالت کے پردے ہٹا کر انہیں دین کی حقیقت سے، جو فی الواقع آئمہ معصومینؑ کی ولایت کی حقانیت ہے، سے آگاہ فرمائیں۔ لہٰذا جب آپ کے برادر بزرگوار امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت کو سات سال گزر گئے تو آپ سن ۵۷ ہجری میں خانہ خدا کی زیارت کے لئے عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔

عبداللہ ابن جعفر، ابن عباس، بنی ہاشم کے متعدد لوگ اور آپ کے دوستوں اور شیعوں کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ آئی۔ ایک دن آپ نے منیٰ میں ایک ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ایک گروہ کو جو بنی ہاشم، صحابہ، تابعین، انصار اور ایسے اشخاص کا تھا جو اپنی نیکی اور رائے میں معروف تھے، طلب فرمایا۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نیز رسول اکرمؐ پر درود کے بعد فرمایا:

معاویہ نے ظلم و جنایت میں ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو چاہا کیا: تم لوگ موجود تھے، دیکھ رہے تھے اور تم تک اس کی خبر پہنچتی رہی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں سے ایک بات کا سوال کروں، اگر میں سچ کہوں تو تم میری تصدیق کرنا ورنہ مجھے جھٹلا دینا۔ میں جو کچھ کہوں اسے سنو اور میرے کلمات کو محفوظ رکھنا اور جب اپنے اپنے شہروں اور اپنے اپنے قبیلوں میں واپس جاؤ تو ان میں سے وثوق واعتماد کی حامل جماعت کو بلانا اور ان کے سامنے بیان کرنا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں دین خدا مٹ نہ جائے اور کلمہ حق مجہول نہ رہ جائے اور اس حال میں خدا اپنے نور کے شیشہ کو چمکا دے اور کافروں کے جگر بندوں کو آتش جہنم میں پھینک دے۔

جب یہ سفارش اختتام کو پہنچی تو آپ نے آغاز سخن فرمایا اور امیر المومنینؑ کے فضائل

کو ایک ایک کر کے بیان کیا۔ نیز آپ کی شان میں نازل ہونے والی قرآنی آیات بیان فرمائیں اور تمام لوگوں نے ان کی تصدیق کی۔

پھر فرمایا: یقیناً تم نے سنا ہوگا کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ''جو شخص خود کو میرا دوست خیال کرے اور علیؑ کو دشمن رکھے تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ علیؑ کا دشمن میرا دوست نہیں ہو سکتا''۔

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے، آپ سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ علیؑ کو دشمن رکھنے میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اس اعتبار سے ہے کہ میں اور علیؑ ایک جسم ہیں۔ علیؑ میں (محمدؐ) ہے اور میں (محمدؐ) علیؑ ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی ایک جسم کو کوئی شخص دوست بھی رکھے اور دشمن بھی؟

لاریب جو شخص علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو علیؑ سے دشمنی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے اس نے خدا سے دشمنی کی ہے۔

وہاں موجود تمام لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ صحابہ کہنے لگے: آپؑ نے ایسے ہی فرمایا تھا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور ہم نے (خود) یہ سنا۔ تابعین کہنے لگے: ہم نے بھی، جنہوں نے ہم سے روایت بیان کی ہے اور جن کے قول پر ہم اعتماد رکھتے ہیں، سے یہ سنا ہے۔

آخر میں آپؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم جب اپنے اپنے شہروں کو لوٹو تو جو میں نے کہا ہے، اسے ہر اس شخص سے کہ جو تم پر اعتماد رکھتا ہے بیان کر دینا۔ (منتہی الآمال: ۲۳۹/۱، احتجاج طبرسی: ۱۸/۲)

حجت الٰہی اور امام برحق نے سات سال سکوت اور بردباری اختیار کرنے کے بعد وقت اور حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے' کہ ہر صاحب فکر انسان پریشان حال تھا' لہٰذا ان عظیم حوادث اور شدید مصائب نے ہر پاکیزہ دل کو چیر ڈالا، اس ایک استثنائی فرصت میں، اپنے پیغام کو، جو دنیائے اسلام کا بنیادی ترین اور اہم ترین مسئلہ ہے، قابل اعتماد اور مشہور و معروف لوگوں کے ایک گروہ کے ذریعے پوری دنیا کے مسلمان تک پہنچا دیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ خود امامؑ کے فرمان کے مطابق: کیونکہ لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوں گے تو

خوف اس بات کا ہے کہ خدا کا دین مٹ جائے گا۔ یہ مسئلہ نہ نماز کا ہے نہ روزے کا، نہ حج کا، نہ امر بالمعروف کا اور نہ ہی جہاد کا' بلکہ بات یہ ہے کہ دین خدا تمام احکام الٰہی کے باوجود اس کے بغیر مندرس اور حق مجہول ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے کہ جس کے لے امامؑ نے اپنی، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں اور اپنے ساتھیوں کی شہادتوں کو قبول کیا۔ اور مدینہ سے روانگی سے لے کر کربلا تک مختلف مقامات پر آپ کے فرمودات کی گوناگوں تعبیروں کے ساتھ کہ جو مخاطبین کے اختلاف نظر اور استعداد و ادراک کی بنیاد پر تھیں۔ فی الحقیقت اسی اہم اور بنیادی امر کو دوہرایا جاتا رہا کہ یزید کی بیعت کرنا اندراس دین، نابودی حق اور ولایت کی پامالی ہے۔ یزید جیسی مصیبت کی وجہ سے سلام سے وداع بھی انہی معنوں میں ہے۔ اصلاح اور امر بالمعروف کے لئے خروج بھی اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے سے نفرت بھی اسی لحاظ سے اہم ہے۔ اور آل سفیان پر خلافت کے حرام ہونے کا تذکرہ بھی اسلام کے اساسی رکن یعنی ولایت کی یاد آوری ہے۔ اور وہ گمراہی اور جہالت کہ جس کی طرف زیارت اربعین میں اشارہ کیا گیا ہے آئمہ اطہارؑ کی ولایت سے انحراف کے علاوہ کوئی دوسری شے نہیں ہے۔ (البتہ ولایت کے عام معنی امت کے سرپرستی سنبھالنا اور ملک میں حکومت کا نفاذ اور دین میں ملکوت وتفویض وغیرہ ہے اور بہت سی روایات سے یہ معنی مستفاد ہیں)

امامؑ خوب جانتے تھے کہ بنی امیہ خصوصاً معاویہ کے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے سبب اکثر لوگ انہیں دوست رکھتے ہیں اور انہیں حق پر سمجھتے ہیں (اس بارے میں ''تجارب السلف'' نامی کتاب کا ایک اقتباس نقل کیا جا چکا) جب کہ حضرت علیؑ' ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کو باطل پر سمجھتے ہیں۔ آنحضرتؑ پر سب وشتم انہوں نے اپنا شعار بنا رکھا ہے، بلکہ اسے نماز جمعہ کا حصّہ قرار دیا جا چکا ہے اور اس قدر تاکید تھی کہ اگر کوئی شخص ایسا کرنا بھول جائے تو (معاذ اللہ) نماز کے بعد آپؑ پر لعنت کرے اور اگر سفر میں اس کی یاد آجائے تو وہیں اس کی قضا ادا کرے۔ اس جگہ کو معبد بنالے اور اسے مسجد سمجھے۔

بہت سے لوگ گمان رکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص بنی امیہ کا مخالف نہیں ہے' اور یہی رسولؐ

خدا کے خلفائے برحق ہیں۔ لیکن جب امام حسینؑ نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہوں نے آپ سے اس طرح (ظالمانہ) سلوک کیا اور پیغمبرؐ کی اولاد کے ساتھ ایسی حرکات کیں تو لوگ آگاہ ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ ظالم سلاطین ہیں نہ کہ رسول خدا کے خلفاء۔

امام شہادت اور ذلت کے دوراہے پر کھڑے تھے۔ البتہ آپ نے ذلت کو جو کہ دین کے خاتمے، حق کی نابودی اور امیر المومنینؑ اور آئمہ اطہارؑ کی ولایت کی پامالی کے معنوں میں تھی ہرگز قبول نہ کیا۔

عرض حال بزبانِ شاعر:

نبیؐ کا دین بچائیں گے پھر نبیؐ کی طرح
نیا غدیر سجائیں گے پھر نبیؐ کی طرح
علیؑ کا دستِ امامت اٹھائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ
(علی کمیل قزلباش)

امام حسینؑ نے باطنی ذمہ داری اور ظاہری فریضہ دونوں کے لحاظ سے شہادت کے انتخاب پر عمل کیا۔ کیونکہ آپ کے باطنی لحاظ سے مکلف ہونے کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور ہماری عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ یہ ہر معصومؑ کے لیے خود سے مخصوص فریضہ الٰہی تھا اور وہ پروردگار کی طرف سے اسے انجام دینے پر مامور تھے، اور اس پر عمل کرتے تھے اور امر الٰہی کے آگے سر تسلیم خم تھے۔

امامؑ کی تکلیف ظاہری بھی اس طرح عمل پذیر ہوئی کہ آپ نے مدینہ سے مکہ کی طرف اور مکہ سے عراق کی طرف سفر کیا اور اگر میری تقدیر میں شہادت ہے تو میں وہاں شہید ہوں جو میرا مقام و منزل ہے' کیونکہ میں جہاں بھی جاؤں گا یہ قتل کر دیں گے۔

یزید نے اپنے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ حسینؑ کو قتل کر دیا جائے۔ (بحار الانوار: ۴۴/ ۳۱۲ و ۳۲۴، امالی صدوق/ ۱۵۲ م ۳۰ ضمن ح ۱، لہوف/ ۲۲)

اس طرح ہم آپؑ سے بیعت طلبی کا واقعہ بھی قبل ازیں تحریر کر چکے ہیں کہ وہ آپؑ کو

یزید کا مطیع و منقاد بنانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن آپؑ نے یہ بات تسلیم نہ کی اور مکہ تشریف لے گئے اور اس دوران میں آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ (سورہ قصص، آیہ ۲۱)

"اور خوف زدہ حالت میں بچتے بچاتے مدینہ سے نکلے"۔

(بحارالانوار: ۴۴/۳۳۲، ارشاد: ۲/۳۴)

امام نے خدا کے حرمِ امن میں پناہ لی کہ جسے خداوند متعال نے جانوروں، پرندوں اور چرندوں کے لئے بھی جائے امن قرار دیا ہے۔ وہاں بھی یزید نے آپ کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (بحارالانوار: ۴۴/۳۶۴ و ۳۶۵، وج ۴۵/۹۹، ارشاد ۲/ ۶۸، جلاالعیون/۳۶۹)

تو آپؑ نے حج کو عمرہ میں تبدیل کیا اور احرام توڑ ڈالے۔ (ارشاد: ۲/ ۶۸، جلاالعیون /۳۶۹، بحارالانوار: ۴۴/۳۶۳)

اہلِ کوفہ نے بھی آپؑ کو بہت سے خطوط لکھے کہ جن کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی، کہ آپ (کوفہ) تشریف لے آئیں ہم سب آپ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۳۳۳و۳۳۴، ارشاد: ۲/ ۳۴تا۳۶)

حضرت مسلم بن عقیلؑ نے بھی لکھا کہ لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۳۳۶، ارشاد: ۲/ ۳۸)

پس آپ کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہی اور جب آپ ان کی طرف آئے اور انہوں نے بیعت توڑ دی تو آپ کے لئے واپس جانا ممکن نہ رہا۔ اور اگر آپ واپس بھی لوٹتے تو کہاں جاتے! آپؑ کے لئے کوئی جائے امن نہ تھی۔ حتیٰ کہ اگر بیعت بھی کر لیتے تو پھر بھی آپ کو ذلت کے ساتھ قتل کر دیا جاتا۔ ان امور کی شہادت یہ ہے کہ جب آپ کے بھائی محمد حنفیہ نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپ یمن چلے جائیں، یا کسی صحرا اور پہاڑوں کی طرف جا کر گوشہ نشین ہو جائیں تو آپ نے جواباً فرمایا:

وَاللهِ، يَا أَخِي، لَوْ كُنْتُ فِي جُحْرِ هَامَّةٍ مِنْ هَوَامِّ الْأَرْضِ لَا

سَتَخرُجُونی مِنہُ حَتّی یَقتُلُونی

"اے بھائی! خدا کی قسم اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں بھی گھس
جاؤں تو مجھے اس سے نکال کر قتل کر دیا جائے گا"۔ (بحار الانوار: ۴۵/۹۹)

جب فرزدق نے کہا: اے فرزند رسولؐ! آپ نے حج کو پایہ تکمیل کو کیوں نہیں پہنچایا؟ تو آپ نے فرمایا: اگر میں یہاں رہوں تو وہ مجھے گرفتار کرلیں گے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۶۵، ارشاد،/۶۸)

اور جب امام علیہ السلام منزلِ ثعلبیہ میں اترے تو ایک شخص جس کی کنیت ابو ہرہ (ازدی) تھی اور کوفہ سے آرہا تھا آپؑ کی خدمت میں پہنچا، اور سلام کرنے کے بعد کہنے لگا: اے فرزند رسول! آپ حرم خدا اور اپنے نانا کے حرم سے کس لئے نکل آئے؟ امام نے فرمایا: اے ابو ہرہ! بنو امیہ نے میرے اموال کو غصب کیا میں نے صبر کیا۔ مجھے گالیاں دیں اور ہماری عزت کو پامال کیا تو پھر بھی میں نے تحمل کیا اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں لہٰذا میں وہاں سے نکل آیا ہوں۔ خدا کی قسم یہ ظالم جماعت ہمیں قتل کرنا چاہتی ہے اور خداوند متعال انہیں ذلت کا لباس پہنائے گا کہ جوان کے سراپوں کو ڈھانپ لے گا...... (لہوف/۷۰، بحار الانوار: ۴۴/۳۶۷)

بنی عکرمہ کے ایک بوڑھے نے کہ جس کا نام عمرو بن لوذان تھا، عقبہ کے بطن میں آپؑ کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا: آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کوفہ کی طرف۔ اس نے عرض کیا: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہہ ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں کیونکہ خدا کی قسم آپ کا وہاں جانا نیزوں کی انیوں اور کاٹ ڈالنے والی تلواروں کی طرف جانے کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جو تو جانتا ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور خداوند متعال اپنے کام میں مغلوب نہیں ہوتا (لیکن سوا اس کے کہ جو ارادہ خدا میں ہے، کچھ نہیں ہوا) پھر فرمایا:

وَاللّٰہِ لَا یَدَعُونی حَتّٰی یَستَخرِجُوا ھٰذِہِ العُلَقَۃَ مِن جَوفِی

"خدا کی قسم! وہ مجھ سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے تاوقت کہ وہ میرے خون
شدہ دل کو میرے سینے سے نکال لیں (ارشاد: ۲/۷۷، بحار الانوار:

۴۴/۳۷۵، تاریخ دمشق/۲۱۱، تاریخ طبری: ۳۹۴/۵)

امام کا یہ کلام کہ خدا کا حکم جاری ہو کر رہے گا، آپ کی تکلیف باطنی کی طرف اشارہ ہے کہ جسے ہم نہیں سمجھ سکتے اور جو آپ نے فرمایا: یہ مجھ سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے، یہ آپؑ کی تکلیف کی طرف اشارہ ہے اور خود آپ نے جو فرمایا: وہ میرے خون شدہ دل کو میرے سینے سے باہر نکال لیں، یہ اس زمین پر آپ کی شدتِ مصیبت کی طرف اشارہ ہے۔

گویا یہ (فرمودات) اس پر شاہد ہیں کہ اگر آپ یزید کی بیعت کر بھی لیتے (جو نہ ممکن ہے) تو پھر بھی آپ کو قتل کیا جاتا۔

ابن زیاد ملعون نے لکھا: میرے حکم اور یزید کے حکم کے سامنے گردن جھکا دیں یا بیعت کر لیں۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۸۳، مقتل خوارزمی: ۲۳۹/۱)

اور شمر ملعون نے ابن زیاد سے کہا: اگر حسینؑ اور ان کے ساتھی بیعت کر لیں تو تو ان کا خاتمہ کر دے تو جان لے کہ یہ زیادہ سزاوار تر ہے۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۹۰، ارشاد: ۹۰/۲)

اگر وہ قتل کا ارادہ نہ رکھتے تو اس طرح نہ کہتے۔ اور آپ ان کی غرض کو سمجھتے تھے۔ اسی لئے فرمایا: نہیں خدا کی قسم! مَیں تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی ذلت نہیں اٹھا سکتا اور غلاموں کی طرح فرار نہیں کروں گا۔ (ارشاد: ۱۰۲/۲، مثیر الاحزان/۵۱، بحار الانوار ۴۵/۷)

پھر فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَنِيْ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ : بَيْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَهَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَحُجُوْرٌ طَابَتْ وَطَهُرَتْ وَأُنُوْفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوْسٌ أَبِيَّةٌ مِنْ أَنْ نُؤْثِرَ طَاعَةَ اللِّئَامِ عَلٰى مَصَارِعِ الْكِرَامِ

"آگاہ ہو جاؤ کہ اس زنا زادہ ابن زنا زادہ نے ہمیں ایک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ جہاں سے ایک راستہ موت کی طرف اور ایک راستہ ذلت کی طرف جاتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم موت کے مقابلے میں

ذلت کو اختیار کریں۔ خدا، اس کے رسول اور ہمیں پالنے والے پاک و پاکیزہ دامن، نیز باہمت اور اپنے آپ کو ظلم کے زیر بار اور ذلت کے سپرد نہ کرنے والے (عظیم) افراد ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ظالموں کی فرمانبرداری کو عزت کی موت پر ترجیح دیں۔ (لہوف/۹۷، بحارالانوار: ۴۵/۹ و ۸۳، مثیر الاحزان/۵۵، تحف العقول/۱۷۴، احتجاج طبرسی: ۲/۲۴، مقتل خوارزمی: ۲/۷)

سوالِ بیعت فاسق ہوا جو سرور سے
جواب دے دیا شہ نے نہیں کی ٹھوکر سے
(سجاد عابدی لکھنوی)

اگر آپ تقیہ کی رو سے راضی بھی ہو جاتے تو وہ آپ (پر ظلم) سے دستبردار نہ ہوتے اور ذلت و خواری کے ساتھ بغیر کسی احتجاج کے آپ کو شہید کر دیتے۔

عزیزو! کیا سید الشہداء گوشہ نشین ہو جاتے اور چھپ جاتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی اور یا آپ کا فرض تھا کہ مدینہ سے نکل کر اسلام کے عظیم ترین شہر مکہ میں پہنچیں چند ماہ وہاں ٹھہریں اور صبر کریں تا وقت کہ حج کے موسم میں اطراف عالم سے لوگ وہاں جمع ہو جائیں۔ اور آٹھ ذوالحجہ کو آپ حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیں تا کہ تمام کے تمام لوگ آپؑ اور آپ کے کارِ خیر سے باخبر ہو جائیں؟

قہر تو یہ کہ آپ نے مکہ میں آواز بلند کی لیکن کسے خبر تھی کہ آپ حج کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکیں گے۔

اس وقت آپ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر ہر جگہ اور ہر کسی کو خبر ہو گئی کہ آپ کربلا میں اپنی تمام تر مظلومیت کے ساتھ شہید ہو گئے ہیں۔ اور اس کے بعد حضرت زینبؑ اور دیگر تمام قیدی اپنا شرعی فریضہ نبھاتے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے آگے بڑھتے رہے۔ اس طرح خود شام میں کہ جو یزیدی حکومت کے جور و فساد کا مرکز ہے تمام کے تمام مسائل کو سمجھتے ہوئے خاندان نبوت کو مظلومیت کی حالت میں لایا گیا، حتیٰ کہ نصرانی بھی باخبر ہو گئے۔

تعجب تو یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: آقا آپ فرار کر جائیں اور عراق کی طرف نہ جائیں! کیا اس سے شہید ہونا بہتر نہیں تھا؟ ہاں سید الشہداء تو کلام رسول حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ کے جاری کرنے والے تھے۔ اور آپ نے اپنی شہادت سے ان کی رسالت کو ثمر بار بنا دیا۔ دینِ پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ اور ولایت وغیرہ کو زندہ کر دیا۔

جہاں یزید نے بیعت کا خواب دیکھا تھا
یزیدیت کا جنازہ اٹھا اُسی گھر سے

(سجاد عابدی لکھنوی)

اس طرح راہ خدا میں عزت کی شہادت پائی اور خود کو غالب کیا اور احکام الٰہی کا قیام کر کے لوگوں کو گمراہی و جہالت سے نجات دی اور اپنے آپ کو ذلت و خواری کے سپرد نہ کیا۔

سلام

سلام ــــــ اُس پر
کہ جس نے اپنے بدن کی ساری حرارتوں کو
عروجِ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا

سلام ــــــ اُس پر
کہ جس نے حق کی روایتوں کا
بلند پھر سے علَم کیا تھا

سلام، لاکھوں سلام اُس پر
کہ جس کے دم سے
ابھی تلک امن کا چلن ہے

سلام ــــــ اُس پر
کہ جس کی خوشبو چمن چمن ہے

سید الشہداءؑ کا بیعت یزید سے انکار

جس نے چوسی زبانِ مصطفویؐ
گود میں جو پلا تھا زہراؑ کی
کیسے بیعت یزید کی کرتا!
(جامِ بقا)

شیخ صدوق (ایک سلسلہ سند سے) امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے والد گرامی نے اپنے والد گرامی امام سجاد علیہ السلام سے نقل فرمایا کہ جب معاویہ کی موت نزدیک آ پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے یزید لعنۃ اللہ کو طلب کیا اور اپنے نزدیک بٹھا کر کہا: میرے بیٹے! میں نے سرکشوں کو تمہارے لئے رام کر لیا ہے اور تمہارے لئے شہروں کو آمادہ (حکومت کے لئے) کر دیا ہے۔ اور سلطنت تمہارے لئے حاضر ہے۔ لیکن تین اشخاص جو ہر حال میں تمہاری مخالفت کریں گے، ان پر نظر رکھنا اور وہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور حسینؑ بن علیؑ ہوں گے۔

البتہ عبداللہ بن عمر اندر سے تمہارے ساتھ ہے۔ اس سے قطع تعلق نہ کرنا' البتہ عبداللہ بن زبیر، اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا کیونکہ وہ ایک شیر کی طرح اپنے شکار کی خاطر تم پر حملہ کرنے کی کوشش کرے گا اور لومڑی کی طرح کہ جو کتے سے بھاگتی ہے (مکر و حیلہ کے لیے) تم سے پوشیدہ رہے گا۔

البتہ حسینؑ ابن علیؑ کے بارے میں جان لو کہ وہ رسولؐ خدا سے نسبت رکھتا ہے اور ان کا گوشت پوست اور خون ہے۔ میں جانتا ہوں کہ عراق کے لوگ اسے تمہارے خلاف بغاوت پر اکسائیں گے۔ پس اس سے ہاتھ اٹھائے رکھنا اور وضعداری سے کام لینا۔ اگر وہ ہاتھ آ جائیں تو

ان کا حق پہچاننا اور رسول خدا کی نسبت سے ان کے مقام کے سبب رعایت برتنا اور ان کا مواخذہ نہ کرنا، ہماری ان سے دوستی اور قرابت داری ہے۔ مبادا کہ تم ان کے ساتھ برا سلوک کرو اور تم سے کوئی ناگوار کام انجام پا جائے۔

جب معاویہ مرگیا اور یزید اس کے بعد امور سلطنت کا متصدی بن گیا تو اس نے اپنے چچا (کے بیٹے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان) کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔ (ابن) عتبہ مدینہ آیا اور مروان بن حکم جو معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا کی جگہ کو سنبھال لیا تا کہ یزید کے حکم کا نفاذ کر سکے۔ مروان بھاگ گیا اور اس پر ہاتھ نہ اٹھایا (ظاہراً یہاں عبداللہ بن زبیر ہونا چاہیے تھا کہ جو مدینہ سے فرار ہو گیا)۔ یہاں عبارت کا کچھ حصّہ حذف ہو گیا ہے یا پھر عبارت میں تصحیف در آئی ہے۔ کیونکہ وہاں موجود تو جب امام حسین بن عتبہ کے پاس تشریف لے گئے تو مروان بن حکم تھا اس وقت اور اس نے ولید کو امام حسین کو قتل کر دینے کی تحریک دی۔

(پسر) عتبہ نے امام حسینؑ بن علیؑ کو بلا بھیجا اور کہا: یزید نے حکم دیا ہے کہ آپ اس کی بیعت کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے (پسر) عتبہ تو جانتا ہے کہ ہم اہل بیتؑ کرامت اور معدنِ رسالت ہیں۔ خداوند متعال نے حق کی علامات ہمارے دلوں میں ودیعت کر رکھی ہیں اور ہماری زبان ان کے مطابق گویا ہوتی ہے۔ پس ہم اللہ عزوجل کے حکم سے بات کرتے ہیں اور میں نے اپنے نانا رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ ابوسفیان کی اولاد پر خلافت حرام ہے۔ میں کیسے اس خاندان کی بیعت کروں کہ جس کے بارے میں رسول خدا نے منع فرمایا ہے:

جب (پسر) عتبہ نے آپ کا یہ جواب سنا تو اپنے کاتب کو حکم دیا کہ یزید کے نام خط میں لکھو کہ حسین بن علی کسی طرح بھی تمہارے حق خلافت و بیعت کے معتقد نہیں ہیں۔ ان کے بارے میں جو چاہو کرو۔

جب یہ خط یزید لعنۃ اللہ کو پہنچا تو اس نے (پسر) عتبہ کو اس کا جواب لکھا کہ جونہی یہ خط تمہیں ملے فوراً اس کا جواب دینا اور اس میں تفصیل سے لکھنا کہ کون کون میرا مطیع اور کون کون میرا مخالف ہے اور حسینؑ بن علیؑ کا سر اس خط کے ہمراہ ہونا چاہیے۔

جب یہ خبر امام حسینؑ تک پہنچی تو آپ نے عراق کی طرف روانگی کا ارادہ کر لیا۔ جب رات ہوگئی تو آپ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے تا کہ رسولؐ خدا کی مرقدِ مطہر سے وداع کر سکیں۔ جب آپ قبر رسول پر پہنچے تو قبر مطہر سے ایک نور اٹھا اور پھر واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

عرضِ حال بزبانِ انیس:

پیدل شہ دیں روضۂ احمدؐ پہ سدھارے　　تربت سے صدا آئی کہ آ آ مرے پیارے
تعویذ سے شبیرؑ لپٹ کر یہ پکارے　　ملتا نہیں آرام نواسے کو تمہارے

خط کیا ہے اجل کا یہ پیام آتا ہے نانا
آج آخری رات رخصت کو غلام آیا ہے نانا

جب آپ دوسری رات وداع کے لئے آئے تو نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور نماز کو طول دے دیا۔ حالتِ سجدہ میں ایک لحظہ کے لیے آپ پر نیند طاری ہوگئی۔ آپ نے خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا۔ انہوں نے آپ کو گلے لگایا اور سینے سے چمٹایا اور آپؑ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا:۔

بِأَبِي أَنْتَ ، كَأَنِّي أَرَاكَ مُرَمَّلاً بِدَمِكَ بَيْنَ عِصَابَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، يَرْجُوْنَ شَفَاعَتِي ، مَالَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ خَلَاقٍ يَابُنَيَّ ، إِنَّكَ قَادِمٌ عَلٰى أَبِيْكَ وَأُمِّكَ وَأَخِيْكَ وَهُمْ مُشْتَاقُوْنَ إِلَيْكَ وَإِنَّ لَكَ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَاتٍ لَا تَنَالُهَا إِلَّا بِالشَّهَادَةِ

"میرا باپ تم پر قربان، گویا میں تمہیں اس امت کے ایک ہجوم کے درمیان کہ جو میری شفاعت کی امید رکھتی ہے! خون میں غلطان دیکھ رہا ہوں۔ خدا کے نزدیک ان کے لیے خیر کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ میرے بیٹے! تم اپنے باپ، ماں اور بھائی کے پاس پہنچنے والے ہو اور وہ سب تمہارے مشتاق ہیں۔ اور بے شک تمہارے لئے جنت میں (بلند) درجات ہیں کہ تم شہید ہوئے بغیر ان تک نہیں پہنچ سکتے"۔

(۱) بحارالانوار اور دیگر منابع میں اس جگہ اضافہ ہے (گویا امالی کی طباعت میں کچھ عبارت رہ گئی ہے): تمہارا جسم خون میں لت پت ہے اور زمین کربلا پر تمہیں ذبح کیا جا رہا ہے۔ میری اُمت کا ایک گروہ تمہیں قتل کر رہا ہے اور تم اس حالت میں پیاسے ہو اور وہ تمہیں اس حالت میں پانی تک نہیں پلاتے اور تمہیں سیراب نہیں کرتے۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۳۲۸، مجمع الاحزان/ ۲۳، مقتل خوارزمی ۱/ ۱۸۷، مقتل عوالم/ ۵۴)

(۲) بحارالانوار اور دیگر ذکر شدہ منابع میں اضافہ ہے: پس اس حالت میں آپؑ نے اپنے جد بزرگوار کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا:

یَاجَدَّاهُ ،لَاحَاجَةَ لِی فِی الرُّجُوعِ اِلَی الدُّنْیَا فَخُذْنِی اِلَیْکَ
وَاَدْخِلْنِی مَعَکَ فِی قَبْرِکَ

''اے جد بزرگوار! مجھے اس دنیا میں واپس لوٹنے کی کوئی ضرورت نہیں
مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ قبر میں لے جایئے (اور دنیا کے رنج وغم سے نجات
دلا دیجئے)

عرضِ حال بزبانِ میر انیسؔ:

یہ کہہ کے ملا قبر سے شہؑ نے جو رُخ پاک | ملنے لگا صدمہ سے مزارِ شہِ لولاکؐ
جنبش جو ہوئی قبر کو تھرا گئے افلاک | کانپی جو زمیں صحنِ مقدس میں اڑی خاک

اس شور میں آئی یہ صدا روضۂ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

رسولِ خدا نے فرمایا: تمہارے لئے دنیا میں واپس جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تا کہ تم جام شہادت نوش کرو اور عظیم ثواب کو حاصل کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے۔

امام حسینؑ روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے اہل بیتؑ کے پاس پہنچ کر ان کے سامنے اپنا خواب بیان فرمایا۔ اور ان سے وداع کیا اور اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بھائی کے بیٹے قاسم کو محملوں میں سوار کیا اور اپنے اکیس اصحاب اور اہل بیتؑ کے ہمراہ روانہ سفر ہوئے جن

میں ابوبکر بن علی، محمد بن علی، عثمان بن علی، عباس بن علی، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، علی بن الحسین الاکبر اور علی بن الحسین الاصغر وغیرہ شامل تھے۔ (امالی صدوق/۱۵۰م ۳۰ح ۱، بحارالانوار: ۴۴/۳۱۰ح ۱)

شیخ مفید نقل فرماتے ہیں کہ جب امام حسنؑ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا تو عراق کے شیعہ حرکت میں آگئے اور انہوں نے امام حسینؑ کو لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت سے ہٹا کر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔

امام نے اجتناب کیا اور انہیں یاددہانی کرائی کہ ابھی میرے اور معاویہ کے درمیان عہد و پیمان ہے کہ جسے توڑنا جائز نہیں۔ جب معاویہ کا عہد حکومت اختتام کو پہنچا اور وہ مرگیا تو یہ خطرہ لاحق ہوا۔ معاویہ ۱۵ رجب سال ۶۰ ہجری میں مرا۔ اس کے بیٹے یزید ملعون نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو، جو معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حکمران تھا، ایک خط لکھا جس میں حسین علیہ السلام سے بغیر کسی رورعایت کے بیعت لینے اور کسی بھی وجہ سے انہیں مہلت نہ دینے کے بارے میں لکھا۔

یزید نے رات کے وقت ایک آدمی آپؑ کے پاس بھیج کر آپ کو بلایا۔ امامؑ سارا ماجرا سمجھ گئے۔ آپ نے اپنے عزیزوں کے ایک گروہ کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اپنے اپنے ہتھیار ساتھ لیتے آئیں اور ان سے فرمایا: ولید نے جس وقت مجھے بلایا ہے مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے کسی ایسے کام کے کرنے پر مجبور کرے کہ جسے میں قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اور نہ مجھے اس سے امن کی توقع ہے۔ پس تم میرے ساتھ چلو۔ جب میں اس کے پاس جاؤں تو تم دارالامارہ کے دروازے پر بیٹھے رہنا۔ اگر میری (اونچا بولنے کی) آواز سنو تو اس پر اندر آجانا تاکہ میری حفاظت کرسکو۔

امام حسینؑ ولید کے پاس آئے تو ولید بن حکم کو اس کے پاس دیکھا۔ ولید نے آپ کو معاویہ کی موت کی خبر دی۔ اس کے بعد یزید کا خط اور اس میں آپ سے بیعت کا حکم آپ کو پڑھ کر سنایا۔

امامؑ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ تم اس بات پر قناعت کرو کہ میں خفیہ طور پر یزید کی بیعت کرلوں تاوقتیکہ میں علانیہ طور پر بیعت کروں کہ جس سے لوگ سمجھیں کہ میں بیعت کر رہا ہوں؟ ولید نے کہ کہا: ہاں اسی طرح ہے۔

امامؑ نے فرمایا: بس صبح تک مجھے مہلت دو تاکہ میں اس کے بارے میں سوچ سکوں۔ ولید نے کہا: خدا کے نام پر ابھی آپ واپس چلے جائیں اور (صبح) لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ (بیعت کے لئے) ہمارے پاس چلے آنا۔

مروان نے ولید سے کہا: خدا کی قسم! اگر حسینؑ یہاں سے چلے گئے اور بیعت نہ کی تو دوبارہ ہرگز تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ جب تک کہ تمہارے اور ان کے درمیان سخت قتل و غارت نہ ہو۔ انہیں بیعت پر مجبور کرو یا ان کا سر قلم کردو۔

امام حسینؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے زرقا (نیلی آنکھوں والی) کے بیٹے تو مجھے مروانا چاہتا ہے یا اسے؟! خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور خطا کی ہے اور دارالامارہ سے باہر نکلے اور اپنے عزیزوں کے ہمراہ چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچ گئے۔

مرحوم سید بن طاؤس اور دوسروں کے یہاں ایک عبارت کا اضافہ ہے: اس کے بعد آپ نے ولید کی طرف منہ کر کے فرمایا:

"اے امیر! ہم خاندانِ نبوت اور رسالت کی کان ہیں۔ ہمارا آستانہ ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔ دفتر وجود ہمارے نام سے کھلتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔ اور یزید ایک فاسق، شراب خور اور آدم کش شخص ہے کہ جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہے۔ مجھ ایسا شخص اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔ لیکن ہم اور تم صبح تک اچھی طرح سوچ لیتے ہیں کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کے زیادہ لائق ہے"۔ (لہوف/۲۳، بحارالانوار: ۴۴/۳۲۵، مقتل خوارزمی: ۱/۱۸۴، مثیر الاحزان/۲۴)

مروان نے ولید سے کہا: تو تم نے میری بات کی طرف توجہ نہیں دی، خدا کی قسم اب تم دوبارہ کبھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکو گے۔ ولید نے کہا: اے مروان! دوسروں کے حال پر افسوس

کہ جو مجھے ایسی تجویز پیش کرتے ہیں کہ جس میں میرے دین کی بربادی ہے۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں چاہتا کہ مالِ دنیا کی ہر چیز' جس پر سورج چمکتا ہے اور غروب کرتا ہے، میری ہو جائے اور پھر بھی میں حسینؑ کو قتل کروں۔ سبحان اللہ! حسینؑ نے یہی کہا ہے: میں بیعت نہیں کرتا، تو میں حسینؑ کو قتل کر دوں؟ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص قیامت کے دن خون حسینؑ کے ساتھ اٹھے۔ اس کی عاقبت بخیر ہو۔

مروان نے کہا: اگر یہ اس خاطر ہے تو تو نے بجا کیا ہے' اگرچہ اس کا دل اس کام پر خوش نہ تھا۔ امام حسینؑ اس رات کہ جو ستائیس رجب سن ۶۰ ہجری کی رات تھی اپنے گھر ہی میں رہے۔

ولید بھی اس رات ابن زبیر سے بیعت لینے میں مصروف ہو گیا اور اس نے بھی بیعت سے انکار کے لئے اسی رات مدینہ چھوڑ کر مکہ کا رخ کیا۔ جب صبح ہوگئی تو ولید نے بنی امیہ کے ایک شخص کو اسی (۸۰) سواروں کے ہمراہ اس کے پیچھے بھیجا لیکن وہ اسے نہ پکڑ سکے اور نامراد واپس لوٹ آئے۔

جب ہفتہ کے روز عصر کا وقت ہوا تو ولید نے ایک گروہ کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا کہ بیعت کے لئے حاضر ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کل صبح تک صبر کیجئے تاکہ ہم دونوں اس بارے میں سوچ سکیں۔ اس رات بھی آپؑ سے ہاتھ اٹھا لیا گیا۔

آپؑ اسی رات کہ ۲۸ رجب اتوار کی رات تھی مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ آپ کے بیٹے، بھتیجے، بھائی اور خاندان کے بیشتر افراد سوائے آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ کے آپ کے ہمراہ تھے۔ (ارشاد مفید: ۲/۲۹)

مرحوم سید بن طاؤس اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مختصراً لکھتے ہیں:

جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ اپنے گھر سے باہر آئے تاکہ حالات سے آگاہ ہو سکیں۔ آپ نے مروان کو دیکھا۔ اس نے آپؑ سے کہا: اے ابا عبداللہ! میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ آپ میری اطاعت کریں تاکہ آپ کو نجات حاصل ہو!

امام حسینؑ نے فرمایا: تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ بیان کرو تا کہ میں سن لوں۔

مروان نے کہا: میں آپ کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ یزید کی بیعت کرلیں کہ یہی آپ کے دین کے لئے نفع بخش اور دنیا کے لئے سودمند ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، وَعَلَى الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ قَدْ بُلِيَتِ الْاُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلِ يَزِيْدَ وَلَقَدْ سَمِعْتُ جَدِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰى آلِ اَبِيْ سُفْيَانَ "

"اس سے زیادہ مصیبت کیا ہوگی کہ امتِ مسلمہ یزید جیسے شخص کی رعایا بن چکی ہے۔ پس اسے اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہیے۔ میں نے اپنے نانا رسولؐ خدا سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: ابوسفیان کی اولاد پر خلافت حرام ہے"۔ (لہوف/۲۳اور اسی کے مثل مثیر الاحزان/۲۳ میں)

سوالِ بیعتِ باطل نہ پھر اُٹھے گا کبھی
کیا حسینؑ نے وہ انتظام مقتل میں
(علی رضا کاظمی)

امام حسینؑ کی مکہ کی طرف روانگی

وہ دن ہیں جن دنوں کوئی کرتا نہیں سفر　　صحرا کے جانور بھی نہیں چھوڑتے ہیں گھر
رنج مسافرت میں ہیں سلطان بحروبر　　لب برگِ گل سے خشک ہیں چہرہ عرق میں تر
آتی ہے خاک اُڑ کے یمین و یسار سے
گیسوئے مشکبار اَٹے ہیں غبار سے

(انیسؔ)

جب امام عالی مقام روانگی کے لئے تیار ہوئے تو رات کے وقت اپنی والدہ گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ اور بھائی امام حسنؑ کی تربتوں پر گئے۔ ان سے وداع کیا اور صبح کے وقت گھر پہنچے تاکہ روانہ سفر ہوسکیں۔

ابن قولویہ نے سندِ معتبر سے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو بنی ہاشم کی عورتیں اکٹھی ہوگئیں اور نوحہ و زاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام مظلومؑ نے ان کی بے قراری اور نالہ و زاری کو دیکھا تو فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ صبر کرو اور جزع فزع اور بے تابی سے گریز کرو۔

انہوں نے کہا: اے ہمارے سید و سردار! ہم کس طرح خود کو گریہ و زاری سے روکیں حالانکہ آپ جیسی بزرگوار ہستی ہم بے کسوں کو تنہا چھوڑ کر ہمارے درمیان سے جا رہی ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ منافقین آپ کو کس حال تک پہنچاتے ہیں۔ پس نوحہ و سوگواری کو کس دن کے لئے اٹھا رکھیں۔ خدا کی قسم! یہ دن ہمارے لئے ایسے ہی ہے کہ جیسے رسول خدا اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہوں۔ اور اس دن کی طرح ہے جس دن حضرت فاطمہؑ شہید ہوئیں اور اس دن کی

طرح ہے جس دن امیر المومنینؑ نے شہادت پائی۔ اے مومن دلوں کے محبوب اور اے بزرگواروں کی یادگار!! بارگاہ خدا میں ہماری جانیں آپؑ پر نثار.......... (جلاء العیون/۳۵۳)

مسافرت میں انوکھا سفر حسینؑ کا ہے
وطن کو چھوڑ کر ہر دل میں گھر حسینؑ کا ہے
(گلزار بخاری)

امام رات کے درمیانی عرصے میں اپنی والدہ گرامی کی قبر پر وداع کے لئے گئے اور بعض کتب میں مذکور ہے کہ اپنی والدہ کو سلام کیا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اُمَّاهُ" اے مادر گرامی! آپ پر میرا اسلام ہو۔ آپ کا حسینؑ آپ سے وداع کے لئے حاضر ہے اور یہ اس کی آخری زیارت ہے۔ اچانک جناب فاطمہؑ کی قبر مبارک سے آواز آئی: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَامَظْلُومَ الْاُمِّ وَيَاشَهِيْدَ الْاُمِّ وَيَاغَرِيْبَ الْاُمِّ "اے ماں کے مظلومؑ (بیٹے) اے ماں کے شہید (بیٹے) اور اے ماں کے غریب (بیٹے) میرا بھی آپؑ پر بھی سلام ہو"۔

ہے شور ترے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اُسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں
(انیس)

پھر امامؑ پر حالت گریہ طاری ہوگئی کہ دوبارہ کلام کرنے کی طاقت نہ رہی۔ (مہیج الاحزان /۳۴م ۱)

شیخ مفیدؒ اپنی سند سے امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

جس وقت امام حسینؑ رات کے وقت مدینہ سے روانہ ہوئے ملائکہ کا ایک گروہ، صفیں باندھے، جنگی ہتھیار سجائے، بہشتی گھوڑوں پر سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ سب آپ کو سلام کرنے کے بعد کہنے لگے:

"اے اپنے جد، باپ اور بھائی کے بعد مخلوقِ خدا پر حجتِ خدا، خداوند متعال نے کئی مواقع پر ہمارے وسیلہ سے آپؑ کے جدِ نامدار کی حمایت فرمائی، اور اب بھی ہمیں آپ کی امداد

کے لئے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: میری اور تمہاری وعدہ گاہ وہ جگہ ہے جسے خداوند متعال نے میری شہادت اور دفن کا مقام قرار دیا ہے، جو کربلا ہے۔ جب میں اس جگہ پہنچوں تو تم میرے پاس آنا"۔

ملائکہ نے عرض کیا: اے حبیبِ خدا! آپ جو چاہتے ہیں حکم فرمائیں کہ ہم آپ کی اطاعت پر مامور ہیں اور آپ دشمن سے خوف زدہ ہیں تو ہم آپ کے ہمراہ چلتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: دشمن سے مجھے اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ میں اپنی شہادت گاہ تک نہ پہنچ جاؤں۔

مومن جنات کے گروہ بھی امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آقا! ہم آپ کے شیعہ اور دوست ہیں۔ آپ جو چاہیں ہمیں حکم دیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو اسی گھڑی ہلاک کردیں اور اس سے پہلے کہ آپ روانہ ہوں ہم آپ کے حکم کو بجالائیں۔

امام نے فرمایا: خدا تمہیں نیک صلہ عطا کرے، کیا تم نے میرے نانا پر نازل ہونے والے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ آپ فرماتے ہیں:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ۔ (سورۂ نساء آیہ ۷۸)

"تم جہاں بھی ہوگے اگرچہ مضبوط محلوں میں بھی ہو تو موت تم تک آپہنچے گی (یعنی موت سے رہائی کے لئے کوئی چارہ کار نہیں)"

نیز خداوند متعال فرماتا ہے:

قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ۔ (سورہ آل عمران، آیہ ۱۵۴)

"کہہ دو (اے محمدؐ) اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہو تو پھر بھی مقدر میں قتل ہوتا ہے"۔

(اس کے علاوہ) اگر میں اپنے شہر اور وطن میں رہوں تو ان بدبختوں کا امتحان کس وسیلہ سے لیا جائے گا۔

جنات نے کہا: اے حبیب خدا اور حبیب خدا کے بیٹے! خدا کی قسم اگر آپ کے حکم کی اطاعت ہم پر واجب نہ ہوتی اور اس کی مخالفت ناجائز نہ ہوتی تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو اس سے پہلے کہ وہ آپؑ تک دسترس حاصل کریں، قتل کر دیتے۔

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کام پر مجھے تم سے زیادہ قدرت حاصل ہے (لیکن یہ تو ایک مرحلۂ امتحان ہے)

"لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ"

"تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ تمام حجت کے بعد ہلاک ہو جائے اور جو کوئی حیاتِ ابدی کے لائق ہے وہ تمام حجت کے ساتھ ہمیشہ کی زندگی پالے"۔ (سورہ انفال، آیہ ۴۲)

(بحار الانوار: ۴۴/۳۳۰ لہوف/۶۶، جلاء العیون/۳۵۴)

جب امام حسینؑ عازم سفر ہوئے تو آپؑ کے بھائی محمد حنفیہ آپؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے بھائی! آپ میرے نزدیک تمام مخلوق سے محبوب ترین اور بزرگوار ترین ہیں۔ میں کسی شخص کو بھی نصیحت کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور آپ اس کے لیے ہر شخص سے زیادہ ساکتہ تر ہیں۔ کیونکہ آپ مجھ سے ہیں اور میری جان، روح اور آنکھیں ہیں اور خاندان کا بزرگ ہونے کی وجہ سے آپ کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مجھ پر فضیلت دی ہے اور آپ کو بہشت کے سرداروں میں سے قرار دیا ہے۔

آپ مکہ چلے جائیں، اگر وہاں آرام رہے تو بہت بہتر اور اگر کوئی دوسری صورت پیش آئے تو یمن کے شہروں کی طرف نکل جایئے گا کہ وہاں کے لوگ آپؑ کے نانا اور باپؑ کے دوست ہیں۔

هُمْ أَنْصَارُ النَّاسِ وَأَرَقُّهُمْ قُلُوبًا وَأَوْسَعُ النَّاسِ بِلَادًا

"وہ لوگ مہربان نیک دل اور بڑے شہروں کے رہنے والے ہیں۔ اگر تم وہاں آسودگی محسوس کرو تو وہیں ٹھہرنا ورنہ بیابانوں، دروں اور پہاڑوں کی طرف چلے جانا اور ایک شہر سے دوسرے شہر نکل جانا تاکہ یہ دیکھ لو کہ (ان) لوگوں کا معاملہ کیسے انجام پاتا ہے اور خدا ہمارے اور فاسقوں کے درمیان فیصلہ کردے"۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے بھائی! خدا کی قسم اگر دنیا میں میرے لئے کوئی بھی پناہ گاہ اور ملجا و مامن نہ ہو تو میں پھر بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ پس محمد حنفیہ خاموش ہو گئے اور گریہ کرنے لگے۔ آپؑ بھی کچھ دیر روتے رہے پھر فرمایا:

اے بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آپ نے میری خیر خواہی کی اور درست مشورہ دیا۔ ابھی میں مکہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں، میں میرے بھائی بھتیجے اور شیعہ کہ جن کا امر میرا امر ہے اور جن کی رائے میری رائے ہے میرے ساتھ اس سفر کے لئے تیار ہیں۔ آپؑ اگر چاہتے ہیں تو مدینہ میں رہیں اور ہمارے دیدہ بان بن جائیں اور دشمنوں کے امور میں سے کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہ رکھیں۔

پھر آپ نے کاغذ اور قلم دوات منگوا کر ان کے لئے یہ سفارش نامہ تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا مَا أَوْصٰى بِهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلٰى أَخِيْهِ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنَفِيَّةِ إِنَّ الْحُسَيْنَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ الْحَقِّ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ، وَأَنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشِرًا وَلَا بَطِرًا وَلَا مُفْسِدًا وَلَا ظَالِمًا وَإِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةِ جَدِّي أُرِيْدُ أَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَنْهٰى عَنِ

الْمُنْكَرِ وَأَسِيْرَ بِسِيْرَةِ جَدِّي وَأَبِي عَلِي ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَنْ قَبِلَنِي بِقَبُوْلِ الْحَقِّ فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَيَّ هٰذَا ،أَصْبِرُ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ وَهٰذِهِ وَصِيَّتِي يَاأَخِي اِلَيْكَ وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ أُنِيْبُ

آپ نے واحدانیتِ خدا کی شہادت ! رسالتِ محمدؐ اور بہشت اور دوزخ کے اقرار کے بعد رقم فرمایا:

''میں تکبر، سرکشی ، حق کو قبول نہ کرنے ، فساد پھیلانے اور ظلم کرنے کے ارادے سے نہیں نکلا ہوں بلکہ اپنے جد کی امت کی (خرابیوں) کی اصلاح کے لئے نکلا ہوں۔ میرا مقصد لوگوں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں کی طرف دعوت دینا اور انہیں برائیوں سے روکنا اور اپنے جد رسولؐ خدا اور والد (حضرت علیؑ) کی سیرتوں کی پیروی کا حکم دینا ہے۔ جو کوئی مجھے حق پر تسلیم کرے تو خدا حق کے لئے زیادہ سزاوار ہے اور جو کوئی میری تردید کرے تو میں صبر کروں گا تا وقتیکہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور خدا سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے بھائی! یہ ہے میری آپ کے لئے وصیت ، اور میں (ہر کام میں) خدا سے توفیق طلب کرتا ہوں اور اس پر توکل کرتا ہوں اور میری بازگشت اسی کی طرف ہے''

امامؑ نے اس تحریر پر اپنی مہر لگائی اور اسے اپنے بھائی محمد کے سپرد کیا اور اس سے وداع کیا اور آدھی رات کے وقت (مدینہ سے) روانہ ہو گئے''۔ (بحارالانوار: ۳۲۹/۴۴، مقتل خوارزمی: ۱/۱۸۷ف ۹)

جب امام حسینؑ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو جناب ام سلمہؓ نے عرض کیا: میرے بیٹے!

عراق کی جانب اپنے سفر سے مجھے محزون نہ کرو کیونکہ میں نے آپ کے ناناؐ سے سن رکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے: میرے بیٹے حسینؑ کو عراق کے ایک مقام پر کہ جسے کربلا کہتے ہیں شہید کر دیا جائے گا۔

امامؑ نے فرمایا: اماں جان! خدا کی قسم میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن ناچار قتل کیا جاؤں گا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بخدا میں وہ دن بھی جانتا ہوں ہوں کہ جس دن میں قتل کیا جاؤں گا اور اپنے قاتل کو بھی پہچانتا ہوں اور مجھے وہ جگہ بھی معلوم ہے کہ جس میں دفن کیا جاؤں گا اور ان لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو میرے خاندان، عزیزوں اور شیعوں میں سے قتل کئے جائیں گے۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنی قبر کی نشان دہی کر دوں۔

اس کے بعد آپؑ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔ زمین پست ہوگئی اور ام سلمہؓ نے لشکرگاہِ امامؑ کے پڑاؤ کی جگہ، مقامِ شہادت اور آرام گاہ کو دیکھا۔ بی بی نے یہ دیکھ کر سخت گریہ کیا اور آپ کے معاملے کو سپردِ خدا کر دیا۔

امامؑ نے فرمایا: اے اماں جان!

قَدْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَرَانِی مَقْتُولاً مَذْبُوحًا ظُلْمًا وَعُدْوَانًا، وَقَدْ شَاءَ اَنْ یَرٰی حَرَمِی وَرَهْطِی وَنِسَائِی مُشَرَّدِیْنَ وَاَطْفَالِی مَذْبُوحِیْنَ مَظْلُوْمِیْنَ مَاسُوْرِیْنَ مُقَیَّدِیْنَ وَهُمْ یَسْتَغِیْثُوْنَ فَلَا یَجِدُوْنَ نَاصِرًا وَلَا مُعِیْنًا

"خداوند متعال چاہتا ہے کہ مجھے ظلم وستم سے قتل ہوتا دیکھے، اور میرے اہل وعیال، اہل خاندان اور مخدرات کو دربدر پھرتا ہوا پائے۔ اور میرے بچوں (میں سے بعض) کو سر بریدہ اور مظلوم اور (بعض کو) اسیر اور زنجیر و بند میں قید دیکھے۔ اس حال میں کہ وہ استغاثہ کریں تو کسی کو مددگار اور فریادرس نہ پائیں"۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۳۳۱، معالی السبطین: ۱/ ۱۳۳)

پھر امام حسینؑ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت آپ یہ آیہ مبارکہ تلاوت کر

رہے تھے:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

"(حضرت موسیٰ شہرِ مصر سے) خوف اور پلٹ پلٹ کر راستے کی طرف دیکھتے ہوئے (شہر مدین کی طرف) روانہ ہو گئے اور آپ کہتے تھے: بارِ الٰہا! مجھے اس ظالم قوم کے شر سے نجات دے"۔ (سورۂ قصص آیہ ۲۱)

ریاض القدس: ۱/۹۷ میں اضافہ ہے کہ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں:

مَا كَانَ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ أَشَدَّ خَوْفاً مِنَّا حِيْنَ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ

"کوئی اہلِ بیتؑ ہماری طرح خوف زدہ نہیں تھا جس وقت ہم مدینہ سے روانہ ہوئے"۔

ہم نے معروف اور بڑے راستے کو اپنایا۔ امامؑ کے اہل خاندان نے فرمایا: ہمارے لئے ابن زبیر کی طرح بے راہ (غیر معروف راستے) پر چلنا بہتر ہے تاکہ پیچھا کرنے والے آپؑ تک نہ پہنچ سکیں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم! میں سیدھے راستے سے نہیں ہٹوں گا تاوقتیکہ خدا جو چاہے ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔

امام حسینؑ جمعہ کی رات تین شعبان کو مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آپؑ یہ آیت پڑھ رہے تھے (کہ جو گزشتہ آیت کے بعد میں ہے):

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ

"اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو کہا: امید ہے کہ میرا پروردگار، سیدھے راستے کی طرف میری رہنمائی فرمائے گا"۔

اس کے بعد آپ نے مکہ میں قیام کیا اور مکہ کے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آپؑ کے گھر آنے جانے لگے۔ اور بزرگوں اور مختلف شہروں کے لوگوں میں سے جو کوئی وہاں تھا، وہ آپ کے پاس آیا۔ (ارشاد: ۲/۳۳)

ادھر جب معاویہ کی موت کی خبر لوگوں تک پہنچی تو وہ یزید کے بارے میں جستجو کرنے لگے اور امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے' نیز ابن زبیر کے بھی بیعت سے انکار اور ان دونوں کے مکہ چلے آنے کی خبر ان کے کانوں تک پہنچی۔ کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہو گئے۔ اور معاویہ کی ہلاکت کی خبر ان سب کے کانوں تک پہنچ گئی۔ پس وہ خداوند متعال کی حمد وثنا بجا لائے۔

سلیمان بن صرد نے ان سے کہا: اب جب کہ معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور امام حسینؑ نے بنی امیہ کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور تم ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ پس اگر تم ان کی حمایت کرو اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرو اور ان کے راستے میں جان دینے سے دریغ نہ کرو تو آنحضرتؑ کو خط لکھو اور ان کے ساتھ اپنے تعاون کا اعلان کرو اور اگر اپنے انتشار اور کاہلی کے سبب ان کی حمایت سے خوف زدہ ہو تو انہیں دھوکہ نہ دینا

انہوں نے جواباً کہا: نہیں، ہم ان کے دشمن کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں اور ان کے راستے میں جانثاری کرنے کے خواہاں ہیں۔

(سلیمان بن صرد نے) کہا: پس انہیں بلانے کے لئے ان کی خدمت میں خط لکھو۔

(ارشاد: ۲/۳۴)

کوفہ کے لوگوں کی طرف سے امامؑ کی خدمت میں بے شمار خط لکھے گئے کہ ایک دن میں چھ سو تک خطوط موصول ہوئے اور آپ نے کسی خط کا جواب نہ دیا۔ (یہاں تک کہ) ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ (لہوف/۳۵، مثیر الاحزان/۲۶)

جب کوفہ کے لوگوں کی طرف سے بھیجے گئے آخری قاصد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ آپ کی خدمت میں خط لے کر آئے اس وقت امام نے ان کے جواب میں اس مضمون کا (جوابی) خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے مومنوں اور مسلمانوں کی جماعت کے نام ہے۔ اما بعد! ہانی اور سعید نے تمہارے خط مجھے پہنچائے اور یہ دونوں تمہارے آخری قاصد تھے اور

جو کچھ تم نے انہیں کہا اور ذکر کیا میں وہ سب جانتا ہوں۔ تم میں سے زیادہ تر کا کہنا یہ ہے کہ ہمارا کوئی امام اور پیشوا نہیں ہے۔ (چنانچہ) آپ ہماری طرف چلے آیئے۔ شاید خدا ہمیں آپ کے وسیلہ سے حق وہدایت کے محور کے گرد جمع کر دے۔

وَاِنِّی بَاعِثٌ اِلَیْکُمْ أَخِیْ وَابْنَ عَمِّیْ وَثِقَتِیْ مِنْ أَهْلِ بَیْتِیْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِیْلٍ فَلَعَمْرِیْ مَاالْاِمَامُ اِلَّا الْحَاکِمُ بِالْکِتَابِ، اَلْقَائِمُ بِالْقِسْطِ، اَلدَّائِنُ بِدِیْنِ الْحَقِّ، اَلْحَابِسُ نَفْسَهٗ عَلٰی ذٰلِکَ لِلّٰهِ (ذَاتِ اللّٰهِ) وَالسَّلَامُ

”میں فی الحال اپنے چچا زاد بھائی! اور وہ شخص کہ جو میرے خاندان میں میرے لئے اطمینان اور وثوق کا مورد ہے (یعنی) مسلم بن عقیلؑ کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہاری اور تمہارے اہل خرد کی رائے اور سوچ تمہارے بھیجے ہوئے نمائندوں اور خطوں کے مطابق ہے تو میں ان شاء اللہ جلد ہی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! کوئی امام اور پیشوا نہیں ہے، مگر وہ شخص کہ جو لوگوں کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے اور انصاف قائم کرے اور دین حق کا پیرو ہو اور اپنے آپ کو اس حقیقت پر محکم رکھے“۔ والسلام

(ارشاد: ۲/۳۶)

حسینؑ تیری اطاعت میں مرنا چاہتے ہیں
کہ ہم بھی نوکِ سناں پر اُبھرنا چاہتے ہیں
یہ کوفیوں کا وتیرہ ہے اُن کو جتلا دو
جو اپنے عہدِ وفا سے مکرنا چاہتے ہیں

(حرفِ دوام)

حضرت مسلم کی کوفہ میں آمد

عقیلؑ آپ کے بیٹے ہمارے آقا نے
زمانے بھر کو بتایا سفارتیں کرنا
(حرف دوام)

امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیلؑ کو بلایا اور قیس بن مسہر صیداوی، عمار بن عبداللہ ،عبداللہ اور عبدالرحمن بن شداد کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور جناب مسلمؑ کو پرہیز گاری، اپنے کام کو خفیہ رکھنے اور لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا۔ اور کہا کہ اگر لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں اور تعاون کے لئے تیار ہوں تو مجھے جلد اطلاع دینا (مسلم ۱۵ رمضان کو مکہ سے روانہ ہوئے' مروج الذہب: ۵۶/۳)۔

حضرت مسلمؑ جب مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور اپنے خاندان کے ساتھ وداع کیا۔ پھر دو راہنما اپنے ساتھ لئے اور کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

دونوں رہنما آپ کو غیر معروف راستوں پر لے کر چلے اور راستے سے بھٹک گئے۔ سخت پیاس نے ان پر غلبہ پا لیا، راستہ تلاش کرنے کے بعد ان میں بات کرنے اور چلنے تک کی طاقت نہ رہی۔ اشارے سے انہوں نے حضرت مسلمؑ کو راستے کی نشان دہی کی اور پیاس کے اثر سے جان دے دی۔

حضرت مسلمؑ جب مقام مضیق پر پہنچے تو امام حسینؑ کے لئے ایک خط لکھا اور قیس کے ہاتھ آپ کو ارسال کیا۔ اس میں تحریر تھا: وہ دونوں راہنما راستے سے ہٹ گئے اور راستہ گم کر بیٹھے۔ پیاس نے ان پر غلبہ پا لیا اور انہوں نے کچھ ہی دیر میں جان دے دی۔ میں ان

واقعات کو بری فال خیال کرتا ہوں۔ پس اگر ممکن ہو تو مجھے کوفہ جانے سے معاف کر دیں اور کسی اور کو وہاں بھیج دیں۔

امامؑ نے جواب میں لکھا: جو چیز تمہیں مستعفی ہونے پر مجبور کر رہی ہے وہ خوف ہے۔ پس جس راستہ پر میں نے تمہیں بھیجا ہے چلتے رہو۔ حضرت مسلمؑ نے اپنا سفر جاری رکھا اور کوفہ پہنچ گئے۔ (ارشاد: ۲/ ۳۷)

مسعودی کے قول کے مطابق حضرت مسلمؑ کا کوفہ میں ورود پانچ (۵) شوال کو ہوا اور آپ مختار بن ابی عبیدہ کے گھر ٹھہرے (شیخ مفید، سید بن طاؤس اور طبری: ۵/ ۳۵۵ کے مطابق)

لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ آپ خفیہ طریقے سے عوسجہ نامی شخص کے گھر پہنچے جو شاید مسلم بن عوسجہ کے بیٹوں میں سے تھا۔ شیعہ ان کے پاس آنے جانے لگے۔ اور جب ایک کثیر تعداد آپ کے گرد اکٹھی ہو گئی تو انہیں امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا اور وہ سن کر گریہ کرنے لگے۔

عابس بن شبیب، حبیب ابن مظاہر اور کچھ دوسروں نے دوران گفتگو کہا: ہم آپ کی حمایت کے لئے تیار ہیں اگرچہ کوفہ کے دوسرے لوگوں کی وفاداری کا کچھ علم نہیں۔ (نفس المہوم /۸۳)

کوفہ کے اٹھارہ ہزار افراد نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت مسلمؑ نے امام حسینؑ کو خط لکھا' جس میں ان لوگوں کی بیعت کا تذکرہ کیا اور لکھا کہ آپؑ کوفہ تشریف لے آئیں۔ یہ خط حضرت مسلمؑ کی شہادت سے ستائیس (۲۷) دن پہلے لکھا گیا۔

جس جگہ مسلمؑ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں شیعوں کی اس قدر آمد و رفت شروع ہو گئی کہ یہ راز فاش ہو گیا اور نعمان بن بشیر جو معاویہ کی طرف سے اور اس کے بعد یزید کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا' کو اس واقعہ کی خبر ہو گئی۔ (نفس المہوم /۸۴، ارشاد: ۲/ ۳۸)

بہت سے کوفیوں نے کہ جن میں عمر سعد بھی شامل تھا' یزید کو خط لکھے اور حضرت مسلمؑ کی کوفہ آمد اور لوگوں کے ان کی بیعت کرنے سے آگاہ کیا۔ یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کو کہ جو ان دنوں بصرہ کا حاکم تھا، کوفہ بھیجا اور اسے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ اور اس کے لئے لکھا:

وَاخْتَلْ فِی قَتْلِ الْحُسَیْنِ وَجَمِیْعِ مَنْ مَعَهُ لِاَنَّهُ قَادِمٌ اِلَیْهِمْ وَافْعَلْ مَاشِئْتَ، فَاِنَّکَ وَلِیُّ الْاَمْرِ دُوْنِی عَلٰی جَمِیْعِ الْبِلَادِ وَکُلِّ مَا فَعَلْتَهُ رَضِیْنَابِهِ

''حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کی تدبیر کرو وہ بہت جلد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ تم جو چاہو کرو کہ میری رضا اسی میں ہے اور تم میری طرف سے تمام شہروں پر ولی امر ہو''۔

وَالْحَذَرَ ثُمَّ الْحَذَرَ اَنْ تَتَهَاوَنَ فِی قَتْلِ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِهِ

''لیکن حسینؓ اور اصحابِ حسینؓ کو قتل کرنے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہونا''۔ (تذکرۃ الشہداء ۲/۷۷)

ابن زیادہ بہت چالاک شخص تھا چنانچہ اس نے انتظار کیا اور جب رات ہو گئی تو سر پر سیاہ عمامہ باندھے اور اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے (امام حسینؓ کی ہیت میں) شہر میں داخل ہوا۔ کوفہ کے لوگ جو امام حسینؓ کے قدومِ مبارک کے منتظر تھے، سمجھے کہ آپؓ تشریف لے آئے ہیں۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور وہ اسے سلام کر رہے تھے۔ (سیاست دان اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کسی قسم کے مکروفریب سے دریغ نہیں کرتے۔ ابن زیاد کوفہ کی حکومت کے حصول کے لئے مقدس ترین افراد یعنی امام حسینؓ کی صورت میں روانہ ہوا۔ دنیا میں اب بھی اسی روش کی پیروی کی جاتی ہے۔ تمام گناہ پاکیزہ ترین بھیس بدل کر اور مقدس ترین طریقوں کو اپنا کر انجام دیئے جاتے ہیں)۔

ابن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو دارالامارہ پہنچا۔ علی الصبح مسجد میں آیا اور دوران گفتگو میں لوگوں کو انتباہ کیا۔ اس نے عمائدین، معززین شہر اور عوامی نمائندوں کا سخت مواخذہ کیا اور حکم سنایا کہ جو کوئی میری مخالفت کرے گا اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا، اس کے اموال کو ضبط کر لیا جائے گا اور بیت المال سے اس کا حصہ روک لیا جائے گا۔

کوفہ کے حالات اس لحاظ سے یکسر بگڑ گئے، لوگ ڈر گئے۔ جب حضرت مسلمؑ کو ابن زیاد

کی آمد اور اس کے لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کی خبر پہنچی تو مختار کے گھر سے نکلے اور ہانی بن عروہ کے گھر پہنچ کر وہاں ٹھہرنا چاہا۔

ہانی راضی نہ ہوئے۔ حضرت مسلمؑ نے ان سے فرمایا: میں نے تمہاری پناہ لی ہے اور تمہارا مہمان ہوں، ہانی نے جواب دیا: آپ نے مجھے سخت مصیبت میں ڈال دیا ہے البتہ انہیں جگہ دے دی۔

شیعہ نہایت راز داری اور ابن زیاد سے نہایت احتیاط کے ساتھ ہانی کے گھر آتے جاتے تھے اور حضرت مسلمؑ کی بیعت کرتے تھے۔ ابن شہر آشوب کی روایت کے مطابق جب ان کی تعداد پچیس (۲۵) ہزار تک پہنچ گئی تو انہوں نے بغاوت کا ارادہ کیا۔ ہانی نے کہا: جلدی مت کرو۔ دوسری طرف ابن زیاد نے اپنے ایک غلام کو بلا بھیجا جس کا نام معقل تھا اور اسے تین ہزار درہم دے کر کہا: مسلم اور ان کے ساتھیوں کا سراغ لگاؤ اور ان کے ساتھ موانست پیدا کرو اور یہ رقم انہیں دے کر، خود کو ان پر ظاہر کئے بغیر اطلاعات حاصل کرو۔

وہ مسجد میں پہنچا تو سنا کہ مسلم بن عوسجہ امام حسینؑ کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ اس نے امامؑ کے محبّ کے طور پر اپنا تعارف کروایا اور کہا: یہ نقدی لو اور مجھے اپنے آقا کے پاس لے چلو تاکہ میں ان کی بیعت کروں۔

انہی ایام میں شریک بن اعور جو کہ کٹر شیعہ تھا اور عمار کے ساتھ جنگِ صفین میں شرکت کر چکا تھا، بصرہ سے آیا اور کوفہ میں ہانی کے گھر پہنچا اور وہاں بیمار پڑ گیا۔

ابن زیاد نے اس کو دیکھنے کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ شریک نے حضرت مسلمؑ سے کہا: جس وقت وہ گھر میں داخل ہو اور میں پانی طلب کروں تو آپ باہر نکل کر اسے قتل کر دیجیے گا۔ لیکن ہانی نہ مانے کہ ابن زیاد ان کے گھر میں قتل ہو۔

جب ابن زیاد وہاں پہنچا تو شریک نے پانی مانگا لیکن حضرت مسلمؑ باہر نہ نکلے۔ یوں ابن زیاد واپس چلا گیا۔ شریک نے کہا: آپؑ نے اسے قتل کیوں نہیں کیا؟ جناب مسلمؑ نے فرمایا: اس کی دو وجوہات ہیں:

اوّل: یہ کہ ہانیؒ راضی نہ تھے کہ ابن زیاد ان کے گھر میں قتل ہو۔ (ابن زیاد نے یوں نقل کیا ہے: جب ابن زیاد چلا گیا تو حضرت مسلمؑ تلوار ہاتھ میں لیے برآمد ہوئے۔ شریک نے کہا: کس بات نے آپ کو اس کام سے روکا؟ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: میں باہر آنا چاہتا تھا لیکن ہانی کی بیوی نے مجھے روک لیا اور کہا: خدا کے لئے آپ ابن زیاد کو ہمارے گھر میں قتل نہ کریں اور وہ میرے سامنے رونے لگی۔ پس میں نے تلوار رکھ دی اور بیٹھ گیا۔

ہانی نے کہا: وائے ہو اس پر۔ مجھے اور خود کو مروا ڈالا اور ہم جس بات سے بچ رہے تھے اسی میں پھنس گئے۔ (مثیر الاحزان/۳۱)

یہ مفہوم بعد ازاں ہانی سے منقول ایک عبارت سے سازگار تر ہے۔

دوم: یہ کہ رسولؐ خدا سے ایک روایت منقول ہے:

اِنَّ الْاِیْمَانَ قَیْدُ الْفَتْکِ فَلَا یَفْتُکُ مُؤْمِنٌ

"ایمان دھوکے سے روکتا ہے اور مومن دھوکہ نہیں کرتا"

(اس حدیث کو اکثر (محدثین) نے نقل کیا ہے۔ منجملہ: مقاتل الطالبین/ ۷۱، مسند احمد: ۱/ ۱۶۶، حاشیہ منتخب کنز العمال: ۱/ ۵۷، مستدرک حاکم: ۴/ ۳۵۲، مقتل خوارزمی: ۱/ ۲۰۲ ف ۱۰، تاریخ طبری: ۵/ ۳۶۳، کامل: ۴/ ۲۷ وغیرہ)

بحار الانوار میں ہے کہ جناب ہانی نے فرمایا:

"اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ قَتَلْتَهٗ لَقَتَلْتَ فَاسِقًا فَاجِرًا کَافِرًا"

"خدا کی قسم اگر اسے قتل کر دیا جاتا تو ایک فاسق و فاجر شخص قتل ہوتا"۔

شریک اس کے تین دن بعد انتقال کر گئے۔

شریک کی وفات کے بعد ابن زیاد کے غلام معقل نے مسلم ابن عوسجہ سے میل جول بڑھایا تاکہ حضرت مسلمؑ تک پہنچ سکے۔ اور ظاہراً ان کی بیعت کر کے شیعوں کے درمیان آمد و رفت کر سکے اور ان کی خبریں اور راز ابن زیاد تک پہنچا سکے۔

ہانی خود بھی بیمار ہو گئے۔ ابن زیاد نے ان کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ وہ بیمار ہیں۔ کہنے لگا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب وہ بہتر ہو گئے ہیں اور گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہیں۔ انہیں کہو کہ میرے پاس آئیں بہرطور اس کام کے مامورین نے جناب ہانی کو ابن زیاد کے پاس جانے کے لئے راضی کر لیا۔

جب ابن زیاد کی نظر ہانی پر پڑی تو انہوں نے کہا: تم اپنے پاؤں پر چل کر موت کی طرف آئے ہو! اور پھر کہنے لگا: تمہارے گھر میں کیا فتنہ پاؤں جما رہا ہے! تم نے مسلمؑ کو لا کر اپنے گھر میں جگہ دی ہے۔ اور ان کے لئے جنگی ساز و سامان مہیا کر رہے ہو۔ تمہارے خیال میں کہ یہ سب مجھ سے پوشیدہ ہے۔

ہانی نے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے معقل کو بلایا اور ہانی سے کہا: اسے جانتے ہو؟ ہانی سمجھ گئے کہ یہ ابن زیاد کی طرف سے جاسوسی کرتا رہا ہے۔

ہانی نے کہا: میں نے مسلمؑ کو بلایا تو نہ تھا، وہ خود ہی میرے گھر آئے اور ٹھہر گئے۔ مجھے ان سے شرم آتی ہے لیکن ان کی حمایت مجھ پر لازم ہے ابن زیاد نے کہا: انہیں پیش کر دو۔

ہانی نے کہا: خدا کی قسم میں انہیں پیش نہیں کروں گا۔

ابن نما کی روایت کے مطابق: ابن زیاد اور جناب ہانی کے درمیان کافی جھگڑا ہوا اور بہت سی باتیں ہوئیں۔

مسعودی لکھتا ہے: ہانی نے ابن زیاد سے کہا: تمہارے باپ زیاد کا مجھ پر حق احسان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس کا صلہ دوں اور تمہارے سامنے بھلائی کی تجویز رکھوں۔ ابن زیاد نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

ہانی کہنے لگے: تم اور تمہارے خاندان والے سلامتی کے ساتھ شام چلے جاؤ اور جو مال و دولت تمہارے پاس ہے اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ کیونکہ جو شخص آیا ہے وہ تم اور تمہارے آقا (یزید) سے بہتر ہے۔ (مروج الذھب: ۳/۶۹)

ہانیؓ حضرت مسلمؑ کو ابن زیاد کی تحویل میں دینے کے لئے تیار نہ ہوئے اور فرمایا: خدا کی

قسم! اگر مسلمؑ میری امان میں ہوں بھی تو میں تمہارا جبر قبول نہیں کروں گا اور انہیں پیش نہیں کروں گا۔

ابن زیاد نے کہا: تمہیں چاہیے کہ مسلمؑ کو حاضر کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔

ہانی نے کہا: خدا کی قسم! تمہارے گھر کو بے شمار کاٹ ڈالنے والی تلواریں گھیر لیں گی، کیونکہ وہ یقین رکھتے تھے کہ ان کا خاندان ان کی حمایت کرے گا۔

ابن زیاد نے کہا: یہ مجھے کاٹ دار تلواروں سے ڈراتا ہے؟ اسے میرے نزدیک لاؤ۔ جناب ہانی کو اس کے سامنے لے جایا گیا۔ اس لعین نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چوب دستی ان کے چہرے پر مارنا شروع کی۔ جس سے ان کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی، ابرو زخمی ہو گئے، خون بہنے لگا اور ان کے چہرے کا گوشت لٹکنے لگا۔ حتی کہ وہ چوب ٹوٹ گئی۔

ابن اثیر کہتا ہے: ہانی نے ابن زیاد کے سپاہیوں میں سے ایک کے قبضہ تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس سے تلوار چھیننا چاہی، لیکن وہ مانع ہوئے۔ ابن زیاد نے کہا: تم نے بغاوت کی اور اپنا خون ہم پر مباح کر دیا اور تمہیں قتل کرنا ہم پر جائز ہے۔ بنا بر نقل "ارشاد" ابن زیاد نے حکم دیا: اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ۔ سپاہی انہیں گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور محل کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ دروازے پر تالا لگا دیا گیا اور اس کے آگے سپاہیوں کا ایک دستہ مقرر کر دیا گیا۔

"مقتل ابی مخنف" میں اس طرح ہے کہ جب ابن زیاد جذباتی ہو گیا اور اپنی چوب سے ہانی علیہ الرحمہ کو مارنا شروع کیا تو ہانی نے ابن زیاد کی تلوار پکڑ لی اور اس کی طرف چلائی۔ ابن زیاد نے سر پر خز کی ٹوپی کے نیچے خود پہن رکھی تھی۔ تلوار نے اس کو کاٹ ڈالا اور اس کے سر کو سخت زخمی کر دیا۔

معقل نے ابن زیاد کا دفاع کرنا چاہا۔ جناب ہانی نے اس کے چہرے کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔

ابن زیاد نے آواز دی: اسے گرفتار کر لو۔ جناب ہانی ان سپاہیوں کے درمیان دائیں

بائیں حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے: وائے ہو تم پر اگر آل رسولؐ کا ایک بچہ بھی میری امان میں ہوتا تو میں اس پر اپنی جان نثار کر دیتا لیکن اسے تمہارے سپرد نہ کرتا۔

جناب ہانی نے ان ملعونوں میں سے پچیس (۲۵) افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ دشمن کی کثیر تعداد نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے لے گئے۔ ابن زیاد نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا آہنی عمود حضرت ہانی کے مغز پر مارا اور انہیں قید کر دیا۔ (مقتل ابی مخنف/ ۴۷)

جب جناب ہانی کی شہادت کی خبر عمرو بن حجاج کو پہنچی تو اس نے قبیلہ مذحج کے ساتھ زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیجا کہ لوگوں سے جا کر کہو کہ ہانی ابھی زندہ ہے۔

شیخ مفیدؒ اور دیگر مؤلفین نے عبداللہ بن حازم سے نقل کیا ہے: میں جناب مسلمؑ کی طرف سے محل کی طرف گیا تا کہ معلوم کر سکوں کہ جناب ہانی پر کیا گزری۔ جب انہیں پیٹنے کے بعد زندان میں ڈال دیا گیا تو میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر دوسرے لوگوں سے پہلے ان کے ساتھ گزرنے والی صورت حال کی اطلاع حضرت مسلمؑ کو دی۔

جناب مسلمؑ نے حکم دیا کہ میرے ساتھیوں کو آواز دو۔ چار ہزار افراد اطراف منزل میں واقع ایک گھر میں جمع ہو چکے تھے۔ میں نے آواز دی: "یَا مَنْصُوْرَ اُمِتْ" (یہ ان لوگوں کا صدا دینے کا طریقہ تھا) اور یہ آواز دہن بہ دہن پورے کوفہ میں پھیل گئی اور تمام ساتھی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ یہاں سے دارالامارہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ابن زیاد کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ اپنے محل میں محصور ہو گیا اور محل کے دروازے بند کر دیے گئے۔

جناب مسلمؑ نے قصر الامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسجد اور بازار لوگوں سے پر ہو گئے اور رات ہونے تک یہ ہجوم اور زیادہ ہو گیا اور سوائے تیس پاسبانوں، بیس اشراف کوفہ اور اپنے خاندان اور غلاموں کے کوئی شخص ابن زیاد کے پاس نہ رہا۔

ابن زیاد نے کثیر بن شہاب حارثی کو بلا بھیجا اور اسے حکم دیا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ اس کے ساتھ ہیں باہر چلے جائیں اور شہر میں گھوم پھر کر لوگوں کو خوف زدہ کریں اور انہیں حضرت

مسلمؑ کے پاس سے منتشر کر دیں۔

اس نے محمد بن اشعث کو بھی حکم دیا کہ اپنے پیروؤں کے ہمراہ پرچم اماں نصب کرو کہ جو کوئی اس کے پاس چلا آئے وہ امان پائے۔ اور قعقاع بن شور، شبث بن ربعی، حجار اور شمر کو بھی یہی حکم دیا اور عمائدین شہر کو اپنے پاس رکھا تا کہ ان کے ساتھ انس و محبت بڑھائے۔

وہ چند افراد باہر گئے اور لوگوں کو جناب مسلمؑ کے اطراف سے منتشر کرنے لگے۔ ادھر عمائدین شہر بھی ابن زیاد کے حکم سے محل کی چھت پر چڑھ گئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر ہر شخص کو عبداللہ ابن زیادہ کا حکم ماننے کو کہا' اور اس کے وعدوں سے مطلع کیا اور لوگوں کو ڈرایا اور یہ بھی انتباہ کیا کہ بیت المال سے تمہارے وظیفے بند کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں نے جب اپنے اشراف اور عمائدین کی باتیں سنیں تو منتشر ہو گئے یہاں تک کہ شیخ مفید" کے قول کے مطابق عورتیں آئیں اور اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں لے جاتیں۔ لوگ پے در پے کھسکتے گئے۔ نماز مغرب تک مسجد میں جناب مسلمؑ کے ساتھ صرف تیس (۳۰) افراد رہ گئے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو محلہ کندہ کی طرف چل دیئے اور جب کندہ کے دروازے تک پہنچے تو آپ کے ہمراہ صرف دس افراد تھے، اور جب آپ (دروازہ سے) باہر نکلے تو تنہا رہ گئے تھے۔

جناب مسلمؑ متوجہ ہوئے تو کوئی بھی نظر نہ آیا کہ جو آپؑ کی رہنمائی کرے یا آپ کو اپنے گھر لے جائے یا دشمن کے مقابلے میں ان پر فدا کاری کرے۔ لہٰذا آپ کوفہ کے گلی کوچوں میں حیران و پریشان تھے۔ آپ گھوڑے سے اتر آئے اور گلی کوچوں میں سرگرداں تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں۔

ایک گھر کے دروازے پر آپ کی ملاقات طوفانی ایک عورت سے ہوئی وہ اشعث بن قیس کی آزاد کردہ کنیز تھی اور اسید بن حضرمی کے نکاح میں تھی، جس سے اس کا بلال نامی ایک بیٹا تھا۔ وہ لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور یہ اس کے انتظار میں تھی۔ حضرت مسلمؑ نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب سلام دیا۔

حضرت مسلمؑ نے اس سے کہا: اے کنیز خدا مجھے پانی پلا دو۔ اس نے آپ کو پانی دیا۔ آپ نے پیا اور بیٹھ گئے۔ وہ عورت پانی والا برتن اپنے گھر لے گئی۔ واپس چلی تو کہنے لگی: اب تم اپنے گھر جاؤ۔ جناب مسلمؑ خاموش ہو گئے۔ عورت نے اپنی بات دھرائی تو حضرت مسلمؑ پھر بھی خاموش رہے۔ اس نے تیسری بار کہا: سبحان اللہ! اے بندۂ خدا! خدا تمہیں اپنی عافیت میں رکھے اٹھ بیٹھو اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جاؤ۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ تم میرے گھر کے دروازے پر بیٹھے رہو۔ میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔

جناب مسلمؑ اٹھ بیٹھے اور کہا: اس شہر میں میرا کوئی گھر اور قبیلہ نہیں ہے۔ تم مجھ پر ثواب و احسان کرنے کی اہل ہو۔ اور شاید میں تمہیں اس کے بعد اس کا صلہ دوں۔ طوعہ نے کہا: اے بندہ خدا! میں کیا کروں؟ مسلمؑ کہنے لگے: میں مسلمؑ بن عقیل ہوں۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ جھوٹ بولا اور مجھے اپنے ہمراہ خروج کرنے کا دھوکہ دیا۔

عورت کہنے لگی: مسلمؑ آپ ہیں! فرمایا: ہاں۔

طوعہ نے کہا: میرے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے آپ کو ایک ایسے کمرے میں بٹھایا جہاں کوئی اور نہیں تھا۔ اس نے آپ کے لئے فرش بچھا دیا اور کھانا لے آئی۔ جناب مسلمؑ نے کھانا نہ کھایا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس کا بیٹا واپس آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ماں اس جگہ بہت آ جا رہی ہے۔ اس نے ماں سے پوچھا تو اس نے کچھ نہ بتایا۔ بیٹے نے اصرار کیا تو ماں نے راز کی حفاظت کا عہد و پیمان لیتے ہوئے اسے بتایا: مسلمؑ ہمارے گھر میں ہیں، وہ خاموش ہو گیا اور سو گیا۔

ابن زیاد کے محل میں جب دوبارہ کوئی صدائے احتجاج سنائی نہ دی تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا: دیکھو کوئی رہ تو نہیں گیا؟ انہوں نے محل کے اوپر سے سر نکال کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا: کوئی بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔

ابن زیاد وقت نماز عشاء سے پہلے مسجد میں آیا اور اپنے ساتھیوں کو منبر کے ارد گرد بٹھایا اور حکم دیا کہ اعلان کر دو: فوجی دستوں کے پاسبانوں اور سالاروں اور فوجیوں میں سے جو شخص

نمازِ عشاء میں حاضر نہ ہوگا' اس کا خون مباح ہے۔

مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ (ابن زیاد نے) لوگوں کو نمازِ عشاء پڑھائی۔ پھر اٹھا اور تقریر کی اور اپنی تقریر میں کہا: جو شخص مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ دے اس کا خون حلال ہے۔ اور جو کوئی اسے میرے پاس لائے اسے دیت کی رقم کے برابر (یعنی ایک ہزار دینار) انعام دیا جائے گا۔ اور پولس کے سربراہ حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ گلی کوچوں کی ناکہ بندی کردو اور گھروں کی تلاشی لو۔

طوعہ کا بیٹا بلال صبح اٹھا تو عبدالرحمٰن ابن محمد ابن اشعث کے پاس گیا اور اسے مسلمؑ کے چھپنے کی جگہ کی خبر دی۔ وہ اس کے باپ کے پاس بھی گیا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔

ابن زیاد نے پوچھا: کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: یہ خبر لایا ہے کہ مسلمؑ ہمارے گھروں میں سے ایک گھر میں ہے۔ ابن زیاد نے کہا: فوراً اٹھو اور انہیں گرفتار کر کے لے آؤ اور کچھ لوگوں کو اس کے ساتھ بھیجا کہ مسلمؑ کو پکڑ کر لائیں۔

جب جناب مسلم نے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں تو جو دعا آپ پڑھ رہے تھے اسے جلدی جلدی مکمل کیا۔ جنگی لباس پہنا اور طوعہ سے کہا: تو نے اپنی نیکی اور احسان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور رسولؐ خدا کی شفاعت کی مستحق ہے' اور میں نے کل رات اپنے عم گرامی امیر المومنین علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے تھے: تم کل ہمارے پاس ہوگے۔ پھر آپ کمرے سے نکلے اور تلوار نکالی، دشمن مکان کے صحن میں جمع تھے۔ آپ نے ان پر سخت حملہ فرمایا اور انہیں مکان سے نکال باہر کیا۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جب سپیدہ سحر نمودار ہوا۔ تو طوعہ مسلمؑ کے وضو کرنے کے لئے پانی لائی اور کہنے لگی: میرے آقا! رات آپ سوئے نہیں؟ فرمایا: تھوڑی دیر آنکھ لگی تھی کہ اپنے عم گرامی امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے تھے: جلدی جلدی اور میرا گمان ہے کہ آج میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔[1]

لشکر نے دوبارہ (جناب مسلم کے گرد) ہجوم کیا۔ آپ ان پر حملہ آور ہوئے اور مکان سے باہر نکل آئے۔ لشکریوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو چھتوں پر چڑھ گئے اور آپ پر

سنگ باری کرنے لگے۔

مسلمؑ نے اپنے آپ سے کہا: یہ سب عقیلؑ کے بیٹے کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اے نفس! موت کے لئے کہ جس سے بچنے کا چارہ کار نہیں باہر نکل۔ آپ تلوار کھینچے باہر نکلے اور کوفہ کے گلی کوچوں میں ان ملعونوں سے جنگ کرتے رہے۔ جب ملعونوں میں جناب مسلم سے جنگ کی طاقت نہ رہی تو آپ کو پکار پکارا کر کہنے لگے: ہم آپ کو امان دیتے ہیں۔ لیکن آپ نے ان کی پیش کش قبول نہ کی اور فرمایا: مجھے تمہاری امان پر اعتماد نہیں ہے۔

آپ نے ان سے جنگ کرتے ہوئے بے شمار زخم اٹھائے۔ ایک شخص نے پس پشت سے آپ کو نیزہ مارا، مظلوم مسلمؑ زمین پر آئے اور قیدی بنالئے گئے۔

بعض لکھتے ہیں کہ آپ پر تیروں اور پتھروں کی بارش کی گئی جس سے آپ خستہ حال ہوگئے۔ آپ نے ایک دیوار کا سہارا لیا۔ محمد بن اشعث نے کہا: آپ میری امان میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں امان میں ہوں؟ اس نے کہا: ہاں آپ میری امان میں ہیں۔ ایک خچر منگوایا گیا جس پر آپ کو سوار کیا گیا۔ وہ آپ کو چاروں جانب سے گھیر کر تلواریں مارنے لگے۔ جناب مسلمؑ زندگی سے ناامید ہوگئے اور سمجھ گئے کہ اب یہ مجھے قتل کرکے چھوڑیں گے آپ گریہ فرمانے لگے۔

عبیداللہ بن عباس سلمی نے آپ سے کہا: آپ رو کیوں رہے ہیں؟ اس حالت میں رونا مناسب نہیں ہے۔

جناب مسلمؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا اور نہ ہی موت سے خائف ہوں بلکہ اپنے خاندان اور حسینؑ و آلِ حسینؑ کے لئے رو رہا ہوں کہ جو (کوفہ) آرہے ہیں۔

(ارشاد: ۲/ ۵۱ تا ۵۹، لہوف / ۴۳ تا ۵۴، بحارالانوار: ۴۴/ ۳۴۰ تا ۳۵۴ اور نفس المہموم / ۹۳ تا ۱۱۰ وغیرہ سے رجوع کریں)

بلوا کے مدینے سے ہمیں مر گئے مسلمؑ
ہم کوفے تک آئے تو سفر کر گئے مسلمؑ

حضرات مسلم وہانی کی شہادتیں

محمد بن اشعث جناب مسلمؑ کو عبداللہ کے محل میں لے گیا اور ان سے تعاون اور امان کا جو وعدہ کر چکا تھا اس سے ابن زیاد کو آگاہ کیا۔ ابن زیاد نے کہا: میں نے تمہیں مسلمؑ کو امان دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔

جب حضرت مسلمؑ محل کے دروازے پر بیٹھے تھے تو آپ نے وہاں ٹھنڈے پانی کا کوزہ دیکھا تو کہا: مجھے بھی اس سے پانی پلا دو۔ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا۔ عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا، اس نے پیالے میں پانی ڈال کر آپ کو دیا کہ پی لو۔ آپ نے پانی پکڑا (اور ہونٹوں سے لگایا) تو جام خون سے بھر گیا اور پینے کے قابل نہ رہا۔ اس طرح تیسری دفعہ آپ کے سامنے کے دانت برتن میں گر گئے۔ فرمایا: الحمد للہ! اگر قسمت میں ہوتا تو پی لیا ہوتا۔

آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو آپ نے اسے سلام نہ کیا۔ ابن زیاد کے محافظ نے کہا: آپ نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اسے کیا سلام کروں! میرا امیر حسینؑ ہے۔

ابن زیاد نے کہا: میں تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا آپ نے فرمایا: ایسا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے کسی قرابت دار کو وصیت کر لینے دو۔ جناب مسلمؑ نے عمر سعد کی طرف منہ کر کے فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے، اور میں تم سے راز کی ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے قبول نہ کیا۔ ابن زیاد نے کہا: سن لو۔

دونوں ایک کونے میں چلے گئے۔ جناب مسلمؑ نے کہا: کوفہ میں مجھ پر سات سو درہم کا قرض ہے۔ میری تلوار اور زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ دوم: جب مجھے قتل کر دیا جائے

تو میرا بدن دفن کر دینا۔ سوم: یہ کہ امام حسینؑ کو خط لکھ دینا کہ کوفہ نہ آئیں کیونکہ میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔

عمر سعد نے جناب مسلمؑ کی تمام وصیتیں ابن زیاد کے سامنے بیان کر دیں۔ اس نے جواب میں کہا: عمر تم نے خیانت کر دی۔

ابن زیاد اور جناب مسلمؑ کے درمیان جب کافی باتیں ہو چکیں تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کے اوپر لے جاؤ اور اس کی گردن کاٹ دو۔ (ارشاد: ۲/۵۹ تا ۶۳)

آپ کو محل کی چھت پر لے جایا گیا۔ آپ کی زبان پر ذکرِ خدا جاری تھا اور آپ خداوند قدوس سے مناجات کرتے ہوئے عرض کر رہے تھے: بارالٰہا: میرے اور اس گروہ کے درمیان فیصلہ کر و کہ انہوں نے ہم سے دھوکہ کیا اور جھوٹ بولا اور ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے۔

ایک حرام زادہ آپ کو محل کی چھت کے ایک مقام پر لے گیا اور سر مبارک تن سے جدا کر دیا اور پھر اسے زمین پر گرا دیا۔ اور سر کے بعد بدن اطہر کو چھت سے نیچے گرا دیا اور خود ڈرتا اور لرزتا ہوا ابن زیاد کے پاس آ کھڑا ہوا۔

اس نے پوچھا (تمہارے خوف زدہ ہونے کا) کیا سبب ہے؟ کہنے لگا: مسلمؑ کو قتل کرتے وقت میں نے ایک سیاہ رنگ کے ہیبت ناک انسان کو دیکھا کہ جو میرے برابر آ کھڑا ہوا اور دانتوں سے اپنی انگلی کاٹنے لگا اور مجھ پر اس قدر خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ پہلے کبھی اس قدر خوف زدہ نہ ہوا تھا۔

اس ملعون نے کہا: کیونکہ تو نے خلاف عادت کام کرنا چاہا اس لئے تجھ پر دہشت طاری ہو گئی اور تمہاری نظروں کے سامنے وہ خیال آ گیا۔ (لہوف/ ۵۸، نفس المہموم/ ۱۱۷، بحار الانوار: ۴۴/ ۳۵۷ وغیرہ سے رجوع کریں)

دوسری روایت کے مطابق: (جناب مسلمؑ کے) قتل سے پہلے اس نے یہ حالت مشاہدہ کی اور اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ جب ابن زیاد کو اس بات کی خبر ہوئی تو اسے بلایا اور اپنی طرف سے وضاحت اور جواب کے بعد (جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے) ایک اور شخص کو محل کی چھت پر

جائے اور سر دمشق روانہ کر دیا جائے۔ یہ بنی ہاشم میں سے پہلا جسد تھا کہ جسے سولی پر لٹکایا گیا اور پہلا سر تھا جو دمشق روانہ کیا گیا۔ (مروج الذھب: ۳/۷۲)

شیخ مفید رقم طراز ہیں: حضرت نے بروز منگل (سہ شنبہ) آٹھ ذوالحجہ سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں خروج کیا اور اسی دن امام حسینؑ مکہ سے کوفہ عازم سفر ہوئے۔ اور جناب مسلمؑ اسی سال بروز بدھ (چہار شنبہ) ۹ ذی الحجہ (روز عرفہ) شہید ہوئے۔ (ارشاد: ۲/۶۷)

جب جناب مسلمؑ اور جناب ہانی قتل ہو گئے تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ شجاعان کوفہ میں سے عبدالاعلی کلبی نامی ایک بہادر اور عمارہ بن صلحت ازدی کو حضرت مسلمؑ کی حمایت اور امداد کرنے کے جرم میں گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ جبکہ مسلم وہانی کے سر ایک خط کے ہمراہ یزید کو بھیج دیئے۔ اس خط میں ان کی سرگزشت بھی لکھی گئی تھی۔ یزید ملعون نے جواب میں اس کا شکریہ ادا کر بھیجا۔

شیخ مفیدؒ کے بیان کے مطابق یزید نے لکھا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ پس لوگوں پر نگران اور مسلح افراد مقرر کر دو اور مستعد ہو جاؤ۔

وَاحْتَرِسْ وَاحْبَسْ عَلَى الظِّنَّةِ وَاقْتُلْ عَلَى التُّهَمَةِ

"اور جس شخص کو بھی اپنے مخالف خیال کرو اسے زندان میں ڈال دو اور جس کسی پر ہماری مخالفت کا الزام ہوا گرچہ وہ از روئے تہمت ہی کیوں نہ ہو اسے قتل کر دو"۔

اور اس کے بعد جو صورت حال ہو مجھے اس کے بارے میں لکھنا۔ (ارشاد: ۲/۶۷)

بزرگ علماء نے جناب مسلمؑ کے واقعہ کو تفصیلاً نقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں نفس المھموم اور بحار/۴۴ وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

حضرت ہانی کی عظمت

ہانیؓ بن عروہ اشراف کوفہ اور شیعہ عمائدین میں سے تھے۔ "حبیب السیر" کے مؤلف ان کی بہادری کے واقعات کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: ابن زیاد نے اس پیر عزیز پر کہ جو ۸۹ سال عمر بسر کر چکے تھے اور رسولِ خدا کی صحبت سے مشرف رہے تھے، بہت زیادہ تشدد کیا تاکہ وہ جناب مسلم کو اس کے سپرد کردیں۔ لیکن جناب ہانیؓ نے اس کی بات نہ مانی۔ (حبیب السیر: ۴۴/۲)

مسعودی کا بیان ہے کہ ان کا تشخص اور عظمت اس قدر تھے کہ ان کے ہمراہ چار ہزار زرہ پوش سوار اور آٹھ ہزار پیادے ان کے فرماں بردار ہوتے تھے اور جب وہ مختلف قبائل سے اپنے حامیوں اور حلیفوں کو بلاتے تو تیس ہزار زرہ پوش ان کی آواز پر لبیک کہتے تھے۔ (مروج الذہب: ۷۱/۳)

امام مظلومؑ کی شہادت کے باب میں آئے گا کہ جب امامؑ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو تمام اصحاب کو مقتول پایا.......... فرمایا: یا مسلم بن عقیل یا ہانی بن عروہ یا حبیب ابن مظاہر۔

محمد بن مشہدی کے "مزار"، "مصباح الزائر" اور شیخ مفیدؒ کے مزار میں مسجد کوفہ کے اعمال کے باب میں آتا ہے:

جناب ہانی کی قبر کے پاس جا کر رسول خداؐ پر سلام بھیجو اور کہو:

سَلَامُ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَصَلَوَاتُہٗ عَلَیْکَ یَاهَانِیَ بْنَ عُرْوَةَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ، اَلنَّاصِحُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَشْهَدُ اَنَّكَ

قُتِلْتَ مَظْلُوْمًا ،فَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ وَاسْتَحَلَّ دَمَكَ

(بحارالانوار: ۱۰۰/۳۶۹، نفس المہموم/۱۲۱، بہ نقل از مصباح الزائر/۵۴، المزار الکبیر/۵۳، مزار شہید/۸۸)

جناب ہانی جنگ جمل میں امیر المومنینؑ کے ساتھ تھے اور ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ آپ یہ رجز پڑھتے تھے:

یَالَكِ حَرْبُ حَثُّهَا جِمَالُهَا
قَائِدَةٌ يَنْقُصُهَا ضَلَالُهَا
هٰذَا عَلِيٌّ حَوْلَهُ أَقْيَالُهَا

ان اشعار میں حضرت عائشہ کے اونٹ کی طرف اشارہ ہے کہتے ہیں:

اے جنگ تم پر افسوس کہ اونٹوں نے ایک عورت کی قیادت میں کہ گمراہی جس کا نقص ہے تیری اصلاح وتدبیر کی ہے۔

لیکن اس جانب علیؑ ہیں کہ جن کے ارد گرد آزمودہ کار جنگی سردار ہیں۔

(مناقب ابن شہر آشوب: ۳/۱۶۰)

اسی طرح ابن زیاد سے ان کا کلام بھی ان کی عظمت کا آئینہ دار ہے فرمایا:

"وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّهُ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَا رَفَعْتُهُمَا وَلَا اَجِيئُكَ بِهِ"

''خدا کی قسم اگر مسلم میرے قبضہ میں بھی ہوں تو میں انہیں تمہارے سپرد نہیں کروں گا''

درحقیقت وہ انہی (عظیم) کلمات کے سبب اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

جناب مسلمؑ کی عظمت وشجاعت

شیخ مفیدؒ سے منقول ہے کہ کوفہ کے راستے کے درمیان عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل نے بکر بن فلاں سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ابھی کوفہ سے روانہ نہ ہوا تھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید ہو گئے، اور میں نے دیکھا کہ لوگ انہیں پاؤں سے پکڑ کر بازار میں پھرا رہے تھے۔ جب یہ خبر امام حسینؑ تک پہنچائی گئی تو آپؑ نے فرمایا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " ان پر خدا کی رحمت ہو اور یہ کلام بار بار دہرایا۔

ہم نے ان سے عرض کیا ہم آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ آپ یہیں سے واپس ہو جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ اور مددگار نہیں ہے۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا:

"لَا خَیْرَ فِی الْعَیْشِ بَعْدَ ھٰٓؤُلَاءِ"

"اس کے بعد زندگی کا مزا نہیں ہے"۔(ارشاد ۲/۷۶)

مضمون کلام بہت بلند ہے اور حضرات مسلمؑ وہانیؒ کے بلند مقام کا پتا دیتا ہے۔

اہل کوفہ کے نام امامؑ کے خط میں بھی اس طرح کا تذکرہ ہو چکا ہے: میں اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور اس شخص کو جو میرے خاندان کے درمیان میرے لئے اطمینان و وثوق کا مورد ہے (یعنی مسلم بن عقیل) کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ (ارشاد: ۲/۳۶)

آپ کی شجاعت کے بارے میں یہی کافی ہے کہ: جس وقت محمد بن اشعث نے (۷۰) جنگی جانبازوں کے ساتھ طوعہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ جناب مسلم باہر نکلے اور ان پر حملہ کر دیا۔ اور تن تنہا ان میں سے اکتالیس افراد کو ہلاک کر دیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو

علامت کی کہ تم نے ان سب کو کیسے مروا ڈالا! اس نے جواب میں کہا: تم نے مجھے مخلوق میں سے بہترین خاندان کے ایک ایسے نامی گرامی پہلوان کی طرف بھیجا تھا جس کے ہاتھ میں کاٹ دینے والی تلوار تھی اور وہ بپھرا ہوا شیر تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب: ۹۳/۴)

علامہ مجلسی محمد بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلم نے دشمن کی کثیر تعداد کو قتل کر ڈالا اور یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس ملعون نے محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا: میں نے تجھے ایک شخص کے ساتھ لڑنے کے لئے بھیجا ہے کہ اسے پکڑ لاؤ نہ کہ اس لئے بھیجا ہے، کہ اپنے تمام لشکری مروا آؤ اور ان کے درمیان ایک شدید خلا پیدا کر دو اگر میں نے تجھے کسی دوسری جنگ کے لئے بھیجا تو کیا کرو گے؟

(محمد بن اشعث نے) اس کے جواب میں پیغام بھیجا: اے امیر! کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم نے مجھے کوفہ کے سبزی فروشوں میں سے کسی سبزی فروش یا حیرہ کے عجمیوں میں سے کسی عجمی کے پیچھے بھیجا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے مجھے ایک بپھرے ہوئے شیر اور مخلوق میں سے بہترین خاندان کے ایک نامی گرامی پہلوان کی طرف بھیجا ہے جس کے ہاتھ میں کاٹ دار تلوار ہے۔

ابن زیاد نے اسے پیغام بھیجا کہ انہیں امان دے دو، کیونکہ اس کے بغیر تم انہیں گرفتار نہیں کر سکو گے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جناب مسلم ایک شیر کی طرح تھے اور اس قدر قوت اور طاقت کے حامل تھے کہ ان میں سے کسی شخص کا ہاتھ پکڑتے اور اسے اٹھا کر پشت بام پر دے مارتے۔

(بحار الانوار: ۳۵۴/۴۴)

حضرت مسلم سے رسول خداؐ کی محبت

شیخ صدوق علیہ رحمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا سے کہا: آپ عقیلؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں؟

حضورؐ نے فرمایا:

"اِیْ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُحِبُّهٗ حُبَّيْنِ ، حُبًّا لَهٗ وَحُبًّا لِحُبِّ اَبِيْ طَالِبٍ لَهٗ "

"ہاں! خدا کی قسم میں دو وجہ سے اسے دوست رکھتا ہوں ایک اپنی وجہ سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ چچا ابو طالبؑ اسے دوست رکھتے تھے"۔

تحقیق اس کا بیٹا تیرے بیٹے کی راہ محبت میں مارا جائے گا مومنوں کی آنکھیں اس پر آنسو بہائیں گی اور مقرب فرشتے اس پر صلوات بھیجیں گے۔

پھر رسول خداؐ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر جاری ہو گئے۔

پھر فرمایا:

"اِلَى اللّٰهِ اَشْكُو مَا تَلْقٰى عِتْرَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ "

"میرے بعد جو کچھ میری عترت کے ساتھ ہو گا میں خدا سے اس کی شکایت کرتا ہوں"۔ (امالی صدوق/۱۲۸م ۲۷ح ۳ اور اسی کی مثل قاموس الرجال: ۲۳۰/۷)

جناب مسلم کی زیارت کے فقرات

سَلَامُ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَسَلَامُ مَلَائِكَتِهِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَأَنْبِيَائِهِ الْمُرْسَلِيْنَ وَأَئِمَّتِهِ الْمُنْتَجَبِيْنَ ، وَعِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ ،وَجَمِيْعِ الشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ، وَالزَّاكِيَاتِ الطَّيِّبَاتِ، فِيْمَا تَغْتَدِيْ وَتَرُوْحُ عَلَيْكَ يَا مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَآتَيْتَ الزَّكَاةَ وَأَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَقُتِلْتَ عَلٰى مِنْهَاجِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ حَتّٰى لَقِيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ وَفَيْتَ بِعَهْدِ اللّٰهِ

وَبَذَلْتَ نَفْسَكَ فِی نُصْرَةِ حُجَّتِهِ وَابْنِ حُجَّتِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ ، الْمُطِيعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِاَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ...."

(بحارالانوار:۱۰۰/۳۲۶ تا ۳۶۸)

عمر مبارک:

جناب عقیلؓ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اس وقت جناب مسلم کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ابن ابی الحدید نے جناب عقیل کی وفات کا سال ۵۰ ہجری لکھا ہے۔ اس بنا پر حضرت مسلم اپنی شہادت کے وقت جو کہ ساٹھ (۶۰) ہجری میں ہوئی، اٹھائیس سال کے تھے۔ (قمقام زخار: ۱/۲۸۰ منتخب التواریخ / ۲۸۷)

فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت

چونکہ جناب مسلمؑ کی شہادت کا بیان ہو چکا ہے لہٰذا ان کے بیٹوں کی شہادتوں کا تذکرہ بھی (ساتھ ہی) مناسب رہے گا۔ اگرچہ ان کی شہادتیں جناب مسلمؑ کی شہادت کے ایک سال بعد واقع ہوئیں۔

شیخ صدوقؒ اپنی سند کے ساتھ کوفہ کے شیوخ میں سے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو جناب مسلمؑ کے دو چھوٹے بچے آپ کی لشکر گاہ سے قیدی بنا لئے گئے۔ انہیں ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ اس ملعون نے ان بچوں کو قید خانے میں ڈلوا دیا اور داروغۂ زندان سے کہا کہ انہیں اچھی خوراک اور ٹھنڈا پانی مت دینا اور ان سے سختی سے پیش آنا۔

یہ بچے سارا دن روزے سے رہتے اور جب رات ہوتی تو داروغۂ زندان ان کے لئے جو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ لے آتا اسی حالت میں ایک سال قید میں گزر گیا۔

ایک دن ایک بھائی نے دوسرے سے کہا: ہماری قید بہت لمبی ہو گئی ہے (اس طرح تو) ہماری عمر تباہ ہو جائے گی اور ہمارے جسم سوکھ کر کانٹا بن جائیں گے۔ پس جب زندان کا بوڑھا داروغہ آئے، ہم اس سے اپنا حال بیان کرتے ہیں اور اسے رسولؐ خدا سے اپنی نسبت کا بتاتے ہیں، شاید وہ ہمارے حال پر ترس کھا جائے۔

جب رات ہو گئی اور بوڑھا آب و نان لے کر آیا تو چھوٹے بھائی نے کہا: اے شیخ! کیا آپ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جانتے ہیں؟ کہنے لگا: کیسے نہیں جانتا وہ میرے نبیؐ ہیں۔

کہا: جعفر ابن ابی طالبؑ کو جانتے ہو؟ کہنے لگا: کیسے نہیں جانتا وہ میرے نبیؐ کے چچازاد

بھائی ہیں۔

اس مظلومؑ بچے نے کہا: ہم تمہارے نبی کی عترت ہیں ہم دونوں مسلم بن عقیلؑ کے بیٹے ہیں۔ ہم تمہارے قیدی ہیں' ہم پر اس قدر سختی نہ کرو۔

وہ شخص یہ باتیں سن کر ان کے پاؤں پر گر پڑا اور انہیں چوم کر کہنے لگا: میری جان تم پر قربان تم محمدؐ کی عترت ہو۔ زندان کا دروازہ تم پر کھلا ہے جہاں چاہو جاؤ۔

جب رات کی تاریکی بڑھ گئی اس بزرگ شخص نے جو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ انہیں دیا اور انہیں راستہ سمجھاتے ہوئے کہا: رات کا سفر کرنا اور صبح پنہاں رہنا تا کہ خدا تم پر فضل فرمادے۔

دونوں بچے رات کی تاریکی میں چلتے چلتے ایک بوڑھی عورت کے مکان تک پہنچے جو گھر کے دروازے پر بیٹھی تھی۔ تھکن کی زیادتی کے سبب اس سے کہنے لگے: ہم غریب بچے ہیں، راستہ نہیں جانتے۔ اگر تم رات کی اس تاریکی میں ہمیں اپنے گھر میں پناہ دے دو تو صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور اپنی راہ پکڑیں گے؟

اس بوڑھی نے کہا: تم کون ہو' مجھے تم سے ایسی خوشبو آ رہی ہے جس سے بہتر خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی؟

کہنے لگے: ہم تمہارے پیغمبرؐ کی عترت ہیں اور ابن زیاد کے زندان سے بھاگ کر آئے ہیں۔

وہ عورت کہنے لگی کہ میرا ایک داماد بہت خبیث اور فاسق شخص ہے۔ وہ واقعہ کربلا میں بھی موجود تھا۔ میں خائف ہوں کہ وہ آج رات میرے گھر آئے اور تمہیں یہاں دیکھ کر قتل نہ کر دے۔ بچے کہنے لگے: بس جب تک رات کی تاریکی ہے ہم یہاں ٹھہریں گے اور پو پھوٹتے ہی اپنی راہ پکڑ لیں گے۔ وہ عورت انہیں گھر لے گئی اور ان کو کھانا پیش کیا۔ جو انہوں نے کھایا اور سو گئے۔ (دوسری روایت کی بنا پر: کہنے لگے ہمیں جا نماز دیجئے ہم نماز پڑھنا چاہتے ہیں پس کچھ رکعت نماز ادا کی اور سو گئے)

چھوٹے بچے نے بڑے بھائی سے کہا: اے بھائی! مجھے امید ہے کہ آج رات ہم امن سے رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ موت ہم میں جدائی ڈال دے آؤ ہم ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سوئیں اور ایک دوسرے کو چومیں۔

رات کا کچھ حصہ ہی گزرا تھا کہ اس ضعیفہ عورت کا فاسق و فاجر داماد آ دھمکا۔ ضعیفہ نے پوچھا: کون؟ کہنے لگا: میں ہوں۔ وہ بولی: اتنے بے موقع کیوں آئے ہو؟ کہنے لگا۔ دروازہ بند کر دیجئے نزدیک ہے کہ میں تھکن سے مرجاؤں۔ ضعیفہ نے پوچھا: تھکن کیسی؟ کہنے لگا: ابن زیاد کے زندان سے دو بچے بھاگ گئے ہیں اور اس نے اعلان کر رکھا ہے: جو کوئی ان میں سے ایک کا سر لائے گا اسے ہزار درہم اور جو شخص دونوں کے سر لائے گا اسے دو ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔ میں نے ان کی بہت تلاش کی ہے اور پورے کوفہ میں پھرا ہوں لیکن تھکن کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں لگا۔

ضعیفہ کہنے لگی: اس بات سے ڈرو کہ قیامت کے دن محمد تمہارے دشمن ہوں گے۔ اس فاسق نے کہا: وائے ہو تم پر، دنیا ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ عورت نے جواب دیا: بغیر آخرت کے دنیا کس کام کی؟ کہنے لگا: تم ان کی طرف داری کر رہی ہو گویا ان کے بارے میں خبر رکھتی ہو۔ مجھے چاہیے کہ تمہیں امیر کے پاس لے چلوں!

عورت کہنے لگی: امیر کو مجھ ضعیفہ سے کہ جو بیابان میں گوشہ نشیں ہے، کیا مطلب؟ وہ کہنے لگا (کمرے کا) دروازہ کھول دو تا کہ میں آرام کرلوں اور صبح ان کی تلاش میں نکل سکوں۔ ضعیفہ نے دروازہ کھولا۔ اس بے ایمان نے رات کا کھانا کھایا اور بستر پر سو گیا۔

آدھی رات کو اس نے ان دو بچوں کی آواز سنی۔ وہ مست اونٹ کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا اور بیل کی طرح چیخا اور گھر کی دیوار کے کنارے سے ہاتھ کھینچا اور چھوٹے بچے کے پہلو کو جا پکڑا۔ اس مظلوم نے کہا: کون ہے؟ کہنے لگا: میں گھر کا مالک ہوں، تم بتاؤ تم کون ہو؟ چھوٹے بچے نے اپنے بھائی کو جگایا اور فرمایا: بھائی اٹھیے کہ جس بات سے ہم ڈرتے تھے اسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔

بچے کہنے لگے: اے شیخ اگر ہم سچ سچ بتا دیں تو تم ہمیں امان دو گے؟ کہنے لگا: ہاں۔ فرمایا: خدا اور رسول اکرمؐ کی امان؟ کہنے لگا ہاں۔ فرمانے لگے: خدا اور رسول کو گواہ سمجھ کر؟ کہنے لگا: ہاں! بچوں نے کہا: ہم تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں۔ یہ ظالم بولا: موت سے بھاگے ہو اور موت ہی کے جال میں آ پھنسے ہو۔ الحمدللہ کہ میں تم تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد دونوں کے بازو مضبوطی سے باندھ دیئے۔ بچوں نے (بقیہ) رات اسی حالت میں بسر کی۔

جب صبح ہوئی تو اس ظالم نے اپنے حبشی غلام فلیح کو حکم دیا کہ ان بچوں کو فرات کے کنارے لے جاؤ اور ان کی گردنیں کاٹ دو۔ غلام نے تلوار اٹھائی اور ان دونوں کو لے کر (نہر کی سمت) روانہ ہوا۔

بچوں میں سے ایک نے کہا: تمہیں رسولؐ خدا کے مؤذن بلال کی سیاہ رنگت سے کس قدر مشابہت ہے۔ غلام نے کہا: تم کون ہو؟ کہنے لگے: ہم تمہارے پیغمبر کی عترت ہیں۔ ہم ابن زیاد کی قید سے بھاگ کر آئے تھے اور اس ضعیفہ کے مہمان ٹھہرے تھے۔ وہ غلام ان کے پاؤں میں گر پڑا اور پاؤں چوم کر کہنے لگا: اے عترت رسولؐ! میری جان آپ پر قربان اور میرا چہرہ آپ کی مصیبت کی ڈھال، خدا کی قسم میں ایسا کام نہیں کروں گا کہ جس کے سبب روز قیامت محمدؐ میرے دشمن ہوں۔ بس وہ دوڑا، تلوار فرات کے کنارے پھینکی اور فرات میں کود کر تیرتا ہوا دوسرے کنارے جا نکلا۔

اس ملعون نے آواز دی: اے غلام! تو نے میری نافرمانی کی ہے؟ غلام نے جواب دیا میں نے تمہارے حکم پر خدا کی نافرمانی نہ کرنے کو ترجیح دی۔ اور چونکہ تو نے فرمان خدا کی اطاعت نہیں کی۔ اس لئے میں دنیا و آخرت میں تم سے بیزار ہوں۔

اس ملعون نے اپنے بیٹے کو بلایا اور ان بچوں کو قتل کرنے کو کہا۔ وہ نوجوان جب ان بچوں کے احوال سے باخبر ہوا تو باپ کی مخالفت کی اور ان بچوں کے پاؤں میں گر کر انہیں چوما اور اس غلام کی بات کو دہرایا، شمشیر دور پھینکی اور خود فرات میں چھلانگ لگا دی۔

باپ نے آواز دی: تم نے میری نافرمانی کی ہے! بیٹے نے کہا: میں نے خدا کی اطاعت میں تمہاری نافرمانی کی ہے۔ میں تمہاری اطاعت سے خدا کی اطاعت کو زیادہ مقدم سمجھتا ہوں۔

اس ملعون نے کہا: میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں مار سکتا۔ تلوار اٹھائی اور ان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ جب بچوں نے ننگی تلوار دیکھی تو ان کی آنکھیں بھر آئیں اور کہنے لگے: اے شیخ! ہمیں بازار لے جا کر فروخت کر دو اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو روز قیامت اپنا دشمن نہ بناؤ۔

کہنے لگا: (ہرگز) نہیں: میں تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا اور اس سے انعام حاصل کروں گا۔

بچے کہنے لگے: تو رسولؐ خدا سے ہماری رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتا؟ کہنے لگا: تمہارا رسولؐ خدا سے کچھ تعلق نہیں۔

بچے کہنے لگے: ہمیں زندہ حالت میں ابن زیاد کے پاس لے چلو تاکہ وہ خود ہمارے بارے میں فیصلہ دے۔

وہ کہنے لگا: میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ تمہیں قتل کر کے اس کا تقرب حاصل کروں۔

بچے کہنے لگے: تمہیں ہمارے بچپن پر بھی رحم نہیں آتا؟

یہ ظالم بولا: خدا نے میرے دل میں رحم ڈالا ہی نہیں۔

بچوں نے کہا: پھر ہمیں چند رکعت نماز ہی پڑھ لینے دے۔

بولا: اگر نماز تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے تو جتنی چاہو پڑھ لو۔

بچوں نے چار رکعت نماز ادا کی اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہا:

يَاحَيُّ (يَاقَيُّومُ) يَا حَكِيْمُ (يَا حَلِيْمُ) يَا أَحْكَمَ الْحَاكِمِيْنَ
أُحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ بِالْحَقِّ

"اے حی! اے حکیم! اے سب سے بہتر و برتر حاکم! ہمارے اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ صادر فرما"۔

پس وہ ملعون اٹھا اور بڑے بھائی کا سر تن سے جدا کر کے ایک توبرے میں ڈال دیا۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں غلطاں، کہنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائی کے خون سے آلودہ حالت میں رسولؐ خدا سے ملاقات کروں۔

عرض حال بزبانِ مرثیہ:

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر　　بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر

دریا میں ستم گار نے پھینکا تنِ اطہر　　چلا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر

دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں

وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

(انیسؔ)

ملعون بولا: تجھ پر پابندی نہیں، جلد ہی تمہیں بھی اس سے ملحق کئے دیتا ہوں۔ اسے بھی قتل کر دیا اور اس کے سر کو بھی توبرے میں ڈالا، اور دونوں کے جسم دریا میں پھینک کر سرہائے مطاہر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

اب چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی سے جاملنا مرثیہ کی پُر سوز زباں میں بھی ملاحظہ ہو:

آیا جو شقی تیغ علم کر کے دوبارہ　　چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا

مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا　　جلاد نے تن پر سے سر اُس کا بھی اُتارا

دھبہ بھی نہ خوں کا لگا شمشیر عدو میں

بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

(انیسؔ)

ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا اور خیزران کی چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس ظالم نے بچوں کے سر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ جب اس کی نظر ان سروں پر پڑی تو وہ تین بار اٹھا اور بیٹھا اور کہنے لگا: تم پر لعنت ہو یہ بچے تمہیں کہاں سے ملے؟

کہنے لگا: یہ میرے خاندان کی ایک بوڑھی خاتون کے مہمان تھے۔

ابن زیاد نے کہا: تو نے ان کے حق مہمانی کا بھی خیال نہ رکھا۔

بولا: نہیں ابن زیاد نے کہا یہ بچے تم سے کیا کہتے تھے؟

اس ظالم نے ابن زیاد ملعون کے سامنے ان بچوں کی گفتگو اور خواہشات کو بیان کیا۔ پھر بولا: نماز کے بعد انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا:

يَا حَيُّ (يَاقَيُّومُ) يَا حَكِيمُ يَا أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ، أُحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ بِالْحَقِّ

ابن زیاد نے کہا: خدا نے تمہارے اور ان کے درمیان حق پر فیصلہ کر دیا۔ کون ہے جو اس کا کام تمام کردے؟

ایک شامی اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا: میں۔

ابن زیاد نے کہا: اسے اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے ان بچوں کو قتل کیا ہے اور اس کی گردن مار دو۔ اور خیال رکھنا کہ اس کا (پلید) خون ان بچوں کے (پاک) خون سے مخلوط نہ ہونے پائے اور اس کا سر جلد میرے پاس لے آؤ۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس ملعون کا سر ایک نیزے پر چڑھائے ہوئے لایا۔ بچے اسے پتھر مار رہے تھے اور کہتے تھے: یہ رسولؐ خدا کی ذریت کے قاتل کا سر ہے۔ (امالی صدوق /۸۳م ۱۹ح ۲، بحار الانوار: ۴۵/۱۰۰)

اس حدیث کی سند میں بہت سے بزرگ اصحاب رضوان اللہ علیہم کے نام شامل ہیں۔

ضمناً: یہی قصہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ علامہ مجلسی مرحوم نے قدیم مناقب کی نقل کے ساتھ بحار الانوار: ۴۵/۱۰۵ پر درج کیا ہے۔ اور ان دو بچوں کے نام ابراہیم اور محمدؐ بتائے ہیں۔ لیکن انہیں حضرت جعفر طیارؑ کی اولاد سے خیال کیا ہے۔ (بحار الانوار: ۴۵/۱۰۵)

حبیب السیر کے مؤلف کہتے ہیں: حضرت مسلم بن عقیلؑ کے دو چھوٹے بچوں کے نام محمدؐ اور ابراہیمؑ ہیں۔ جو کوفہ میں قاضی شریح کے گھر میں چھپے ہوئے تھے اور جناب مسلمؑ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے ملازموں میں سے حارث بن عروہ نامی ایک ملازم کے ہاتھوں شہید

ہوئے۔(حبیب السیر :۲/۴۵)

بقول مرزا احسن لکھنوی:

محمدؐ کے گھرانے پر خزاں آتی رہی لیکن
نہ حسنِ انما بدلا نہ شکلِ ھل آتی بدلی

maablib.org

امام حسینؑ کی مکہ سے کربلا روانگی

کعبے سے کیا جبکہ سفر قبلۂ دیں نے
چھوڑا وہ مکاں دوش محمدؐ کے مکیں نے
پائی نہ اماں راز الٰہی کے امیں نے
عزم سفر مرگ کیا گوشہ نشیں نے
در پے تھے عدو سبط رسول مدنیؐ کے
مہلت نہ ملی حج کی نواسے کو نبیؐ کے
(میر انیس)

جناب سید الشہداؑ تین شعبان سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں مکہ پہنچے اور آٹھ ذوالحجہ تک اسی شہر میں رہے۔ اور اس عرصے میں مختلف شہروں سے آئے ہوئے شیعہ آپ کے وجود مسعود سے فیض حاصل کرتے رہے۔

جب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوا تو حضرت نے احرام حج باندھا اور چونکہ یزید نے اپنے ایک خفیہ گروہ کو حج کے بہانے بھیج رکھا تھا کہ آپؑ کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ آپ نے احرام حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیا اور عمرہ کے اعمال انجام دینے کے بعد عراق کی طرف عازم سفر ہوئے۔ (ارشاد: ۲/ ۶۷، بحار الانوار: ۴۴/ ۳۶۳، نفس المہموم / ۱۶۲)

امام جعفر صادقؑ سے منقول چند معتبر احادیث میں ہے کہ جب امامؑ نے سمجھا کہ یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے تو آپؑ نے عمرہ مفردہ کے احرام باندھے اور عمرہ ادا کیا (یعنی حج کو عمرہ میں تبدیل نہیں کیا)۔ (جلاء العیون/ ۳۶۹)

مرحوم سید فرماتے ہیں: مروی ہے کہ امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہوتے وقت خطبہ کے ارادے سے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ،مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ،خُطَّ الْمَوْتُ عَلٰى وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقِلَادَةِ عَلٰى جِيْدِ الْفَتَاةِ

"تعریف اللہ کے لئے ہے اور جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔ طاقت اور قوت نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے، اللہ کا درود ہو اس کے پیغمبرؐ پر فرزند آدم کے گلے میں موت ایسے ہے جیسے کسی دوشیزہ کے گلے میں گلوبند میں اپنے گزشتگان کی زیارت کا اس قدر مشتاق ہوں، جس قدر یعقوبؑ یوسفؑ کے دیدار کے مشتاق تھے۔ مجھے مقررہ مقتل تک پہنچنا ہے"۔

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نو اویس کے مابین سرزمین کربلا پر بیابان کے بھیڑیے میرے جسم کے جوڑ جوڑ کو علیحدہ کر رہے ہیں۔ وہ اپنے خالی پیٹوں کو مجھ سے بھر رہے ہیں۔ (نو اویس کی وضاحت زمین کربلا کے باب میں بیان ہو چکی ہے)

انسان کے جو مقدر میں ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔ ہم خاندان رسالت خدا کی رضا پر راضی ہیں اور اس کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ اور خدا ہمیں اس صبر کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ رسول خداؐ کے جسم کا ٹکڑا ان سے جدا نہیں ہوگا اور حظیرۃ القدس سب ان کے پاس ہوں گے تاکہ ان کی آنکھیں ان سے روشن ہوں اور ان سے کیا گیا وعدۂ الٰہی سچ ثابت ہو۔

اَلَا وَمَنْ كَانَ بَاذِلًا فِيْنَا مُهْجَتَهٗ ،مُوَطِّنًا عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ نَفْسَهٗ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا، فَاِنَّنِىْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ

"اور جو لقائے حق کی طلب میں خود کو تیار کیے ہوئے ہے وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو صبح ان شاء اللہ ہم کوچ کر جائیں گے"۔ (لہوف/۶۰، بحار الانوار: ۴۴/۳۶۶، مثیر الاحزان/۴۱، کشف الغمہ :۲/۲۹، الموسوعۃ/۳۲۸)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس رات امام حسینؑ (آئندہ) صبح مکہ سے کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے محمد بن حنفیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا: اے بھائی! آپ خود (بہتر) جانتے ہیں کہ اہل کوفہ نے آپؑ کے باپ اور بھائی سے کیا مکروفریب کیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ کہیں آپؑ کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک نہ کریں۔ اگر آپ کی رائے مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی ہے کہ جو حرم خدا ہے تو یہ عزیز و مکرم ہے اور یہاں کوئی معترض جنایت نہیں ہوگا۔

امامؑ نے فرمایا: اے بھائی! مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یزید مجھے قتل نہ کردے اور میرے قتل و خون ریزی سے خانہ خدا کا احترام ضائع نہ ہو جائے۔

محمد حنفیہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو آپؑ یمن کی طرف یا پھر کسی صحرا کی طرف نکل جائیں تاکہ کوئی آپ تک دسترس نہ حاصل کر سکے۔ امامؑ نے فرمایا: میں اس بارے میں غور کروں گا:

صبح کے وقت امام عالی مقام نے مکہ سے کوچ فرمایا: جب یہ خبر محمد حنفیہ کو ملی تو انہوں نے آکر امام عالی مقامؑ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: آپ اتنی جلدی کیوں روانہ ہو رہے ہیں؟

فرمایا: جس وقت ہم جدا ہوئے تھے، رسول خداؐ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

یَاحُسَیْنُ اُخْرُجْ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاءَ اَنْ یَرَاکَ قَتِیْلاً

''اے حسینؑ روانہ ہو جاؤ بے شک اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے راستے میں شہید ہوتا دیکھے''۔

(یہ جملہ آنحضرتؑ کی تکلیف حقیقی کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے بھی اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

محمد (حنفیہ) نے کہا: " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ " اگر آپ شہادت کے ارادے سے جارہے ہیں تو ان عورتوں کو ساتھ کیوں لے جارہے ہیں؟

فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَرَیٰهُنَّ سَبَایَا"

''خدا کی مرضی اسی میں ہے کہ ان کو اپنے راستے میں اسیر دیکھے''۔

آپ نے یہ فرماتے ہوئے محمد بن حنفیہ سے الوداع کیا اور روانہ ہو گئے۔

(لہوف/۳۳، بحار الانوار: ۴۴/۳۶۴، الموسوعہ/۳۴۸)

معتبر روایات میں ہے کہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر بھی آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور ہر کسی نے اصرار کے ساتھ آپؑ کو عراق کی جانب روانہ ہونے سے منع کیا۔ آپؑ نے سب کو جواب دیا اور وداع کیا۔

ابن عباس نے اضافہ کیا: اگر آپ کی رائے میں سفر پر جانا ہی ہے تو بچوں اور خواتین کو چھوڑ جایئے اور انہیں ساتھ نہ لے جایئے...... کہیں آپ کو ان کے سامنے ہی شہید نہ کردیا جائے اور یہ سب وہ منظر ملاحظہ کریں۔ امامؑ نے (یہ مشورہ) قبول نہ کیا اور اپنے اہل بیتؑ کو (اپنے ہمراہ) کربلا لے گئے۔

منقول ہے کہ اپنی شہادت کے روز آپؑ نے بیبیوں اور اپنی بہنوں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ حالت اضطراب میں روتی پیٹتی خیام سے باہر آرہی ہیں اور مقتولین کو دیکھ کر بین کررہی ہیں۔ اور خود امامؑ عالی مقامؑ کو بھی حالت مظلومیت میں دیکھ کر رو رہی ہیں۔ اس وقت امامؑ نے ابن عباسؓ کی بات کو یاد کیا اور فرمایا:

لِلّٰهِ دَرُّابْنِ عَبَّاسَ فِيمَا أَشَارَ عَلَيَّ بِهِ - (منتہی الآمال: ۱/۳۲۲)

دوسرے لوگوں نے بھی مثلاً فرزدق نامی شاعر نے آپ کو (کربلا) روانہ ہونے سے منع کیا تھا جو آپ نے قبول نہ فرمایا اور عراق کی طرف روانہ ہوگئے۔

اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرچکے ہیں کہ آپ کی تکلیف واقعی اور تکلیف ظاہری کا یہ تقاضا تھا کہ آپ حرم خدا سے نکلیں اور عراق کی طرف عازم سفر ہوں۔ تعجب تو یہ ہے کہ ابن عباس جیسے افراد آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی کے بعد جناب زینبؑ کے شوہر جناب عبداللہ بن جعفر طیار نے اپنے دو بیٹوں عونؑ اور محمدؑ کو ایک خط کے ہمراہ آپؑ کے پیچھے بھیجا۔ اس خط میں یہ تحریر تھا:

"میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس سفر سے باز آجائیں کیونکہ جس راستے پر آپ چل رہے ہیں یہ آپ کے لئے خطرناک ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں آپ کو شہید نہ کردیا جائے

اور آپ کے اہل بیت بھی متاثر ہوں۔ اگر آپ ہمارے درمیان سے چلے جائیں گے تو زمین کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ کیوں کہ آپ رہنوردوں کے لئے روشن چراغ اور مومنوں کے لئے پشت و پناہ ہیں جس راستے پر آپ جا رہے ہیں، جلدی مت کریں۔ میں خود اس خط کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچنے والا ہوں۔

یہ خط ارسال کرنے کے بعد جناب عبداللہ عمرو بن سعید یزید کی طرف سے حاکم مکہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آنحضرتؑ کے لئے ایک امان نامہ لکھ دو۔ اور امام حسینؑ سے کہو کہ اس سفر سے واپس لوٹ آئیں۔ عمرو نے امامؑ کے لئے امان نامہ تحریر کر دیا اور صلہ (صلہ رحم، صلہ مؤدت) احسان اور حسن جوار کا وعدہ کیا اور لکھا کہ آپ واپس لوٹ آئیں۔ اس نے یہ نامہ اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کیا۔

جناب عبداللہ بن جعفر یحییٰ کے ہمراہ چلے اور یہ امان نامہ امامؑ تک پہنچایا اور اس سفر سے مراجعت پر اصرار کیا۔ امام نے عمرو بن سعید کے نامہ کے جواب کے بعد فرمایا: میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے اور میں اس حکم کی تعمیل میں روانہ ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے: خواب کیا تھا؟ فرمایا: میں نے یہ خواب کسی کو نہیں بتایا اور نہ ہی بعد میں بتاؤں گا۔ تا اینکہ میں اپنے خدا سے ملاقات کر لوں۔

جب عبداللہ بن جعفر آپ کے جواب سے مایوس ہو گئے تو اپنے دو بیٹوں عونؑ و محمدؑ کو حکم دیا کہ آنحضرتؑ کے ملازم بن کر آپ کے ہمراہ روانہ ہو جاؤ اور آپ کے ہمراہ شمشیر زنی کرنا اور خود یحییٰ کے ساتھ واپس مکہ چلے گئے۔

تذکرۃ الشہداء/۸۴ میں تحریر ہے کہ عبداللہ جعفر ضعیفی اور بیماری کے سبب امام حسینؑ کے ساتھ نہ جا سکے)

امام عالی مقامؑ تیزی کے ساتھ عراق روانہ ہو گئے اور منزل ذات عرق تک کہیں توقف نہ فرمایا۔ (ارشاد: ۲/۷۰، بحار الانوار: ۴۴/۳۶۶ الموسوعۃ/۳۳۲ وغیرہ)

وہاں آپ نے بشیر بن غالب سے ملاقات کی جو عراق سے آیا ہوا تھا۔ آپ نے اس

سے پوچھا کہ اہل عراق کے کیا حالات ہیں؟ وہ کہنے لگا: ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔

امامؑ نے فرمایا: برادر بنی اسد نے سچ کہا ہے۔ جو خدائے متعال کی مشیت میں ہو وہی انجام پاتا ہے اور جو وہ ارادہ فرماتا ہے اسی کا حکم دیتا ہے۔ (بحار الانوار: ۴۴/ ۳۶۷ ،لہوف/ ۶۹، مثیر الاحزان/ ۴۲)

جب ابن زیاد کو امام حسینؑ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے حصین بن نمیر رئیس پولیس کو ایک کثیر لشکر کے ساتھ قادسیہ بھیجا (جو کوفہ سے پندرہ فرسخ کے فاصلے پر ہے) اور اس نے ایک طرف سے قادسیہ سے خفان تک اور دوسری طرف سے قادسیہ تا قطقطانیہ کو اپنے لشکر سے بھر دیا (اور اس نے تمام علاقے کو اپنے کنٹرول میں لے کر نگرانی شروع کر دی) اور لوگوں سے کہا: حسینؑ عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں (تیار ہو جاؤ)

امام عالی مقامؑ نے ذات عرق سے کوچ کیا اور جب مقام حاجز' جو بطن الرمہ کا ایک مقام ہے، پر پہنچے (ابھی جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر آپ تک نہ پہنچی تھی) تو قیس بن مسہر صیداوی اور ایک دوسرے قول کے مطابق: عبداللہ بن یقطر) کو ایک خط دے کر کوفہ بھیجا اور اس خط میں اہل کوفہ کو لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ حسینؑ بن علیؑ کا اپنے مومن اور مسلمان بھائیوں کے نام ایک خط ہے۔ سلام کے بعد حمد و ثنائے پروردگار۔ مسلمؑ کا خط مجھے پہنچا' جس سے تم لوگوں کی نیک اندیشی، ہماری امداد پر اتفاق اور ہمارے حق سے وابستگی کی خبر ہوئی۔ میں خدائے متعال سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے کام کو نیک فرمائے اور اس بارے میں تمہیں بہترین صلہ دے۔ میں منگل کے دن آٹھ ذوالحجہ یعنی روز ترویہ کو مکہ سے تمہاری طرف سفر پر روانہ ہوا ہوں۔ جب یہ قاصد تم تک پہنچے تو اپنے کام میں جلدی کرنا اور کوشش کرنا کیونکہ میں اسی روز تم تک پہنچنے والا ہوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس خط کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ جناب مسلمؑ نے اپنی شہادت سے ستائیس (۲۷) دن

پہلے آپ کو خط لکھا جس میں اہل کوفہ کی اطاعت اور تعاون کا اظہار کیا گیا تھا۔ نیز کوفہ والوں کے بارے میں لکھا کہ یہاں آپ کے لئے ایک لاکھ تلواریں آپ کی امداد کے لئے تیار ہیں۔ آپ کوئی عذر نہ کریں اور جلد از جلد ہماری طرف چلے آئیں۔ جب قیس نامی قاصد یہ خط لے کر قادسیہ پہنچا تو حصین بن نمیر نے اسے پکڑ لیا اور جب اس نے تفتیش کرنا چاہی تو قیس نے خط نکالا اور پرزے پرزے کر دیا۔ حصین نے اس کو عبداللہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیاد نے پوچھا تو کون ہے؟ قیس نے کہا: میں امیر المومنینؑ اور ان کے بیٹے کے شیعوں میں سے ہوں۔ ابن زیاد نے سوال کیا؟ تم نے خط کیوں پھاڑ دیا ہے؟ کہا: تا کہ تو اس کے مضمون سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اس نے پوچھا: یہ کس کا خط تھا اور کس کے نام تھا؟ کہا: امام حسینؑ کا تمام اہل کوفہ کے نام، کہ جن کے نام میں نہیں جانتا۔

ابن زیاد غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تو ان افراد کے نام نہیں بتائے گا یا منبر پر چڑھ کر حسینؑ ابن علیؑ، ان کے باپؑ اور بھائی کو برا بھلا نہیں کہے گا۔ قیس نے کہا: میں نہ تمہیں ان لوگوں کے نام بتاؤں گا اور نہ حسینؑ اور ان کے والد اور بھائی پر لعن طعن کے لئے تیار ہوں۔

قیس منبر پر گئے اور خدائے متعال کی حمد و ثنا کے بعد کہا:

اے اہل کوفہ! حسینؑ بن علی خدا کے بہترین بندے، فرزند فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا ہیں (کہ جو تمہاری طرف آ رہے ہیں) میں ان کی طرف سے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں ان کا استقبال کرو۔ پھر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت اور حسین ابن علیؑ پر خدا کی رحمت چاہی اور ان پر درود بھیجا۔

یہ ماجرا ابن زیاد کو بتایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسے محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جائے۔ جب وہ نیچے گرے تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور روح پاک جوار الٰہی میں پہنچ گئی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے: انہیں دست بستہ زمین پر پھینک دیا گیا جس سے اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ابھی ان میں کچھ رمق تھی کہ عبدالملک بن عمیر نے انہیں شہید کر دیا۔

جب ان کی شہادت کی خبر امام حسینؑ نے سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: خداوندا! ہمارے اور ہمارے شیعوں کو نیک مقام عطا فرما۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے درمیان جگہ دے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (ارشاد: ۲/۷۱، لہوف/۷۵، بحارالانوار: ۴۴/۳۶۹، مثیر الاحزان/۴۲ الموسوعہ/۳۳۹)

قیس بن مسہر صیداوی نہایت شریف، بہادر اور اہل بیتؑ کی محبت سے سرشار انسان تھے۔ جب ان کی شہادت کی خبر امام حسینؑ کو پہنچی تو بے اختیار آپؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ نے فرمایا:

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ

''ان میں سے بعض مومن اس عہد (جنگ سے عدم فرار) پر ڈٹے رہے اور شہید ہو گئے' اور بعض منتظر رہے کہ وفا کریں''۔ (سورہ احزاب: ۲۳)

جناب کمیت انہیں اپنی شاعری میں شیخ بنی صیدا کے نام سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَشَيْخُ بَنِي الصَّيْدَا قَدْ فَاظَ بَيْنَهُمْ

''بنی صیدا کا بزرگ ان کے درمیان دم توڑ گیا''۔ (منتہی الآمال: ۱/۳۴۴)

دو نسلیں صیداوی کہلاتی ہیں: ایک لبنان کے شہر صیدا سے منسوب جو صور کے پاس ہے اور دوسری ''صیدا'' نیای بنی الصیدا کہ ناجیہ بن حیان بن بشر صیداوی ہے۔ قیس بن مسہر تیرہ بنی الصید اور خاندان ناجیہ صیداوی تھے۔ اس لئے کمیت نے انہیں بنی صیدا کے بزرگ سے تعبیر کیا ہے۔ (انساب سمعانی: ۸/۱۱۹)

اس بیابان میں پانی تک پہنچیں۔ وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی کو دیکھا کہ پانی کے کنارے چلا آرہا تھا۔ جب اس نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے رسولؐ خدا کے بیٹے! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کو کیا چیز اس سرزمین پر کھینچ لائی ہے' اس نے امام کو پکڑ کر گھوڑے سے اتارا۔

امام نے فرمایا: جیسا کہ تم جانتے ہو کہ معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور عراق کے لوگوں نے

مجھے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا ہے۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ حریم اسلام (آپ کی شہادت) کے سبب پارہ پارہ ہو جائے گا۔ میں آپ کو حرمتِ قریش کے باب میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ میں آپ کو حرمتِ عرب کے باب میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ (خلافت وحکومت) بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اور آپ کو شہید کرنے کے بعد کسی شخص کی پروا نہیں کریں گے اور انہیں کسی کا خوف نہیں رہے گا۔

خدا کی قسم! حرمتِ اسلام، حرمتِ قریش اور حرمتِ عرب تباہ ہو جائے گی۔ پس آپ کوفہ مت جائیں اور بنی امیہ کے مقابلے میں نہ اتریں۔ امامؑ نے اس کی بات نہ مانی اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا (سورہ توبہ، آیہ ۵۱)

''کہو: سوائے اس کے کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچے گی جو خدا نے میرے مقدر میں لکھ دی ہے''۔

اور اپنے راستے پر چل دیئے۔

اس طرف ابن زیاد نے حکم دیا کہ تمام راستوں کو جن میں راہ واقصہ (مکہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام) شام کا راستہ اور بصرہ کا راستہ ہے سب کو بند کر دو اور کسی کو ان راستوں سے باہر نکلنے یا اندر داخل نہ ہونے دو۔

امام حسینؑ اپنے راستے پر چلتے رہے۔ آپ ظاہراً کوفہ کے حالات سے باخبر نہ ہوئے تھے۔ راستے میں آپ کو کچھ اعراب اور صحرا نشین ملے آپ نے ان سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ وہ کہنے لگے: خدا کی قسم ہمیں اس کے علاوہ کچھ خبر نہیں ہے کہ ہمارے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ نہ ہم باہر نکل سکتے ہیں اور نہ اندر جا سکتے ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے اپنا سفر جاری رکھا۔

(ارشاد: ۲/۳۷، بحار الانوار: ۴۴/۳۷۰، الموسوعہ/۳۴۰)

امامؑ سے زہیرؓ کی ملاقات

قبیلہ فزارہ اور قبیلہ بجلیہ سے منقول ہے کہ ہم زہیر بن قین کے ہمراہ مکہ سے اپنے وطن کی طرف واپس آ رہے تھے۔ ہمارا قافلہ امام حسینؑ کے پیچھے پیچھے تھا۔ اور جس جگہ آپ پڑاؤ کرتے ہم اس سے ذرا ہٹ کر کسی دوسری جگہ ٹھہر جاتے (کیونکہ ہم امام حسینؑ کے ساتھ چلنے سے کتراتے تھے)۔

ان منازل میں سے ایک منزل پر جہاں امام حسین ٹھہرے ہوئے تھے' ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم بھی وہیں ٹھہریں۔ ہم کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ اچانک امامؑ کی طرف سے ایک فرستادہ ہماری طرف آیا۔ اس نے سلام کیا اور کہنے لگا: اے زہیر بن قین! اباعبداللہ حسینؑ نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔

جوں ہی یہ پیغام پہنچا' ہم پر ایک دہشت سی طاری ہوگئی، اور ہاتھوں سے لقمے گر گئے۔ ہم ساکت وخاموش اور حیرت زدہ تھے۔ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

زہیر کی بیوی دیلم (دلہم) بنت عمرو تھی۔ وہ زہیر سے کہنے لگی: سبحان اللہ! رسول خداؐ کے بیٹے نے تمہیں بلایا ہے اور تم ان کی دعوت قبول نہیں کرتے؟

جاؤ اور ان کی بات سنو۔

زہیر امام عالی مقامؑ کے پاس پہنچے اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ خوش وخرم اور نورانی چہرہ لیے واپس آ گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ خیمہ اکھاڑ دیا جائے اور سامان اٹھا کر امام عالی مقامؑ کے خیام کے نزدیک لے جایا جائے۔ پھر اپنی بیوی سے کہا: میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ تم اپنے میکے چلی جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم میری وجہ سے پریشان ہو اور تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ میں امام

حسینؑ کی ہمراہی کا ارادہ کر چکا ہوں' تا کہ میں ان پر جان قربان کرسکوں اور ان کے لئے ڈھال بن سکوں۔

اس کے بعد جو مال ان کی زوجہ کے متعلق تھا اسے دیا اور اسے اپنے کچھ چچازاد بھائیوں کے سپرد کردیا' تا کہ وہ اسے اس کے خاندان تک پہنچادیں۔ زہیر کی بیوی اپنی جگہ سے اٹھی اور روتے ہوئے زہیر سے الوداع کیا اور کہا: خدا تمہارا یار و مددگار ہو اور تمہیں ہر طرح کی خیر و برکت سے نوازے، میری خواہش ہے کہ تم روزِ قیامت حسینؑ علیہ السلام کے نانا کے پاس مجھے بھی یاد رکھنا۔

تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی میں ہے کہ زہیر بن قین امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی بیوی نے اپنے غلام سے کہا: کفن لے جاؤ اور اپنے آقا کو پہناؤ۔ جب وہ میدان میں گیا اور امام کو برہنہ دیکھا تو کہنے لگا: میں اپنے آقا کو تو کفن پہناؤں اور امام حسینؑ کو چھوڑ دوں! نہیں خدا کی قسم نہیں۔ اس نے وہ کفن امام حسینؑ کو پہنادیا اور اس کے بعد اپنے آقا کو دوسرا کفن پہنایا۔ (بحوالہ نفس المہموم ۱۸۲)

اس وقت زہیر نے اپنے دوستوں سے کہا جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے وہ میرے ساتھ چلے ورنہ یہ اس سے میری آخری ملاقات ہے۔ (لہوف/ ۷۱، بحارالانوار: ۴۴/ ۳۷۱، ارشاد ۲/ ۷۳)

امامؑ کو مسلمؑ و ہانیؓ کی شہادتوں کی خبر ملنا

رو کر کہا اے حیدر کرار کے جانی — کیا عرض کروں قتل ہوئے مسلم و ہانی
جس دم یہ سنا شہؑ نے مسافر کی زبانی — آنکھوں سے بہے اشک جگر ہو گیا پانی

فرمایا کہ راحت میں ہماری خلل آیا!
منزل پہ نہ پہنچے کہ پیامِ اجل آیا!
(میر انیس)

سید بن طاؤس نے نقل کیا ہے: امام حسینؑ اس منزل سے روانہ ہو کر جب منزل زُبالہ پر پہنچے تو آپ کو جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ امامؑ نے اپنے پیچھے آنے والوں کو مسلمؑ کی شہادت کی خبر دی۔ وہ لوگ جو آپ کے ساتھ دنیا کے لالچ میں آ رہے تھے اور جن کا یقین کامل نہیں تھا، یہ خبر سن کر امامؑ کا ساتھ چھوڑ گئے اور صرف آپ کے اہل خاندان اور بزرگ اصحاب باقی رہ گئے۔

راوی کہتا ہے: جب جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر موصول ہوئی تو گریہ وشیون کی صداؤں سے بیابان گونج اٹھا اور اشکوں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

اس کے بعد امام حسینؑ پھر اس مقصد کی طرف چل دیئے جس کی خدا نے ان کو دعوت دی تھی۔ فرزدق شاعر آپؑ کی خدمت میں آیا، آپ کو سلام کیا اور عرض پرداز ہوا: اے فرزند رسولؐ! آپ اہل کوفہ پر اعتماد کیونکر کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا ہے۔ امامؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپؑ نے فرمایا: خدا مسلمؑ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

فَلَقَدْ صَارَ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَیْحَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ وَرِضْوَانِهٖ اَمَا اِنَّهٗ

قَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ وَبَقِيَ مَا عَلَيْنَا

''وہ اللہ تعالیٰ کے روح وریحان اور بہشت ورضوان کی طرف پلٹ گئے، انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور اب ہماری باری ہے کہ جو ہمارے ذمے ہے وہ انجام دیں''۔

اس کے بعد کچھ اشعار انشاء اللہ فرمائے (لہوف/۷۳)

شیخ مفیدؒ نے عبداللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن مشمعل سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب ہم اعمالِ حج سے فارغ ہوئے تو ہماری پوری کوشش تھی کہ راستے میں حسین علیہ السلام تک جا پہنچیں اور دیکھیں کہ آخر کار ان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ہم کوفہ کے راستے پر چل پڑے اور اپنے اونٹوں کو تیزی سے بھگا رہے تھے، تاکہ منزل زرود (جو ثعلبیہ کے نزدیک ہے) پر آپؑ تک جا پہنچیں۔ اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ جب اس نے امامؑ کو دیکھا تو اپنا راستہ بدل لیا۔

امام کھڑے ہو گئے، گویا اس سے ملنا چاہتے تھے۔ لیکن جب اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو وہاں سے چل دیئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

ہم میں سے ایک نے کہا: کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ہم چل کر اس سے کوفہ کے حالات و واقعات دریافت کریں کہ وہ ان سے باخبر ہے۔ ہم اس کوفی شخص تک پہنچے۔ اسے سلام کیا اور پوچھا: تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ کہنے لگا: بنی اسد سے، ہم نے کہا: ہم بھی اسی قبیلہ سے ہیں اور اپنا تعارف کروایا۔ پھر ہم نے اس سے اہلِ کوفہ کے بارے میں پوچھا: کہنے لگا کہ میں ابھی کوفہ ہی میں تھا کہ مسلمؑ و ہانیؓ قتل کر دیئے گئے، اور میں نے دیکھا کہ ان دونوں کو پاؤں سے پکڑ کر بازار میں پھرایا جا رہا تھا۔

ہم نے اس سے جدا ہو کر اپنا سفر جاری رکھا اور رات کو منزل ثعلبیہ پر جا پہنچے۔ اسی وقت امامؑ وہاں اترے، ہم نے ان کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور کہا: ہمارے پاس ایک خبر ہے، اگر آپ کہیں تو علانیہ کہہ دیں ورنہ تنہائی میں عرض کریں۔ امامؑ نے ہم پر اور اپنے اصحاب پر نظر

دوڑائی اور فرمایا: میرے اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے (یعنی میں ان سے کوئی راز پوشیدہ نہیں رکھتا)۔

پس ہم نے اس کوفی شخص سے اپنی ملاقات اور اس سے ملنے والی اطلاع کا ذکر آپؑ سے کیا۔ جب امامؑ نے ان دونوں کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) ان پر خدا کی رحمت ہو اور اس بات کو چند بار دہرایا۔

ہم نے عرض کیا: ہم آپؑ کو خدا کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ اسی جگہ سے واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ اور مددگار نہیں رہا۔ بلکہ ہم خائف ہیں کہ وہ بھی آپ کے خلاف ہوں گے۔

امامؑ نے عقیلؑ کے بیٹوں کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: مسلمؑ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ کہنے لگے: خدا کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے، جب تک کہ اپنے خون کا انتقام نہ لے لیں یا جس (موت) کو انہوں نے چکھا ہم بھی اسے نہ چکھ لیں۔

امامؑ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: ان کے بعد زندگی کا کچھ مزا نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: خدا آپ کو خیر و سلامتی سے رکھے۔ فرمایا: خدا تم پر بھی رحمت کرے۔

آپؑ کے اصحاب نے عرض کیا: آپؑ مسلم بن عقیلؑ کی مانند نہیں ہیں (یعنی امامؑ ہیں) اگر آپ کوفہ پہنچیں گے تو لوگ آپ کی طرف دوڑیں گے اور آپ کے مددگار ہوں گے۔ امام خاموش ہو گئے۔ (ارشاد: ۲/۷۵، مقتل خوارزمی: ۱/۳۲۸، الموسوعہ/۳۳۳)

بعض تواریخ سے منقول ہے کہ مسلم بن عقیلؑ کی ایک تیرہ سالہ بیٹی تھی جو امام حسینؑ کی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھی اور شب و روز ان سے مصاحبت کرتی تھی۔

جب امامؑ نے جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر سنی تو آپ خیمے میں آئے اور مسلمؑ کی بیٹی کو بلایا اور اس سے بہت محبت سے پیش آئے اور معمول سے زیادہ اس پر شفقت فرمائی (اس کے سر اور پیشانی پر اس طرح دست محبت پھیرا جس طرح یتیموں پر نوازش کی جاتی ہے)

دخترِ مسلمؑ نے کہا: فرزند رسولؐ! آپ مجھ سے یتیموں کی سی ملاطفت اور عطوفت فرمارہے ہیں! کیا میرے بابا مسلمؑ شہید کردیے گئے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: بیٹی! غم زدہ نہ ہوں، اگر مسلمؑ نہیں رہے تو میں جو تمہارا باپ ہوں اور میری بہن تمہاری ماں اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔

یہ سنتے ہی سر پیٹ کے چلائی وہ دختر ہے ہے مرے بابا میں تمہیں پاؤں گی کیونکر
میں جیتی رہی آپ گئے جانب کوثر کس بے کسی سے قتل ہوئے صدقے میں تم پر
مہمان پہ کچھ رحم بھی کھایا نہ کسی نے
تلواریں چلیں تم پہ بچایا نہ کسی نے
(میر انیس)

جناب مسلمؑ کی بیٹی نے فریاد بلند کی اورزاروقطار رونا شروع کیا اور ان کے بیٹے سروں سے عمامے اتار کر بلند آواز میں گریہ کرنے لگے۔ تمام اہل بیتؑ ان کی اس مصیبت میں ان کے ساتھ شامل تھے اور بھی سوگوار تھے۔ امام حسینؑ جناب مسلم کی شہادت سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ (منتہی الآمال:۱/۳۲۷)

سید بن طاؤسؒ کے بیان کے مطابق: امام حسینؑ نے سفر جاری رکھا اور ظہر کے وقت ثعلبیہ کے مقام پر جا پہنچے۔ آپ نے سر تکیے پر رکھا اور سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ ایک ہاتف آواز دے رہا تھا:

أَنْتُمْ تَسْرَعُوْنَ وَالْمَنَايَا تَسْرَعُ بِكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ

"تیز تیز چلو تاکہ موت تمہیں تیزی کے ساتھ بہشت کی طرف لے جائے"۔

آپؑ کے بیٹے علی اکبرؑ نے عرض کیا:

يَا أَبَةِ ، أَفَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ ؟ فَقَالَ :بَلٰى يَابُنَيَّ ،وَاللهِ الَّذِي اِلَيْهِ مَرْجِعُ الْعِبَادِ

"بابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: ہاں میرے بیٹے، اس خدا کی قسم جس کی طرف بندوں کی بازگشت ہے ہم حق پر ہیں"۔

علی اکبرؑ نے عرض کیا:

يَا أَبَةِ ، إِذًا لَا نُبَالِي بِالْمَوْتِ

"بابا جان! اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں موت کا خوف ہرگز نہیں ہے"۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میرے بیٹے! جو ایک باپ بیٹے کو دے سکتا ہے خدا تمہیں اس میں بہتر صلہ عطا فرمائے۔ البتہ شیخ مفیدؒ اسی روایت کو اس صورت میں لائے ہیں کہ عقبہ بن سمعان کہتا ہے۔ جب ہم قصر بنی مقاتل سے گزرے امام عالی مقام گھوڑے پر سواری کے دوران ہی میں کچھ دیر سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو استرجاع فرمایا یعنی (انا للہ وانا الیہ راجعون): آپ کے بیٹے علی اکبرؑ نے اس کا سبب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے ایک سوار نظر آیا ہے جو کہہ رہا تھا: "اَلْقَومُ يَسِيْرُونَ وَالْمَنَايَا تَسِيرُ اِلَيْهِمْ" "یہ جماعت چل رہی ہے اور موت اس کے پیچھے پیچھے ہے"۔ (ارشاد: ۲/۸۳)

امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابو ہرہ! بنی امیہ نے میرا مال چھین لیا میں نے صبر کیا، مجھے گالیاں دیں اور ہماری آبرو کو بٹہ لگایا میں نے پھر بھی تحمل کیا۔ اس کے بعد وہ میرا خون بہانے کے درپے تھے لہٰذا میں وہاں سے نکل آیا:

وَأَيْمُ اللهِ لِتَقْتُلُنِي الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"اور خدا کی قسم! آخرکار یہ ظالم گروہ مجھے قتل کر کے ہی رہے گا"

خدا انہیں ذلت کا لباس پہنائے گا جو ان کے سراپوں کو ڈھانپ لے گا۔ ان پر کاٹ دار تلوار کا عذاب اترے گا۔ اور آخرکار خدا ان پر کسی کو مسلط کر دے گا کہ جو قوم سبا سے ہوگا۔ جس قوم کے افراد پر عورت حکومت کرتی تھی اور ان کے مال و اسباب پر اختیار رکھتی تھی۔ یہ ذلیل ہوں گے۔ اس کے بعد وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ (لہوف/۷۰، بحار الانوار: ۴۴/۳۶۷، مقتل خوارزمی: ۱/۲۲۶)

کلینی مرحوم نے حکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسینؑ کربلا کی طرف روانہ ہوئے ایک شخص نے ثعلبیہ میں ان سے ملاقات کی اور انہیں سلام کیا۔ امام حسینؑ نے اس سے فرمایا: تم کس شہر سے ہو؟ کہنے لگا: کوفہ سے۔

امام نے فرمایا: اگر تم مدینہ میں میرے پاس آتے تو میں اپنے گھر میں تمہیں وہ مقام دکھاتا جہاں میرے جد پر جبرئیلؑ وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ اے کوفی بھائی! اگر آب حیات اور علم کا سرچشمہ ہمارے گھر میں ہو اور لوگ ہم سے علم حاصل کریں، تو کیا وہ عالم ہو جائیں گے اور ہم جاہل؟ یہ ناممکن بات ہے۔ (اصول کافی: ۱/۳۹۸ باب ان مستقی العلم من بیت آل محمدؐ ح ۲)

شیخ مفیدؒ وغیرہ کی روایت کے مطابق: جب صبح ہوئی تو امامؑ نے اپنے جوانوں اور غلاموں سے فرمایا: بہت سا پانی (مشکیزوں میں) بھر لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب منزل زبالہ پر پہنچے تو وہاں جناب عبداللہ یقطر کی شہادت کی خبر رسید ہوئی کہ جو بعض کے اقوال کے مطابق کوفہ کے لوگوں کی طرف آپ کے نامہ بردار تھے اور قبل ازیں ان کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ جب آپ نے یہ جاں سوز خبر سنی تو اپنے اصحاب کو جمع فرمایا اور ایک خط نکالا اور انہیں پڑھ کر سنایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد، تحقیق ایک دہشت انگیز خبر ہم تک پہنچی ہے اور یہ خبر حضرت مسلم بن عقیلؑ، ہانیؒ بن عروہ اور عبداللہ بن یقطرؒ کی خبر ہے۔ کوفی ہماری حمایت سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ پس جو چاہے واپس چلا جائے اور ہم سے علیحدہ ہو جائے۔ اس پر کوئی عذر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عہد ہے۔

بہت سے لوگ جو مال (غنیمت) اور آسائش دنیا کے لالچ میں آپ کے ہمراہ آئے تھے، یہ بات سن کر منتشر ہو گئے اور دائیں بائیں راہ بیابان اختیار کی۔ اور صرف وہ لوگ جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے جن میں آپ کے اہل بیتؑ، عزیز و اقارب اور کچھ ایسے لوگ شامل تھے جو آپ پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو راستے میں آپ سے آ ملے تھے۔

امام علیہ السلام نے یہ کام اس لئے کیا کہ کچھ اعرابیوں کا یہ خیال تھا کہ ہم جس شہر میں جائیں گے وہاں کے حالات بہترین ہوں گے اور لوگ آپ کی فرماں روائی میں آ جائیں گے اور امام نہیں چاہتے تھے کہ ایسے لوگ آپ کے ہمراہ ہوں مگر صرف وہی لوگ جو جانتے ہیں کہ کیا درپیش آنے والا ہے۔ (ارشاد: ۲/ ۷۶، تاریخ طبری: ۵/ ۱۳۹۸ الموسوعہ/ ۳۴۸)

شاید اسی وجہ سے آپ حضرت یحییٰ کو بہت یاد فرماتے تھے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ان کی مانند قتل کئے جائیں گے اور آپ کے سر کو (حاکم کے سامنے) پیش کیا جائے گا۔

امام سجادؑ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے: ہم امام حسینؑ کے ساتھ مکہ سے نکلے تو آپ جہاں بھی قیام پذیر ہوئے اور جب بھی کوچ فرمایا حضرت یحییٰ بن زکریا کو یاد فرماتے تھے۔

ایک دن فرمایا: خدا تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پستی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جناب یحییٰ کے سر کو بنی اسرائیل کے ایک حرام زادے کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ (بحارالانوار: ۴۵/ ۸۹ ب ۳۷ ح ۲۸، مناقب ابن شہر آشوب: ۳/ ۸۵)

جب صبح ہو گئی تو امامؑ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ پانی کا ذخیرہ کر لیں۔ آپ وہاں سے روانہ ہو کر بطن عقبہ میں پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔

وہاں آپ کی بنی عکرمہ کے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جس کا نام عمرو بن لوذان تھا۔ اس نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ امام نے فرمایا: کوفہ کی طرف۔ بوڑھے نے کہا: میں آپؑ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں۔ کیونکہ خدا کی قسم تم نہیں جا رہے مگر نیزوں کی انیوں اور کاٹ دینے والی تلواروں کی طرف۔ اور جن لوگوں نے آپ کی طرف قاصد بھیجے اور آپ کو اپنی طرف بلایا ہے۔ اگر وہ دشمن سے جنگ کرتے' آپ کی حمایت کرتے اور آپ کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہوتے اور آپ کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہوتے تو آپ ان کی طرف چلے جاتے تو ٹھیک تھا۔ لیکن اس حالت میں میں آپ کو کوفہ جانے کا مشورہ نہیں دیتا۔

امامؑ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جو کچھ تو سوچ رہا ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُغْلَبُ عَلٰى أَمْرِهِ

''اور خداوند متعال اپنے کام میں مغلوب نہیں ہوگا''

یعنی جو ارادہ خدا میں ہے، سوا اس کے کچھ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! وہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ وہ میرے سینے سے یہ خون شدہ دل نکال نہ لیں اور میرا خون نہ بہالیں اور جب وہ ایسا کر چکیں گے تو خدا ان پر کسی ایسے شخص کو مسلط کر دے گا، جو انہیں اس قدر ذلیل و خوار کرے گا کہ وہ پست ترین لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔ (ارشاد: ۲/۷۷، بحار الانوار: ۴۴/۳۷۵)

ابن قولویہ نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ بطن عقبہ سے آگے بڑھے تو اپنے اصحاب سے فرمایا:

مَا أَرَانِي إِلَّا مَقْتُولاً

''میں خود کو کشتہ حالت میں دیکھ رہا ہوں''

(یعنی میں اس سفر میں شہید کر دیا جاؤں گا)

اصحاب نے کہا: کیوں یا ابا عبداللہ؟ فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اصحاب نے پوچھا: کیسا خواب؟ فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ کتے مجھے نوچ رہے ہیں اور ایک ابلق رنگ کا کتا سب سے بدتر تھا۔ (کامل الزیارات/۷۵ ب ۲۳ ح ۱۴)

maablib.org

امامؑ کی حر بن یزید ریاحیؒ سے ملاقات

جب امام حسینؑ اور ان کے ساتھی منزلِ شراف پر پہنچے تو آپؑ نے صبح دم اپنے جوانوں کو حکم دیا: پانی ذخیرہ کرلو۔ دوپہر تک سفر جاری رہا۔ اچانک آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا: "اللہ اکبر" امام نے فرمایا: تم نے تکبیر کیوں بلند کی ہے؟ عرض کرنے لگا: میں کھجور کے کچھ درخت دیکھ رہا ہوں۔ اصحاب کے ایک گروہ نے کہا: خدا کی قسم یہ وہ سرزمین ہے جس میں ہم نے کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے۔

امام نے فرمایا: پھر تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہنے لگے: خدا کی قسم! گھوڑوں کے کان ہیں۔ آپ نے بھی اس بات کی تائید فرمائی اور جب علم ہوگیا کہ لشکر کی علامت ہے تو فرمایا: یہاں کوئی پناہ گاہ ہے کہ ہم اس کی پناہ لیں؛ اسے اپنی پشت کے پیچھے رکھیں۔ اور ایک طرف سے اس لشکر کا سامنا کریں؟ عرض کیا گیا۔ یہاں کوہ ذوحسم ہے جو بائیں جانب واقع ہے، اگر ہم جلدی جلدی وہاں پہنچ جائیں تو مراد حاصل ہو جائے گی۔

امامؑ بائیں طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑوں کی گردنیں دکھائی دینے لگیں۔ گویا انہوں نے بھی اپنا رخ بدل لیا۔ امامؑ اور آپؑ کے ہمراہی ذوحسم کی طرف بڑھے اور اس جگہ پر قبضہ جمالیا۔

امامؑ کے حکم کے مطابق وہاں خیمے اور سراپردے نصب کردیئے گئے اور دشمن کا لشکر حر بن یزید تمیمی کی کمان میں دوپہر کی ہمت فرسا گرمی میں آیا اور آپ کے برابر کھڑا ہوگیا۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سمیت سروں پر عمامے باندھ رکھے تھے۔ اور تلواریں حمائل کیے ہوئے تھے۔ جب آپ نے حر کے لشکر میں آثار تشنگی دیکھے تو اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ ان کو

سیراب کریں۔اور ان کے گھوڑوں کو بھی پانی دکھائیں انہوں نے کاسے اور طشت پانی سے بھرے اور ان کے گھوڑوں کے آگے رکھے۔اور جب وہ تین ،چار یا پانچ گھونٹ پی لیتے تو ایک سے ہٹا کر دوسرے کے آگے رکھ دیتے تا کہ سب سیراب ہو جائیں۔

مصروف ہوا خود پسر ساقیؑ کوثر   پیاسوں کو عطا ہوں گے پانی کے ساغر
تقسیم ادھر کرتے تھے عباسؑ دلاور   پیاسوں کو ادھر دیتے تھے پانی علی اکبرؑ
ہر لب پہ سخائے شہ والا کا بیاں تھا
دریائے کرم ساقی کوثر کا رواں تھا
(میرانیسؔ)

علی بن طعان کا کہنا: میں آخری آدمی تھا کہ جو وہاں پہنچا:
جب امام حسینؑ نے میری اور میرے گھوڑے کی پیاس کو دیکھا تو فرمایا:
"أَنِخِ الرَّاوِيَةَ"
"راویہ کو بٹھا دو"۔
میں آپ کی مراد نہ سمجھ سکا (کیونکہ ہماری زبان میں راویہ مشک کو کہتے ہیں اور حجاز کے لوگ (راویہ) اس اونٹ کو کہتے ہیں کہ جس پر پانی کی مشک رکھی ہوتی ہے۔ میں اسے آگے لے گیا۔
مرزا دبیر نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے مگر علی بن طعان کے بجائے ابن محاربی کا بیان ہے:

ابن محاربی کا بیاں ہے یہ من وعن   میں آخر سپاہ میں تھا مورد محن
ہونٹوں پہ جان زار تھی اور خشک تھا دہن   وہ دھوپ کی جلن تھی پھنکا جاتا تھا بدن
امید زیست قطع تھی مرنے کی آس تھی
ہوتا تھا دم فنا یہ قیامت کی پیاس تھی

مجھ پر جو تو رعینِ نبیؐ کی پڑی نظر　　بولے قریب آ کے امام جن و بشر

خواہش جو آبِ سرد کی ہو ناتے سے اُتر　　اُترا جو میں تو مشک عنایت ہوئی مگر

کھولا جو تھا دہانۂ مشک انتشار میں

دو ثلث آبِ سرد گرا اضطراب میں

اخلاقِ ابنِ ساقیِ کوثر پہ میں فدا　　میں کیا عطا کی مدح پر شاہد ہے هل اتی

ایسے بھی رحم دل کہیں ہوتے ہیں واہ وا　　اللہ رے انکسار شہنشاہ دوسرا

مشکیزے کو درست کیا التفات سے

پانی پلایا آپ مجھے اپنے ہاتھ سے

فرمایا: پانی پیو: میں نے جس قدر چاہا پیا۔ پانی مشکیزہ کے منہ سے بہہ رہا تھا۔ فرمایا: مشک کا منہ باندھ دو۔ میں سمجھ نہ پایا کہ کیا کروں۔ پس آپؑ خود اٹھے اور مشکیزے کا منہ باندھ دیا۔ میں نے خود بھی پانی پیا اور گھوڑے کو بھی سیراب کر لیا۔

حر بن یزید قادسیہ سے آ چکا تھا۔ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو بھیجا اور اسے حکم دیا تھا کہ قادسیہ پہنچو اور حر بن یزید کو ہزار سواروں کے ہمراہ امام حسینؑ کی طرف بھیج دو۔

حر ابھی آپ کے مقابل ہی کھڑا تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ امام نے حجاج بن مسروق کو حکم دیا کہ نماز کے لئے اذان کہو۔ اور جب نماز پڑھنے کا وقت ہوا تو امام ازار، عبا اور نعلین پہنے نکلے۔ دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور خدا کی حمد و ثنا بجا لانے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں تمہارے پاس خود نہیں آیا بلکہ جب تمہارے خط مجھے ملے اور تمہارے قاصد پہنچے کہ ہمارے پاس آؤ' ہمارا کوئی امام اور پیشوا نہیں ہے۔ اور امید رکھتے ہیں کہ آپؑ کے سبب خدا ہمیں حق پر جمع کر دے۔ پس اگر تم اپنے عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے پاس آ چکا ہوں۔ اور تم مجھ سے عہد و پیمان کرو (نئے سرے سے بیعت کرو) تا کہ میں تمہاری طرف سے آسودہ خاطر ہو جاؤں۔ اور اگر تم یہ کام نہیں کرتے اور میرے آنے سے خوش نہیں ہو تو میں یہیں

سے واپس چلا جاتا ہوں، اور اسی لوٹ جاتا ہوں اور ہمیشہ خاموش رہوں گا اور وہاں کسی سے بات تک نہیں کروں گا۔

امامؑ نے موذن سے فرمایا: اقامت کہو: اور حر سے فرمایا: کیا تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھو گے؟ کہنے لگا: نہیں میں آپ ہی کی اقتداء کروں گا۔

امام حسینؑ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے خیمے میں چلے گئے۔ آپ کے اصحاب آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

حر بھی اپنی جگہ لوٹ گیا اور جو خیمہ اس کے لئے لگایا گیا تھا وہاں اس کے ہمراہیوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا، اور بقیہ اپنے لشکر کی صفوں میں واپس چلے گئے۔ ان میں سے ہر سپاہی نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس (گھوڑے) کے سائے میں بیٹھ گیا۔

جب عصر کا وقت ہوا تو امام حسینؑ نے حکم دیا: چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ پھر اپنے منادی سے کہا کہ نماز عصر کے لئے اذان اور اقامت کہو۔ آپ نے نماز عصر ادا کی اور جب سلام پھیرا تو منہ ان کی طرف کر کے خداوند متعال کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! اگر تم خدا سے ڈرتے ہو اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانتے ہو تو تم میں سے بیشتر کے لئے یہ عمل خدا کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم محمدؐ کا خاندان ہیں اور امر خلافت ولایت کے لئے ان دعویداروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ (لوگ) اس مقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو ان کے لئے نہیں ہے اور بزور ستم تم پر حکومت کر رہے ہیں۔

اگر حکومت ہمیں زیب نہیں دیتی اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور اب تمہاری رائے اس کے خلاف ہے جو تم نے ہمیں خطوط میں لکھا اور تمہارے فرستادوں نے بتایا تو ہم اب بھی تمہارے یہاں سے واپس چلے جاتے ہیں۔

حر نے کہا: خدا کی قسم ان قاصدوں اور ان خطوط کے بارے میں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں، مجھے کچھ خبر نہیں۔ امامؑ نے اپنے ایک ساتھی عقبہ بن سمعان سے فرمایا وہ خورجین کہ جس میں ان کے خطوط ہیں نکال لاؤ۔ وہ خطوط سے بھری خورجین لایا اور امامؑ کے سامنے الٹ

دی۔

حر نے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جنہوں نے یہ خطوط لکھے ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے تب تک جدا نہ ہوں جب تک آپ کو ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ لے جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے ساتھ موت اس آرزو سے نزدیک تر ہے۔

اس کے بعد اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ آپ کے ساتھی سوار ہو گئے اور بیبیوں کے سوار ہونے تک انتظار کیا۔ اس وقت اپنے اصحاب سے فرمایا: (مدینہ کے راستے کی طرف) پلٹ جاؤ۔

جونہی انہوں نے واپس جانا چاہا۔ اس لشکر نے انہیں واپس جانے سے روکا، امام حسین نے حر سے فرمایا:

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ مَا تُرِيدُ؟

"تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے' کیا چاہتا ہے؟"

(خوارزمی لکھتا ہے کہ امامؑ نے ہاتھ تلوار میں ڈالا اور حر سے فرمایا:

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَابْنَ يَزِيدَ ،مَا الَّذِي تُرِيدُ اَنْ تَصْنَعَ؟ (مقتل خوارزمی: ۱/۲۳۲)

حر نے کہا: اگر کوئی اور عرب اس حالت میں یہ بات مجھ سے کہتا تو میں بھی اس کی ماں کے بارے میں یہی کہتا۔ لیکن خدا کی قسم میں آپ کی ماں کا نام بہترین وجہ کے سوا نہیں لے سکتا۔

(امام حسین اور جناب فاطمہ زہراؑ کے بارے میں، اس کا یہی حسن ادب جو اس کے اندر کی سعادت کا عکاس ہے، اس کی نجات کا باعث بن گیا)

امامؑ نے فرمایا: پھر تو کیا چاہتا ہے؟ کہنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔ فرمایا: بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جانے کا۔

حر نے کہا: میں بھی آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا اور تین بار یہ الفاظ دہرائے اور جب کافی باتیں ہو چکیں تو حر نے کہا: مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، میں صرف اس کام پر

معمور ہوں کہ آپ سے جدا نہ ہوں تا کہ آپ کو کوفہ لے چلوں۔ اب اگر آپ کوفہ جانے سے اجتناب کر رہے ہیں تو میں نے آپؑ کا راستہ روک لیا ہے کہ آپؑ نہ کوفہ جا سکیں نہ مدینہ اور یہی میرے اور آپ کے درمیان انصاف کا راستہ ہے جب تک کہ میں امیر کو خط لکھ کر اس صورت حال سے مطلع نہ کر دوں۔ شاید خدا کوئی ایسی صورت سامنے لائے کہ جس میں میرے دین کی سلامتی ہو اور میں آپ کے کام میں مبتلا نہ ہوں۔

(مقتل خوارزمی میں ہے: امام حسینؑ نے فرمایا: آؤ ہم اپنے اصحاب سے علیحدہ ہو کر باہم لڑ لیں اگر تم مجھے قتل کر لو تو میرا سر ابن زیاد کے پاس لے جانا اور اگر میں تمہیں قتل کر دوں تو خلق کو تم سے نجات ملے گی۔ حر نے کہا: مجھے جنگ کا حکم نہیں ہے۔

اور بعض مقاتل میں کلمہ فَذَرْ أَصْحَابِي وَأَصْحَابَكَ، بَرَزَ أَصْحَابِي وَأَصْحَابَكَ آیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں میرے ساتھی تمہارے ساتھیوں سے لڑ لیتے ہیں اور ہم دونوں باہم مقاتلہ کر لیتے ہیں۔

(مقتل خوارزمی میں یہ اضافہ ہے: چونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر شخص قیامت میں آپؑ کے جد کی امید شفاعت کے علاوہ کوئی اور امید شفاعت نہیں رکھتا' لہٰذا میں ڈرتا ہوں کہ آپ سے جنگ کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کر لوں)

امامؑ بائیں طرف سے قادسیہ کے راستے (کہ جو کوفہ کی طرف جاتا تھا) اور عذیب کے راستے (کہ جو مدینہ کا راستہ تھا) پر چل پڑے اور حر بھی اپنے سپاہیوں کے ہمراہ آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ جب اسے امام مظلومؑ کے نزدیک پہنچنے کی خبر ملی تو اس نے حر بن یزید کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کے راستے کی طرف بھیج دیا۔ (ارشاد: ۲/۸۷تا۸۲، بحار الانوار: ۴۴/۳۷۵، الموسوعۃ/۳۵۲تا۳۵۹، مقتل خوارزمی: ۱/۲۲۹تا۲۳۳)

حر نے کہا: جب میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے ایک منادی کی آواز سنی جس نے مجھے تین بار ندا دی: "اے حر تمہیں بہشت کی بشارت ہو، میں نے خود سے کہا کہ حر کی ماں اس کے غم

میں بیٹھے، رسول خداؐ کے فرزند سے جنگ کے لئے جا رہا ہے اور بشارت بہشت کی سن رہا ہے۔
(جلاء العیون/ ۳۷۷)

• مورخین نے امام حسینؑ کے خطبات نقل کئے ہیں اور ان میں سے بعض شیخ مفیدؒ کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

• ہم ان جملہ خطبات میں سے ایک خطبہ سید بن طاؤسؒ اور ابن نما سے نقل کرتے ہیں اور یہ عبارت لہوف سے لے رہے ہیں: (ابن نما نے مثیر الاحزان/ ۴۴ اور طبری نے اپنی تاریخ میں ۵/ ۴۰۳ پر تحریر کیا ہے کہ امامؑ نے یہ خطبہ ذی حسم کے مقام پر انشاء فرمایا تھا۔

راوی کہتا ہے: امام حسینؑ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، خدا کی حمد و ثناء بجا لائے، اپنے نانا کا نام لیا اور ان پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا:

إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ تَرَوْنَ، وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ وَأَدْبَرَ مَعْرُوفُهَا وَاسْتَمَرَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ تَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ، وَخَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ، أَلَا تَرَوْنَ إِلَى الْحَقِّ لَا يُعْمَلُ بِهِ وَإِلَى الْبَاطِلِ لَا يُتَنَاهَى عَنْهُ، لِيَرْغَبِ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ رَبِّهِ مُحِقًّا، فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا

"ہمارا معاملہ ایسی صورت اختیار کر گیا ہے کہ تم دیکھتے رہے ہو۔ دنیا کا چہرہ دگرگوں اور زشت ہو گیا ہے اور نیکی نے اس سے منہ پھیر لیا ہے اور تیزی سے گزر رہی ہے اور اس میں سے دردِ جام (تلچھٹ) کے علاوہ کچھ نہیں بچا اور پست و زبوں زندگی ایک ناپسندیدہ چراگاہ کی طرح باقی رہ گئی ہے۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جا رہا۔ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اپنے پروردگار کی ملاقات کے لئے جان و دل سے راغب ہو۔ تحقیق میری نظر میں موت خوش بختی اور سعادت

ہے اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا دل تنگی کے سوا کچھ نہیں"

(تحف العقول/۶/۱۷۶ اور بحار الانوار: ۷۸/۱۱۶ پر یہ اضافہ ہے کہ فرمایا:

إِنَّ النَّاسَ عَبِيدُ الدُّنْيَا وَالدِّينُ لَعِقٌ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ، يَحُوطُونَهُ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَإِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُونَ

"تحقیق تمام لوگ دنیا پرست ہیں اور دین صرف ان کی زبانوں تک ہے یا پھر ان کے لئے وسیلۂ زندگی ہے کہ جسے خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں مصیبت سے آزمایا جاتا ہے تو دیندار کم ہی نکلتے ہیں"

زہیر بن قین کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: خدا آپ کا رہنما ہو۔ فرزند رسولؐ! میں نے آپ کا فرمان سنا۔ اگر دنیا ہمارے لئے بقا رکھتی ہو اور ہم اس زندگی میں ہمیشہ رہنے والے ہوں تو پھر بھی آپ کی حمایت میں پائیداری کو ہم دنیا کی ہمیشہ کی زندگی پر مقدم رکھتے ہیں' (حالانکہ ایسا ہے بھی نہیں اور دنیا بقا نہیں رکھتی۔ پس مناسب نہیں ہے کہ ہم آپؑ کو چھوڑ دیں)۔

طبری کی نقل کے مطابق: امام حسینؑ نے اس کے حق میں دعا کی اور اسے نیک جواب دیا۔ (تاریخ طبری: ۵/۴۰۴)

راوی کہتا ہے: ہلال بن نافع بجلی اٹھے اور کہا: خدا کی قسم! ہم اپنے خدا سے ملاقات کرنے میں کراہت نہیں رکھتے اور اپنی نیتوں کو روشن نظری کے ساتھ پائیدار رکھتے ہیں۔ ہم آپ کے دوست کے دوست ہیں اور آپؑ کے دشمن کے دشمن۔ (الاخبار الطوال/۲۵۵، تاریخ طبری: ۵/۴۱۲، ۴۱۳، ۴۳۵، ۴۴۱)

پس بریر بن خضیر اٹھے اور کہا: خدا کی قسم اے فرزند رسول! یہ خدا کا ہم پر احسان ہے کہ ہم آپ کے ہم رکاب جنگ کریں اور آپ کی حمایت میں ہمارے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ قیامت میں آپ کے نانا ہمارے شفیع ہوں گے۔ (لہوف/۷۹، الموسوعہ/۳۵۵)

دوسرا خطبہ طبری نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے مقام بیضہ پر اپنے اصحاب اور حر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ پڑھا:

خدا کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : مَنْ رَأَىٰ سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرُمِ اللّٰهِ ، نَاكِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ ،مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ (فَلَمْ يُغَيِّرْ) عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مَدْخَلَه. أَلَا وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَدْلَزِمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوْا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ، وَاَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوْا الْحُدُوْدَ ،وَاسْتَأْثَرُوْا بِالْفَيْئِ وَأَحَلُّوْا حَرَمَ اللّٰهِ ،وَحَرَّمُوا حَلَالَهُ وَأَنَا أَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ (غَيَّرَ) نَفْسِيْ مَعَ اَنْفُسِكُمْ وَاَهْلِيْ مَعَ أَهْلِيْكُمْ ،فَلَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ

''اے لوگو! رسول خدا نے فرمایا: جو کوئی کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ خدا کے حرام کردہ کو حلال جانتا ہے، پیمانِ خدا کو توڑتا ہے خدا کے بندوں کے درمیان ناحق اور ظلم کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ تو جو شخص قول و عمل سے اس کا انکار نہ کرے اور اعتراض نہ اٹھائے (اور اسے تبدیل نہ کرے) تو خدا پر لازم ہے کہ اسے اسی (ظالم) کا ساتھی شمار کرے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ حکمران شیطان کے فرماں بردار ہیں اور خداوند متعال کی اطاعت سے منہ موڑ چکے ہیں۔ فساد کو رواج دیا جا رہا ہے اور حدودِ خدا کو توڑا جا رہا ہے۔ حلالِ خدا کو حرام اور حرامِ خدا کو حلال قرار دیا جا رہا ہے۔ میں لوگوں کو روکنے اور باز رکھنے کا تم سے زیادہ حق دار ہوں۔ تمہارے خطوط مجھے موصول ہوئے اور تمہارے فرستادوں نے مجھے خبر دی کہ تم میری بیعت کر چکے ہو اور عہد کر چکے ہو کہ مجھے دشمن کے حوالے نہیں کرو گے اور تنہا نہیں چھوڑو گے۔ اگر تم اپنے وعدے اور بیعت پر قائم ہو تو راہ ثواب یہی

ہے۔ میں علی مرتضیٰ اور رسول خدا کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔ میں خود
تمہارے ساتھ ہوں اور تمہی میں سے ایک ہوں اور میرا خاندان تمہارے
خاندان کے ساتھ ہے (یعنی ہم مل کر زندگی بسر کر رہے ہیں اور میں
تمہارے لئے نمونہ عمل ہوں"۔

اگر تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے ، اسے توڑتے ہو اور میری بیعت اپنی گردن سے اٹھاتے ہو تو مجھے اپنی جان کی قسم یہ تم سے غیر متوقع نہیں۔ چونکہ تم نے یہ کام میرے باپ ، بھائی ، اور چچا زاد مسلم سے بھی کیا۔ اور کوئی مغرور شخص ہی تم سے دھوکہ کھائے اور مغرور تم ہو۔ تم اپنے اقبال سے منہ پھیر چکے ہو اور اپنا حصّہ ضائع کر چکے ہو اور جو شخص بعض بیعت کرے وہ پیمان شکنی سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ (سورہ فتح ، آیہ ۱۰)
اور خدا جلد ہی مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔

(والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ)

(نفس المہموم / ۱۹۰، الکامل :۲/۵۵۲ الموسوعہ /۳۶۰، تاریخ طبری :۵/۴۰۳، لیکن بحار الانوار ۴۴/۳۸۱ میں نقل ہے کہ جب آپ کربلا پہنچے تو یہ کوفہ کے زعما کے لئے خط میں لکھا)

امام اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے تو حر ویسے ہی اپنے لشکر کے ہمراہ آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب آپ مقام عذیب پر پہنچے تو وہاں چار افراد دیکھے کہ جو کوفہ کی طرف سے آرہے تھے اور ان کے رہنما طرماح بن عدی تھے۔ وہ امامؑ سے آملے۔

حر نے کہا: یہ کوفہ کے لوگ ہیں۔ میں کوفہ واپس بھجواتا ہوں آپؑ نے فرمایا: یہ میرے انصار میں سے ہیں اور یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ میں ان کی اسی طرح حمایت کروں گا جیسے اپنی حفاظت کرتا ہوں۔ پس اگر تم اسی قرار پر باقی ہو تو ان سے ہاتھ اٹھا لو وگرنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔ حر تعرض کرنے سے باز آ گیا۔

امامؑ نے ان سے کوفہ کے لوگوں کے حالات پوچھے۔ مجمع بن عبداللہ نے کہا: اہل کوفہ کے سرداروں کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور ان کی آنکھوں کو مال سے بھر دیا گیا ہے وہ سب

آپ کے خلاف ظلم وعداوت کے لیے متحد ہیں۔ البتہ عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن کل ان کی تلواریں آپ پر اٹھیں گی۔

امامؑ نے اپنے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کے بارے میں پوچھا: انہوں نے اس کے قتل کا واقعہ (جیسے کہ رونما ہوا تھا) آپ کے سامنے نقل کیا۔

امامؑ نے یہ ناگوار خبر سن کر گریہ کیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمِنۡهُمۡ مَنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ يَّنۡتَظِرُ (سورہ احزاب:۲۳)

"ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا ہے اور کوئی انتظار میں ہے"۔

پھر طرماح نے آپ سے استدعا کی کہ آپ اس سفر سے پلٹ جائیں اور دشمن کے لشکر کی زیادہ تعداد سے آگاہ کیا اور کہا: اگر آپ ہمارے پہاڑ 'اجا' تشریف لے چلیں تو میں اپنے قبیلے سے بیس ہزار شمشیر زن آپ کے ہم رکاب لڑنے کے لئے حاضر کر سکتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے، اے طرماح! میرے اور اس قوم کے درمیان ایک وعدہ ہے کہ میں واپس نہیں جا سکتا۔

طرماح نے اپنے اہل وعیال سے ملنے کے لئے امامؑ کو خدا حافظ کہا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی نصرت کے لئے واپس آؤں گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ لیکن جب وہ ابھی مقام عذیب تک ہی پہنچا تھا تو اسے امامؑ کی شہادت کی خبر ملی۔

(نفس المہموم/۱۹۲: الموسوعہ/۳۶۱)

امام حسینؑ کا کربلا میں ورود

جب کربلا میں داخلۂ شاہِ دیںؑ ہوا   دشتِ بلا نمونۂ خُلدِ بریں ہوا
سر جھک گیا فلک کا یہ اوجِ زمیں ہوا   خورشید محوِ حُسنِ حسینؑ حسیں ہوا

کوسوں ضیا تھی نیرِ دیں کے ظہور سے
جنگل کو چاند لگ گئے چہرے کے نور سے
(میر انیسؔ)

صحیح و مشہور قول یہ ہے کہ سید الشہداءؑ کربلا میں بروز جمعرات ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو وارد ہوئے۔ (ارشاد: ۲/۸۶، بحار الانوار ۴۴/۳۸۱، منتہی الآمال: ۱/۳۳۳، نفس المہموم/۲۰۴، ۲۰۹، مقتل مقرم/۲۳۰، ناسخ التواریخ: ۲/۱۶۹)

جب امام کربلا پہنچے تو فرمایا: اس زمین کا نام کیا ہے؟

عرض کیا گیا "کربلا"۔ (مثیر الاحزان/۴۰ م۳، مقتل خوارزمی: ۱/۲۳۷، تاریخ طبری: ۵/۴۰۹، مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۹۷، کامل ابن اثیر: ۴/۵۲، ریاض الشہادۃ: ۲/۸۳، وغیرہ)

آپؑ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِنَ الْکَرْبِ وَالْبَلَاءِ

"بارالہا! میں اندوہ و بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

ھٰذَا مَوْضِعُ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ اِنْزِلُوْا ھٰھُنَا مَحَطُّ رِحَالِنَا وَ مَسْفَکُ دِمَائِنَا وَھُنَا مَحَلُّ قُبُوْرِنَا بِھٰذَا حَدَّثَنِی جَدِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ

"یہ سرزمین اندوہ و بلا ہے۔ یہاں پر اپنا ساز و سامان اتار لو یہ ہماری قتل

گاہ اور ہماری قبروں کی جگہ ہے۔ میرے نانا رسول خداؐ نے مجھے اس کی خبر دی تھی"۔

تمام اہل قافلہ نیچے اتر آئے اور دوسری جانب سے حر اور اس کے سپاہی بھی پیدل ہو گئے۔ (لہوف/۸۰)

جب مقام کربلا پر پہنچے تو امامؑ کے گھوڑے نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: دوسرا گھوڑا لایا جائے، مگر اس نے بھی حرکت نہ کی۔ اس طرح سات یا آٹھ گھوڑے بدلے گئے لیکن کوئی بھی ایک قدم آگے نہ بڑھا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: اس زمین کو کس نام سے پکارتے ہیں؟ جواب ملا: شطّ الفرات۔ آپؑ نے فرمایا: کیا اس کا کوئی اور نام بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: "کربلا" یہ سن کر آپ نے ایک آہ بھری (اور بہت روئے) پھر فرمایا:

اَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ، ثُمَّ قَالَ قِفُوا وَلَا تَرْحَلُوا مِنْهَا، فَهٰهُنَا وَاللّٰهِ مُنَاخُ رِكَابِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ سَفْكُ دِمَائِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ هَتْكُ حَرِيْمِنَا، وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ قَتْلُ رِجَالِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ ذِبْحُ اَطْفَالِنَا، وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ تُزَارُ قُبُوْرُنَا ، وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ مَحْشَرُنَا وَمَنْشَرُنَا وَبِهٰذِهِ التُّرْبَةِ وَعَدَنِيْ جَدِّيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا خُلْفَ لِقَوْلِهٖ

"یہ زمین کرب و بلا ہے۔ پڑاؤ ڈال دو اور یہاں سے کوچ نہ کرنا۔ خدا کی قسم یہ ہمارے اونٹوں کی خوابگاہ ہے۔ خدا کی قسم! یہیں ہمارا خون بہایا جائے گا۔ اور ہمارا پردۂ حرمت تار تار کیا جائے گا (یہاں تک کہ اہل بیتؑ کو قیدی بنا لیا جائے گا) خدا کی قسم! یہی ہمارے مردوں کی قتل گاہ ہے۔ اسی جگہ پر ہمارے بچوں کو ذبح کیا جائے گا اور بخدا اسی مقام پر شیعہ ہماری قبور کی زیارت کریں گے (اور روز محشر) اسی جگہ سے محشور ہوں گے۔ یہ وہی مٹی ہے جس کی رسولؐ خدا نے خبر دی تھی اور آنحضرتؐ کی خبر کے

خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا"۔ (تاریخ امام حسینؑ :۳/۱۶۸: فوائد المشاہد/۱۹۴؛
الموسوعہ ۳۷۵)

امام عالی مقامؑ نے اپنے تمام بیٹوں اور بھائیوں کو جمع کیا۔ ان کی طرف دیکھا اور رو کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَقَدْ اُخْرِجْنَا وَطُرِدْنَا وَاُزْعِجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا وَتَعَدَّتْ بَنُو اُمَيَّةَ عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ فَخُذْ لَنَا بِحَقِّنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

"خدایا! ہم تیرے نبی محمد مصطفیٰؐ کی عترت ہیں، ہمیں جلاوطن کردیا گیا اور ہم اپنے جدّ بزرگوار کے حرم سے دور ہوگئے۔ بنی امیہ نے ہم پر ظلم کیا۔ خدایا! ہمارے حق کا تحفظ فرما اور ہمیں اس جفا کار قوم پر نصرت عطا فرما"۔

پھر آپؑ نے اپنے اصحاب باوفا کی طرف منہ کر کے فرمایا:

اَلنَّاسُ عَبِيْدُ الدُّنْيَا وَالدِّيْنُ لَعِقٌ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ، يَحُوْطُوْنَهٗ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَاِذَا مُحِّصُوْا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُوْنَ

"لوگ دنیا کے غلام ہیں اور دین صرف ان کی زبانوں تک ہے کیونکہ یہ ان کے لئے وسیلۂ روزگار ہے اور جب ان کو مصیبت میں آزمایا جاتا ہے تو دین دار کم ہی نکلتے ہیں"۔

(بعض لوگ اسے منزل ذی حشم پر دیے گئے خطبہ امام کا حصّہ قرار دیتے ہیں)

پھر فرمایا: کیا یہ مقام کربلا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں فرزند رسولؐ نے فرمایا:

هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هٰهُنَا مُنَاخُ رِكَابِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَسْفَكُ دِمَائِنَا (بحار الانوار :۴۴/۳۸۳: مقتل خوارزمی :۱/۲۳۶: صبح الاحزان/۶۴م۴)

"یہ زمین کرب و بلا ہے۔ یہ ہمارے اونٹوں کی خواب گاہ ہے اور یہ

ہمارے مردوں کی قتل گاہ ہے اور یہاں پر ہمارا خون بہایا جائے گا"۔

مرحوم شوستری فرماتے ہیں: کربلا میں ورود کے روز دوسرا اتفاق اس بات پر ہے کہ امامؑ نے فرمایا: خیمہ نصب کردو پھر اپنے تمام اہل بیتؑ کو اس خیمے میں جمع فرمایا۔ ان میں تقریباً چالیس مرد شامل تھے۔ کیونکہ تیس افراد اہل بیتؑ کربلا میں سے شہید ہوئے اور دس افراد سید الساجدینؑ کے ہمراہ اسیر ہوئے۔ حضرت عباسؑ ان سب سے بڑے اور امام عالی مقامؑ کے طفل شیر خوار (حضرت علی اصغرؑ) سب سے کم سن تھے۔ آپ نے ان سب سے فرمایا: بیٹھ جاؤ"۔

ان میں عورتوں کی تعداد ساٹھ (۶۰) تھی۔ اولاد عقیلؑ میں سے تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) افراد مجموعاً (زن و مرد اور بچے) بھی حضرتؑ کے ہمراہ شامل اہل بیت تھے۔ حضرت نے ان سب کی طرف دیکھا تو رونے لگے۔ آپ کو روتا دیکھ کر مخدراتِ عصمت نے بھی رونا شروع کر دیا۔ ہر خورد و بزرگ رو رہا تھا آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

"خدایا! ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت ہیں اور ہمیں نکالا گیا"۔

حضرت کے مردوں اور خواتین پر نگاہ ڈالنے کے اسباب ممکن ہے یہ ہوں۔

اولاً: ان کی تسلی و تشفی کے لئے چونکہ ان کے دلوں پر رعب و خوف طاری ہو چکا تھا۔ وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو سہمے سے تھے۔ راہِ کوفہ میں سپاہ کفر کو دیکھا تو اور بھی خوف و رعب ان پر طاری ہو گیا۔ حضرت نے ان کی جانب نگاہِ شفقت ڈالی تاکہ وہ شدائد و مصائب سے خوفزدہ نہ ہوں اور مطمئن رہیں۔

دوسری: یاد دہانی تھی کہ ان مظلوموں پر جور و ستم کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹیں گے؟ گرسنگی و تشنگی اور تذلیل برداشت کرنا پڑے گی اور آخرکار اپنے ہی خون میں غلطاں ہوں گے۔ اور پسماندگان کو قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی۔

سوم: حضرت نے اس اجتماع کو دیکھا تو چند دیگر اجتماعات آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ قاتلوں کا ہجوم۔ مجلس ابن زیاد اور پھر شام میں محفل یزید' آپ نے اس لئے نگاہ دوڑائی کہ کوئی

جائے امان ایسی نہیں ہے جہاں پر یہ مظلوم پناہ حاصل کر سکیں۔

آپ کی نگاہِ دور رس دیکھ رہی تھی کہ ان مظلوموں کو دفن تک نہیں کیا جائے گا اور کئی دیگر پہلو بھی آپ کے پیش نظر تھے۔

اتفاق سوم: اس روزِ عصر کے وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوفہ سے ابن زیاد (ملعون) کا قاصد آیا۔ آپ کو سلام کیا اور ابن زیاد کا خط دیا:

اے حسینؑ! امیر المومنین یزید نے لکھا ہے کہ میں آرام سے نہ بیٹھوں اور سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں جب تک کہ تمہیں خداوند لطیف وخبیر کی رحمت سے ملحق نہ کردوں یعنی تمہیں قتل نہ کردوں۔ یا پھر تم میرے حکم اور حکم یزید کو بجالاؤ اور انکار (بیعت) نہ کرو۔

اس ظالم ولعین کی تحریر پڑھ کر آپ کے دل میں درد اٹھا۔ اور جب قاصد نے آپ سے خط کا جواب مانگا تو فرمایا:

مَالَهُ عِنْدِیْ جَوَابٌ لِاَنَّهُ قَدْ حَقَّتْ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

"میں اس کا کوئی جواب نہیں دوں گا کہ وہ مستحق عذاب ہے"۔ (فوائد الشاہد/۱۹۵: مجلس دوم محرم)

سبط (ابن جوزی) نے اپنے "تذکرہ" میں نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے دریافت فرمایا اس جگہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: کربلا' اور اسے نینوا بھی کہتے ہیں جو یہاں واقع ایک گاؤں کا نام ہے۔

آپؑ نے رو کر فرمایا: "کرب وبلاء" ام سلمہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک روز جبرئیلؑ رسولؐ خدا کے پاس آئے۔ اس وقت آپ میری آغوش میں رو رہے تھے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے بیٹے کو مجھے دے دو۔ میں نے آپ کو نہیں دیا تو حضورؐ نے آپ کو اپنی آغوش میں بٹھالیا۔

جبرئیلؑ نے عرض کیا: کیا آپؐ اس کو دوست رکھتے ہیں؟

فرمایا! ہاں: جبرئیلؑ نے عرض کیا: آپ کی امت اسے قتل کردے گی اور اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کو اس کی قتل گاہ دکھادوں؟ حضور نے فرمایا: ہاں! جبرئیلؑ نے اپنے پروں کو زمین

کربلا تک پھیلا دیا اور اس جگہ کی نشاندہی کی۔

امام حسینؑ نے جب سنا کہ یہ زمین کربلا ہے تو آپ نے اس کی مٹی کو سونگھا اور فرمایا: بخدا! یہی وہ خاک ہے جس کی جبرئیلؑ نے رسولِؐ خدا کو خبر دی تھی۔ (نفس المہموم/۲۰۵ الموسوعہ/۳۷۷ با اختلاف قلیل)

امام حسینؑ نے فرمایا: اونٹوں کو آرام کرنے دو۔ ان سے مال و اسباب کو اتار لو اور خیمے نصب کر دو۔ آپ گھوڑے سے اتر آئے اور جلدی سے اس جگہ پہنچے۔ جب آپ کے قدم خاک کربلا پر پڑے تو اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور وہاں سے ایک غبار اٹھا جو امام کے گیسوئے مبارک میں جا پڑا۔

حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا: بھیا! میں عجب حالت دیکھ رہی ہوں' اس صحرا کو دیکھ کر میرے دل پر شدید خوف طاری ہو گیا ہے۔ امام حسینؑ نے بہن کو تسلی دی۔ (روضۃ الشہداء/۲۵۹)

جب کربلا میں ورود ہوا تو حضرت ام کلثومؑ نے عرض کیا: اے برادر! یہ کیسی ہولناک وادی ہے کہ اس سے میرے دل پر شدید خوف طاری ہو گیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ جنگ صفین کے موقع پر جب میں اپنے والد گرامی کے ساتھ اس سرزمین پر پہنچا تو والد گرامی گھوڑے سے اتر آئے اور اپنا سر مبارک میرے بھائی (حسنؑ) کی گود میں رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سو گئے' جب کہ میں ان کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔

اچانک پریشانی کے عالم میں بیدار ہوئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ میرے بھائی نے اس (گریہ وزاری) کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ یہ صحرا خون سے بھرا دریا ہے' اور میرا حسینؑ اس دریائے خون کے درمیان پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے جب کہ کوئی اس کی فریاد پر مدد کو نہیں پہنچتا۔

پھر میری جانب رخ کر کے فرمایا: یا ابا عبداللہ! اگر تمہیں اس سرزمین پر یہی واقعہ پیش آ گیا تو تم کیا کرو گے؟ میں نے جواب میں عرض کیا: صبر کروں گا کہ صبر کے بغیر چارہ نہیں۔ (مہیج الاحزان/۶۵م۲ وقائع الایام خیابانی/۱۵۳، معالی السبطین: ۱/۱۷۵ مجالس و مواعظ مرحوم

شوریٰ/۴۵)

شیخ کشی مسیب بن نجبہ فزاری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم سلمان فارسیؓ کے استقبال کے لئے گئے۔ جب وہ مدینہ سے مدائن تشریف لاتے ہوئے کربلا پہنچے تو فرمایا: اس زمین کا نام کیا ہے؟ جواب ملا کربلا۔ فرمایا:

هٰذِهِ مَصَارِعُ اِخْوَانِي هٰذَا مَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَهٰذَا مُنَاخُ رِكَابِهِمْ وَهٰذَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ ، يُقْتَلُ بِهَا خَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَيُقْتَلُ بِهَا خَيْرُ الْآخِرِيْنَ۔

''یہ زمین میرے بھائیوں کی شہادت گاہ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ بار اتاریں گے۔ یہ مقام ان کے اونٹوں کی خوابگاہ ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں ان کا خون بہایا جائے گا۔ اور یہاں پر (مخلوق خدا کی) اولین اور آخرین میں سے بہترین ہستیوں کو قتل کیا جائے گا۔ (رجال کشی: ۱/۳۷ ح ۴۶)

نوٹ: خیر الاولین سے مراد شاید حضرت ہابیلؑ اور خیر الآخرین سے مراد حضرت حسینؑ ہیں)

یہاں حقیر کو مؤلف کی اس توضیح سے اختلاف ہے' کیونکہ فعل مستقبل آئندہ رونما ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے نہ کہ ماضی کی طرف۔ چنانچہ خیر الاولین بھی امام حسینؑ ہی ہیں اور خیر الآخرین بھی آپؑ ہی ہیں۔ جیسا کہ ہم انوارِ خمسہ کے مخلوقِ اوّل ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور خیر الآخرین اس طرح کہ:

موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہہ جائے گا

ہاں مگر نام حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

زمینِ کربلا

باشندوں کو وہاں کے یہ مولاؐ نے دی صدا　　نام اس زمیں کے جتنے ہیں تم لو جدا جدا
وہ بولے آپ کو ہو مبارک ہر اِک بلا　　یہ نینوا ہے ماریہ ہے اور کربلا

معبد ہے یہ کلیم کا مولد مسیحؑ کا
شہؑ بولے اب یہ ہوئے گا مدفن ذبیحؑ کا

(مرزا دبیر)

مرحوم بیرجندی کہتے ہیں: زمین کربلا کے بے شمار نام ہیں ان میں سے معروف ترین نام کربلا ہے۔ کربلا کربلہ سے مشتق ہے جس کے معنی سستی پا ہے۔ جیسے:

فُلَانٌ یَمْشِی مُکَرْبِلاً کَاَنَّهٗ یَمْشِی فِی الطِّیْنِ

"جو کربلا میں پھنس گیا وہ کیچڑ میں دھنس گیا"۔

اس کا دوسرا مفہوم آب وگل میں دھنس جانا ہے۔ نیز اس کے معنی پاک ہونا اور گندم کو لادنا بھی ہیں۔ اس زمین کی نرمی اور کوہ وسنگ سے پاکی کے سبب بھی اسے کربلا کہتے ہیں۔

اور یا پھر کربل سے مشتق ہے۔ کربل وہ گھاس ہے جس پر سرخ رنگ کے پھول چمکتے ہیں۔ شاید وہ گھاس اس زمین پر زیادہ ہوتی ہے۔

یہ زمین قبل ازیں انبیاء واولیاء کے تزلزل اور ابتلاء کا محل بھی رہ چکی ہے، جیسا کہ "منتخب طریحی" کی مفصل حدیث سے ظاہر ہے۔ اس اعتبار سے ممکن ہے کہ کرب و بلا کا مخفف رواج پا گیا ہو۔ (کبریت احمر ۴۶۵)

آخری احتمال صحیح تر ہے کیونکہ احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ کرب وبلا کا مخفف ہے۔

امام کی بَیْنَ النَّوَاوِیس وَ کَرْبَلَا سے مراد (جو کہ قبلاً آپؑ کے اپنے خطبے میں موجود ہے) قریہ و کربلا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کربلا ایک باقاعدہ گاؤں ہو۔اور نواویس ممکن ہے کہ اس وقت کا کوئی معروف مقبرہ ہو۔اور اس کے نزدیک کوفہ کے دیہات و قراء کے یہود و نصاریٰ ساکن ہوں کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک عرصہ کے لئے قاضی شریح کو کوفہ سے نکال دیا تھا اور اسے وہاں بھیج دیا تھا تاکہ کوفہ سے نکال دیئے جانے والے یہود میں حکم و قضاوت کرے۔(مجمع البحرین: ۴/۱۲۰)

شاید امام حسینؑ سمجھے ہوں کہ ابن سعد ملعون اپنے ساتھیوں کے اجساد خبیثہ کو یہاں دفن کرے گا کہ جو یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں۔اس اعتبار سے اس مقام کو نواویس کہا ہو کہ جہنم کے ایک مقام کا نام ہے۔ چنانچہ کتاب "فقیہ" کے باب قضا میں شیخ صدوقؒ کی روایت میں آیا ہے کہ نواویس نے اپنی گرمی کی شدت کی خدا سے شکایت کی' جواب ملا خاموش ہو جاؤ کیونکہ ایسے قاضی جو بغیر صلاحیت ولیاقت کے قضاوت کرتے ہیں کا مقام تجھ سے بھی گرم تر ہے اور ان پر اس سے بھی سخت تر عذاب ہوگا۔(کبریت احمر/۳/۲۷۴)

فاضل کامل اور عالم خبیر سید عبدالحسین جو روضہ مبارک حضرت سید الشہداءؑ کے کلید بردار ہیں فرماتے ہیں :نواویس سے مراد پل سفید ہوگا جو کہ قبرستان بابل تھا۔ اور اس جگہ مردوں کو گڑھے میں پھینک کر دفن کر دیا جاتا تھا۔ اور تا حال ان گڑھوں میں' جو وہاں پیدا ہو گئے ایک ایسی خاک ہے جس کو آگ پر ڈالا جائے تو اس سے بدبو اٹھتی ہے۔ اور کربلا نواویس اور دو نہروں علقمہ و نینویٰ کے مقابل ایک شہر تھا جہاں آج تک بھی نہر علقمہ کے آثار موجود ہیں۔

(منتہی الآمال: ۱/۳۴۲' فصل واقعہ روز عاشورا)

امام حسینؑ خریدارِ زمینِ کربلا

ہاتف نے دی صدا کہ زہے شانِ کربلا　　مختارِ کائنات ہے میدانِ کربلا
پھولوں سے آج بھر گیا دامانِ کربلا　　بس اب تو اس بہشت ہے بستانِ کربلا

خورشیدِ دیں کے فیض سے کیا کیا شرف ملے
روشن ہے جن سے عرش وہ دُرِ نجف ملے
(میر انیسؔ)

امام عالی مقامؑ نے کربلا میں تشریف لاتے ہی اس زمین کو اپنے شیعوں اور موالیوں کے لئے خرید لیا۔ روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے اس زمین (جس میں آپ کا روضۂ اطہر اور نواحی رقبہ شامل ہے) کو ساٹھ ہزار درہم کے عوض خرید فرمایا۔ پھر اس زمین کو انہی لوگوں (بائعان) کے سپرد کر دیا اور شرط ٹھہرائی کہ زائرین کی میری قبر تک راہنمائی کرنا اور تین یوم تک انہیں بطور مہمان ٹھہرانا۔ (مستدرک: ۱۰/۳۲۱ باب ۱۵۰ از مزار ج ۷، مجمع البحرین: ۵/۲۶۱، مقتل مقرم/۲۳۵، وقائع الایام/۱۵۴)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حرم امام حسینؑ چار مربع میل ہے۔ آپؑ نے اسے خرید فرمایا۔ آپ کی اولاد اور ماننے والوں کے لئے یہ حلال ہے (کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہاں ٹھہریں) اور آپ کے مخالفوں پر حرام ہے اور برکتِ خدا حرم حسینؑ میں ہے۔ (مستدرک: ۱۰/۳۲۱ مقتل مقرم/۲۳۵ وقائع الایام: ۱۵۵)

صادق آلِ محمدؑ فرماتے ہیں: کربلا حرم امام حسینؑ ہے اور برکتِ خدا اسی میں ہے جو کہ آپؑ کی اولاد اور موالیوں پر حلال ہے۔ اور آپؑ کے غیر (یعنی مخالفوں اور دشمنوں) کے لئے حرام ہے۔ (معالی السبطین: ۱/۱۷۵)

امام حسینؑ کے نام ابن زیاد کا خط

نہ یزید کی وہ جفا رہی نہ زیاد کا وہ ستم رہا
جو رہا تو نام حسینؑ کا اسے زندہ رکھتی ہے کربلا

دو محرم الحرام کو کربلا میں امام عالی مقامؑ کو ابن زیاد کا خط ملا۔ جس میں تحریر تھا:

"اے حسینؑ! مجھے خبر ملی ہے کہ آپؑ کربلا میں پہنچ گئے ہیں۔ یزید نے مجھے لکھا ہے کہ اس وقت تک آرام سے نہ سوؤں اور پیٹ بھر کر غذا نہ کھاؤں، جب تک کہ تمہیں خداوند لطیف و خبیر تک نہ پہنچا لوں (یعنی تمہیں قتل نہ کردوں)۔ یا پھر تم میرا اور یزید کا حکم تسلیم کرلو"۔

جب یہ خط آنجنابؑ کو موصول ہوا، آپؑ نے اس کو پڑھا تو دور پھینک دیا اور فرمایا: "وہ لوگ کبھی نجات نہیں پائیں گے جو مخلوق کی رضا کو خالق کی ناراضگی کے عوض خریدتے ہیں"۔

قاصد نے خط کا جواب مانگا تو حضرت نے فرمایا: وہ مستحق جواب نہیں بلکہ سزاوار عذاب ہے (کیونکہ امامؑ جب بھی کسی کو خط تحریر فرماتے تھے تو اس کی ہدایت کی امید رکھتے تھے)۔

قاصد واپس چلا گیا اور ابن زیاد کو خبر دی۔ وہ دشمن خدا غضب ناک ہوا اور عمر سعد کی طرف رجوع کر کے اسے جناب حسینؑ سے جنگ پر مامور کردیا۔

اس فرمان سے پہلے حکومت رے عمر سعد کو مل چکی تھی۔ چنانچہ عمر سعد نے کہا: مجھے اس کام سے معذور سمجھو۔ ابن زیاد نے کہا: میں تمہیں حکومت رے دینے کا فرمان منسوخ کرتا ہوں۔ اس نے مہلت طلب کی اور ایک روز کے بعد حکومت رے کے چھن جانے کے خطرے کے پیش نظر امامؑ سے جنگ کے لئے جانے پر آمادہ ہوگیا۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۸۳ مقتل خوارزمی: ۱/۲۳۹)

مورخین لکھتے ہیں: عمر سعد نے ایک ماہ کی مہلت مانگی لیکن ابن زیاد نے اسے صرف ایک رات کی مہلت دی۔ اس نے وہ رات تشویش و تردد میں گزاری' لیکن آخر کار شقاوت قلبی اس پر غالب آ گئی اور اس نے مملکت رے کی تمنا میں آنحضرتؑ سے جنگ قبول کر لی۔

منقول ہے کہ وہ اپنے مکان پر پہنچا اور اپنے دوستوں سے مشورہ کیا' کسی نے اسے اس بات کا مشورہ نہ دیا۔ ان جملہ اشخاص میں سے ایک کامل العقل اور خیر خواہ شخص جس کا نام (بھی) کامل تھا اور اس کے باپ کا ساتھی رہ چکا تھا اس کے پاس گیا اور اسے مضطرب دیکھ کر پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے۔

عمر سعد نے جواب دیا۔ سردار لشکر نے مجھے حکم دیا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ اور حسین اور آپ کے اہل بیتؑ کا قتل میرے لئے لقمہ طعام کی مانند ہے کہ اس کے بعد ملک رے کا مالک بن جاؤں گا۔

کاملؒ نے کہا: اے عمر! تیرے اور تیرے دین پر لعنت کیا تو نے حق کو فراموش کر دیا ہے اور گمراہ ہو گیا ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس ہستی کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جا رہا ہے؟ "انا للہ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم! اگر وہ مجھے دنیا و مافیہا دے دیں اور کہیں کہ امت محمدؐ میں سے ایک شخص کو قتل کر دوں تو میں یہ کام نہیں کروں گا' اور تو چاہتا ہے کہ فرزند رسولؐ کو قتل کر دے۔ کل روز قیامت تو رسولؐ خدا کو کیا جواب دے گا' یہی کہ تو نے ان کے نور چشم اور میوۂ دل فرزند فاطمہ زہراؑ سیدہ زنان عالم اور دلبند مرتضیٰؑ (بہترین اوصیاء کو قتل کر دیا) وہ جوانان جنت کے سردار اور اس زمانے کے امام و پیشوا ہیں' کیونکہ ان کے نانا مخلوق خدا کے پیشوا تھے اور ان کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔

وہ (حسینؑ) اس ہستی کے بیٹے ہیں جس کے ہاتھ میں بہشت اور دوزخ ہیں۔ جو چاہو اختیار کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر تو نے ان سے جنگ کی یا انہیں شہید کیا' یا ان کے قتل میں شریک و مددگار رہا تو تو تھوڑے وقت سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ پھر راہب اور اس کے باپ کی داستان اس کے لئے نقل کی۔ (بحار الانوار ۴۴/۳۰۶ ب ۳۶ ح ۱۹، مہیج الاحزان/۵۷ م ۴)

اس کے چھوٹے بیٹے نے بھی اس کو منع کیا اور کہا: یہ کیسا برا خیال تم سوچ رہے ہو اور کیا بے حاصل کام تمہارے دل میں سما گیا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ کس سے جنگ لڑنے جا رہے ہو اور کس خاندان سے دشمنی کر رہے ہو؟ حضرت حسینؑ بن علیؑ جگر گوشۂ مصطفیٰ نورِ چشم مرتضیٰ اور سرورِ سینۂ فاطمہ زہراؑ ہیں، اللہ سے ڈرو اور قیامت کی فکر کرو۔

عمر سعد نے اس کی جانب سے رخ پھیر لیا اور اپنے بڑے بیٹے سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: جو کچھ میرے بھائی نے کہا ہے، اگرچہ یہ سچ ہے مگر ادھار ہے اور جو کچھ ابن زیاد سے مل رہا ہے وہ نقد۔ اور کوئی بھی عقل مند نقد کو ادھار کے بدلے نہیں چھوڑتا۔

عمر سعد نے کہا: میرے بیٹے! تو نے سچ کہا ہے' ہمیں حالِ دنیا کو اختیار کرنا چاہیے تا کہ آخرت بھی ویسی ہی ہو جائے۔

سعد ابن ابی وقاص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: یا امیر المومنینؑ! میرے سر اور داڑھی کے بال کتنے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے بھائی رسولؐ خدا نے مجھے تیرے سوال کی خبر دی تھی، اور تیرے سر اور داڑھی میں کوئی بال نہیں سوائے اس کے کہ یہ شیطانی گھونسلے ہیں۔ "وَاِنَّ فِي بَيْتِكَ لَسَخْلاً يَقْتُلُ الْحُسَيْنَ اِبْنِي: " اور تحقیق تمہارے گھر میں ایک گوسالہ ہے جو میرے بیٹے حسینؑ کو قتل کرے گا"۔ اس زمانے میں عمر سعد کم سن بچہ تھا اور ہاتھ اور پاؤں پر (گھٹنوں کے بل) چلتا تھا۔ (امالی صدوق/۱۳۳ کامل الزیارات ۷۴ ارشاد: ۱/۳۳۰ بحار الانوار: ۴۴/۲۵۶ و ۲۵۸)

ایک دن امیر المومنینؑ نے عمر سعد کو دیکھا اور اسے فرمایا:

سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِي فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ مَضٰى وَلَا شَيْءٍ يَكُوْنُ اِلَّا نَبَّاْتُكُمْ بِهٖ

"مجھ سے سوال کرو اس سے قبل کہ میں تم میں سے چلا جاؤں۔ خدا کی قسم! تم ماضی اور مستقبل کی کوئی بات بھی ایسی نہیں پوچھو گے کہ جو میرے علم سے باہر ہو"۔

جب یہ بات پھیل گئی تو عمر سعد جب بھی مسجد میں آتا لوگ کہتے یہ یہ قاتلِ حسین ہے حتیٰ کہ عمر سعد نے ایک دن امام حسینؑ سے کہا: اے ابا عبداللہ! میرے نزدیک وہ لوگ بے وقوف و بے عقل ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں گا؟ آپؑ نے فرمایا: یہ بیوقوف نہیں بلکہ عقل مند ہیں۔

عمر سعد کا شمار جنگی حکمت عملی کے ماہروں میں ہرگز نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اس کی پہلوانی اور شمشیر زنی مشہور تھی' بلکہ ابن زیاد نے اسے اس خیال سے منتخب کیا تھا کہ اس کا باپ ایک مشہور اور بااثر شخص تھا۔ اور وہ خود ایک زاہد نما نیک نام شخص تھا۔ لہٰذا ابن زیاد عوام کے سامنے اس کی فریبانہ شہرت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ سید الشہداءؑ کے ساتھ جنگ مشکل امر ہے اور ہر کوئی یہ بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں تو اس نے اپنے لشکر کی کمان کے لئے شمشیر زنوں اور بہادروں سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے امیر لشکر بنا دیا تا کہ عوام کو دھوکا دیا جاسکے۔ پہلے تو اس نے قبول نہ کیا لیکن حکومت رے کے وعدے سے فریب کھا گیا۔ اور اس کام کے لئے آمادہ ہو گیا۔ انجام کار عمر حکومت رے پر متمکن بھی نہ ہو سکا اور امام عالی مقامؑ کی بد دعا کا شکار ہو گیا۔

واقعہ کربلا کے بعد عمر سعد ابن زیاد کے دربار میں گیا اور انعام و اکرام کی درخواست کی۔ ابن زیاد نے کہا: جو فرمان اور عہد نامہ میں نے ملک رے اور قتل حسینؑ کے سلسلے میں تمہارے لئے لکھا تھا وہ دکھاؤ۔ اس نے کہا: میں اسے گم کر بیٹھا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: آج ہی یہ حکم نامہ پیش کرو ورنہ خود کو انعام و اکرام سے محروم سمجھو۔ کیا تم قتل حسینؑ سے شرمسار نہ تھے اور عجوزہ ہائے قریش سے خجالت محسوس کرتے ہوئے۔ دوران جنگ میں فکرِ معذرت میں نہ تھے؟

اس نے جواباً کہا: اے امیر! اس سلسلے میں میں نے حق خدمت ادا کر دیا ہے۔ اگر میرا باپ سعد بھی مجھے اس کام کا حکم دیتا تو میں نہ بجا لاتا۔ میں نے اپنے باپ کا حق ادا نہیں کیا جبکہ تمہارا حق بجالایا ہوں۔ ابن زیاد نے اسے گالی دی اور کہا: تو جھوٹ بکتا ہے...... وہ غضب ناک ہوا اور رنجیدہ و غمگین حالت میں مجلس سے اٹھ گیا اور خود سے کہنے لگا: "ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

الْمُبِیْنُ"

ابن سعد اور دیگر سرکردہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو کہ وہ گمراہ ہو گئے اور امام حسینؑ کے بجائے شراب خور اور زنا کار یزید کو اختیار کیا۔(مہیج الاحزان/۷۷م۳، اور عبارت کے قلیل اختلاف کے ساتھ، مثیر الاحزان/۱۰۹، بحارالانوار:۴۵/۱۱۸)

maablib.org

عمر سعد کی کربلا میں آمد

ناگاہ نمایاں ہوئے کچھ دور سے اسوار
سب ظلم پر آمادہ تھے سب جور پر تیار
تانے ہوئے نیزوں کو تو کھینچے ہوئے تلوار
ہر ایک قدم بے ادبانہ تھی یہ گفتار
شبیرؑ نے خیمہ لب دریا جو کیا ہے
کس نے انھیں یاں حکم اترنے کا دیا ہے
(مرزا دبیر)

تین محرم کو عمر سعد چار ہزار سواروں کے ساتھ نینوا میں وارد ہوا' اور عروہ بن قیس احمسی سے کہا: امام حسینؑ کے پاس جاؤ اور دریافت کرو کہ کس مقصد کیلئے اس سرزمین پر آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ عروہ وہ شخص تھا کہ جس نے خود امام کو خط لکھ کر بلایا تھا۔ چنانچہ اس نے امامؑ کے پاس جانے سے شرم محسوس کی۔

عمر سعد نے ان تمام اشخاص کو' جنہوں نے حضرت کو خط لکھے تھے' یہ درخواست کی اور سبھی نے اس کی انجام دہی سے پس و پیش کی۔

کثیر بن عبداللہ شعبی نامی ایک بے باک (بے غیرت) بہادر نے اٹھ کر کہا: میں حسینؑ کے پاس جاتا ہوں اور بخدا اگر تو چاہتا ہے تو وہیں بوقت غفلت قتل کر آتا ہوں۔ ابن سعد نے کہا: میں قتل نہیں چاہتا البتہ تم ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہاں کس لئے آئے ہو؟

کثیر امام علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ جب حضرت ثمامہ صائدی نے اسے دیکھا تو آپ سے عرض کیا: اے ابا عبداللہ! زمانے کا بدترین انسان اور ان میں سے سب سے زیادہ بے باک اور سب سے زیادہ خون ریز شخص آپ کی جانب آ رہا ہے' پھر ثمامہ فوراً اس کے پاس پہنچے اور کہا:

(اگر تم آنحضرتؑ کے پاس آنا چاہتے ہو تو) اپنی تلوار پھینک دو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسے نہیں کروں گا۔ میں (عمر سعد کا) فرستادہ ہوں۔ اگر تم لوگ میری بات سنو گے تو جو پیغام لایا ہوں تمہیں پہنچاؤں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔

ابو ثمامہ نے کہا: جب تم بات کرو گے تو تمہاری تلوار کے قبضے پر میرا ہاتھ رہے گا۔ اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔

ثمامہ نے کہا: تو پھر پیغام مجھے دے دو تاکہ میں یہ پیغام (امامؑ کو) پہنچا دوں۔ ورنہ میں تمہیں امام تک نہیں جانے دوں گا' کیونکہ تو تباہی پسند انسان ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا کثیر سعد کی جانب واپس چلا گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔

پھر عمر بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی[1] کو بلایا اور کہا: اے قرہ! وائے ہو تم پر تم حسین سے ملاقات کرو اور پوچھو کہ یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟

قرہ آنحضرتؑ کے پاس آیا۔ جب امامؑ نے اسے دیکھا تو فرمایا: کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟ حبیب ابن مظاہرؓ بولے: ہاں! یہ قبیلہ حنظلہ سے ہے اور میرا بھانجا ہے۔ لیکن میں تو اسے خوش عقیدہ سمجھتا تھا اور میرا خیال نہیں تھا کہ وہ اس جنگ میں شامل ہو گا۔

---

(۱) لیکن تذکرۃ الشہداء کے صفحہ ۲۰۱ پر لکھا ہے کہ کثیر لعین کے واپس پلٹنے کے بعد عمر سعد نے خزیمہ کو آنحضرت کے پاس بھیجا۔ وہ لشکر حسینؑ کے پاس پہنچا اور آواز دی۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابنَ رَسُولِ اللّٰہ" حضرت نے اس کا جواب دیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا: اس شخص کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یہ تو ایک اچھا انسان ہے لیکن دشمن کے لشکر کی طرف سے آگیا ہے؟ اس نے آواز دی: میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ پھر اس نے اپنا اسلحہ اتار دیا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عمر سعد کا پیغام پہنچایا۔ حضرتؑ نے فرمایا: مجھے خطوط لکھے گئے تھے جس وجہ سے میں یہاں آیا ہوں۔ خزیمہ نے عرض کیا: خدا ان لوگوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر بلایا اور اب ابن زیاد کے لشکر میں شامل ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: تم جاؤ اور عمر کو جوابی پیغام پہنچا دو۔ وہ حضرتؑ کے پاؤں میں گر پڑا اور کہنے لگا: میرے آقا! میں بہشت کو چھوڑ کر جہنم کی طرف کیسے جاؤں؟ چنانچہ لشکر امام میں شامل ہو گیا اور مقام شہادت پر فائز ہوا۔ جب وہ واپس نہ لوٹا تو قرہ بن قیس حنظلی کو بھیجا گیا۔

قرہ امامؑ کے قریب پہنچا اور آپ کو سلام کر کے عمر سعد کا پیغام پہنچایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے شہر کے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں، اس لئے یہاں پہنچا ہوں۔ اور اگر میرا یہاں آنا تم لوگوں کو اچھا نہیں لگا تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حبیبؓ نے اس سے کہا: قرہ! وائے ہو تم پر تم کہاں ان ستم کاروں کے ساتھ مل گئے ہو؟ (ادھر چلے آؤ) اور امام کے مددگار بنو کہ ان کے باپ کے صدقے میں تمہیں ہدایت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

قرہ نے کہا: میں اپنے حاکم کے پاس واپس جا کر اسے اس پیغام کا جواب پہنچاتا ہوں البتہ میں آپ کی نصیحت پر غور کروں گا۔ پھر وہ عمر سعد کے پاس واپس چلا گیا۔ اور امام کا جواب اسے پہنچایا۔

عمر سعد نے کہا: مجھے امید ہے کہ خدا مجھے آپؑ سے جنگ کرنے سے بچائے گا۔ اور ابن زیاد کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ ابن زیاد نے جب خط پڑھا تو کہا: ابھی وہ میری مٹھی میں ہے' وہ (جنگ سے) رہائی چاہتا ہے۔ لیکن اس کے لئے رہائی نہیں ہے۔

پھر ابن سعد کے جواب میں لکھا: تمہارا خط موصول ہوا اور میں نے اس کا نفس مضمون پڑھا۔ حسینؑ کی طرف پیش قدمی کرو تا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت یزید کی بیعت کرے اور اگر وہ ایسا کرلیں تو بھی میں ان کے بارے میں متردد ہوں۔ (والسلام)

جب یہ خط ابن سعد کو ملا تو اس نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ ابن سعد نے اسے سازش نہ سمجھ لیا ہو۔ (ارشاد: ۲/۸۶)

محمد بن ابو طالب کہتا ہے: عمر سعد نے ابن زیاد کے نوشتہ کے متعلق حضرت امام حسینؑ کو نہ بتایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپؑ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔

وہ مزید کہتا ہے: ابن زیاد نے کوفہ کے لوگوں کو جامع مسجد کوفہ میں جمع کیا اور منبر پر چڑھ کر کہا: اے لوگو! تم آل ابوسفیان کو آزماتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ وہ وہی کچھ کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ حالانکہ یزید ایک نیک سیرت اور پسندیدہ روش انسان ہے اور اپنی رعیت کے ساتھ

حسنِ سلوک کرتا ہے اور ان کے حقوق پورے کرتا ہے۔ اور اس کے دورِ حکومت میں راستے پر امن ہیں جیسا کہ معاویہ کے عہد میں تھے۔

اس (معاویہ) کا بیٹا یزید بھی اپنے باپ کے بعد تمہیں عزیز رکھتا ہے۔ تم پر مال نچھاور کرتا ہے اور تمہارا احترام کرتا ہے۔ نیز وہ صدفی صد تمہارے حقوق پورے کرتا ہے۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر مزید عنایات کروں اور تمہیں اس کے دشمن حسینؑ کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجوں۔ اس کا حکم سنو اور اطاعت بجالاؤ۔

وہ منبر سے نیچے اترا اور لوگوں کو فراوانی سے مال عطا کیا اور انہیں عمر سعد کی امداد کے لئے جنگ پر روانہ کیا۔ جو شخص سب سے پہلے (عمر سعد کی مدد کے لئے) نکلا وہ شمر لعین تھا جس کے ہمراہ چار ہزار سپاہی تھے۔ اس کے بعد یزید بن رکاب قلبی دو ہزار سپاہ کے ساتھ اور حصین بن نمیر چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ پہنچا۔ اس طرح (چھ محرم تک) عمر سعد کے پاس بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۸۵، مقتل خوارزمی: ۱/۲۴۲)

ملا محمد حسینؒ تہرانی ''وسیلۃ النجاۃ'' میں تحریر کرتے ہیں: ابن زیاد ملعون نے چار محرم کو لوگوں کو جامع مسجد کوفہ میں جمع کیا اور ملاحظہ کیجئے کہ لوگوں کو کس طرح دھوکا دیا گیا اور انہیں کن کن وعدوں اور حیلوں سے اپنے ہی پیغمبرؐ کے فرزندؑ سے جنگ پر آمادہ کیا گیا۔

پانچ محرم الحرام

تیری عطا ہے حق و صداقت کی روشنی
اے رازدارِ مرتضیٰ اور سلام لے
عکسِ جمالِ حق تیرا کردار ہے حسینؑ
اے ساری کائنات کے جوہر سلام لے
(علی ضیغم ہمدانی)

پھر ابن زیاد نے شبث بن ربعی کو بلا بھیجا تاکہ اسے امام حسینؑ سے جنگ کے لئے روانہ کرسکے۔ شبث نے بیماری کا بہانہ بنایا کہ شاید اس سے درگزر کر جائے۔

ابن زیاد نے اسے پیغام بھیجا کہ میرا قاصد خبر لایا ہے کہ تونے بیماری کا بہانہ بنایا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (سورہ بقرہ: آیہ ۱۴)

"جب مومنوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم باطناً تمہارے ساتھ ہیں اور مومنوں کا تو ہم مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر میرے حکم کو مانتے ہو تو فوراً میرے پاس پہنچو"۔

شبث نمازِ عشا کے بعد اس کے پاس پہنچا تاکہ اس کے منہ سے یہ ظاہر نہ ہو کہ بیمار نہیں

تھا۔ جب وہ ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے اس کو خوش آمدید کہا اور اپنے نزدیک بٹھایا۔ پھر کہا میں چاہتا ہوں کہ تم اس شخص (حسینؑ) سے جنگ کے لئے نکلو اور عمر سعد کی کمک کو پہنچو۔

اس نے کہا: اے امیر! میں ایسا نہیں کروں گا اور پھر ہزار سواروں کے ساتھ کربلا کی جانب روانہ ہوا۔ (بحارالانوار: ۴۴/۳۸۶ مقتل خوارزمی: ۱/۳۴۲)

ملاحظہ فرمایئے! کہ شبث بن ربعی جو ایک معروف شخص تھا۔ لوگ اس پر دینی اعتماد رکھتے تھے اور اسے صحابہ پیغمبر میں سے خیال کرتے تھے اور عمر سعد جیسوں میں شمار کیا جاتا تھا کو کس طرح کی مثال دے کر ترغیب دلائی گئی اور فریب دیا گیا۔

باطل کس قدر جولانی پر تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ شبث کو فرزند مصطفیٰؐ کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ کیا جائے۔ اس کے لئے آیہ قرآنی کو حوالہ بنایا گیا۔ اور کس طرح اس بیوقوف کو راضی کیا گیا کہ (اگر تم نواسہ رسولؐ سے جنگ پر نہ گئے تو) تم ہولناک گناہ کے مرتکب ہو جاؤ گے (یا اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھ)

حالانکہ اسی شبث نے امام علیہ السلام کو لکھا تھا کہ میرے سرسبز باغات اور ان کے میوہ جات آپ حضور کی آمد کے منتظر ہیں اور اب وہ کربلا میں پہنچا اور پیادہ لشکر کا سالار بن کر آنحضرتؑ سے جنگ کی۔ ان پر تیر برسائے اور پانی بند کیا۔ حتیٰ کہ اس شخص نے سانحہ کربلا کے بعد قتل حسینؑ کی خوشی میں کوفہ میں مسجد بنوائی۔ (مجمع البحرین ۲/۲۵۶)

جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے\
کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے

(امیر مینائی)

مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ مردان کوفہ سید الشہداؑ سے جنگ پر راضی نہ تھے۔ ابن زیاد نے ہر کسی کو کسی نہ کسی بہانے (جنگ پر) آمادہ کیا۔ کچھ کو ریاست اور مال و دولت کا لالچ دیا گیا اور جھوٹے وعدے کئے گئے اور اکثر کو تہدید اور رعب و وحشت سے کربلا کی جانب روانہ کیا گیا۔

یہ کوفیوں کا وتیرہ ہے اُن کو جتلا دو
جو اپنے عہدِ وفا سے مکرنا چاہتے ہیں
(مظہر چودھری)

مثلاً مورخین لکھتے ہیں: ابن زیاد نے عبداللہ سعد بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا: خیال رکھو کہ جو کوئی بھی حکم عدولی کرے اسے میرے پاس لے آؤ۔ سعد ایک شامی کو جو کہ کسی اہم کام کے سلسلے میں لشکرگاہ سے کوفہ آیا ہوا تھا، پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ اس نے کہا کہ اس کی گردن اُڑا دو تا کہ کوئی دوسرا مخالفت کی جرأت نہ کر سکے۔ (نفس المہموم/۲۱۴)

maablib.org

چھ محرم کا دن

سید بن طاؤس اور ابن نما کی روایت کے مطابق، چھٹے محرم تک بیس (۲۰) ہزار سوار اس ملعون (عمر سعد) کے پاس جمع ہو چکے تھے۔ (لہوف/۸۵، مثیر الاحزان/۵۰)

ابن زیاد نے ابن سعد کے پاس پے در پے لشکر بھیجا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس اسی (۸۰) ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا: میں نے لشکر کے لحاظ سے تمہارے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۸۶، نفس المہموم/۲۱۵)

رہوں گا میں نہ میرا گھر رہے گا
مگر چرچا ہر اک لب پر رہے گا
کروں گا پیاس کو میں اتنا اُونچا
کہ پانی سر نگوں ہو کر رہے گا
تمہارے ساتھ نیزوں کی انی پر
ہماری فتح کا منظر رہے گا
اُجڑ جائیں گے جب خیمے ہمارے
تو ہر دل میں ہمارا گھر رہے گا

(علی سجاد بارہ بنکوی)

سات محرم الحرام

میں اِک پیاسے کو دریا لکھ رہا ہوں
مگر دریا کو پیاسا لکھ رہا ہوں
مرے پیشِ نظر اِک سانحہ ہے
میں اَن دیکھے کو دیکھا لکھ رہا ہوں
شہیدِ جبر تاریخ ادب میں
ترا روشن حوالہ لکھ رہا ہوں
مرے بچو زبانی یاد رکھنا!
میں ششماہے کا نوحہ لکھ رہا ہوں
(مظہر عباس چودھری)

ابن زیاد کا پانی بند کرنے کا حکم

مرحوم شیخ مفیدؒ تحریر کرتے ہیں: ابن زیاد کی جانب سے عمر سعد کو ایک خط کے بعد دوسر خط موصول ہوا کہ حسینؑ واصحاب حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ' تا کہ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چکھ سکیں جیسا کہ عثمان کے ساتھ کیا گیا۔ (۱)

---

(۱) مصریوں نے مدینہ میں ان کا محاصرہ کر لیا اور اس پر پانی بند کر دیا گیا۔ اور جب یہ خبر امیر المومنین علی علیہ السلا تک پہنچی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور اس کے لئے پانی بھیجا۔ ابن زیاد نے اس قضیہ کو اپنی دست آو قرار دیا اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ عثمان کو حالت تشنگی میں قتل کر دیا گیا کہ اس طرح شاید تلافی ہو سکے۔ اور لوگوں سے یہ جھوٹ بھی بولا گیا کہ یہ بغاوت اور بندش آب حضرت علی علیہ السلام کے حکم سے تھی اور اس سلسلے میں کتنے فتنے برپا ہوئے اور کس قدر خون ریزیاں ہوئیں یہاں تک کہ بات کربلا تک پہنچی اور ابن زیاد ملعون پہلا حاکم نہیں تھا کہ جس نے پانی بند کیا ہو۔

عمر سعد نے اسی وقت عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ بھیجا تاکہ جلد از جلد کنار دریا پہنچ کر ان ہستیوں اور پانی کے درمیان حائل ہو جائیں اور وہ یہاں سے پانی نہ لے سکیں۔ یہ شہادتِ حسین علیہ السلام سے تین یوم قبل کا واقعہ ہے۔

عبداللہ بن حصین نے بلند آواز کے ساتھ آواز دی: اے حسینؑ! کیا تو اس پانی کو نہیں دیکھ رہا ہے جو صفا و زلال میں ہم رنگ آسمان ہے۔ خدا کی قسم! تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ چکھ سکو گے حتیٰ کہ پیاس سے مر جاؤ گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اقْتُلْهُ عَطَشًا وَلَا تَغْفِرْ لَهُ اَبَدًا"

"بارالہا! اس کو تشنہ مارنا اور ہرگز نہ بخشنا"۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے: واقعۂ کربلا کے بعد وہ بیمار ہوا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا۔ خدا کی قسم کہ جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اس کو دیکھا کہ وہ پیٹ بھر کر پانی پیتا تھا، اس کے بعد پھر پانی مانگتا تھا اور فریاد کرتا تھا: میں پیاسا ہوں۔ میں پیاسا ہوں۔ پھر دوبارہ پانی پیتا تھا تو اس کا پیٹ اوپر کو ابھر آتا اور وہ قے کرنے لگتا تھا۔ وہ پیاس سے سوکھتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی۔ (ارشاد: ۲/۸۸)

تواریخ میں ملتا ہے کہ کئی دفعہ نہایت زحمت کے ساتھ پانی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، مثلاً زمین کو کھود کر، چشمہ نکال کر یا پھر حضرت عباسؑ کو دریا پر بھیج کر، لیکن دشمن کی جانب سے ممانعت بھی شدید تر ہو گئی۔ حتیٰ کہ روز عاشور کو دوبارہ خیموں میں پانی نہیں تھا اور پیاس زوروں پر تھی۔

مثلاً علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے (علماء) لکھتے ہیں:

پیاس نے آنحضرتؑ کے اصحاب پر غلبہ پا لیا۔ وہ امام مظلومؑ کی خدمت میں آئے اور پیاس کی شکایت کی۔ حضرت نے تبر یا کلنگ اٹھائی اور خیموں کے عقب میں پہنچ کر خیام کی پشت سے قبلہ کی جانب چلے اور کلنگ کو زمین پر مارا۔ آپؑ کے اعجاز سے میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ آپؑ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ یہاں سے اور مشکیزے بھر لیے۔ پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا اور

کسی نے اس کے آثار تک نہ دیکھے۔

جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے ابن سعد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے حسینؑ نے کنواں کھود لیا ہے اور وہاں سے پانی نکالا جا رہا ہے۔ جونہی یہ خط تمہیں ملے تو ان پر سختی کرو یہاں تک کہ وہ پانی کا ایک قطرہ نہ پی سکیں اور پیاس سے مر جائیں جیسے کہ انہوں نے عثمان کو پیاسا شہید کیا تھا۔

جب یہ خط اسے ملا تو اس نے اہل بیتؑ پر پہلے سے بھی زیادہ سختی شروع کر دی۔ پیاس نے ان بزرگوان پر غلبہ پا لیا۔ حتیٰ کہ امام عالی مقامؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو بلایا اور تمیں (۳۰) سواروں' بیس پیادوں اور بیس (۲۰) مشکوں کے ساتھ بھیجا کہ فرات سے پانی لے آئیں۔ وہ رات کے وقت دریا کے کنارے پر پہنچے۔ عمر بن حجاج نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ نافع بن ہلال جو امام کے صحابہ میں سے تھے، مخفی نہ رہے کہ ابن سعد کے لشکر میں بھی نافع بن ہلال نامی شخص تھا' نے کہا: میں تمہارے چچا کا بیٹا ہوں اور پانی پینے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا: پی لیجئے تمہارا پانی پینا مجھے گوارا ہے۔

نافع نے کہا: تم پر افسوس ہے' میں تو پانی پی لوں اور حسینؑ ابن علیؑ اور ان کے ساتھی پیاس سے مر جائیں! عمر نے کہا: ہم یہاں مامور ہیں اور ہمیں حاکم کی اطاعت کرنا ہے۔

پانی نہ ہوا جس کو میسر لب دریا
نہریں اسے رو جاتی ہیں آ کر لب دریا
(عباس تابش)

پھر نافع نے آواز دی! جلدی پانی بھر لیجئے۔ ادھر ابن حجاج نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ جانے نہ پائیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ کچھ جنگ کرتے رہے اور کچھ نے مشکوں کو پُر کر لیا۔ امام کے اصحاب میں سے کوئی بھی شہید نہ ہوا اور سب خیر و سلامتی سے واپس پہنچ گئے۔

امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں نے پانی پیا۔ اسی لئے حضرت عباسؑ کو سقاء کہا جاتا ہے۔ (بحار الانوار: ۴۴/ ۳۸۷، نفس المہموم/ ۲۱۷، مقتل خوارزمی: ۱/ ۲۴۴)

امام حسینؑ کی عمر سعد سے ملاقات

امام حسینؑ نے رات کو عمر سعد کو ملاقات کے لئے بلا بھیجا تا کہ دونوں لشکروں کے درمیان بات چیت ہو سکے۔ اس ملعون نے (قبول کر لیا اور) بیس سپاہیوں کے ساتھ اپنے لشکر سے نکلا' امام نے بھی اپنے ہمراہ بیس افراد لئے۔ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو آپؑ نے حکم دیا کہ اصحاب تھوڑا دور چلے جائیں اور صرف میرے بھائی عباسؑ اور بیٹے علی اکبرؑ یہاں رہیں۔ اس ملعون نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم دور چلے جاؤ صرف میرا بیٹا حفص اور ایک غلام یہاں ٹھہریں۔

سیدِ مظلومؑ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ جس خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم اس سے نہیں ڈرتے؟ کیا تو مجھ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو جانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں اور کس کا بیٹا ہوں؟ اس گروہ کو چھوڑ دے اور میری جانب چلا آ کیونکہ اس سے تجھے نزدیکی خدا میسر آئے گی (اور اپنے لئے سعادتِ ابدی حاصل کر کے خود کو آخرت کے عذابِ ابدی سے نجات دے)

اس شقی نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ وہ میرا گھر برباد کر دیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں اپنے مال سے تمہیں گھر بنا دوں گا۔ اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری جائیداد پر قبضہ کر لیں گے حضرتؑ نے فرمایا: میں حجاز میں تمہیں اس سے بہتر املاک مہیا کروں گا۔

اس نے کہا: میں اپنے اہل و عیال کی وجہ سے خوفزدہ ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں ان کے تحفظ و سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ خاموش ہو گیا اور پھر کچھ نہ بولا۔

امامؑ نے جب دیکھا کہ اس پر نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوا تو چہرہ مبارک اس کی جانب سے پھیر لیا اور فرمایا: تو کیا چاہتا ہے! اللہ تمہیں بہت جلدی تمہاری خواب گاہ میں قتل کروا دے گا اور روز قیامت تجھے ہرگز نہیں بخشے گا۔ مجھے امید ہے کہ تو عراق کی گندم سے قلیل مقدار سے زیادہ نہ کھا سکے گا (اس کنایہ سے مراد یہ ہے کہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا اور خوشی سے دنیا سے نہیں جائے گا۔

اس ملعون نے استہزا کہا: آپ ہماری شفاعت کر دیجئے گا۔ (بحارالانوار: ۴۴/ ۳۸۸' مقتل خوارزمی: ۱/ ۲۴۵)

خولی بن یزید اصبحی جو کہ امام سے دشمنی رکھتا تھا۔ جب اس نے اس ملاقات کو دیکھا تو ابن زیاد کو خط لکھا کہ ابن سعد ہر شب اپنی لشکر گاہ سے نکل کر فرات کے کنارے فرش بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اور حسینؑ کو بلا کر اس سے باتیں کرتا ہے یہاں تک کہ بہت رات گزر جاتی ہے اور میں حسینؑ کے لئے اس کے ہاں رحمت و رافت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا (لہٰذا حکم صادر کیجئے کہ وہ زمام کار میرے سپرد کر دے تا کہ میں حسینؑ کا کام تمام کر دوں)۔

جب ابن زیاد نے خولی کا خط پڑھا تو ابن سعد سے ناراض ہوا' اور اسے لکھا: میں نے سنا ہے کہ تم حسینؑ سے دوستی رکھتے ہو' اور رات کو اپنے لشکر سے نکل کر (فرات کے کنارے) فرش بچھا کر بیٹھ جاتے ہو اور حسینؑ کو بلا کر رات گئے تک اس سے باتیں کرتے رہتے ہو۔ جونہی تمہیں میرا خط ملے حسینؑ سے کہو کہ وہ میرے حکم کی اطاعت کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس پر پانی بند کر دے اور فرات اور اس کے درمیان مانع ہو جا میں نے پانی کو یہود و نصاریٰ کے لئے حلال کر دیا ہے اور حسینؑ اور اس کے اہل بیتؑ پر حرام۔ پس حسینؑ و اصحاب حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تا کہ ان کو پینے کے لئے قطرہ آب تک نہ ملے جیسا کہ انہوں نے عثمان کے ساتھ کیا۔

جب ابن سعد نے خط کو پڑھا تو عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر فرات پر مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو پانی نہ لینے دو اور یہ واقعہ سات محرم بروز منگل کا ہے۔ (ناسخ التواریخ: ۲/ ۱۹۴)

ملاحظہ کیجئے کہ ابن زیاد کس قدر ظالم و بے حیا تھا۔ اس نے حکم کے ساتھ ساتھ فتویٰ دے دیا۔ یہ آئندہ نسلوں کے لئے درسِ عبرت ہے کہ ہوش کے ناخن لیں اور دوسروں کا حق نہ ماریں۔ ظالم حکام طمع و خوف کے ساتھ ساتھ فتویٰ بھی دے دیتے ہیں۔

آٹھ محرم الحرام

روشن کیے ہے دہر کو جلوہ حسینؑ کا ۔ عالم میں چارسو ہے اُجالا حسینؑ کا
پھیلا گیا زمانے میں نورِ خدا کی ضو سورج کو مات دے کے ستارا حسینؑ کا

(اعجاز ثقلین بخاری)

شیخ مفیدؒ رقم طراز ہیں: جب حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد کے لشکر کو نینوا میں پہنچتے ہوئے دیکھا اور جنگ کے لئے مستعد پایا تو عمر سعد کو پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں چنانچہ رات کو دونوں میں ملاقات ہوئی اور کافی دیر تک باہم گفتگو ہوتی رہی۔

اس کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کو ایک خط لکھا کہ اللہ نے (جنگ کی) آگ کو بھسم کردیا ہے۔ پریشانی دور ہوگئی ہے اور اس امت کی مشکل حل ہوگئی ہے۔ حسینؑ نے مجھ سے پیمان کرلیا ہے کہ ہم جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جاتے ہیں یا کسی سرحد پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہوئے ان کے سود و زیاں میں برابر کے شریک ہوں گے اور یا پھر ہمیں یزید کے پاس جانے دو[1] اور جو کچھ وہ خود چاہے انجام دے گا۔ اس پیمان میں تمہاری خوشنودی اور امت کی بہتری ہے۔

(۱) جہاں تک میری دانست کا تعلق ہے اور آنحضرت کے گزشتہ بیانات، روایات اور آپ کی شرح حال سے عیاں ہے کہ امام ہرگز یزید کی بیعت کے لئے نہ جاتے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہ دیتے۔ محدث قمی نے نفس المہموم (۲۲۱) میں طبری سے (۵/۴۱۳) ابن کامل ابن اثیر اور نے عقبہ بن سمعان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: میں مدینے سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک امام حسینؑ کے ساتھ تھا اور ان سے جدا نہ ہوا۔ تاوقتیکہ آپؑ شہید ہو گئے اور میں نے آپ کی تمام گفتگو سنی۔ آپؑ نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا: کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لئے تیار ہوں، اور عمر سعد کی شمر کے ساتھ بات چیت میں آئے گا کہ وہ کہتا ہے: حسینؑ کچھ تسلیم نہیں کرے گا۔ عمر سعد نے اس بنا پر اپنی جانب سے اس طرح لکھا کہ شاید بات جنگ اور خون ریزی تک نہ پہنچے۔

جب ابن زیاد نے خط کو پڑھا تو کہا: یہ لوگوں کے ایک خیر خواہ اور دلگیر کا خط ہے۔ شمر بن ذی الجوشن لعنتی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

تم اس کی اس بات کو تسلیم کر رہے ہو کہ حسینؑ تمہاری اس سرزمین پر تمہارے پاس پہنچ جائے؟ خدا کی قسم اگر وہ اس سرزمین پر سلامت پہنچ گیا اور تمہاری بیعت نہ کی تو اور بھی طاقت ور ہو جائے گا جبکہ تم کمزور تر ہو جاؤ گے۔ اس کی تجویز کو مت قبول کرو۔ کیونکہ یہ کاہلی اور سستی ہے۔ بلکہ اسے کہو کہ اپنے پیروؤں سمیت تمہارے سامنے جھک جائے اور اگر تم نے انہیں انجام کو پہنچا دیا تو یہ تجھے سزاوار تر ہے۔ اور اگر عفو کیا تو وہ تمہارے اختیار میں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تو نے خوب تجویز دی ہے۔ اور جو بات تو نے کہی ہے یہی مدبرانہ ہے۔ میں خط تحریر کرتا ہوں تو اسے عمر سعد کے پاس لے جا تا کہ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کو تجویز پیش کرے کہ وہ خود کو ہمارے سپرد کر دیں۔ اگر وہ ایسا ہی کریں تو انہیں زندہ میرے پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کرے۔

اگر عمر سعد یہ کام انجام دے تو تم بھی اس کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا اور اگر اس کام سے سرگردانی کرے تو تم امیر لشکر اور فرمانروا بن جانا اور عمر کی گردن مار دینا اور اس کا سر مجھے روانہ کر دینا۔

اور خط میں عمر سعد کو لکھا:

"میں نے تمہیں حسینؑ کی طرف اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ اس سے حُسنِ سلوک کرو اور اس کی سلامتی و زندگی کی آرزو رکھو۔ یا اس کے بارے میں عذر خواہی کرو اور میرے سامنے اس کے لئے وسیلہ بنو۔ یاد رکھو! اگر حسینؑ اور اس کے اصحاب میرے حکم کے مطابق گرفتاری دے دیں تو ان کو زندہ و سلامت میرے پاس بھیج دو۔ اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اور انہیں قتل کر کے ان کا مثلہ کرو۔ کیونکہ وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں

اور جب حسینؑ قتل ہو جائے تو اس کے سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑاؤ کہ وہ گنہگار و ستمکار ہے (یہ لکھنے کی جسارت پر خدا کی پناہ مانگتا ہوں مؤلف)۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ کام مرنے کے بعد نقصان پہنچائے گا۔ میں نے خود بھی یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں گا تو اس کے ساتھ یہی کچھ کروں گا (جگر خوار ہند اور ابوسفیان وغیرہ کی پیروی میں کہ جو ایسے ظلم کرتے رہے)۔

اگر تم نے اس حکم پر عمل کیا تو کل کو ہم تمہیں اس اطاعت کا صلہ دیں گے اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے تو ہمارے امور اور ہمارے لشکر سے ہاتھ اٹھا لو (یعنی الگ ہو جا) اور لشکر شمر کے حوالے کردو۔ کیونکہ ہم نے اسے ان امور کی انجام دہی کے لئے امیر مقرر کیا ہے"۔

شمر ابن زیاد کا خط عمر سعد کے پاس لایا۔ جب اس نے یہ خط پڑھا تو کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ وائے ہو تجھ پر، خدا تجھے سمجھے، یہ میرے لئے کیا لایا ہے؟ خدا کی قسم مجھے گمان ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تجویز قبول کرنے سے روکا ہے اور جس امر سے میں اصلاح کی امید رکھتا تھا تو نے اسے میرے لئے تباہ کن بنا دیا ہے۔ خدا کی قسم حسینؑ سر تسلیم خم نہیں کریں گے کہ ان کے سینے میں ان کے باپ علیؑ کا دل ہے (اور وہ ایسے شخص نہیں ہیں کہ جو ذلت و خواری سے گرفتاری پیش کردیں)۔

شمر نے کہا: اب بتا تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ امیر کے فرمان کی انجام دہی میں اس کے دشمن سے جنگ یا لشکر سے کنارہ کشی، اور (سپہ سالاری کی) مجھے سپردگی؟

عمر سعد نے کہا: نہیں میں ایسا نہیں کروں گا کہ امارت لشکر تمہارے سپرد کردوں۔ میں یہ کام خود انجام دوں گا۔ تو پیادہ فوج کا سالار بن جا۔ چنانچہ عمر سعد نو محرم بروز جمعرات امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ (ارشاد: ۲/۸۹)

بدبختی کے دو عوامل حُبِّ دنیا اور حُبِّ ریاست

عمر بن سعد کی شقاوت قلبی اور بدبختی کا سبب دو عوامل بنے۔ ایک دنیا کی محبت اور دوسرا ریاست کی محبت۔ تمام کوفی اور خصوصاً عمر سعد اس بات کو سمجھتا تھا کہ ان دو عوامل کے سبب وہ کس قدر گھناؤنے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے اور دنیا و آخرت میں خود کو روسیاہ کر رہا ہے۔

ہم خداوند کریم سے دعا گو ہیں کہ ہمیں طمع و لالچ اور شیاطین کے شر سے محفوظ رکھے اور گمراہ کُن فتنوں سے بچائے۔

maablib.org

نومحرم الحرام

امن و اماں کی قدر مسلسل ہے یاحسینؑ لا تفسدوا کی شرح مکمل ہے یاحسینؑ
عزت کی گفتگوئے مدلل ہے یاحسینؑ خود آگہی کی شانِ مسلسل ہے یاحسینؑ

یہ امر جس شعور کا معیار بن گیا
وہ آدمی اصول کی تلوار بن گیا
(قیصر بارہوی)

شمر ملعون ابن زیاد کا خط لے کر ۹ محرم کو عمر سعد کے پاس پہنچا۔ جب اس نے دیکھا کہ عمر سعد جنگ کے لئے تیار ہے تو وہ امام حسینؑ کے لشکر کے قریب آیا اور صدا دی: میری بہن کے بیٹے عبداللہ جعفر، عباس اور عثمان کہاں ہیں؟ ان چاروں بھائیوں کی ماں حضرت ام البنین قبیلہ بنی کلاب میں سے تھیں اور شمر ملعون بھی اسی قبیلہ میں سے تھا۔ کسی نے اس کی جانب توجہ نہ کی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر چہ یہ فاسق ہے لیکن تمہارے ساتھ قرابت رکھتا ہے، اس کو جواب دیجئے۔

ان بزرگواران نے اس فاسق سے فرمایا: تجھے ہم سے کیا کام ہے؟ کہنے لگا: میری بہن کے بیٹو! تمہارے لئے امان ہے۔ اپنے آپ کو اپنے بھائی (حسینؑ) کی خاطر موت کے منہ میں نہ جھونکو۔ اس سے کنارہ کشی کر و اور یزید کی اطاعت کرلو۔

راوی کہتا ہے: حضرت عباسؑ بن علیؑ نے فرمایا: تجھ پر ہلاکت اور لعنت ہو اور اس امان پر بھی لعنت جس کی تو ہمیں پیش کش کر رہا ہے۔ اے دشمنِ خدا! تو ہمیں یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسینؑ فرزند فاطمہؑ سے علیحدہ ہو جائیں اور ملعونوں اور ملعون زادوں کے سامنے

سرِ تسلیم خم کرلیں؟ (اور شیخ مفیدؒ کے مطابق) کیا تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزندِ رسولؐ کے لئے امان نہیں ہے؟ (لہوف/۸۸/ارشاد:۲/۹۱مقتل خوارزمی ۱/۲۳۶)

ابن سعد نے اپنے لشکریوں کو آواز دی:

"یَا خَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبِیْ وَبِالْجَنَّۃِ أَبْشِرِیْ"

"اے لشکرِ خدا سوار ہو جا اور بہشت میں شادمانی منا"۔

وقتِ عصر کے بعد یہ لشکر سوار ہو کر امام عالی مقامؑ اور ان کے اصحاب کے خیام کے نزدیک آیا۔ اس وقت امامؑ اپنے خیمے کے پاس ہی تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنی تلوار پر ٹیک لگا رکھی تھی' سر زانو پر رکھا ہوا تھا اور حالتِ خواب میں تھے۔ جب حضرت زینبؑ نے لشکر کا شور سنا تو اپنے بھائی کے پاس آئیں اور کہا: بھائی! آپ لشکر کی آواز نہیں سن رہے ہیں کہ جو ہمارے نزدیک پہنچ چکا ہے۔

آنحضرتؑ نے زانوئے مبارک سے سر اٹھا کر فرمایا: میں نے ابھی رسولِؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے وہ مجھ سے فرما رہے تھے تم جلد ہی ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔ جب حضرت زینبؑ نے یہ وحشت ناک خبر سنی تو اپنا چہرہ پیٹ لیا اور فریاد و واویلا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: میری بہن! تم تباہ نہیں ہو گی۔ خاموش ہو جاؤ اللہ تم پر رحمت فرمائے گا۔

حضرت عباسؑ آگے بڑھے اور عرض کیا: آقا جان! لشکرِ یزید آپ کے نزدیک پہنچ چکا ہے۔ امامؑ نے فرمایا:

یَا عَبَّاسُ ارْکَبْ بِنَفْسِیْ أَنْتَ یَا أَخِیْ ،حَتّٰی تَلْقَاھُمْ

"میرے بھیا عباسؑ! میری جان تم پر قربان' سوار ہو جاؤ اور ان کے پاس جا کر پوچھو: کیا ہوا ہے اور کس لئے آئے ہیں؟"

حضرت ابو الفضل عباسؑ بیس سواروں کے ایک دستے کے ساتھ' جس میں زہیر بن قین اور حبیب ابن مظاہر بھی شامل تھے اس لشکر کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا: کیا چاہتے ہو اور تمہارا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں امیر (ابن زیاد) کا فرمان پہنچا ہے کہ ہم تمہیں تجویز پیش

کریں کہ یا تو اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے گرفتاری دے دو یا پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

عباسؑ نے فرمایا: جلدی مت کرو۔ میں امام علیہ السلام کے پاس جا کر تمہارا پیغام پہنچاتا ہوں۔

جناب زہیرؓ جناب حبیب اور دوسرے ساتھی وہیں کھڑے ہو کر لشکر سعد سے گفتگو کرتے رہے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے رہے کہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ سے باز رہو۔

حضرت عباسؑ امام عالی مقامؑ کے پاس پہنچے اور انہیں لشکریوں کا پیغام پہنچایا۔ امامؑ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور اگر ہو سکے تو ان سے کل تک کے لئے مہلت طلب کرو اور آج کی رات انہیں واپس چلے جانے کا کہو تا کہ ہم اپنے پروردگار کی عبادت کرسکیں۔ اسے پکار سکیں اور اس سے استغفار کرسکیں۔ اللہ جانتا ہے کہ میں نماز و تلاوت قرآن تو دعا و استغفار سے محبت رکھتا ہوں۔

حضرت ابوالفضل عباسؑ لشکر سعد کے پاس پہنچے اور ان سے ایک رات کی مہلت مانگی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اور دونوں لشکر اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے۔ (ارشاد: ۹۲/۲ بحارالانوار: ۳۹۱/۴۴ تاریخ طبری: ۴۱۶/۵ الموسوعۃ/۳۹۰)

مرحوم کلینیؒ نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ۹ محرم وہ دن ہے جب امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کا کربلا میں محاصرہ کر لیا گیا۔ اور لشکر شام آنحضرتؑ سے جنگ کے لئے جمع ہو گیا۔ ابن مرجانہ (ابن زیاد) اور عمر سعد اپنے لشکر کی کثرت تعداد پر خوش تھے اور حضرت حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کمزور خیال کر رہے تھے۔ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ آنحضرتؑ کہیں سے کمک حاصل نہ کرسکیں گے اور اہل عراق ان کی مدد نہیں کریں گے۔

پھر فرمایا: اس ضعیف و غریب پر میرا باپ قربان۔

(بحارالانوار: ۹۵/۴۵ باب ۳۷ ح ۴۰: کافی: ۱۴۷/۴ باب صوم روز عرفہ عاشورا ح ۷)

شبِ عاشور

مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی　　روشنی مہرِ جہاں تاب کی کافور ہوئی
جلوۂ مہ سے زمیں دشت کی پُرنور ہوئی　　فوج تیار ستاروں کی بدستور ہوئی

جلتی ریتی پہ جو پیاسوں نے جگہ پائی ہے
چاندنی فرش بچھانے کے لیے آئی ہے

(قمر جلالوی)

جب دسویں کی رات آ پہنچی تو سیدالشہداء نے اپنے اصحاب کو جمع فرمایا۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں: میں بحالتِ بیماری ان کے نزدیک پہنچا تا کہ دیکھوں کہ میرے بابا! انہیں کیا کہتے ہیں۔ میں نے سنا کہ خدا کی حمد وثنا کے بعد آپؑ نے رخ اپنے اصحاب کی جانب کر کے فرمایا:

فَاِنِّی لَا أَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِی، وَلَا اَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَلَا أَوْصَلَ (أَفْضَلَ) مِنْ أَهْلِ بَيْتِی، فَجَزَاكُمُ اللهُ عَنِّی خَيْرًا۔

"تحقیق میں نے تم سے وفادار اور بہتر صحابہ نہیں دیکھے اور اپنے خاندان سے زیادہ نیکوکار اور مہربان کسی خاندان کو نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک جزا عطا فرمائے"۔

"آگاہ رہو کہ میں ان لوگوں سے بھلائی کی کوئی توقع نہیں رکھتا اور تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم آزادانہ رہو۔ میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھاتا ہوں۔ رات کی اس تاریکی کو اپنی سواری قرار دو، اس سے فائدہ اٹھاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ"۔

سید بن طاؤسؒ سے منقول ہے:

"تم میں سے ہر ایک میرے اہلِ خاندان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور رات کی تاریکی میں پھیل (نکل) جائے، اور مجھے ان کے سامنے چھوڑ دو کہ یہ میرے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھتے"۔

آپ کے بھائیوں' بیٹوں' بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں (آپ کے بھانجوں) نے بہ یک آواز کہا: ہم ایسے کس طرح کریں؟ خدا نہ کرے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں (اور وہ دن اللہ ہمیں نہ دکھائے) پہلے شخص جنہوں نے یہ فرمایا: وہ عباسؑ بن علیؑ تھے اور دوسروں نے بھی ان کے بعد یہی بات دہرائی۔

پھر امام حسینؑ نے فرزندانِ عقیلؑ کی جانب رخ کر کے فرمایا: تمہارے خاندان سے مسلمؑ کی شہادت کافی ہے، میں اجازت دیتا ہوں کہ تم چلے جاؤ۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے؟ یہی نا کہ ہم نے اپنے آقا، بزرگ اور چچا زاد کو (تنہا) چھوڑ دیا اور ان کے ہمراہ تیر اندازی کی نہ نیزہ بازی و شمشیر زنی۔ اور ان پر جو گزری ہم اس سے بے خبر رہے۔ خدا کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنے جان و مال اور اہل و عیال کو آپؑ کے راستے میں قربان کر دیں گے اور آپؑ کے ہمرکاب لڑیں گے۔ تا آنکہ آپ کے برابر میں قتل ہو جائیں اور آپ ہی کی سرگزشت سے دوچار ہوں۔ ہم خدا سے آپ کے بعد زندگی مانگنے کو بے کار سمجھتے ہیں (مرحوم سید کی نقل کے مطابق آپ کے بھائیوں اور تمام اہلِ خاندان نے اسی طرح کہا)۔

اس کے بعد مسلم بن عوسجہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: کیا ہم آپ سے اس عالم میں کہ دشمن نے آپ کو گھیر رکھا ہے، دستبردار ہو جائیں۔ پھر ہم بارگاہ خداوندی میں آپ کے حق کے بارے میں کیا عذر کریں گے۔ نہیں خدا کی قسم! خدا ہمیں کبھی ایسا کرنا نصیب نہ کرے۔

آگاہ رہیں! بخدا ہم آپ سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے' یہاں تک کہ ہمارے نیزے آپؑ کے دشمنوں کے سینوں میں ہوں گے اور جب تک قبضہ ہائے شمشیر ہمارے ہاتھوں میں

ہیں ہم اپنی شمشیریں انہیں ماریں گے' اور جب اسلحہ نہیں رہے گا تو ہم پتھروں کے ساتھ ان سے جنگ کریں گے۔

(سید بن طاؤس ؒ کی نقل کے مطابق (اس وقت سعید بن عبداللہ اٹھے اور عرض کیا:) بخدا ہم آپ سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم آپ کے بارے میں پیغمبر علیہ السلام کی سفارش کی رعایت کریں گے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یقین ہو کہ آپ کے راستے میں شہید ہو جاؤں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر مجھے جلا دیا جائے گا اور دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور پھر مار دیا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ سات بار ایسا کیا جائے گا تو پھر بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا، تا آنکہ آپ کے ہم رکاب شہید ہو جاؤں گا۔

میں ایسا کیونکر نہ کروں کیونکہ اس طرح ایک دفعہ قتل ہونا زیادہ نہیں ہے۔ اور اس کے بعد ایسی عزت و کرامت ہے کہ جس تک (کسی اور ذریعے سے) ہرگز نہیں پہنچا جا سکتا۔

پھر زہیر بن قین اٹھے اور کہا: خدا کی قسم میری خواہش ہے کہ قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور دوبارہ قتل کیا جاؤں حتی کہ ہزار بار یہ عمل دہرایا جائے اور خدائے عزوجل آپؑ اور آپؑ کے خاندان کے جوانوں کو قتل ہونے سے بچالے۔

آنحضرتؑ کے جانثاروں کے ایک گروہ نے اسی طرح فداکاری اور پائیداری پر مبنی اظہار خیال کیا۔ امام عالی مقامؑ نے ان تمام کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے جزائے خیر کی خواہش کی اور پھر اپنے خیمے میں واپس چلے گئے۔ (ارشاد: ۲/۹۳ لہوف/۹۰ مثیر الاحزان ۵۴ الموسوعۃ ۳۹۵، ح ۳۸۳ و ص ۴۰۹، بحار الانوار/۴۴/۳۹۲)

علامہ مجلسیؒ نے اس کے آخر میں یہ اضافہ فرمایا ہے: ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نے اس وقت بہشت میں ان کو ان کے (بلند) مقام دکھائے۔ انہوں نے حوروں' محلوں اور وافر نعمتوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔ اور ان کا یقین اور بھی زیادہ مستحکم ہو گیا۔ اور اسی سبب نیزے اور تلواریں انہیں محسوس ہی نہیں ہوتے تھے۔ اور وہ شربتِ شہادت نوش کرنے کے لئے بے چین تھے۔

حضرت امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ جب دشمن کے لشکر نے سید الشہداءؑ کا گھیراؤ کر لیا تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو اکٹھا کر کے فرمایا: میں اپنی بیعت کا عہد تم سے اٹھاتا ہوں' تم اگر چاہو تو اپنے اپنے قبیلے اور خاندان سے جا ملو' اور اپنے اہل بیت اور اقرباء سے بھی فرمایا: میں تم کو بھی اجازت رخصت دیتا ہوں تم اس ان گنت لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

تمام منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے سعادت ابدی کے بجائے آنحضرتؑ سے علیحدگی کو اختیار کیا اور اہل بیتؑ اقرباء اور آنحضرتؑ کے خاص اصحاب نے جو کہ قوت ایمان وایقان سے ممتاز تھے کہا: ہم آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے اور ہر حزن واندوہ اور مصیبت وبلا میں آپ کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اور قرب خدا کو آپ کی خدمت سے مشروط سمجھتے ہیں۔

امام عالی مقامؑ نے فرمایا:

خدائے قدوس یونہی منازل شریفہ اور درجات رفیعہ نہیں بخش دیتا بلکہ ان کے حصول کے لئے اس کی راہ میں پیش آنے والے مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جان لو کہ دنیا کے تلخ وشیریں کو بقاء نہیں ہے اور یہ اس طرح ہے کہ جیسے کوئی خواب دیکھتا ہے اور پھر بیدار ہو جاتا ہے۔ کامیاب وکامران وہی ہے جو آخرت میں کامیاب ہے۔ جو آخرت کی نعمت دوام سے محروم ہو جائے وہ شقی اور بدبخت ہے۔ (جلاء العیون/۳۸۵، بحارالانوار: ۲۲/۲۹۸ و۲۹۷ ب م ۳ ح ۳، بحارالانوار: ۴۵/۹۰ ب ۳۷ ح ۲۹، الموسوعہ/۳۹۷ ح ۳۸۴)

اس رات محمد بن بشیر حضرمی کو اطلاع ملی کہ تمہارا بیٹا رے کی سرحد پر قیدی بنا لیا گیا ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے معاملے میں، میں اس کی اور اپنی گرفتاری کو منظور کرتا ہوں۔ ورنہ یہ نہ چاہتا کہ میں زندہ ہوں اور وہ قید کیا جائے۔

امام حسینؑ نے اس بات کو سنا تو فرمایا: تم پر اللہ کی رحمت تمہیں میری بیعت کی قید سے رہائی ہے۔ جاؤ اور اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے اقدام کرو۔ محمد بن بشیر نے عرض کیا: اگر میں آپ سے جدا ہوں تو درندے مجھ کو زندہ حالت میں کھائیں۔

حضرت نے فرمایا: یہ لوٹے ہوئے لباس کو اپنے بیٹے کو دے دو تا کہ وہ انہیں اپنے

(اسیر) بھائی کی رہائی کے لئے بطور فدیہ دے اور اسے رہا کرائے۔ پھر اسے پانچ لباس' جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی عطا کیے۔ (لہوف/۹۳' الموسوعہ ۴۰۳، ص ۳۸۷)

سعد بحرانی نے ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ امام سجادؑ فرماتے ہیں: جس رات میرے والد گرامی شہید ہوئے اس رات انہوں نے اپنے عزیزوں اور اصحاب کو جمع فرمایا۔ اوران سے فرمایا: اس رات کو اپنا مرکب قرار دو اور خود کو نجات دو یعنی سامانِ مغفرت کرو۔ قاسم بن حسنؑ نے عرض کیا: کیا میں بھی شہیدوں میں شامل ہوں؟ حضرتؑ نے رقت آمیز لہجے میں فرمایا: میرے بیٹے! تمہارے نزدیک موت کیسی ہے؟ قاسم نے کہا:

یَا عَمِّ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلَ

''اے چچا جان! شہد سے بھی میٹھی!

آنحضرتؑ نے فرمایا:

اِیْ وَاللّٰہِ ، فِدَاکَ عَمُّکَ

''قاسم! تمہارے اس جذبہ پر تمہارا چچا قربان ہو''۔

تم ان اشخاص میں سے ہو جو میرے ہمراہ شہید ہوں گے اور تم سخت مصیبت سے گزرو گے۔ نیز میرا چھوٹا بیٹا عبداللہ بھی شہید ہوگا۔ (مدینۃ المعاجز: ۴/۲۱۴ نفس المہموم/۲۳۰)

حضرت سکینہ بنت امام حسینؑ نے فرمایا: ایک چاندرات میں اپنے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی[1] اور دریائے غم میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک خیمے کے عقب سے میرے کانوں میں گریہ و نالہ کی آواز پڑی۔ میں اپنا رونا بھول گئی تاکہ اہل حرم کو اطلاع نہ ہو جائے اور افسردگی کے عالم میں خیمے سے باہر آئی۔ میرے دل نے گواہی دی کہ خیر نہیں ہے۔ میں نے اس گریہ زاری کا پیچھا

---

(۱) بعض مؤرخین اس بات سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شب عاشورہ امام حسینؑ کے بھی اصحاب نے جانے سے انکار کر دیا تھا وہ حضرت سکینہؑ کی اس روایت کو منزلِ زبالہ سے نسبت دیتے ہیں۔ لیکن وہ اس عبارت پر غور نہیں کرتے کہ ایک چاندرات میں اپنے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھی اور یہ شب عاشور کے بارے ہی میں مناسب ہے نہ کہ منزل زبالہ کے بارے میں۔ اگر توجہ کی جائے تو امام کا کربلا میں امام کا منزل زبالہ پر نزول حما اور آخر ماہ میں تھا نیز یہ چاندرات نہ تھی۔

کیا اور اس حالت اضطراب میں میرا پاؤں دامن میں الجھ گیا۔ میں اٹھتی اور پھر گر جاتی۔ اس طرح میں اٹھتی گرتی اس جگہ جا پہنچی جہاں میرے والد بزرگوار بیٹھے ہوئے تھے۔اور ان کے گرد ان کے اصحاب حلقہ باندھے تھے۔میرے بابا رو رہے تھے اور میں نے سنا کہ وہ فرماتے تھے:

يَاقَوْمُ اِعْلَمُوا اَنَّكُمْ خَرَجْتُمْ مَعِي لِعِلْمِكُمْ اَنِّي اُقْدِمُ عَلٰى قَوْمٍ بَايَعُونِي بِاَلْسِنَتِهِمْ وَقُلُوبِهِمْ، وَقَدِ انْعَكَسَ الْاَمْرُ لِاَنَّهُ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ وَالْاٰنَ لَيْسَ لَهُمْ قَصْدٌ سِوٰى قَتْلِي وَقَتْلِ مَنْ يُجَاهِدُ بَيْنَ يَدَيَّ، وَسَبْي حَرِيْمِي بَعْدَ سَلْبِهِمْ.

وَاَخْشٰى اَنَّكُمْ مَا تَعْلَمُونَ اَوْتَعْلَمُونَ وَتَسْتَحْيُونَ، وَالْخَدْعُ عِنْدَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ مُحَرَّمٌ، فَمَنْ كَرِهَ مِنْكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْصَرِفْ فَاِنَّ اللَّيْلَ سَتِيْرٌ، وَالسَّبِيْلَ غَيْرُ خَطِيْرٍ وَالْوَقْتَ لَيْسَ بِهَجِيْرٍ وَمَنْ وَسَانَا بِنَفْسِهِ كَانَ مَعَنَا غَدًا فِي الْجِنَانِ نَجِيًّا مِنْ غَضَبِ الرَّحْمٰنِ۔

وَقَدْ قَالَ جَدِّي رَسُولِ اللّٰهِ: وَلَدِي حُسَيْنٌ يُقْتَلُ بِطَفِّ كَرْبَلَا، غَرِيْبًا وَحِيْدًا عَطْشَانًا فَرِيْدًا. فَمَنْ نَصَرَهُ فَقَدْ نَصَرَنِي وَنَصَرَ وَلَدَهُ الْحُجَّةَ عَجَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَرَجَهُ الشَّرِيْفَ. وَلَوْ نَصَرَنَا بِلِسَانِهِ فَهُوَفِي حِزْبِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

"اے میرے اصحاب! جان لو کہ تم میرے ہمراہ اس لئے آئے تھے کہ میں ایک جماعت کی طرف جا رہا ہوں کہ جنہوں نے دل و زبان سے میری بیعت کر لی ہے۔لیکن معاملہ اس کے الٹ ہے کیونکہ شیطان ان پر غالب آ گیا ہے اور یاد خدا ان سے چھن گئی ہے اور ان میں سے ہر کوئی میرے اور میرے ساتھیوں کے قتل پر تلا ہوا ہے۔میرے بعد میرے اہل حرم کو

لوٹ کر قیدی بنا لیا جائے گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم یہ نہیں جانتے اور اگر جانتے ہو تو حیا کر رہے ہو (اور یہاں سے جانے میں شرم محسوس کرتے ہو) مکروفریب ہم اہل بیتؑ کے نزدیک حرام ہے۔ جو کوئی ہماری مدد کے لئے خوش نہ ہو وہ واپس چلا جائے کہ رات کا پردہ چھایا ہوا ہے اور اس کی تاریکی میں کسی کو کسی کی خبر تک نہ ہوگی (اپنا راستہ لو اور یہاں سے چلے جاؤ) اور جو کوئی دل وجان سے ہماری مدد کرنا چاہتا ہے اور ہم سے خطرات کو دور کرنا چاہتا ہے وہ کل بہشت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ اور قہر خدا سے محفوظ رہے گا۔ ہمارے جدّ امجد رسولؐ خدا نے فرمایا: میرا بیٹا حسینؑ کربلا میں غریب وتنہا' پیاسا اور بے یارو مددگار (بے کس) مارا جائے گا۔ جو کوئی اس کی مدد کرے گا اس نے گویا میری مدد کی اور میرے بیٹے حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی مدد کی اور جس کسی نے اپنی زبان سے ہماری مدد کی۔ تو وہ روز قیامت ہمارے گروہ میں سے ہوگا"۔

حضرت سکینہؑ فرماتی ہیں: "ابھی میرے بابا کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ لوگ تتر بتر ہونا شروع ہو گئے۔ دس دس بیس بیس لوگ جا رہے تھے۔ اور وہ میرے بابا کے ساتھ نہ رہے۔ مگر میں نے ستر (۷۰) سے کچھ زائد افراد کو اپنے بابا جان کے پاس دیکھا کہ انہوں نے سر جھکا رکھے تھے (تاکہ جانے والے شرمندگی محسوس نہ کریں)"۔

پس میں گلوگیر ہوگئی مگر میں نے خود پر قابو رکھا اور سر آسمان کی جانب اٹھا کر عرض کیا: پروردگار! انہوں نے ہماری مدد نہیں کی تو ان کو چھوڑ دے اور ان کی دعاؤں کو قبول نہ فرما۔ اور روئے زمین پر ان کا کوئی مسکن و ماسن (ٹھکانہ) قرار نہ دے اور ان پر فقر مسلط کر دے اور ان لوگوں کو ہمارے

جد بزرگوار نبی اکرمؐ کی شفاعت سے محروم کردے۔ اس کے بعد میں اپنے خیمے میں واپس چلی گئی لیکن میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب میری پھوپھی ام کلثومؑ نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی! تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے تمام حکایت ان سے کہہ دی۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو نالہ بلند فرمایا:

وَاجَدَّاهُ ،وَاعَلِيَّاهُ ،وَاحَسَنَاهُ، وَاحُسَيْنَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ أَيْنَ الْخَلَاصُ مِنَ الْأَعْدَاءِ (معالی السبطین ۱/۲۰۸، مہیج الاحزان/۹۸ ومقائع الایام خیابانی ۲۸۴)

''ہائے نانا رسولؐ، ہائے بابا علیؑ، ہائے بھائی حسنؑ، ہائے بھائی حسینؑ، ہائے ہمارے کتنے کم ناصر ومددگار ہیں اور ہمیں دشمنوں سے کب چھٹکارا ہوگا''۔

مرحوم سید بن طاؤس سے منقول ہے کہ اس رات (شب عاشور) امام حسینؑ اور ان کے اصحاب صبح ہونے تک روتے رہے اور اللہ سے دعا ومناجات کرتے رہے۔

وَلَهُمْ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ ، مَابَيْنَ رَاكِعٍ وَسَاجِدٍ وَقَائِمٍ وَقَاعِدٍ

''اور ان کی نالہ زاری شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند سنائی دے رہی تھی۔ ان میں سے کچھ حالتِ رکوع میں تھے اور کچھ حالت سجدہ میں کچھ قیام کی حالت میں اور کچھ بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے''۔

اس رات عمر سعد کے سپاہیوں میں سے بتیس (۳۲) سپاہیوں کا گزر امام حسینؑ کے خیموں کے پاس سے ہوا۔ اور جب انہوں نے انہیں اس عالم میں دیکھا تو آنحضرتؑ سے آکر مل گئے۔ جب کہ امام حسینؑ کی حالت یہ تھی کہ کثرت سے نماز ادا کر رہے تھے۔ اور صفات کاملہ کے حامل دکھائی دے رہے تھے۔ (لہوف/۹۴)

علامہ شیخ جواہری کی کتاب مثیر الاحزان میں ہے:

امام حسینؑ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میری پھوپھی جان حضرت زینبؑ شب عاشور کو محراب اور جائے نماز پر نماز ادا کر رہی تھیں اور اللہ رب العزت سے مدد مانگ رہی تھیں۔ (ان کی آہ وزاری کے سبب) میری آنکھ کھل گئی اور ہمارے گریہ کی آواز رک نہیں رہی تھی۔ (خاتون دوسرا/۱۸۲)

اس رات جو لوگ ضعیف العقیدہ اور طالب دنیا تھے وہ سالار شہیداں سے علیحدہ ہو گئے اور اصحاب باوفا کہ جن کے نام آپ کے ساتھ روزِ ازل سے نوشتہ تھے اور جنہیں اللہ رب العزت نے چن لیا تھا۔ وہ دلبند فاطمہؑ پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اور وہ اس انتظار میں تھے کہ رات (جلد) صبح میں تبدیل ہو اور پروردگار سے ان کے وصل وملاقات کا دن آئے۔ وہ بھی خوش وخرم تھے۔ حتیٰ کہ ایسے بزرگ جنہوں نے عمر بھر بھی شوخی نہ کی تھی وہ بھی اس شب خوشی خوشی باہم مزاح کر رہے تھے۔ بالخصوص اس وقت جب انہوں نے اپنی اپنی جگہ خاندانِ نبوت کے ساتھ بہشت میں ملاحظہ کی۔

حضرت بریر نے حضرت عبدالرحمان سے مزاح کیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اے بریر! یہ شوخی کا وقت نہیں ہے۔ میری قوم جانتی ہے (اور خدا بھی جانتا ہے) کہ میں نے جوانی اور بڑھاپے میں بھی شوخی نہیں کی۔ لیکن اس وقت اس لئے اظہار مسرت وشادمانی کر رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ کل میں شہید ہو جاؤں گا اور میرے اور حورانِ بہشتی میں کچھ فاصلہ نہیں رہے گا۔ (جلاء العیون/۳۸۶ مقتل مقرم/۲۶۲ تاریخ طبری ۵/۴۲۳)

کشی نے روایت کی ہے کہ حبیب ابن مظاہر (جو کہ حافظ قرآن اور خواص امیر المومنینؑ میں سے تھے) جب خیمے سے باہر نکلے تو خوشی سے ہنس رہے تھے۔ یزید بن خضیر ہمدانی جو کہ سید القراء تھے نے حبیب سے کہا: اے برادر! یہ ہنسنے کا وقت نہیں ہے۔ حبیب نے کہا: خوشی اور شادمانی کے لئے ہمارا کون سا وقت اس وقت سے بہتر ہے! خدا کی قسم ہمارے اور حوار العین میں ملاقات میں صرف اور صرف اتنی سی دیر ہے کہ یہ کافر ہم پر حملہ آور ہوں۔ (رجال کشی: ۱/ ۲۹۳،

بحارالانوار/۴۵/۹۳)

لیکن مخدرات عصمت اور بچوں کے لئے یہ رات بہت سخت تھی۔ تمام جہان کے دکھوں نے ان پر حملہ کر رکھا تھا۔ چونکہ انہیں معلوم تھا کہ کل ہمارے عزیز شہید ہو جائیں گے اور ہم اسیری میں ہوں گے۔ لہذا وہ رات وداع' غم واندوہ اور فرقت کی رات تھی۔

ہر ایک گھڑی گویا قیامت کی گھڑی تھی

یہ رات بہت آل محمدؐ پہ کڑی تھی

(فیض)

حضرت زینبؑ جنہیں بہ خاطر عروسی حضرت حسینؑ کی چند یوم کی فرقت و دوری گوارا نہ تھی وہ انہیں قتل ہوتا کیسے دیکھ سکتی تھی۔

حضرت زینبؑ جب کبھی روضہ رسول کی زیارت کے لئے جانا چاہتیں تھیں تو حضرت علی علیہ السلام آگے آگے ہوتے اور حسنؑ و حسینؑ دائیں بائیں ہوتے۔ اور جب آپ حرم میں داخل ہوتیں تو حضرت علیؑ روضہ منورہ کے چراغوں کو بجھا دیتے تاکہ کسی کی نظر حضرت زینبؑ پر نہ پڑے۔

حضرت زینبؑ کس حال میں قید ہوئی ہوں گی۔ یہاں تک کہ اس ناموسِ خدا کو نامحرموں کے مجموں میں شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھرایا گیا۔

شیخ مفیدؒ وغیرہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام (امام سجادؑ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اس رات میں حالت بیماری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میری پھوپھی جان حضرت زینبؑ میری خبر گیری کر رہی تھیں۔ میرے بابا اپنے خیمے میں گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد کردہ غلام جون[1] آپ کے پاس تھا اور آپ کی تلوار کو صاف کر رہا تھا۔ میرے بابا نے یہ اشعار پڑھے:

---

(۱) زیارت ناحیہ میں "جون بن حوی" منقول ہے صاحب اصابہ نے جون بن جوی لکھا ہے اور بعض نے جوین اور حوی لکھا ہے۔

يَادَهْرُ اُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيْلٍ
كَمْ لَكَ بِالْإِشْرَاقِ وَالْأَصِيْلِ
مِنْ صَاحِبٍ أَوْ طَالِبٍ قَتِيْلٍ
وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيْلِ
وَاِنَّمَا الْأَمْرُ اِلَى الْجَلِيْلِ
وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيْلِي

جب آپؑ نے ان اشعار کو دو یا تین مرتبہ تکرار فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ آنحضرتؑ جام شہادت نوش فرمانے والے ہیں۔ لہٰذا میں گلوگیر ہوگیا' لیکن اپنے آپ پر قابو رکھا البتہ جب پھوپھی زینبؑ نے یہ اشعار سنے تو چونکہ عورتیں نرم دل ہوتی ہیں، لہٰذا وہ خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور ان پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ اٹھیں اور جلد جلدی چلتی ہوئی میرے بابا کے خیمے میں پہنچیں۔ وہ نالہ وفریاد فرمارہی تھیں:

وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتَ أَعْدَمَنِي الْحَيَاةَ اَلْيَوْمُ مَاتَتْ أُمِّي فَاطِمَةُ وَأَبِي عَلِيٌّ وَأَخِي الْحَسَنُ يَاخَلِيْفَةَ الْمَاضِيِنَ وَثِمَالَ الْبَاقِيْنَ

''کاش موت نے مجھے نابود کردیا ہوتا۔ آج (درحقیقت) میری ماں فاطمہؑ بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اے گزشتگان کے جانشین اور اے پسماندگان کے دادرس!''

حضرتؑ نے ان پر نگاہ فرمائی اور انہیں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: میری بہن! شیطان آپ کے حوصلے کو نہ چھینے۔ اور اس وقت خود آپؑ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ پھر عربی کی یہ ضرب المثل دہرائی:

لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ

''اگر قطا نامی پرندے کو (اس کے آشیانے میں) اس کے حال پر آسودہ

چھوڑ دیا جائے تو وہ سو جاتا ہے"

حضرت زینبؑ نے فرمایا: وائے ہو مجھ پر کہ آپؑ مجبور حالت میں قتل ہو رہے ہیں۔ آپ سے بچھڑنا میرے لئے بہت دشوار اور جاں سوز امر ہے۔ پھر اپنے چہرے پر دو ہتھڑ مارا اور اپنے ہاتھ سے اپنا گریبان چاک کر لیا۔ اس حالت میں آپ زمین پر گر پڑیں اور آپ کو غش آ گیا۔

آنحضرتؑ اٹھے اور بہن کے منہ پر پانی چھڑکا تاکہ وہ ہوش میں آ سکیں۔ آپ نے فرمایا: اے بہن! خدا کے لئے صبر و شکیبائی سے کام لو۔ یہ جان لو کہ تمام اہل زمین کو موت آ جائے گی اور نہ ہی اہل آسمان باقی بچیں گے اور ذات خداوندی کے علاوہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی کہ جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام مخلوقات کو خلق فرمایا ہے اور (خدا) بعد از موت سب کو زندہ کرے گا۔ اور وہی یگانہ و یکتا اور بے مثال ہے۔

میرے نانا، بابا، ماں اور بھائی جو مجھ سے بہتر تھے، وہ بھی اس دنیا سے چلے گئے۔ مجھے اور دیگر مسلمانوں کو چاہیے کہ رسولؐ خدا کی تاسی کریں۔ اور انہیں اپنا رہبر قرار دیں۔ اس طرح آپ نے بہن کو تسلی دی۔ پھر فرمایا:

اے بہن! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور تمہیں چاہیے کہ اس قسم پر عمل کرنا جب میں مر جاؤں تو اپنا گریباں چاک نہ کرنا اور اپنے چہرے کو نہ نوچنا اور میری شہادت پر فریاد و واویلا نہ کرنا۔

حضرت سجادؑ فرماتے تھے: میرے بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لا کر بٹھا دیا اور خود اپنے اقرباء و اصحاب کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ اپنے خیمے ایک دوسرے کے قریب کر لو۔ اور ان کی طنابیں ایک دوسرے سے باندھ دو۔ اور انہیں اس طرح نصب کرو کہ خود ان میں ٹھہرو تو دشمنوں سے ایک ہی طرف سے سامنا ہو۔

پھر آنحضرتؑ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے اور تمام رات نماز و دعا اور تضرع اور استغفار میں مصروف رہے۔ آپؑ کے اصحاب بھی آپ کے ہمراہ بکثرت نماز و دعا اور استغفار میں مشغول

رہے۔

مرحوم سید نے اس واقعہ کو آنحضرتؑ کی کربلا میں آمد کے بعد نقل کیا ہے اور اس میں اضافہ کرتے ہیں:

جب خواتین نے ان اشعار کو سنا تو سب کی سب رونے اور اپنے چہروں کو پیٹنے لگیں اور انہوں نے اپنے گریبان چاک کر لیے۔

ام کلثومؑ نے فریاد کی:

وَامُحَمَّدَاهُ! وَاعَلِيَّاهُ! وَأُمَّاهُ ! وَأَخَاهُ! وَاحُسَيْنَاهُ! وَاضَيْعَتَنَا بَعْدَكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ

راوی کہتا ہے: امام حسینؑ نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا: میری بہن! اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے گرم دل رہو کہ بھی ساکنانِ فلک فنا ہو جائیں گے اور تمام اہلِ زمین مر جائیں گے اور اس جہان ہستی کے بھی موجودات نیست و نابود ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا:

يَا اُخْتَاهُ يَا اُمَّ كَلْثُومٍ وَأَنْتِ يَا زَيْنَبُ وَأَنْتِيا فَاطِمَةُ وَأَنْتِ يَا رُبَابُ[1] اُنْظُرْنَ اِذَا اَنَا قُتِلْتُ فَلَا تَشْقَقْنَ عَلَيَّ جَيْبًا وَلَا تَخْمِشْنَ عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَقُلْنَ هُجْرًا

"اے میری بہن ام کلثومؑ اور اے زینب تم' اور اے فاطمہ تمؑ اور اے ربابؑ تم! توجہ کیجئے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو اپنے گریبان مت چاک کرنا اور اپنے چہروں کو نہ نوچنا اور پریشانی کے کلمات زبان پر نہ لانا"۔ (لہوف/۸۲)

---

(۱) کتاب لہوف مطبوعہ دارالاسوہ میں آقای شیخ فارس کی تحقیق کے مطابق صفحہ نمبر ۱۳۱ پر "وَأَنْتِ يَا رُقَيَّةُ" کا اضافہ ہے۔ احتمال ہے کہ یہی صحیح ہو اور محولہ بالا عبارت میں رہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ مقتل ابی مخنف میں بھی جو کہ المکتبۃ الحیدریہ کی طبع شدہ ہے صفحہ ۱۳۱ پر تحریر ہے "ثُمَّ نَادَى يَا اُمَّ كُلْثُومٍ وَيَا زَيْنَبُ وَيَا سُكَيْنَةُ وَيَا رُقَيَّةُ" اور یہی عبارت قندوزی حنفی نے ینابیع المودۃ (ص ۳۳۶ ب ۶۱) پر نقل کی ہے۔

شیخ صدوقؒ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؑ نے اپنے لشکر کے گرد خندق جیسی کھائی کھودنے کا حکم دیا اور اسے لکڑیوں سے بھر دیا (تاکہ دشمن پشت کی جانب سے خیموں میں داخل نہ ہو سکیں) اور اپنے بیٹے علی اکبرؑ کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لئے بھیجا۔ وہ خوف و ہراس اور مشکل میں تھے۔ اور امام حسینؑ نے ان کے لئے یہ اشعار پڑھے۔

یَا دَهْرُ اُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِیْلٍ

پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: یہ پانی پی لو کہ یہ دنیا کا تمہارے لئے آخری توشہ ہے۔ وضو کرو اور نہا کر کپڑے بدل لو کہ یہ تمہارا کفن ثابت ہوں گے اور اس کے بعد ان کے ہمراہ نماز فجر ادا فرمائی۔ (امالی صدوق ۱۵۶ م ۳۰ ح ۱ بحار الانوار ۴۴/۳۱۶)

بہبہانی مرحوم نے ''الدمعۃ الساکبۃ'' میں شیخ مفیدؒ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

نافع بن ہلال جو کہ آپ کے اصحاب خاص اور ہمرازوں میں سے تھے نے کہا: ایک رات سید الشہداءؑ تن تنہا خیمہ سے باہر نکلے اور دور تک چلتے گئے۔ میں تلوار حمائل کر کے ہر ممکن تیزی سے آپؑ تک پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ آپ خیام کے اردگرد واقع گھاٹیوں اور ٹیلوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: تم کیوں باہر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جب میں نے دیکھا کہ آپ رات کے وقت لشکر گاہ کی جانب تنہا جا رہے ہیں تو میں باہر چلا آیا تاکہ آپ کی حفاظت کر سکوں۔

آپ نے فرمایا: میں اس لئے باہر آیا ہوں کہ اس وادی کا جائزہ لے لوں کہ دشمن نے کہیں کمین گاہ نہ بنا رکھی ہو اور جنگ کے وقت ہمارے خیام پر حملہ نہ کر دے۔

امام واپس پلٹے اور فرمایا: خدا کی قسم یہ وعدہ خداوندی ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا: اے نافع! تم اس رات کے اندھیرے میں ان دو پہاڑوں کے درمیان کیوں نہیں چلے

جاتے کہ اپنے آپ کو اس ہلاکت سے نجات دے سکو؟

نافع نے جب یہ بات سنی تو اپنا چہرہ حضرتؑ کے قدموں پر رکھ دیا اور رو کر عرض کیا: اگر میں ایسا کروں تو میری ماں میرے غم میں بیٹھے۔ میں نے اس تلوار کو ہزار درہم اور اس گھوڑے کو بھی ہزار درہم کے عوض خریدا ہے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے آپ کی معرفت عطا کی ہے۔ میں آپؑ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ میری تلوار مجھ سے چھن جائے اور میرا گھوڑا دوڑنے سے انکار کر دے۔

پھر آپؑ اپنی بہن زینبؑ کے خیمے میں داخل ہو گئے اور میں خیمے کے پیچھے منتظر تھا۔ اس دوران میں نے سنا کہ حضرت زینبؑ فرما رہی تھیں:

هَلِ اسْتَعْلَمْتَ مِنْ أَصْحَابِكَ نِيَّاتِهِمْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يُسَلِّمُوكَ عِنْدَ الْوَثْبَةِ

"کیا آپ نے اپنے اصحاب کا امتحان لے لیا ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وقتِ مصیبت اور ہنگام جنگ وہ آپ کو تنہا نہ چھوڑ دیں"

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں! میں نے انہیں آزما لیا ہے اور ان سب کو دلیر اور سر بلند پایا ہے۔ وہ اس قدر جانباز اور اپنی جان سے بے نیاز ہیں کہ موت کے اس سے بھی زیادہ خواہش مند ہیں جتنا کہ ایک شیر خوار بچہ پستان مادر کا خواہش مند ہوتا ہے۔

نافع کہتے ہیں: میں یہ گفتگو سن کر غمگین ہو گیا اور رونے لگا۔ پھر حبیب ابن مظاہرؓ کے پاس پہنچا اور انہیں حضرت زینبؑ کی گفتار سے آگاہ کیا؟

حبیبؓ نے کہا: خدا کی قسم اگر میں آنحضرتؑ کی اجازت کا منتظر نہ ہوتا تو آج رات ہی اپنی تلوار سے جنگ کے لئے پیش قدمی کر دیتا۔

میں نے کہا: کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اہل حرم کو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں؟ مجھے گمان ہے کہ دیگر خواتین بھی حضرت زینبؑ کی طرح مضطرب ہوں گی۔

حبیبؓ اٹھے اور (تمام) اصحاب کو آواز دی۔ وہ ستاروں کی طرح خیموں کے افق سے

نمودار ہوئے۔ اور بنی ہاشم سے فرمایا:

خدا آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آپ اپنے خیموں میں تشریف رکھیئے۔ پھر حبیبؓ نے جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس سے اصحاب کو آگاہ کیا۔ ان سب نے بیک زبان ہو کر کہا:

اس خدائے متعال کی قسم جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا اگر حضرتؑ کے حکم کا انتظار نہ ہوتا تو ہم ابھی اپنی تلواروں سے ان (دشمنوں) پر حملہ کر دیتے۔

حبیبؓ نے کہا: میرے ساتھ آئیں۔ حبیبؓ آگے آگے تھے اور (دیگر) اصحاب ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے یہاں تک کہ وہ خیموں تک پہنچ گئے۔

حبیبؓ نے با آواز بلند فرمایا: اے خاندانِ عصمت کی خواتین! آپ کے غلام حاضر ہیں اور ہم نے عہد کر رکھا ہے کہ اپنی تلواروں کو غلافوں میں نہیں رکھیں گے' بلکہ ان سے آپ کے دشمنوں کی گردنیں کاٹیں گے۔ اور ہم آپ کے غلاموں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اپنے نیزوں کو اور کسی کام میں نہیں لائیں گے سوائے اس کے کہ ان خیموں کی حرمت کی ہتک کرنے والوں کے سینوں میں اتار دیں۔

خواتین خیام سے باہر آ گئیں۔ اور گریہ نالہ کی فریاد بلند کرتے ہوئے فرمایا: اے پاک سرشتو! رسولؐ خدا کی بیٹیوں اور امیر المومنینؑ کی ناموس کی حفاظت کرو۔ اس وقت اس بیابان میں اس قدر گریہ زاری ہوئی کہ زمین کربلا لرزہ براندام ہو گئی۔ (مقتل: مقرم/۲۶۵، الموسوعہ /۴۰۶ ح ۳۹۱، وقائع الایام خیابانی ۳۱۲)

عرضِ حال بزبانِ شاعر:

حسینؑ اپنی محبت کے یوں چراغ جلا
کہ قلب و ذہن میں اک روشنی سی بھر جائے
حسینؑ! دشت میں اک شب چراغ گل کر دے
حسینؑ دے کے محبوں کو اپنے اذنِ وداع

یہ دیکھ کیا یہ ترے جانثار کہتے ہیں
ترے بغیر مگر زندگی کریں گے کیا؟
ترے بغیر مریں گے بھی تو مریں گے کیا؟
وہ تیرے ابن مظاہرؓ کے ولولے آقا
وہ عوسجہ کا ترے ذوق اختیار جہاد
وہ تیرے شیر برادر کا نعرۂ تکبیر
لب فرات پیاسوں کا بات پہ ڈٹنا
وہ تیرے قاسمؑ و اکبرؑ کا ریت پہ کٹنا
وہ تیرے ننھے مجاہد کا بے مثال جہاد
لرز کے رہ گئے جس سے یزید و ابن زیاد
حسینؑ! شمعِ شہادت اُجالنے والے
حسینؑ! نور کی سوغات بانٹنے والے
حسینؑ! اپنی محبت کے یوں چراغ جلا
(جامِ بقا)

maablib.org

امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد

دشمنان چون ریگ صحرا لاتعد
دوستان او بہ یزدان ہم عدد
(اقبال)

تمام مشہور مؤرخین نے سیدالشہداءؑ کے لشکر کی تعداد بہتر (۷۲) افراد نقل کی ہے۔ جن میں سے بتیس (۳۲) سوار اور چالیس (۴۰) پیادہ تھے (ارشاد/۲، ۹۸، ناسخ التواریخ ۲/۲۲۹، منتخب التواریخ /۲۴۷ ب ۶۵ مقتل مقرم/۲۷۵ ارشاد مفید، اعلام الوریٰ، روضۃ الواعظین، تاریخ ابن جریر کامل ابن اثیر اخبار الاول اور اخبار الطوال کی نقل کے مطابق)۔

لیکن علامہ مجلسیؒ اور محدث قمی اس مشہور قول کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اور دوسری روایت کے مطابق بہتر (۷۲) افراد پیادہ تھے۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے کی گئی ایک روایت کے مطابق پینتالیس (۴۵) افراد سوار اور ایک سو پیادہ تھے۔ (بحار الانوار: ۴۵/۴، جلاء العیون/۳۸۸ منتہی الآمال ا/۳۴۳)

اس آخری روایت کو مرحوم سید بن طاؤس اور ابن نما نے بھی اختیار کیا ہے۔ (لہوف /۱۰۰، مثیر الاحزان/۵۴)

مرحوم شوستری فرماتے ہیں: امام عالی مقامؑ کے جسد علاوہ کم از کم ایک سو دو دیگر اجساد روئے زمین پر موجود تھے۔ جن میں سے تیس (۳۰) افراد اہل بیتؑ میں سے اور ۷۲ اصحاب میں سے شہید ہوئے۔ (مجالس المواعظ/۱۰۲، م۱۱)

پھر فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح میں منقول ہے کہ امام فرماتے ہیں: روز عاشور کو جب

جنگ کا غبار چھٹا تو تقریباً مغرب کا وقت ہونے والا تھا (یعنی جھٹپٹے کے وقت)۔ اور اہلِ بیتؑ کے تیس افراد کے لاشے زمین پر پڑے تھے۔

لَوْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيًّا لَكَانَ هُوَ الْمُعَزّٰى إِلَيْهِ۔ (مجالس المواعظ/ ۳۸ م ۵)

"اگر رسولؐ خدا حیات ہوتے تو آپؐ بھی عزادار ہوتے"۔

یہ امر ناگفتہ نہ رہ جائے کہ کچھ بزرگوں مثلاً مؤلف الابصار العین ' انصار الحسینؑ ' اور فرسان الھیجا نے امام کے ساتھیوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ لکھی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تعداد مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں تحریر کی۔ حضرتؑ کے لشکریوں کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) سوار اور سو (۱۰۰) افراد پیادہ پر مشتمل تھی۔

مؤلف کا کہنا ہے کہ روزِ عاشور سے پہلے حضرتؑ کے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ لیکن جب یہ واضح ہوگیا کہ آنحضرتؑ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کردیا جائے گا تو سب چلے گئے اور صرف ۷۲ افراد باقی رہ گئے۔ پس جو لوگ اس سے زیادہ نقل کرتے ہیں ان کا مدعا روزِ عاشور سے قبل کی تعداد لشکر بتاتا ہے۔

قافلۂ نور

نور کا یہ قافلہ
جانے چل دیا کہاں؟
یہ بھی جانتے ہوئے
ظلم ہونے والا ہے
خون بہنے والا ہے
بدلیوں کے چنگل میں

چاند گھرنے والا ہے
فاطمہؑ کے دلبر کا
گھر اُجڑنے والا ہے
سوچ کر مسافرو!
تشنگی ستائے گی
طفلِ شیر خوار کو
سرخ موت آئے گی
چشمِ پیش بین سے
میں نے یہ بھی دیکھا ہے
ایک نوجوان جو
مصطفیؐ سے ملتا ہے
چہرۂ حسیں لیے
سوئے موت بڑھتا ہے
گھات گھات قاتل ہے
خاک وخون میں اکبرؑ ہے
ایک رقصِ بسمل ہے
بال نوچتی زینبؑ
یورشِ غم وحسرت
کیوں پھٹی نہیں زمیں
کیوں گرا نہیں فلک

(جامِ بقا)

بنی امیہ کے لشکر کی تعداد

اصحاب گو قلیل مخالف کثیر تھے
منہ سب کے لشکرِ شہِ ذیشاں سے پھر گئے
(امیر مینائی)

ابن سعد ملعون کے لشکر کی تعداد میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے یہ تعداد بائیس ۲۲ ہزار نقل کی ہے اور بعض روایات سے تیس (۳۰) ہزار کا پتہ چلتا ہے۔ مرحوم مقرم نے "تذکرۃ الخواص" کے حاشیے سے ایک لاکھ اور "تحفۃ الازھار" سے اسی (۸۰) ہزار نقل کی ہے۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں۔ ابی مخنف کے مطابق لشکر سعد کی تعداد ایک لاکھ بائیس ۲۲ ہزار لشکری تھی، جو کہ یکے بعد دیگر بھیجے گئے۔ ان میں اسی (۸۰) ہزار سوار اور بیالیس (۴۲) ہزار پیادے شامل تھے۔ انہوں نے اس کے ہر گروہ اور ہر دستے کو اس کے امیر کے نام سے نقل کیا ہے (تذکرۃ الائمۃ/۸۷)

پیش نظر رہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد واقعہ کے نزدیک ہو گئی ہو گی۔ چنانچہ ہمیں روایات کا مفہوم اس طرح لینا چاہیے کہ اس نقل سے منافات نہ ہو۔

اس بات پر غور کرنے سے کہ یہ لشکر مختلف دستوں اور گروہوں کی صورت مقررہ کمانڈروں کی کمان میں کربلا میں داخل ہوا۔ ممکن ہے کہ مختلف مورخین نے ان میں سے ایک یا چند گروہوں کی تعداد نقل کی ہو۔ ظاہراً اس بیان سے تعداد لشکر کے بارے میں مختلف اقوال کے درمیان اختلاف کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

دیگر روایات:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے بھائی سے فرمایا:

وَلٰکِنْ لَا یَوْمَ کَیَوْمِکَ یَا اَبَاعَبْدِاللّٰهِ یَزْدَلِفُ اِلَیْکَ ثَلَاثُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ یَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ مِنْ اُمَّةِ جَدِّنَا مُحَمَّدٍؐ"

"لیکن اے ابا عبداللہ! کوئی دن تمہارے دن (روز عاشور) کی طرح کا نہ ہوگا، کہ تیس ہزار لشکری جو کہ ہمارے نانا کے امتی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہوں گے تمہارا محاصرہ کرلیں گے اور تم پر یلغار کردیں گے"۔

(امالی صدوق/ ۱۱۵م ۲۴ح ۳، بحار الانوار/ ۴۵/ ۲۱۸ح ۴۴)

نیز ثابت بن ابی صفیہ سے روایت ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباس پر نظر کی اور روتے ہوئے فرمایا: رسول خداؐ پر روزِ اُحد سے سخت دن نہیں گزرا کہ جس میں آپ کے چچازاد جعفر ابن ابوطالب نے شہادت پائی۔ پھر فرمایا:

وَلَا یَوْمَ کَیَوْمِ الْحُسَیْنِ اِزْدَلَفَ عَلَیْهِ ثَلَاثُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ یَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کُلٌّ یَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِدَمِهِ

"کوئی دن روزِ حسینؑ کی طرح نہیں تھا، کہ تیس ہزار افراد جو خود کو اس امت میں سے خیال کرتے تھے، نے آپؑ کا محاصرہ کرلیا اور وہ سب آپؑ کا خون بہا کر تقرب خدا کی تلاش میں تھے" (امالی صدوق/ ۴۶۲م ۷۰ح ۱۰، بحار الانوار: ۴۴/ ۲۹۸)

ان دو روایات میں "ازدلاف" کا لفظ اجتماع کرنے اور گرفتار کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی تیس ہزار افراد نے آنحضرتؑ پر ہجوم کیا لیکن روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کوفیوں کے لشکر کی تعداد یہ تھی۔

شاید یہاں ان بزرگواران کی مراد وہ تعداد لشکر ہو جس نے آنحضرتؑ کا محاصرہ کیا۔ اور جو بات صریحاً کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کوفہ سے سید الشہداءؑ کے لیے جنگ کے لئے لشکر آتے رہے اور چھٹے محرم یا نو محرم کو ان کی تعداد تیس ہزار افراد ہو گئی اور انہوں نے حضرت کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن اس بارے میں خاموشی ہے کہ اس کے بعد دیگر لشکر نہیں آئے۔ اور ظاہراً ان لشکروں کی آمد روزِ عاشور تک جاری رہی۔

اہلِ تاریخ اور اہلِ مقاتل نے اس عبارت کی تائید کی ہے مثلاً ابن طاؤسؒ اپنی کتاب ''لہوف'' میں رقم طراز ہیں:

> وَخَرَجَ اِبْنُ سَعْدٍ لِقِتَالِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أَرْبَعَةِ آلَافِ فَارِسٍ وَأَتْبَعَهُ بْنُ زِيَادٍ بِالْعَسَاكِرِ حَتّٰى تَكَمَّلَتْ عِنْدَهُ إِلٰى سِتِّ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ مُحَرَّمٍ عِشْرُوْنَ أَلْفَ فَارِسٍ
>
> ''ابن سعد امام عالی مقامؑ کے قتل کے لیے چار ہزار گھڑسوار لشکر کے ساتھ نکلا اور اُس کے بعد ابن زیاد کئی عسکر لے کر بیس ہزار سواروں کے ساتھ کربلا میں پہنچا''۔

یعنی چھ محرم الحرام کو بیس ہزار سوار مکمل ہو گئے۔

اور آیت اللہ ملا حبیب اللہ کاشانی لکھتے ہیں: ابی خلیق نے مختار کے جواب میں کہا: بائیس ہزار جنگ لڑ رہے تھے اور تیر اور نیزے مار رہے تھے اور چھ ہزار تین جگہوں پر فرات پر مقرر تھے اور باقی لشکر پے در پے کوفہ سے کربلا پہنچ رہا تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق قسطنطنیہ سے قادسیہ تک لشکر ہی لشکر تھا۔ (تذکرۃ الشہداء ۹۷)

یا بحارالانوار کی مذکورہ عبارت کے مطابق: ابن زیاد نے بتدریج لشکر بھیجا۔ حتیٰ کہ اس (عمر سعد) کے پاس تیس ہزار سپاہی جمع ہو گئے۔ اور عمر سعد کو لکھا: میں نے لشکر کے حوالے سے تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔ ابھی عاشورہ میں چند دن باقی تھے اور اس لشکر میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔

اس بنا پر ممکن ہے ان روایات سے وہ تعداد مراد ہو جو چھ محرم تک کربلا میں جمع ہو کر سید الشہداء کا محاصرہ کیے ہوئے تھی اور آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے آپ کے کسی دوسری جگہ جانے یا کسی جگہ سے آپؑ کے لئے کمک آنے میں مانع تھی۔

ہمیں معصومینؑ کے فرمودات ہر حال میں تسلیم ہیں اور جو مراد ان کی ہے اسی پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور انہیں بسروچشم قبول کرتے ہیں۔

maablib.org

آئمہؑ اور روزِ عاشور

غمِ شبیرؑ کے آنے کے دن ہیں
سراپا اشک بن جانے کے دن ہیں
(تصور زیدی)

شیخ صدوقؒ نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: محرم وہ مہینہ تھا کہ جس میں زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھی جنگ کو حرام خیال کرتے تھے۔

فَاسْتُحِلَّتْ فِيْهِ دِمَاءُ نَا ' وَهُتِكَتْ فِيْهِ حُرْمَتُنَا وَسُبِيَ فِيْهِ ذَرَارِيْنَا وَنِسَاؤُ نَاوَاُضْرِمَتِ النِّيْرَانُ فِيْ مَضَارِبِنَآ وَانْتُهِبَ مَافِيْهَا مِنْ ثُقُلِنَا وَلَمْ تُرْعَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ حُرْمَةٌ فِيْ أَمْرِنَا

"(لیکن بنی امیہ نے) ہمارے خون کو اس (ماہ) میں حلال جانا اور ہماری حرمت کی توہین کی' ہمارے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا گیا۔ ہمارے خیموں کو آگ لگادی گئی اور جو کچھ ان میں تھا وہ لوٹ لیا گیا، اور ہمارے بارے میں حرمت رسولؐ خدا تک میں رعایت نہ کی گئی"۔

امام حسینؑ کی شہادت کے دن ہماری آنکھوں کو زخمی کردیا گیا۔ ہمارے آنسو رواں ہوگئے۔ ہمارے عزیز (محترم) کو زمینِ کربلا پر خوار کیا گیا اور ہمیں قیامت تک مصیبت و بلا میں مبتلا کردیا گیا۔

فَعَلٰى مِثْلِ الْحُسَيْنِ فَلْيَبْكِ الْبَاكُوْنَ ' فَإِنَّ الْبُكَاءَ عَلَيْهِ يَحُطُّ الذُّنُوْبَ الْعِظَامَ

"حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا چاہیے کیونکہ ان پر گریہ بڑے بڑے گناہوں کو دھو دیتا ہے"۔

پھر فرمایا: میرے والد محترم کا شیوہ تھا کہ جب محرم شروع ہوتا تو کوئی انہیں ہنستا نہ دیکھتا اور دس محرم تک رنج وغم ان پر غالب آجاتا۔اور روز دہم ان کے لئے مصیبت وحزن وملال کا دن ہوتا تھا۔اور فرماتے تھے: اس دن حضرت امام حسینؑ کو قتل کر دیا گیا۔ (امالی صدوق ۱۲۸ م ۲۷ ح ۲' بحار الانوار: ۴۴/ ۲۸۳ ح ۱۸)

مَنْ تَرَكَ السَّعْيَ فِيْ حَوَائِجِهِ يَوْمَ عَاشُوْرَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ حَوَائِجَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

"کوئی شخص روز عاشور کو اپنی حوائج وضروریات کے پیچھے نہ بھاگے (اور اپنے امور کو معطل کر دے) خدائے متعال اس کی دنیا و آخرت کی حاجات کو پورا کر دے گا"۔

غم حسین علیہ السلام سے ہم لوگ
علاج گردش لیل و نہار کرتے ہیں

اور جس شخص کا روز عاشور روز مصیبت وحزن وگریہ ہوگا خدائے عزوجل روز قیامت کو اس کے لئے فرحت وشادمانی کا دن بنا دے گا اور جنت میں اس کو ہماری زیارت نصیب ہوگی۔

اور جس شخص نے روز عاشور کو روز برکت جانا اور اپنے گھر کے لئے کچھ ذخیرہ کیا تو اس ذخیرہ میں ذرا برکت نہ ہوگی اور روز قیامت وہ یزید' عبداللہ ابن زیا اور عمر سعد کے ساتھ درک اسفل (دوزخ کی بدترین جگہ) میں محشور ہوگا۔ (امالی صدوق/ ۱۲۹ ح ۴' بحار الانوار: ۴۴/ ۲۸۴ ح ۸۸ وسائل: ۱۴/ ۵۰۴' ۲۶ ح ۷)

شیخ طوسی عقبہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے دس محرم کو حضرت حسینؑ بن علی علیہما السلام کی زیارت کی اور آپ کی قبر مطہر کے نزدیک گریہ کیا تو روز قیامت جب خدا سے ملاقات کرے گا' اسے دو ہزار حج دو ہزار عمرہ اور دو ہزار جہاد کا ثواب ملے

گا اور وہ حج وعمرہ و جہاد بھی ایسے باثواب ہوں گے کہ جیسے رسولؐ خدا اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ ادا کئے گئے ہوں۔

راوی نے عرض کیا: میں آپ کے قربان جاؤں' جو شخص کربلا سے دور کے کسی شہر میں مقیم ہو اور اس کے لئے آنحضرت کی قبر مطہر پر جانا ممکن نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

فرمایا: زوالِ آفتاب کے قریب کسی صحرا میں یا گھر کی چھت پر چلا جائے اور آنحضرت کی جانب سلام کے ساتھ اشارہ کرے (زیارت پڑھے) اور آپؑ کے قاتلوں پر لعن و نفرین کرے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر آنحضرت پر گریہ و ندبہ کرے۔ اور جو لوگ اپنے گھروں میں ہوں اگر وہ حالت تقیہ میں نہ ہوں تو وہ آنحضرت پر گریہ کرنے کے لئے اپنے گھر میں مجلس عزا منعقد کریں اور ایک دوسرے سے تعزیت کریں۔ میں ان سب کے لئے اس سارے ثواب (مذکورہ قبل) کا ضامن ہوں۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان' آپ اس ثواب کی ضمانت دیتے ہیں اور کفالت کرتے ہیں؟ فرمایا! ہاں! میں اس شخص کے لئے ضامن و کفیل ہوں جو یہ عمل بجالائے۔ میں نے کہا: ایک دوسرے سے تعزیت کس طرح کریں۔ فرمایا:

أَعْظَمَ اللّٰهُ أُجُوْرَنَا وَأُجُوْرَكُمْ بِمُصَابِنَا بِالْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعَلَنَا وَإِيَّاكُمْ مِنَ الطَّالِبِيْنَ بِثَارِهٖ مَعَ وَلِيِّهِ الْإِمَامِ الْمَهْدِيِّ عَجَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَرَجَهُ الشَّرِيْفَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

"اور اگر ممکن ہو تو اس دن اپنے کاموں میں تعطیل کرو۔ کیونکہ یہ دن نحس ہے اور اس دن مومن کی حاجت پوری نہیں ہوتی۔ اور اگر پوری ہو بھی جائے تو باعثِ برکت نہیں ہوگی اور اس میں خیر نہیں ہے اور اس دن اپنے گھر کے لئے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرو کیونکہ وہ اہلِ خانہ کے لئے باعثِ برکت و مبارک نہ ہوگی"۔

جو کچھ میں نے کہا ہے اگر اسے انجام دیں تو خدائے متعال ان کے لئے ہزار حج' ہزار

عمرہ اور ہزار جہاد' جو رسول خدا کی معیت میں انجام دیئے گئے ہوں کا ثواب لکھے گا۔ اور اس کے لئے ابتدائے آفرینش سے قیامت تک آنے والے ہر پیغمبر' رسول' وصی' صدیق اور شہید کی مصیبت جتنا ثواب ہوگا۔

علقمہ نے آنحضرتؑ سے عرض کیا: مجھے اس دن کے لئے کوئی دعا تعلیم فرمایئے تاکہ میں دور یا نزدیک سے جب سید الشہداءؑ کی زیارت کروں تو اس کو پڑھوں۔

فرمایا: دو رکعت نماز بجا لاؤ۔ اس کے بعد سلام میں اشارہ کر کے تکبیر کہہ کر یہ زیارت (زیارت عاشورا) پڑھو کہ اس طرح زوار کے ساتھ ملائکہ بھی دعا گو ہوتے ہیں۔ اور خداوند متعال تمہارے لئے درجے لکھے گا۔ اور تم اس شخص کی مانند ہو گے جو امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا ہو۔ یہاں تک کہ ان کے درجات میں شریک ہو جاؤ گے اور ان سب کے ساتھ پہچانے جاؤ گے۔ اور تمہارے لئے ہر پیغمبر و رسول اور ہر وہ شخص جس نے روز شہادت سے آج تک حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی ہو کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مصباح شیخ طوسی/۱۳' مفاتیح الجنان/روز عاشور آنحضرت کی زیارت)

(اس کے بعد آپ نے معروف زیارت عاشورا بیان فرمائی)

حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں: امام حسینؑ کی شہادت کے روز میرے بابا (حضرت امام سجادؑ) درد دل کے سبب خیمہ ہی میں تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ ہمارے دوست اور موالی امام حسین علیہ السلام کے پاس آ جا رہے تھے اور پانی طلب کر رہے تھے۔ اور آنجنابؑ کبھی میمنے پر، کبھی میسرے پر اور کبھی قلب لشکر پر حملہ کر رہے تھے۔ اور آپؑ کو اس طریقے سے قتل کیا گیا کہ جس سے رسولؐ خدا نے منع فرمایا تھا کہ کسی بھی جاندار کو اس طرح ذبح نہ کرو۔

لَقَدْ قُتِلَ بِالسَّيْفِ وَالسِّنَانِ وَبِالْحِجَارَةِ وَبِالْخَشَبِ وَبِالْعَصَا
وَلَقَدْ أَوْطَأَهُ الْخَيْلُ بَعْدَ ذٰلِكَ

"آپؑ کو تلواروں' نیزوں' پتھروں' لکڑیوں اور لاٹھیوں سے شہید کیا گیا اور اس کے بعد آپ کے بدنِ اطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے"۔ (بحار الانوار:

۹۱/۴۵ ب ۳۷ ح ۳۰)

عبداللہ بن سنان نے روایت کی ہے کہ میں روز عاشور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے انہیں پریشان اور رنجیدہ خاطر پایا۔ آپ کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یابن رسول اللہؐ! اللہ آپ کی آنکھوں کو کبھی نہ رلائے آپ کس وجہ سے گریہ فرما رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:

أَوَفِي غَفْلَةٍ أَنْتَ؟ أَمَا عَلِمتَ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أُصِيبَ فِي مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ؟

''کیا تو غافل ہے اور نہیں جانتا کہ ایسے ہی ایک دن حسینؑ ابن علیؑ شہید کردیئے گئے''۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! اس دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: بغیر نیت کے روزہ رکھو اور بغیر دعائے افطار پڑھے افطار کرو اور اس روزے کو پورا روزہ قرار نہ دو بلکہ نماز عصر کے بعد پانی سے افطار کرو۔ کیونکہ اس وقت؛

تَجَلَّتِ الْهَيْجَاءُ عَنْ آلِ الرَّسُولِ وَانْكَشَفَتِ الْمَلْحَمَةُ عَنْهُمْ

''آل رسولؐ سے جنگ برطرف ہوئی اور یہ فتنہ عظیم فرو ہوگیا''۔

(یہاں روزے سے مراد فاقہ کشی ہے: مترجم)

بنی ہاشم کے تیس افراد اپنے انصار کے ساتھ میدانِ کارزار میں شہید ہوئے اور ان کے لاشے خاک پر پڑے تھے۔ یہ منظر رسولؐ خدا کے لئے سخت دشوار تھا اور اگر آنحضورؐ زندہ ہوتے (تو آپ خود ان کا غم مناتے) تو آپؐ کو تعزیت پیش کی جاتی۔

روای کہتا ہے: (یہ کہتے ہوئے) امام صادقؑ اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی (مصباح شیخ طوسی/۷۲۴، بحارالانوار: ۶۳/۴۵ ح ۴)

عبدالملک کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے نو اور دس محرم کے روزوں کا

پوچھا تو آپ نے فرمایا: ۹ محرم وہ دن ہے جب امام حسینؑ اور ان کے یار و انصار کا کربلا میں محاصرہ کرلیا گیا۔ اور اہل شام کا لشکر آپؑ سے جنگ کرنے کے لئے جمع ہونے لگا۔ اور ابن مرجانہ اور عمر سعد اپنے لشکر کی کثرت کے سبب شاداں وفرحاں تھے۔ جب کہ وہ حضرت حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو کمزور خیال کرتے ہوئے مطمئن تھے کہ ان کے لئے کہیں سے کمک نہیں پہنچے گی۔ اور اہل عراق ان کی مدد نہیں کریں گے۔ میرا باپ اس ضعیف وغریب پر قربان۔ پھر فرمایا: عاشور کے دن۔

فَيَومٌ أُصِيبَ فِيْهِ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَرِيْعًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ وَأَصْحَابُهُ حَوْلَهُ صَرْعٰى عُرَاةٌ

''امام نے یار و انصار سمیت شہادت پائی اور ان کے اصحاب یار و انصار ان کے گرد عریاں بدن زمین پر پڑے تھے''۔

کیا ایسے دن روزہ رکھا جاتا ہے؟ خدائے کعبہ کی قسم ایسا نہیں ہے۔ یہ دن روزے کا دن نہیں ہے بلکہ حزن ومصیبت کا دن ہے کہ جو اہلِ آسمان وزمین اور تمام مومنین پر نازل ہوئے۔

یہ دن ابن مرجانہ اور آل زیاد نیز اہل شام کے لئے فرحت وشادمانی کا دن تھا کہ خدانے ان پر اور ان کے ذرار پر غضب نازل فرمایا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ جب سوائے زمین شام کے تمام بقعہ ہائے زمین (سید الشہداءؑ پر) روئے۔ جو کوئی اس دن روزہ رکھے یا اس دن تلاش برکت کرے خدا اس کے دل کو مسخ کرکے آل زیاد کے ساتھ محشور کرے گا اور اس پر اپنا غضب نازل فرمائے گا۔

اور جو کوئی اس دن اپنے گھر کوئی شے ذخیرہ کرے گا تو اس کے دل میں قیامت تک کے لئے نفاق پیدا ہو جائے گا۔ اور اس کے خاندان و اولاد سے برکت اٹھالی جائے گی۔ اور ان کاموں میں شیطان اس کا شریک وہم سفر ہوگا (یعنی وہ شیطان کے حکم پر چلے گا)۔ (کافی ۴: ۱۴۷/ ۷ باب روز عرفہ وعاشوراح ۷ بحار الانوار ۴۵/ ۹۵ ح ۹۰)

اس بنا پر اس دن یہ امور اہم ہیں کہ سید الشہداءؑ کی یاد میں مجالس عزا برپا کی جائیں اور

ان مجالس میں شرکت کر کے آنحضرتؐ کے مصائب میں رویا جائے۔ ماتمی حلقوں کے ساتھ ماتم کیا جائے اور زیارت عاشورہ پڑھی جائے۔ نیز اہلِ خانہ اور دوستوں کو ان امور کی تشویق دلائی جائے۔ رونے اور رُلانے کی فضیلت میں روایات قبل ازیں ذکر کی جا چکی ہیں۔

کربلا کے پیاسوں سے ان کا کوئی رشتہ ہے
یوں ہی بھر نہیں آتیں بے سبب مری آنکھیں
لے کے اپنے دامن میں آنسوؤں کا نذرانہ
روزِ حشر جائیں گی پیشِ رب میری آنکھیں
(علی سجاد زیدی بارہ بنکوی)

صبحِ عاشور

الحمد قریب آیا غمِ عشق کا ساحل　　الحمد کہ اب صبحِ شہادت ہوئی نازل
بازی ہے بہت سخت میانِ حق و باطل　　وہ ظلم میں کامل ہیں تو ہم صبر میں کامل
بازی ہوئی انجام مبارک ہو عزیزو
باطل ہوا ناکام مبارک ہو عزیزو
(فیض احمد فیض)

نمازِ صبح کے بعد(1) امام حسین علیہ السلام نے اپنے یار و انصار کی جنگ کے لئے صف بندی فرما دی۔ زہیر بن قین کو داہنی جانب (میمنہ) اور حبیب ابن مظاہرؓ کو بائیں جانب (میسرہ) کا سالار مقرر کیا اور پرچم اپنے بھائی عباسؑ کے سپرد فرمایا(2) خیام کو اپنے عقب میں رکھا نیز ان کے گرد جو خندق کھودی گئی تھی اسے لکڑیوں سے پُر کر کے آگ لگادی گئی' تاکہ دشمن پیچھے کی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

دوسری طرف سے عمر سعد نے اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ عمرو بن حجاج کو داہنی طرف اور شمر بن الجوشن کو بائیں طرف مقرر کیا۔ عروہ بن قیس کو سواروں کا فرماندار! شبث بن ربعی کو پیادوں کا امیر بنایا اور پرچم اپنے غلام درید کے ہاتھ میں دیا۔

---

(۱) شوستری فرماتے ہیں: امام حسینؑ کے موذن حجاج بن مسروق تھے جو کہ کربلا میں شہید بھی ہوئے۔ لیکن صبح عاشور کو امام نے شہزادہ علی اکبرؑ کو حکم دیا کہ اذان دو اور امام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ اس وقت آپ نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب سے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے علی (امام سجادؑ) کے ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے۔ اصحاب یہ خبر سن کر شاد و مسرور ہو گئے۔

(۲) بعض روایات کے مطابق اپنے اصحاب میں سے (۲۰) افراد داہنی طرف حضرت زہیر کے ساتھ اور (۲۰) بیس افراد بائیں جانب حضرت حبیبؓ کے ساتھ تھے اور خود آنحضرت قلبِ لشکر میں تھے۔ (منتہی الآمال)

حضرت علی بن الحسینؑ سے حدیث مروی ہے کہ جب روزِ عاشور کی صبح ہوئی تو دشمن کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف رُخ کیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کیے اور عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ أَنْتَ ثِقَتِی فِی کُلِّ کَرْبٍ ،وَأَنْتَ رَجَائِی فِیْ کُلِّ شِدَّۃٍ وَأَنْتَ لِی فِیْ کُلِّ أَمْرٍ نَزَلَ بِی ثِقَۃٌ وَعُدَّۃٌ کَمْ مِنْ ھَمٍّ یَضْعُفُ فِیْہِ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِیْہِ الْحِیْلَۃُ وَیَخْذُلُ فِیْہِ الصَّدِیْقُ وَیَشْمَتُ فِیْہِ الْعَدُوُّ اَنْزَلْتُہٗ بِکَ وَشَکَوْتُہٗ اِلَیْکَ رَغْبَۃً مِنِّی اِلَیْکَ عَمَّنْ سِوَاکَ فَفَرَّجْتَہٗ وَکَشَفْتَہٗ فَأَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ نِعْمَۃٍ وَصَاحِبُ کُلِّ حَسَنَۃٍ وَمُنْتَھٰی کُلِّ رَغْبَۃٍ

اس دوران میں دشمن کے لشکر سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا ایک گروہ آپؑ کے خیموں کی جانب بڑھا۔ انہوں نے خیموں کے عقب میں کھودی گئی خندق اور اس میں جلتی ہوئی آگ کو دیکھا تو شمر نے بلند آواز سے کہا: اے حسینؑ! تم نے قیامت سے قبل ہی آگ کی طرف جلدی کی ہے!

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ کون ہے لگتا ہے شمر ہے۔ جواب ملا ہاں۔

حضرت نے فرمایا: اے بکریاں چرانے والی کے بیٹے! آگ میں جلنے کا تو سزاوار ہے۔
مسلم بن عوسجہؓ نے چاہا کہ اسے تیر ماریں لیکن امامؑ نے انہیں روکا اور فرمایا: میں نہیں چاہتا جنگ کا آغاز میری طرف سے ہو۔ (ارشاد:۲/۹۸، تاریخ طبری:۵/۴۲۳، الموسوعہ:۴۱۳ و ۴۱۵ ح ۳۹۳، ۳۹۴ و ۳۹۶)

شیخ مفیدؒ اور دوسروں کی روایت کے مطابق امام نے اپنا اونٹ طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو کر تا کہ تمام لوگ سن لیں بہ آواز بلند فرمایا: اے لوگو! میری بات سنو! اور جلدی میں مت پڑو تا کہ میں خود پر عائد پند و نصیحت کا حق ادا کر لوں اور اپنے یہاں آنے کا عذر تم پر واضح کر سکوں۔ اگر تم نے میرا عذر قبول کیا۔ میری بات پر یقین کیا اور انصاف سے کام لیا تو تم سعادت مند ہو گے اور مجھ سے تعرض نہیں کرو گے اور اگر قبول نہ کیا تو نا انصافی کے مرتکب ہو گے۔

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ....

"پھر تم اور تمہارے ساتھی ہر مکر و تدبیر کرنا۔ جب تم پر یہ امر پوشیدہ نہ رہے گا تو اس وقت میرا خیال نہ رکھنا اور مجھے مہلت نہ دینا"

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ (سورہ اعراف آیہ ۱۹۶)

"بے شک ہمارا ولی خدا ہے کہ جس نے قرآن کو نازل فرمایا اور نیکو کاروں کا یار و مددگار ہے"

جب آپؑ کی بہنوں اور بیٹوں نے یہ جملات سنے تو وہ فریاد کرنے لگیں اور با آواز بلند گریہ و شیون شروع کر دیا۔ آپؑ نے اپنے بھائی عباسؑ اور بیٹے علی اکبرؑ کو بھیجا تا کہ انہیں خاموش کرائیں اور فرمایا میرے بعد انہیں بہت رونا ہے۔

جب خواتین خاموش ہو گئیں۔ آنحضرتؑ نے حمد و ثنائے خداوندی بیان کر کے پیغمبر اسلامؐ فرشتوں اور تمام نبیوں پر درود بھیجنے کا حق اس طرح ادا کیا کہ قبل ازیں کسی سخنور نے ایسا کیا ہو گا اور نہ آپ کے بعد کسی منطقی کو اس قدر بلیغ گفتگو کرتے سنا گیا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میرے نسب کو یاد کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ ہوش کے ناخن لو خود کو سرزنش کرو اور سوچو کہ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کی ہتک کرنا روا ہے ؟ کیا میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا دلبند اور ان کے وصی اور چچازاد کا فرزند نہیں ہوں۔ وہ شخص کہ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا کی جانب سے رسولؐ خدا پر جو کچھ نازل ہوا اس کی تصدیق کی؛ آیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر ابن ابو طالب کہ جو دو پروں کے ساتھ بہشت میں محو پرواز ہیں میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم تک وہ حدیث نہیں پہنچی جو رسولؐ خدا نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں بیان فرمائی کہ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

اگر تم میری بات پر یقین رکھتے ہو (تو میرے قتل سے ہاتھ اٹھا لو اور جان لو) کہ میں سچ بولتا ہوں۔ خدا کی قسم جب سے مجھے یہ علم ہوا ہے کہ خداوند متعال جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو تمہارے درمیان کئی اشخاص ہیں ان سے پوچھ لو وہ تمہیں خبر دیں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ ابو سعید خدریؓ سہل بن سعد ساعدیؓ زید بن ارقمؓ اور انس بن مالکؓ سے پوچھو کہ وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کلام میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسولؐ خدا سے سنا ہے۔

کیا رسولؐ خدا کا یہ فرمان تمہیں میرا خون بہانے سے منع نہیں کرتا؟ شمر نے کہا: اگر مجھے یہ علم ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تو میں خدا کی ایک حرف سے عبادت کروں (یعنی بغیر راسخ عقیدے سے خدا کی عبادت کروں)

حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا: خدا کی قسم! مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم سات حرفوں پر خدا کی عبادت کرتے ہو (یعنی سات گنا شک اور تزلزل میں مبتلا ہو) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچ کہہ رہے ہو اور تم نہیں جانتے کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر مہر ثبت کر دی ہے۔

امام حسینؑ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کیا تم میری ان باتوں کی تردید کرتے ہو؟ اور تمہیں میرے پیغمبر کی بیٹی کا بیٹا ہونے میں شک ہے؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب کے درمیان سوا میرے کوئی بھی دختر پیغمبرؐ کا بیٹا نہیں ہے۔ نہ تمہارے درمیان اور نہ تمہارے علاوہ کہیں۔ وائے ہو تم پر کیا میں نے تم سے کسی کو قتل کیا ہے کہ مجھ سے اس کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا مال چھینا ہے۔ یا پھر میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص لینا چاہتے ہو؟ وہ خاموش تھے اور کچھ نہ بول سکے۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اور اے یزید بن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ ہمارے پھلدار اور سرسبز و شاداب باغ آپ کے منتظر ہیں۔ اور اگر آپ آئیں گے تو مسلح افواج آپ کے زیر فرمان ہوں گی۔ ہمارے ہاں چلے آیئے؟

قیس بن اشعث نے کہا: ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں البتہ آپ اپنے چچا

کے بیٹے یزید اور ابن زیادہ کا حکم مان لیں تو پھر جو انہیں منظور ہوگا وہ کریں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيْكُمْ بِيَدِي إِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ وَلَا أُقِرُّ مِنْكُمْ فِرَارَ الْعَبِيْدِ

''نہیں خدا کی قسم میں تمہاری جانب ہرگز دست ذلت نہیں بڑھاؤں گا' اور نہ ہی غلاموں کی طرح تم سے فرار کروں گا (بھٹکے ہوئے انسانوں) کی طرح ہرگز نہیں کروں گا''۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُوْنَ (سورہ دخان آیہ ۲۰ وسورہ غافر آیہ ۲۷)

''اے بندگانِ خدا! میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس آزار سے جو تم مجھے پہنچانا چاہتے ہو۔ اور اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس سرکش سے جو روز جزا پر ایمان نہیں رکھتا''۔

(ارشاد :۲/۱۰۰، وتاریخ طبری :۵/۴۲۳ کامل ابن اثیر :۴/۶۱، الموسوعة/ ۴۱۸ ح ۴۰۱ واختلاف مثیر الأحزان/ ۵۱)

سید بن طاؤس اور دوسروں سے مروی ہے:

عمر سعد کے لشکری (ان پر اللہ کی لعنت ہو) سوار ہو گئے۔ حضرت حسین علیہ السلام نے بریر کو بھیجا تا کہ انہیں نصیحت کرے لیکن انہوں نے بریر کی بات نہ سنی۔ جب بات دہرائی گئی تو بھی بے سود رہی۔ لہٰذا امام حسینؑ نے بذات خود گھوڑے پر سوار ہوئے اور انہیں خاموش ہونے کو کہا۔ وہ خاموش ہو گئے تو آپ نے مقام کے شایان شان حمد وثنائے خالق بیان کی اور حضرت محمدؐ، فرشتگان اور پیغمبرانِ الٰہی پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم پر مرگ اور پریشانی نازل ہو کہ تم حیران وسرگرداں تھے اور تم نے ہمیں اپنی ہدایت کے لئے بلایا۔ ہم جلد از جلد تمہاری ہدایت کے لئے پہنچے تو وہ تلواریں جنہوں نے تمہاری

اٹھائی ہوئی قسموں کے مطابق ہماری حمایت میں اٹھنا تھا اور ہمارے دشمنوں پر چلنا تھا وہ ہم پر پڑنے کو تیار ہوگئیں۔ اور وہ آگ جو ہمارے دشمنوں شقہ کمان کے لئے بھڑکائی گئی تھی خود ہمارے دامن کو جلانے لگی۔

آج تم اپنے دشمنوں کے فائدے اور دوستوں کے نقصان پر تلے ہوئے ہو کیونکہ تمہارے دشمنوں نے تمہارے درمیان نہ رسم عدالت چھوڑی ہے اور نہ امید تازہ۔

وائے ہو تم پر اس سے پہلے کہ تم ہماری مدد کے لیے تلواریں نیاموں سے نکالتے تم نے ہمیں چھوڑ دیا۔ لیکن تم نے مور و ملخ کی طرح اس کام میں جلدی کی اور پروانوں کی طرح اس کام کے لیے ہجوم کیا۔ قرآن کو چھوڑنے والو اور احکام الٰہی کو تبدیل کرنے والو! تم پر موت۔ اے سراپائے گناہ جماعت! شیطان کے ہم کارو اور پیغمبر کے چراغ ہائے ہدایت کو بجھانے والو تم ان کی نصرت کر رہے ہو اور ہماری ذلت؟

ہاں خدا کی قسم یہ نیرنگی تم میں ایک زمانے سے پائی جاتی ہے۔ تمہارے شاخ و برگ اس کی پیداوار ہیں اور تم اس درخت کے ناپاک پھل ہو کہ جو باغبان کے گلے میں ہڈی کی طرح پھنس جاتا ہے لیکن غاصب کے لیے لقمۂ گوارا ہے۔

أَلَا وَإِنَّ الدَّعِيَّ بْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَنِي بَيْنَ اثْنَتَيْنِ بَيْنَ السِّلَّةِ وَالذِّلَّةِ ، وَهَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةِ، يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ لَنَا وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَحُجُورٌ طَابَتْ وَطَهُرَتْ وَأُنُوفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوسٌ أَبِيَّةٌ مِنْ أَنْ نُؤْثِرَ طَاعَةَ اللِّئَامِ عَلٰى مَصَارِعِ الْكِرَامِ أَلَا وَإِنِّي زَاحِفٌ بِهٰذِهِ الْأُسْرَةِ مَعَ قِلَّةِ الْعَدَدِ وَخِذْلَةِ النَّاصِرِ۔ (۱)

---

(۱) "ابن ابی الحدید نے اس خطبہ شریف کو نقل کرنے سے پہلے لکھا ہے: عظیم سرفرازی جو انسانوں کو سکھائی گئی، وہ یہ ہے کہ سایۂ شمشیر میں شرافت کی موت اس پست دنیا کی زندگی پر برتری رکھتی ہے۔ ابا عبداللہ حسین بن علی کے لئے کہیں امان نہ تھی، لیکن انہوں نے ذلت کو پھر بھی قبول نہ کیا۔ اور اس خطبہ کے بعد تحریر کرتا ہے: میں نے ابوزید علوی نقیب بصری سے سنا کہ وہ کہتا تھا: جو اشعار ابی تمام نے محمد بن حمید طاقی کے لئے پڑھے ہیں وہ امام حسین کے لئے موزوں ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ: ۳/۲۴۹ ب ۵۱)

"آگاہ رہو کہ اس حرام زادہ پسر حرام زادہ نے مجھے موت اور ذلت کے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ یہ مت سمجھو کہ میں ذلت کو موت پر ترجیح دوں گا۔ اللہ اس کا رسولؐ، مومنین اور وہ پاک و پاکیزہ ہستیاں جنہوں نے میری پرورش فرمائی نیز صاحبانِ غیرت وحمیت اور وہ لوگ جنہوں نے بار ستم کو برداشت نہ کیا اور ذلت میں نہ پڑے وہ سب کے سب مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں ان لعینوں کی فرمانبرداری کو شرافت وعزت کی موت پر ترجیح دوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ باوجود اس کے کہ میں تنہا رہ گیا ہوں اپنے خاندان کے ان تھوڑے سے افراد کے ہمراہ تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔

(پھر ان پر نفرین فرمائی) بارالہا! ان پر آسمان سے رحمت کی بارش روک لے اور ان پر زمانہ یوسفؑ کی سی قحط سالی فرما' اور ثقفی جوان (مختارؒ) کو ان پر مسلط فرما تاکہ موت کے تلخ و ناگوار ساغر ان کے منہ میں انڈیلے (یعنی اپنے دستِ انتقام سے ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے اور قاتل کو قتل کی سزا اور ضارب کو ضرب کی سزا دے اور میرا اور میرے اصحاب و وابستگان اور پیروؤں کا بدلہ لے) انہوں نے مجھے دھوکہ دیا' جھوٹ بولا اور میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تو ہی میرا پروردگار ہے میرا توکل اور بھروسہ صرف تجھ پر ہے۔ ہم تیری جانب رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔

پھر آپ گھوڑے سے نیچے اترے اور رسول خداؐ کی سواری کا "مرتجز" نامی گھوڑا طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو کر جنگ کے لئے اپنے اصحاب کی صف آرائی فرمائی۔ (لہوف/۹۶' الموسوعہ/۴۲۱ ح ۴۰۲ اور عبارت میں قلیل سے اختلاف کے ساتھ مثیر الاحزان/۵۴ بحارالانوار: ۴۵/۸ مقتل خوارزمی ۲/۶ تحف العقول ۱۷۳)

مرحوم مقرم نے اس خطبہ شریف کو نقل کرنے سے پہلے لکھا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ قرآن لیا اور اپنے سر پر رکھا اور اس قوم (جفاکار) کے سامنے آکر

فرمایا: اے قوم (جفاکار) کتاب خدا اور میرے جد رسولؐ خدا کی سنت ہمارے درمیان (حکم) ہے۔ پھر اپنے بارے میں اور جو کچھ آپ کے پاس تھا یعنی رسولؐ خدا کی شمشیر زرہ اور عمامہ کے بارے میں ان سے گواہی طلب کی (کہ یہ اشیاء رسولؐ خدا ہی کی ہیں) اور اس جماعت (اشرار) نے ان کی تصدیق کی۔

اس وقت آپ نے ان سے پوچھا: پھر تم کس لئے میرے قتل کا اقدام کر رہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: اپنے امیر عبید اللہ ابن زیاد کی اطاعت کے لئے لہذا آنحضرتؑ نے یہ خطبہ ان کے سامنے بیان فرمایا۔ (مقتل مقرم ۲۸۶)

علامہ مجلسیؒ نے مناقب سے روایت کی ہے کہ جب عمر سعد نے اپنے لشکر کو امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار کیا۔ آپؑ لشکر کے نزدیک تشریف لائے اور انہیں بہ سکوت دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی حضرت فرمانے لگے:

”تم پر وائے ہو اس میں کیا نقصان ہے کہ اگر تم میری طرف توجہ دو اور میری بات سنو“۔

اِنَّمَا اَدْعُوْكُمْ اِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ ، فَمَنْ اَطَاعَنِى كَانَ مِنَ الْمُرْشِدِيْنَ وَمَنْ عَصَانِى كَانَ مِنَ الْمُهْلِكِيْنَ وَكُلُّكُمْ عَاصٍ لِاَمْرِي غَيْرُ مُسْتَمِعٍ قَوْلِى فَقَدْ مُلِئَتْ بُطُوْنُكُمْ مِنَ الْحَرَامِ ' وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ،وَيْلَكُمْ اَلَا تَنْصِتُوْنَ؟ اَلَا تَنْصِفُوْنَ؟ اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟

”میں تمہیں ہدایت وسعادت کے راستے کی جانب بلا رہا ہوں۔ جو کوئی میری اطاعت کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ لیکن تم میرے حکم سے سرکشی کر رہے ہو اور میری بات پر کان نہیں دھر رہے کیونکہ تمہارے پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور تمہارے دلوں پر مہریں ثبت ہو چکی ہیں۔ تم پر وائے ہو کیا تم خاموش نہیں ہو گے؟ (انصاف نہیں کرو گے) کیا تم میری بات نہیں سنو گے؟“

لشکر عمر سعد نے ایک دوسرے کو ملامت شروع کردی کہ توجہ دو۔

امام حسینؑ کھڑے ہوگئے اور وہی خطبہ جو لہوف سے نقل کیا گیا ہے، بیان فرمایا۔ پھر فرمایا: عمر سعد کہاں ہے؟ اس کو میرے نزدیک بھیجو۔

عمر کو بلایا گیا' پہلے تو وہ ملاقات پر راضی نہ ہوا پھر قبول کرلیا۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اے عمر تو اس حرام زادہ پسر حرام زادہ کے حکومت رے اور گرگان کے وعدے پر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم یہ حکومت تمہارے لئے ناگوار ہوگی اور تو اپنے مقصد کو حاصل نہ کرسکے گا۔ یہ وہ وعدہ ہے جو مجھ تک پہنچا ہے۔ تو جو چاہتا ہے کرلیکن میرے بعد تو دنیا میں خوش رہے گا نہ آخرت میں۔

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا سر کوفہ کے دروازے پر نیزے پر نصب کردیا گیا ہے اور بچے اسے نشانہ بنا کر پتھر مار رہے ہیں۔

عمر ناراض ہوا اور اپنا چہرہ (امام کی جانب سے) پھیر لیا۔ اور اپنی فوج کو آواز دی۔ کیا انتظار کر رہے ہو۔ سب یکبار حملہ کرو کہ یہ ایک لقمے سے زیادہ نہیں ہیں۔ (بحارالانوار ۴۵/۸نفس المہموم ۲۳۵)

طبری نے سعد بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ کوفہ کے بوڑھے ایک ٹیلے پر کھڑے تھے اور سید الشہداء کے لئے رو رو کر کہہ رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَنْزِلْ نَصْرَكَ

''خدایا اس (حسینؑ) کو نصرت عطا فرما''۔

میں نے کہا: اے دشمنانِ خدا! تم آگے بڑھ کر اس کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ سعید نے کہا: میں نے دیکھا کہ سید الشہداء لوگوں کو وعظ ونصیحت فرما رہے تھے۔ (تاریخ طبری: ۳۹۲/۵، منتہی الآمال: ۳۴۷/۱)

اوّلین حملہ

یک بیک طبل بجا' فوج میں گرجے بادل — کوہ تھرائے زمیں ہل گئی گونجا جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے تلواروں کے پھل — مرنے والوں کو نظر آنے لگی شکلِ اجل

واں کے چاؤش بڑھانے لگے دل لشکر کا
فوجِ اسلام میں نعرہ ہوا یاحیدرؑ کا
(میر انیسؔ)

راوی کہتا ہے: عمر سعد آگے بڑھا اور امامؑ کے سربازوں کی طرف تیر چلا کر بولا: امیر عبداللہ (ابن زیاد) کے سامنے گواہی دینا کہ جس شخص نے حسینؑ کی جانب پہلا تیرا چلایا وہ میں تھا۔ اس تیر کے بعد بارش کے قطروں کی طرح تیر برسنے لگے۔

حضرتؑ نے اپنے یارو انصار سے فرمایا: تم پر خدا کی رحمت ہو کر ہمت باندھ لو اور موت کے لئے جس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ دشمن کے یہ تیر تمہاری جانب موت کے قاصد ہیں۔

پس دونوں لشکروں میں سے ایک ایک گروہ باہم برسر پیکار ہوا' اور ایک کے بعد دوسرا حملہ ہوا۔ اس طرح چند حملوں میں امامؑ کے انصار میں سے کچھ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(محمد بن ابو طالب کی روایت کے مطابق اس حملہ (جنگ) میں آنحضرتؑ کے اصحاب میں سے پچاس (۵۰) نفر شہید ہو گئے۔ جن کے نام ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "مناقب" میں درج کئے ہیں)

راوی کہتا ہے: اس وقت امامؑ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور فرمایا: یہود پر خدا

کا غضب اس وقت سخت ہوا جب انہوں نے خدا کے لئے بیٹا قرار دیا۔ اور نصاریٰ پر اس وقت عذاب الٰہی سنگین ہوا جب انہوں نے عقیدہ تثلیث کے ذریعے تین خداؤں کا اقرار کیا اور مجوس پر اس وقت عذاب الٰہی ہوا جب انہوں نے خدا کے بجائے سورج اور چاند کی پوجا شروع کر دی۔ اور خداوند متعال اس گروہ پر اس وقت سخت غضب ناک ہے جب کہ وہ اس کے پیغمبر کی بیٹی کے فرزند کو شہید کرنے کے لئے یک زبان ہیں۔

خدا کی قسم! ان کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پوری نہ ہوگی بلکہ وہ اپنے اپنے خون میں رنگین ہوں گے اور اسی حالت میں خداوند متعال سے ملاقات کریں گے۔ (لہوف/۱۰۰، مثیر الاحزان/۵۶، ۵۸)

مرحوم شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں: عمر سعد نے آواز دی۔ اے درید! پرچم نزدیک لاؤ۔ درید پرچم نزدیک لے آیا۔ عمر سعد نے تیر حلۂ کمان میں رکھا اور آنحضرتؑ کے لشکر کی جانب یہ تیر چلا کر بولا گواہ رہو کہ میں پہلا شخص ہوں کہ جس نے (فوج حسینؑ کی جانب) تیر چلایا۔

اس کے بعد اس کے لشکر نے تیر پر تیر چلانا شروع کر دیئے اور میدان میں اتر کر مبارزہ کیا۔ (ارشاد: ۲/۱۰۴)

مرحوم شوستریؒ فرماتے ہیں: حدیث صحیح میں ہے کہ اس تیر اندازی (اول) میں سید الشہداءؑ کا نصف لشکر شہید ہو گیا۔ (مجالس المواعظ/۵۹م ۶)

حسین علیہ السلام کا کربلا میں گریہ

مرحوم شوستریؒ بیان کرتے ہیں: چند مواقع پر آنحضرتؑ نے گریہ فرمایا اور شاید اس گریہ کی چند وجوہات تھیں: ایک تو یہ کہ مصائب اہلِ بیتؑ پر رونا بجائے خود ایک عظیم عبادت ہے۔ اور دوسری وجہ دین خدا کی بے کسی و بیچارگی تھی۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام لوازم بشریہ سے خالی نہ تھے۔ کیونکہ ان کے لئے بھوک، پیاس اور خستہ حالی تھی اور ان مصائب و مشکلات پر ناچار ان کا دل پُرسوز ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ رسولِ اکرمؐ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کی وفات پر رونے لگے۔ اور آپؐ نے فرمایا: میرا دل غم زدہ ہو جاتا ہے۔ اور (آنکھوں سے) آنسو بہنے لگتے ہیں لیکن پھر بھی میں (زبان سے) کچھ نہیں کہتا کہ یہ غضبِ الٰہی کا موجب ہوگا (بحارالانوار ۲۲/۱۵۷) اور امام حسینؑ نے بھی اپنے جدِ بزرگوار کی تاسی فرمائی۔

کیا کسی انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ اپنے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں کی شہادت کے بعد جب کہ وہ خود کو بے یارومددگار اور مظلوم و بے کس پائے دشمنوں نے اس کو گھیر رکھا ہو، زمین اس پر تنگ ہو اور خواتین اور بچے اس کے قریب غم زدہ، بے ہوش اور قریب الرگ ہوں اور وہ شہادت کے لئے جلدی نہ کرے اور اپنے پسماندگان کو نصیحت فرمائے کہ قید و بند کے لئے تیار رہنا، صبر کرنا اور صیحہ و جزع نہ کرنا؟

(۱) جب آپ (شہادت کے لئے روانہ ہونے لگے تو آپ کی چھوٹی بیٹی (سکینہؑ) آپ سے لپٹ گئی اور عرض کرنے لگی: تھوڑی دیر ٹھہر جایئے تاکہ میں آپ سے اس وداعِ آخر کا توشہ لے سکوں۔ وہ آپؑ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگی۔ امامؑ نے اسے آغوش میں لیا اور اپنی اشک آلود آنکھوں کو آستین سے صاف کرتے ہوئے فرمایا:

سَيَطُولُ بَعْدِي يَا سَكِينَةُ فَاعْلَمِي
مِنْكِ الْبُكَاءُ إِذَا الْحِمَامُ دَهَانِي

''اے سکینہؑ! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد تمہیں طویل گریہ کرنا ہے''۔
(مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۱۰۹، نفس المہموم/۳۴۶)

(۲) جب آپؑ اپنے بھائی عباسؑ کی لاش پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ خاک پر پڑے ہیں۔ تیروں سے چھلنی مشک ایک طرف پڑی، اور کٹے ہوئے ہاتھ ایک ادھر دوسرا ادھر پڑا ہے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو بہت روئے۔ (مثیر الاحزان/۷۱)

(۳) جب شہزادہ قاسمؑ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ ان سے بغل گیر ہو کر اس قدر روئے کہ غش کھا گئے۔ (بحار الانوار: ۴۵/۳۴)

(۴) جب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے تو گریہ فرمایا۔

(۵) جب آپؑ کے بیٹے علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے ان کی محاسن مبارک کو ہاتھوں میں لے کر، آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مناجات کیں۔

(۶) جب اپنی بہن زینبؑ کو گریہ وزاری سے تسلی دی تو اس وقت خود آپ پر بھی حالت گریہ طاری ہو گئی اور آنسو آپ کی آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ (بحار الانوار: ۴۵/۶)

میں نے ان حالات مذکورہ پر غور و خوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ بات فطرتاً اور عادتاً ناممکن ہے کہ کسی بھی رؤف و مہربان صاحب دل پر یہ حالات گزریں تو وہ گریہ کئے بغیر رہ سکے۔ (اشکِ رواں بر امیر کارواں/۱۲۹، الخصائص الحسینیہ/۴۰)

نیز علامہ شوستریؒ فرماتے ہیں:

سید الشہداءؑ نے کربلا میں کئی دفعہ گریہ فرمایا۔ کئی دفعہ گھنٹہ گھنٹہ بھر روتے رہے۔ چنانچہ جب آپ کربلا پہنچے تو اپنے تمام اہل بیتؑ کو ایک خیمے میں جمع فرمایا اور ان پر نظر ڈالتے ہی ایک ساعت گریہ فرمایا (قبل ازیں کربلا میں ورود" میں اس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے)

جب آپ کے جوان جنگ کے لئے روانہ ہوتے تھے تو آپ گریہ فرماتے تھے۔ جب قاسمؑ میدان میں گئے تو آپ نے گریہ کیا۔ جب علی اکبرؑ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؑ نے گریہ فرمایا اور جب ان کے لئے لباس لایا گیا تو آپ رو پڑے۔ لیکن ایک گریہ آپؑ نے آخری وقت میں فرمایا اور اس آخری لحظہ میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

أَبْكِي إِلَيْكَ مَكْرُوبًا وَ أَسْتَعِينُ بِكَ ضَعِيفًا وَ أَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ كَافِيًا أُحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ، فَإِنَّهُمْ غَرُّونَا وَخَدَعُونَا وَغَدَرُوبِنَا وَقَتَلُونَا وَنَحْنُ عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ

میں پُر درد دل کے ساتھ گریہ کناں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس گریہ کا سبب کیا ہے۔ یہ تیروں اور نیزوں کے زخموں کے سبب نہیں اس کا سبب اس کے علاوہ کچھ اور ہی ہے۔ (فوائد المشاہد ۳۳۴)

آنحضرتؑ کے گریہ کرنے کا سبب بہت سے امور تھے۔ جو آپ کو اپنے قتل اور اپنے اصحاب وخاندان کے قتل کے وقت درپیش آئے۔

آنکھیں ہیں اشک بار تری یاد میں حسینؑ
ہر دل ہے بے قرار تری یاد میں حسینؑ

پامال دیکھ کر ترے گلشن کی رونقیں
روتی رہی بہار تری یاد میں حسینؑ

فاقہ کشی و تشنہ لبی کا ہے ترجماں
ہر شخص غم گسار تری یاد میں حسینؑ

زنجیر زن ہیں بعدِ شہادت سے آج تک
لاکھوں وفاشعار تری یاد میں حسینؑ

بزمِ عزا و محفلِ ماتم نگر نگر
ہے وجۂ افتخار تری یاد میں حسینؑ

تیرے ہی راستے میں چلے گا قدم قدم
مظہر کی جاں نثار تری یاد میں حسینؑ

(حرفِ دوام)

وہ مواقع جہاں امام حسینؑ نے روزِ عاشور خجالت محسوس کی

میں کہتا تھا کٹ جائے گا جب تن سے مرا سر   سب روئیں گے اور غسل و کفن دیویں گے آ کر
بابا کا اٹھائیں گے جنازہ علی اکبرؑ   سو مر گئے وہ زندہ ہے فرزند پیمبرؐ

روحِ علی اکبرؑ سے ہمیں شرم بڑی ہے
میدان میں بے گور و کفن لاش پڑی ہے
(میر انیسؔ)

مرحوم آیت اللہ جزائری لکھتے ہیں: آنحضرتؑ نے بعض مواقع پر خجالت محسوس کی، اس لئے کہ آپؑ کے دوست اور متوسلین قیامت کے روز دوسروں سے خجالت نہ اٹھائیں۔ جن میں سے چند کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

(۱) جب علی اکبرؑ نے آپؑ سے پانی مانگا۔

(۲) جب شہزادہ قاسمؑ نے آپ سے پانی طلب فرمایا۔

(۳) حضرت قاسمؑ سے، جب انہوں نے اپنے چچا کو پکارا اور باوجود آنحضرتؑ کی سعی تلاش کے انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔

(۴) کئی مقامات پر شہزادی سکینہؑ سے۔

(۵) حضرت علی اصغرؑ سے، جب آپؑ کے پانی طلب کرنے پر حرملہ نے شہزادے کو سہ شعبہ تیر مارا

(۶) جناب ربابؑ (مادرِ علی اصغرؑ) سے، جس وقت آپ شہزادہ علی اصغرؑ کو ان کے پاس

لے کر آئے۔

(۷) حضرت لیلیٰ مادر علی اکبرؑ سے جب انہیں ان کے فرزند کی شہادت کی خبر دی۔

(۸) تمام اہل بیت عظام سے کہ آپؑ ان کی کچھ مدد فرما سکے اور نہ انہیں خطرات سے نجات دلا سکے

(۹) اپنی بہن حضرت زینبؑ سے دائمی خجالت محسوس کی۔ چنانچہ حضرت سکینہؑ روایت کرتی ہیں:

عالم رویا میں حضرت فاطمہؑ نے حضرت سید الشہداءؑ سے فرمایا: تم اپنی بہن کی جانب کیوں نظر نہیں کرتے۔ آپؑ نے فرمایا: مجھے اس سے شرم محسوس ہوتی ہے۔

(خصائص الزینبیہ/۵۸ ضمیمہ ۱۹)

عاشور کے شب و روز میں اہل بیتؑ کی پیاس

بچوں کے بلکنے پر حرم کرتے تھے زاری ‏ ‏ غش ہو گئی تھی بالی سکینہؑ کئی باری
چلاتی تھی رو رو کے وہ شبیرؑ کی پیاری ‏ ‏ یا حضرتِ عباسؑ چلی جان ہماری
افسوس کہ پانی کا تو قطرہ نہیں گھر میں
اور آگ لگی ہے مرے ننھے سے جگر میں
(میر انیس)

جب ساتویں محرم کو (لشکر سعد کو) حکم ملا کہ پانی پر پہرہ لگا دو تو خیموں میں پانی کم ہو گیا۔ لیکن جس طرح پہلے کہا جا چکا ہے کہ جب آنحضرتؑ کے اصحاب پر پیاس نے غلبہ پالیا تو بڑی مشکل سے تھوڑا سا پانی مہیا ہوا۔ جب عمر سعد کو اس کا علم ہوا تو اس نے مزید سختی کر دی، لہٰذا خیموں میں ذرا پانی نہ رہا۔ پیاس بڑھتی گئی بالخصوص روز عاشور کو:

(۱) خیموں میں پانی نہیں تھا۔

(۲) سورج سر پر تھا اور درخت وغیرہ کی طرح کی کوئی شے نہ تھی کہ جو دھوپ کو روک سکے۔

(۳) سورج کی کرنوں سے زمین کربلا جل رہی تھی۔

(۴) بعض اصحاب نے جنگی لباس اور اسلحہ زیب تن کر رکھا تھا۔

(۵) عزیزوں کے جسموں پر متعدد زخم تھے اور ان زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

(۶) چھوٹے بچے پیاس کی تاب نہیں رکھتے تھے۔

(۷) کھانے کو بھی کچھ نہ تھا جس کے سبب پیاس کی شدت سے کمزوری نے آپ کو جکڑ

رکھا تھا۔

(۸) اس سال عاشورہ محرم تابستان (گرما) کے آواخر میں آیا تھا۔ اس صورت حال کے تحت ان پر کیا گزری ہوگی۔ اسی لئے امام حسینؑ نے اپنے شیعوں کو تشنگی کا پیغام دیا ہے۔ کفعمی حضرت سکینہؑ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"جب میرے بابا شہید ہوگئے تو میں نے ان کے بدن نازنین کو آغوش میں لیا۔ انہوں نے عالم بے ہوشی میں منہ میری جانب کر دیا۔ اس حالت میں میں نے سنا کہ میرے باباؑ فرما رہے تھے:

شِيْعَتِي مَاإِنْ شَرِبْتُمْ رَيَّ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِي أَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ أَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِي

"اے میرے شیعوں تم جب بھی ٹھنڈا پانی پینا میری تشنہ لبی کو یاد رکھنا اور جس دور میں بھی کسی غریب (پردیسی) یا شہید کا نام سنو، مجھ پر گریہ کرنا"۔ (مصباح کفعمی/۷۴۱)

وَلَدُكَ هٰذَا يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ تَصْغُرُ عِنْدَ هَا الْمُصَائِبُ فَقَالَ ' يَا أَخِي وَمَاهِيَ ؟ قَالَ يُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِيْبًا وَحِيْدًا ' فَرِيْدًا لَيْسَ لَهٗ نَاصِرٌ وَلَا مُعِيْنٌ ' وَلَوْ تَرَاهُ يَا آدَمُ وَهُوَ يَقُوْلُ : وَاعَطْشَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ حَتّٰى يَحُوْلَ الْعَطَشُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَالدُّخَانِ

"آپؑ کے اس بیٹے پر ایسی مصیبت آئے گی جس کے سامنے مصیبتیں ہیچ ہوں گی۔ آپؑ نے فرمایا: اے بھائی! وہ کیا مصیبت ہے؟ (جبرئیلؑ نے کہا۔ پیاس، غربت اور بے کسی کی حالت میں شہید کر دیا جائے گا۔ اور کوئی اس کا یار و مددگار نہ ہوگا۔ اے آدمؑ! کاش تم اسے یہ کہتے ہوئے دیکھتے کے درمیان دھوئیں کی مانند حائل ہو جائے گی"۔

نیز روایت موسٰی گزر چکی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا مُوسٰى صَغِيرُهُمْ يُمِيتُهُ الْعَطَشُ كَبِيرُهُمْ جِلْدُهُ مُنْكَمِشٌ

"اے موسیٰ ان کے چھوٹے بچے پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان کے بزرگوں کی جلدیں (پیاس سے) سوکھ جائیں گی"۔ (بحار الانوار: ۴۴/۳۰۸ ب ۳۶ ح ۱۹)

اور حضرت ابوالفضل علیہ السلام کی گفتگو میں آیا ہے کہ انہوں نے لشکر (سعد) سے فرمایا: میرے بھائی کی خواتین اور بچے پیاسے ہیں۔ ان کو پانی دیجئے کہ ان کے دل پیاس کی گرفت میں ہیں۔ سید الشہداؑ نے خود بھی کئی مواقع پر فرمایا:

اُسْقُونِي شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ فَقَدْ نَشَفَتْ كَبِدِي مِنْ شِدَّةِ الظَّمَاءِ

"مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو کہ پیاس کی شدت سے میرا دل کباب ہو رہا ہے"۔

مرحوم واعظ قزوینی فرماتے ہیں: "نشفت" لغت میں اس تشنگی کو کہتے ہیں کہ جو تابش آفتاب کی شدت چیونٹیوں کو لخت لخت کر دیتی ہے اور بھون دیتی ہے۔ (ریاض القدس ۲/۱۲۲)

بعض کتب مقاتل میں حضرت سکینہؑ سے روایت ہے کہ نو محرم کی رات (یا دن) کو خیموں میں پانی نایاب ہو گیا اور پانی رکھنے کے ظروف (برتن) خالی ہو گئے۔ پیاس سے لب خشک تھے اور ہم ایک گھونٹ پانی کے انتظار میں تھے لیکن وہ بھی میسر نہ تھا۔

فرماتی ہیں: میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے خیمے میں گئی کہ شاید وہاں ہمارے لئے کچھ پانی موجود ہو۔ جب میں اپنی پھوپھی کے خیمے کے دروازے تک پہنچی تو میں نے دیکھا کہ وہ مخدرہ بیٹھی ہوئی تھیں اور میرا شیر خوار بھائی علی اصغرؑ ان کی آغوش میں تھا۔

وَهُوَ يَلُوكُ بِلِسَانِهِ مِنْ شِدَّةِ الْعَطَشِ

"یہ بچہ اس قدر پیاسا تھا کہ پیاس کی شدت سے اس کی زبان اس کے منہ میں گردش کر رہی تھی"۔

اور میری پھوپھی کبھی کھڑی ہو جاتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ میں نے اپنے بھائی پر

نظر کی تو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے اس طرح بے چین و مضطرب ہے جیسے مچھلی کو پانی سے باہر پھینک دیا جائے۔اور پھوپھی جان اسے تسلی دیتے ہوئے فرما رہی تھیں:

صَبْرًا صَبْرًا یَابْنَ أَخِی

"اے میرے بھائی کے بیٹے! آرام آرام"۔

اس تشنگی میں زندہ رہنا مشکل تھا۔

حضرت سکینہ کہتی ہیں: جس وقت میں نے یہ حالت دیکھی تو گریہ مجھے گلوگیر ہوگیا۔لیکن میں خاموش رہی تاکہ پھوپھی جان متوجہ نہ ہوں اور ان کے حزن و ملال کی زیادتی کا سبب نہ بنے۔لیکن وہ ملاقت ہوئیں اور فرمانے لگیں: سکینہ ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں (پھوپھی جان) فرمانے لگیں: روکیوں رہی ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے شیر خوار بھائی کی حالت دیکھ کر رو رہی ہوں۔بعد ازاں میں نے ان سے عرض کیا۔پھوپھی جان! آؤ ہم چچاؤں اور چچازادوں کے خیموں میں چلیں؛ شاید ان کے ہاں پانی موجود ہو۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: میرا خیال نہیں کہ ان کے ہاں پانی موجود ہو؛ اس عالم میں ہم ان کی طرف گئیں۔ہم ہر خیمے میں پھریں مگر پانی نہ مل سکا۔پھوپھی جان اپنے خیمے میں چلی گئیں؛ اور میرے پیچھے تقریباً بیس بچے بچیاں تھے کہ شاید ہمیں پانی مل جائے اور انہیں بھی دیں۔العطش العطش کی فریاد بلند ہو رہی تھی۔اور پیاس کی شدت سے وہ پر کٹے پرندوں کی طرح پھڑپھڑا رہے تھے۔(معالی السبطین: ۱/ ۱۹۶؛ ریاض القدس ۱/ ۲۷۰)

ملا محمد حسن یزدی مرحوم (آنحضرتؑ کی حرؓ اور اس کے لشکر کے ساتھ ملاقات کے واقعہ کے بعد رقم طراز ہیں:

آہ! حسین بن علیؑ نے انہیں پانی دیا لیکن انہوں نے پانی کے بدلے میں تیز دھار تلواریں اُن کے بدن پر ماریں اور انہیں تشنہ لب شہید کردیا۔

(حسینؑ نے) ان کے گھوڑوں کو سیراب کیا اور انہوں نے آپؑ کے شیر خوار بچے تک کو پانی نہ دیا۔بلکہ پانی کے بدلے میں تیروں کی نوکیں اس کے حلقوم میں گاڑ دیں۔

آپ نے بغیر مانگے انہیں پانی سے سیراب کیا اور آپؑ نے اگرچہ ہائے پیاس ہائے پیاس کا نالہ بلند کیا اور فرمایا:

اَسْقُوْنِی شَرْبَۃً مِنَ الْمَاءِ فَقَدْ تَفَتَّتَتْ کَبِدِیْ مِنَ الظَّمَاءِ

''مجھے ایک گھونٹ پانی پلادو کہ میرا جگر پیاس سے کباب ہو رہا ہے لیکن انہوں نے تیر وسناں سے اس سوال کا جواب دیا''۔

مرحوم شوستری کی گفتگو کا خلاصہ

خداوند قدوس نے آسمان وزمین کی تخلیق سے قبل پانی کو خلق فرمایا۔

وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ

''اور وہی پانی آسمان اور زمین کی خلقت کا سبب بنا''۔

پانی کی تخلیق حضرت امام حسینؑ کے لئے کی گئی یعنی امام حسینؑ کی برکت اور امام حسینؑ کے صدقے میں پانی خلق ہوا۔ کیونکہ تمام موجوداتِ عالم پیغمبر اکرمؐ کے وجود کے صدقے میں تخلیق ہوئیں۔

حدیث اقدس کے الفاظ میں:

''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ''

''اے حبیب! اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا''

اور پیغمبر اکرمؐ نے امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا:

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں''۔

گویا سب کچھ حسینؑ کے صدقے میں خلق ہوا ہے۔ اس بنیاد پر تکوین آب میں حسب ذیل احکام شرعیہ کا حصہ ہے:

(۱) قیامت کے روز جو پہلا اجر دیا جائے گا وہ پانی پلانے کا اجر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

اس میں کوئی خصوصیت ہے۔

(۲) پانی کے دریاؤں پر سب (مخلوق) کا حق ہے۔ اگرچہ وہ کسی کی ملکیت ہوں۔

(۳) پانی پلانے کے خصوصی احکام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پیاسے کو سیراب کیا جائے تو اس کا اجر ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور اگر کسی کافر کو کھانا کھلایا جائے تو اس کا ثواب نہیں ہے۔

راوی کہتا ہے: میں مکہ کے راستے میں حضرت صادق علیہ السلام کا ہم محمل تھا۔ میں نے دیکھا کہ جھاڑیوں کے سائے کے نیچے ایک شخص پڑا تھا حضرت نے فرمایا: چلو چلو شاید یہ پیاس کی وجہ سے گرا پڑا ہو۔ وہ کہتا ہے: میں محمل سے اتر کر پہنچا اور (اسے دیکھ کر) عرض کیا: فرزند رسولؐ یہ نصرانی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اسے پانی پلاؤ۔

لِكُلِّ كَبِدٍ حَرَّاءَ أَجْرٌ

"ہر جگر سوختہ تشنہ کام کو سیراب کرنے کا اجر ہے"۔

اگر مسلمان کسی مسلمان کو پانی پلائے تو اس کا اجر ہے اور مسلمان کسی کافر کو کافر کسی مسلمان کو یا کافر کسی کافر کو پانی پلائے تو اس کا بھی صلہ ہے اور اس سے اس کے گناہوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

(۴) پیغمبر اکرمؐ وضو کرنے میں مشغول تھے۔ راستے سے گزرتی ہوئی ایک بلی نے پانی کی طرف نگاہ کی۔ حضور فرمانے لگے: محسوس ہوتا ہے یہ بلی پیاسی ہے۔ آپ نے وضو کرنا چھوڑا اور پانی بلی کے آگے رکھ دیا۔ بلی نے پانی پیا اور بقیہ پانی سے آپؐ نے وضو فرمایا۔

(۵) پانی کے متعلق جملہ مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی سفر میں ہو اور کوئی حیوان اسکے ہمراہ ہو۔ اب اگر اسے ڈر ہو کہ اگر وضو کرے گا تو (کمی آب کے سبب) وہ حیوان پیاسا رہ جائے گا تو اسے چاہیے کہ وہ پانی اس حیوان کو پلا دے اور خود (وضو کی بجائے) تیمم کرلے۔

اب جب کہ ہمیں پانی پلانے کی فضیلت معلوم ہوگئی تو ہم کہنے پر مجبور ہیں:

کربلا کے پیاسوں میں تین امام بھی تھے۔ حضرت امام حسینؑ، حضرت امام سجادؑ، حضرت امام محمد باقرؑ اور باقی لوگوں میں امام زادے' ان کے اصحاب، علماء و فضلاء اصحاب اسرار' زہاد وعبادؑ بچے اور خواتین شامل تھے۔

پیاسوں کو پانی کی ضرورت تھی چنانچہ خداوند قدوس نے انکا پیاسوں کے لئے چار سقے مقرر فرمائے۔

سقائے اول:

پہلے سقا خاتم الانبیاءؑ ہیں کہ جام ہاتھ میں لئے میدانِ کربلا میں کھڑے تھے اور شہید ہونے کے بعد ہر شہید کو پانی پلا رہے تھے۔ مگر علی اکبر علیہ السلام کو پیغمبر اکرمؐ نے احتمالاً اسی دنیا میں پانی پلایا تھا۔

سقائے دوم:

حضرت امام حسینؑ ساتویں یا آٹھویں کی رات کو خیمہ کے عقب میں قبلہ کی جانب انیس قدم چلے۔ وہاں سے مٹی اٹھائی تو پانی کا چشمہ نمودار ہوگیا۔ اس چشمے سے سب نے پیاس بجھائی اور بعد ازاں وہ چشمہ غائب ہوگیا۔

اس لحاظ سے خواہش کرنا سید الشہداءؑ کے لئے دشوار تھا لیکن وہ اپنی پوری ہمت کے ساتھ پیاسوں کو پانی مہیا کرنے میں مصروف تھے۔

اور صرف خواہش کرنا ہی آپ جنابؑ پر دشوار نہ تھا بلکہ کسی دوسرے نے بھی ان (ظالموں) سے درخواست کی تو آنحضرتؐ کو یہ ناگوار گزرا۔ ایک شخص خط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا: تمہاری خواہش پوری ہوگئی ہے۔ اگر میں خط کو پڑھوں تو اس کی ساری آبرو جاتی رہے گی اور وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

آپ اسامہ کی جان کنی کے وقت اس کے سرہانے پہنچے تو اس نے کہا: ہائے افسوس! آپ نے فرمایا: کیوں اظہار غم کر رہے ہو؟ کہنے لگا: ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ آپؑ

نے فرمایا: تمہارے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔ اس لئے کہ اس نے آپ سے اس کی خواہش نہ کی تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اتمام حجت کے لئے پانی کی درخواست کی۔

امام حسینؑ نے اہلِ کوفہ کو تین مرتبہ پانی دیا۔ ایک دفعہ کوفہ میں ان کے لئے خدا سے بارش مانگی۔ اور دوسری دفعہ جنگ صفین میں جب معاویہ کے لشکریوں نے پانی پر قبضہ کرلیا تو آپ نے ان کا محاصرہ ہٹایا اور کوفی پانی سے مستفید ہوئے۔

اور تیسری بار جب لشکرِ حُر سے ملاقات ہوئی تو حُر اور اس کا سارا لشکر تشنہ تھا۔ آپ نے ان تمام کو ان کے گھوڑوں سمیت سیراب فرمایا (یہ واقعہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے)

وہ شخص کہ جس پر خواہش کا اظہار اس قدر دشوار تھا' پہلے بریرؒ کو بھیجا لیکن وہ نامراد لوٹ آئے۔ پھر جناب حرؒ گئے لیکن پذیرائی نہ ہوئی۔ حضرت عباسؑ کو بھیجا گیا تو وہ بھی بغیر کسی جواب کے لوٹ آئے۔ تو ناچار آپؑ بذاتِ خود ان کے سامنے گئے۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ ہم سب کو پانی دو۔ لیکن وہ نہ مانے تو فرمایا: کم از کم ان عورتوں کو پانی دے دو۔

آپ اور نیچے آئے اور فرمایا: چھوٹے بچوں کو پانی پلا دو۔ انہوں نے نہ مانا تو امام اور نیچے آئے اور فرمایا میں شیر خوار بچے کو لایا ہوں کہ تم خود اسے پانی پلا دو۔

أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَظَّىٰ عَطَشًا

"کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ وہ پیاس سے کس طرح بلک رہا ہے؟"

اس معصومؑ کے واقعہ میں دو باتیں سب سے زیادہ دل کو تڑپاتی ہیں ایک یہ کہ امام نے فرمایا: تم خود اسے پانی پلا دو۔ دوسری یہ کہ اس (معصومؑ) کو بلند کرکے فرمایا۔ دیکھو! اس کا رنگ کس قدر پیلا پڑ چکا ہے۔ اور پانی نہ ملنے کے سبب ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

سقائے سوم:

تیسرے سقا حضرت ابوالفضل العباسؑ ہیں کہ جس سرکار کے القاب میں سے ایک لقب (بھی) سقا ہے۔ اور امام حسینؑ انہیں اس قدر عزیز رکھتے تھے کہ فرمایا کرتے تھے: بِنَفْسِي أَنْتَ

"میری جان تم پر قربان"۔

جب ابوالفضلؑ نے بچوں کی پیاس کی شدت کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: پیاس کے سبب ان کی جان نکل رہی ہے۔ چنانچہ آپ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے اور نہر کا رخ کیا تا کہ پانی لا سکیں۔ جب نہر میں داخل ہوئے تو بھائی اور ان کے بچوں کی پیاس یاد آ گئی۔ آپؑ نے پانی نہ پیا اور مشک بھر کر باہر آ گئے۔

ہم پر یہ امر واضح نہیں ہو سکا کہ جب حضرت ابوالفضل علیہ السلام اس عالم میں گئے اور ان کے لیے پانی لائے تو پانی پیا یا نہ پیا!

سقائے چہارم:

ان پیاسوں کا چوتھا سقا ان کے دوستوں کی آنکھیں ہیں۔

(مجالس المواعظ یا چہاردہ مجلس ۱۷۸)

تشنہ لبوں کی پیاس بجھاؤں آنکھوں سے
دجلہ اور فرات بہاؤں آنکھوں سے
اصغرؑ تیری پیاس گلے میں چبھتی ہے
سو میں سب روداد سناؤں آنکھوں سے
تھے عباسؑ کے شانوں پر جو مشکیزے
وہ مشکیزے میں چھلکاؤں آنکھوں سے
پانی بھر بھر لاؤں اپنی آنکھوں میں
کربل میں بادل برساؤں آنکھوں سے

(رانا سعید دوشیؔ)

اصحابِ سید الشہداءؑ کے فضائل

کلمہ حسینؑ کی وہ محبت کا پڑھتے تھے   کیا ذہن تھا لکھا ہوا قسمت کا پڑھتے تھے
میکائیلؑ خطبہ ان کی فضیلت کا پڑھتے تھے   جبریلؑ صیغہ ان سے اخوت کا پڑھتے تھے

وہ خاص جانثار امامؑ انام تھے
حوریں خواصِ خاص تھیں غلماں غلام تھے
(مرزا دبیر)

اس میں کچھ شک نہیں کہ اصحاب سید الشہداءؑ کے فضائل ان گنت اور بے شمار ہیں اور ہم عاجز وحقیر ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ ان کی حقیقت تک رسائی حاصل کرسکیں۔ البتہ ان کے فضائل وکمالات کا ایک منتخب گوشہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

معمولاً بزرگوں نے ان میں سے ہر ایک کے نام کا جداگانہ تذکرہ کرکے ان کے فضائل گنوائے ہیں۔ مثلاً فرسان الھیجا کے مؤلف اور دیگر علماء نے اپنی تاریخی اور سوانحی کتب میں یہ طریقہ اپنایا ہے۔ لیکن ہم یہاں پر باعتبار نمونہ فضائل ان تذکرہ کررہے ہیں۔

(۱) وہ تمام انبیاء کے اصحاب اور اوصیاء سے بالاتر تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے شبِ عاشور کو اپنے اصحاب سے فرمایا:

فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْفَى وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَلَا أَوْصَلَ (أَفْضَلَ) مِنْ أَهْلِ بَيْتِي

"تحقیق میرے علم میں میرے اصحاب باوفا اور دوستوں سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اور میں اپنے خاندان سے نیکوکار اور مہربان کسی اور خاندان کو نہیں

پاتا"۔(ارشاد:۲/۹۳مثیر الاحزان/۵۴الموسوعہ/۳۹۵)

(۲) شہادت سے قبل اپنے مقامات کا مشاہدہ کر چکے تھے۔امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اپنے سروں کو اٹھاؤ اور دیکھو پس انہوں نے بہشت میں اپنے اپنے مقامات کا مشاہدہ فرمایا: لہٰذا وہ خود کو بہشت میں لے جانے کے لئے اپنے سینے اور چہرے تیروں اور نیزوں کے روبرو لے گئے (بحار الانوار:۴۴/۲۹۸ب۳۵ذیل ح۳)

(امام زمانہؑ) زیارت ناحیہ مقدسہ میں شہداء کے نام لینے کے بعد فرماتے ہیں:

اَشْهَدُ لَقَدْ كَشَفَ اللّٰهُ لَكُمُ الْغِطَاءَ وَمَهَّدَ لَكُمُ الْوِطَاءَ وَاَجْزَلَ لَكُمُ الْعَطَاءَ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا نے تمہاری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا ہے۔تمہارے لئے بستر لگا دیئے اور تمہیں اپنی عطا سے سرشار کر دیا ہے"۔

(۳) اگرچہ ان کی تعداد کم تھی اور وہ دشمن سے جنگ کی طاقت نہ رکھتے تھے اور اس جنگ سے بچ نکلنے کا احتمال نہ تھا۔اور شہید ہو جانے کا یقین تھا۔لیکن اصحاب انبیاء اور اوصیاء کی تعداد اس قدر کم نہ تھی اور وہ فتح ونصرت کے احتمال کو غنیمت جانتے تھے۔

(۴) کوئی شخص ان پر سبقت نہیں رکھتے اور متاخرین میں سے کوئی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکے گا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین (علیؑ) کئی دفعہ کربلا سے گزرے اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

مُنَاخُ رِكَابٍ وَمَصَارِعُ الشُّهَدَاءِ لَا يَسْبِقُهُمْ
مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ وَلَا يَلْحَقُهُمْ مَنْ أَتَىٰ بَعْدَهُمْ

(کامل الزیارات/۲۷۰ب۸۸ح۱۲وسائل۱۴/۵۱۶)

اور حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:

"مُنَاخُ رِكَابٍ وَمَصَارِعُ عُشَّاقٍ شُهَدَاءُ لَا يَسْبِقُهُمْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ وَلَا يَلْحَقُهُمْ مَنْ بَعْدِ هُمْ - (بحار الانوار:۴۱/۲۹۵)

(۵) شوقِ شہادت کی شدت سے وہ شمشیروں، نیزوں اور تلواروں کے خوف سے بے نیاز تھے۔

حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں: حضرت امام حسینؑ نے قبل از شہادت اپنے اصحاب سے فرمایا: رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا ہے: تمہارے تمام اصحاب شہید ہو جائیں گے کیونکہ انہیں تلواروں اور نیزوں کی ضربوں سے درد تک محسوس نہیں ہوگا اور پھر یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی:

قُلْنَا يَانَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ (سورہ انبیاء آیہ ۶۹)

"اے آگ! ابراہیمؑ پر سرد ہو جا اور انہیں سلامت رکھ"

(۶) شجاعت میں بے نظیر تھے

جیسا کہ بزرگوں نے اپنے مقاتل میں جداگانہ طور پر اس طرف اشارہ کیا ہے:

کربلا میں لشکر ابن سعد میں شامل ہونے والے ایک شخص سے پوچھا گیا۔ وائے ہو تجھ پر تو ذریتِ پیغمبر کے قتل میں شامل ہوا! اس نے کہا: تمہارے منہ میں پتھر اگر تو بھی وہ کچھ دیکھتا جو ہم نے دیکھا ہے تو تو بھی یہی کچھ کرتا۔ وہ ایک ایسی جماعت تھے کہ جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور وہ بپھرے ہوئے شیروں کی طرح دائیں بائیں سے خود کو موت کے منہ میں ڈال رہے تھے۔ وہ امان قبول نہ کرتے تھے اور مالِ دنیا سے قطعاً رغبت نہ رکھتے تھے اور کوئی شے ان کے اور موت کے درمیان حائل نہ تھی۔ وہ نصرت چاہتے تھے یا موت۔ اگر ہم ان سے جنگ نہ کرتے تو وہ ہم سب کو ہلاک کر دیتے۔ (منتخب التواریخ/ ۲۵۵ ب ۵ ف ۲)

(۷) جنگ اور شہادت سے بے خوف و ہراس تھے

حضرت جوادؑ نے اپنے آباؤ اجداد سلسلہ سند سے حضرت سجادؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب سخت مصیبت میں تھے تو انہوں نے اپنے برخلاف ابن سعد

کے لشکریوں کو دیکھا کہ وہ کس قدر مشکل میں ہیں؟ ان کے رنگ دگرگوں تھے، جسم لرز رہے تھے اور دل خوف زدہ تھے۔ لیکن حضرت امام حسینؑ اور ان کے مخصوص اصحاب کے چہرے مطمئن تھے اور وہ آسودہ خاطر تھے۔ ان کے دشمن ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: دیکھو یہ موت کا خوف تک نہیں رکھتے۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے یار و انصار سے فرمایا: اے کریم زادو! صبر کرو موت کو ایک پل نہ گزرے گا کہ تم اس سختی و تنگی سے نجات حاصل کر کے بہشت میں پہنچ جاؤ گے اور نعمت ہائے جاوداں سے مستفید ہو گے۔ تم میں سے ہر کوئی (یقیناً) خوش ہی ہوگا۔ اگر وہ ایک قید خانے سے ایک محل میں پہنچ جائے؟ جب کہ تمہارے دشمنوں کو محل سے زندان میں پہنچنا اور قید ہونا ہے۔ تحقیق میرے والد محترم نے رسولؐ خدا سے ہمارے لیے حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، وَالْمَوْتُ جِسْرُ هٰؤُلَاءِ إِلٰى جِنَانِهِمْ وَجِسْرُ هٰؤُلَاءِ إِلٰى جَحِيمِهِمْ

"یقیناً دنیا مومن کے لئے زندان اور کافر کے لئے بہشت ہے اور موت ایک پل ہے کہ جس سے گزر مومن اپنی جنت میں ہوں گے اور وہ کافر اپنے دوزخ میں ہوں گے"۔

نہ میں جھوٹا ہوں اور نہ میں نے جھوٹ بولا ہے۔ (معانی الاخبار/۲۸۸، بحار الانوار: ۲۹۷/۴۴ ب ۳۵ ح ۲)

(۸) ان کی ارواح کو خود خدا نے قبض فرمایا

حدیث ام ایمن میں جبرئیلؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے کہا:

فَإِذَا بَرَزَتْ تِلْكَ الْعِصَابَةُ إِلٰى مَضَاجِعِهَا تَوَلَّى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَبْضَ أَرْوَاحِهَا بِيَدِهِ وَهَبَطَ إِلَى الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ

السَّابِعَةِ، مَعَهُمْ آنِيَةٌ مِنَ الْيَاقُوتِ وَالزُّمُرُّدِ مَمْلُوَّةٌ مِنْ مَاءِ الْحَيَاةِ، وَحُلَلٌ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ وَطِيبٌ مِنْ طِيبِ الْجَنَّةِ فَغَسَّلُوا جُثَثَهُمْ بِذَلِكَ الْمَاءِ وَ أَلْبَسُوهَا الْحُلَلَ وَحَنَّطُوهَا بِذَلِكَ الطِّيبِ، وَصَلَّتِ الْمَلَائِكَةُ صَفًّا صَفًّا عَلَيْهِمْ

"جب یہ سب اپنی اپنی آرام گاہوں پر گر پڑیں گے تو خداوند متعال خود اپنے ہاتھوں سے ان کی جان نکالے گا، اور ساتویں آسمان سے فرشتے نزول کریں گے جن کے ہاتھوں میں آب حیات سے بھرے یاقوت و زمرد کے ظروف اور جنت کے پاکیزہ لباس ہوں گے وہ اس پانی سے ان کے اجساد مبارک کو غسل دیں گے اور یہ لباس انہیں پہنا کر جنت کے عطر سے حنوط کریں گے۔اور پھر گروہ در گروہ ان پر نماز (جنازہ) پڑھیں گے"۔ (نفس المہموم/۳۹۱ فصل دفن شہداء کامل الزیارات/۲۶۴ ب ۸۸ ضمن ح ۱)

(۹) ملائکہ نے انہیں دفن کیا اور ان کے جنازے پڑھے۔جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا میں ہے۔

(۱۰) ان کی قبریں رسول خداؐ نے کھودیں۔

حضرت صادقؑ اپنے والد گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک صبح ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گریہ شروع کر دیا۔ان سے کہا گیا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرا بیٹا حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ جب سے رسولؐ خدا اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں تب سے آج رات تک میں نے انہیں نہیں دیکھا، آج رات میں نے انہیں پریشان حال اور غمزدہ دیکھا ہے۔ میں نے کہا: میں آپ کو اس حالت میں کیوں دیکھ رہی ہوں؟ انہوں نے فرمایا: اول شب سے لے کر اب تک مسلسل حضرت حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔(امالی صدوق/۱۳۹ م ۲۹: ح ۱ امالی طوسی ۱/۸۹ بحار الانوار: ۴۵/۲۳۰)

(۱۱) ان کا خون تحویل خدا میں دے دیا گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں: جس رات حسین علیہ السلام شہید ہوئے، میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا ایک شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور ان (شہداء) کے خون اس میں جمع فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: اے رسول خداؐ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کا خون ہے جسے میں عالم بالا میں اللہ کے پاس لے جا رہا ہوں۔

جب صبح ہوئی تو ابن عباس نے امام حسینؑ کی شہادت اور اپنا خواب لوگوں سے بیان کیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ اسی روز شہید ہوئے ہیں۔ (نفس المہموم/۳۹۱)

(۱۲) خداوند متعال ان سے خوش ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: واجب نمازوں اور اپنی نافلہ نمازوں میں سورہ والفجر پڑھا کرو اور اس کو مرغوب جانو کہ یہ حضرت حسینؑ کا سورہ ہے۔

ابو اسامہ اس مجلس میں موجود تھا اس نے سوال کیا: یہ سورہ، سورہ حسینؑ کس طرح ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ اس سورہ کے آخر میں فرمان ہوا ہے:

"يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

وہ نفس مطمئنہ نفس راضیہ اور نفس مرضیہ سے مراد امام حسینؑ ہیں اور روز قیامت آل محمدؐ میں سے آپ کے انصار خدا سے خوش ہوں گے اور خدا تعالی ان سے خوش"۔ (سورہ فجر آیہ ۲۷ و ۲۸)

یہ سورہ فقط امام حسینؑ، آپؑ کے ساتھیوں اور شیعان آل محمدؐ کے بارے میں ہے۔ اور جو کوئی باقاعدگی کے ساتھ اس سورہ کی تلاوت کرے گا وہ درجات بہشت میں حضرت حسینؑ کے ساتھ ہوگا۔ یقیناً اللہ عزیز وحکیم ہے (بحار الانوار: ۴۴/ ۲۱۸ ب ۲۸ ح ۸)

(۱۳) ان کے درجات سب شہداء سے بالاتر ہیں۔

جبلہ مکیہ کا کہنا ہے: میں نے میثم تمار سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: اے جبلہ! جان لو کہ روز قیامت حضرت امام حسینؑ شہیدوں کے سید وسردار ہیں اور آپ کے اصحاب کا درجہ بھی دیگر

شہدا سے بلند تر ہے۔ (امالی صدوق ۱۲۷م ۲۷ ح ۱)

اور رسولؐ خدا ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں:

تَنْصُرُهُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، أُولٰئِكَ مِنْ سَادَةِ شُهَدَاءِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"مسلمانوں کا ایک گروہ اس (حسینؑ) کی مدد کرے گا۔ یہ روز قیامت شہیدوں کے سردار ہوں گے"۔ (امالی صدوق ۱۱۵م ۲۴ ح ۲)

ان (شہداء) کی زیارت میں مذکور ہے:

أَنْتُمْ سَادَاتُ الشُّهَدَاءِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ

"آپ دنیا و آخرت میں شہدا کے سردار اور مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں"۔

(۱۴) وہ عبارات جو ان حضرات کی زیارت میں منقول ہیں۔ دوسرے اصحاب کے لئے منقول نہیں ہیں۔ مثلاً:

أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ، أَصْفِيَاءُ اللّٰهِ، أَبْرَارُ اللّٰهِ الطَّاهِرُوْنَ، الْمَهْدِيُّوْنَ شِيْعَةُ اللّٰهِ وَ......................

(مفاتیح الجنان کے باب زیارت شہدائے کربلا کی طرف رجوع کریں)

(۱۵) زہد و تقویٰ و عبادت وغیرہ میں سربلند تھے۔

مثلاً حبیب ابن مظاہر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ حافظ قرآن تھے۔ اور ہر رات نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔

(۱۶) ان کی شہادتوں کے سبب دین خدا، حق ولایت، نماز روزہ، جہاد، سب زندہ ہیں اور اگر یہ شہید نہ ہوتے دین کا نام تک باقی نہ رہتا۔ (نوٹ: امام حسینؑ کے قیام کے اسباب والے حصے کی طرف رجوع فرمائیں)

بہت سے بزرگوں نے ان احادیث کو دیکھنے کے بعد جن میں سے کچھ انہیں یاد ہو گئی تھیں فرمایا ہے: شہدائے کربلا اور اصحاب حسینؑ تمام انبیاءؑ، اوصیاءؑ اور آئمہ معصومینؑ کے اصحاب سے بالاتر ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے اصحاب کے علاوہ تمام اصحاب سے بلند تر ہیں (یعنی ان ۳۱۳ افراد سے)

بہر حال ان عوامل کی یاد آوری کا مقصد یہ ہے کہ بعض نادان لوگ خود کو یا دوسروں کو اصحاب حسینؑ کی ردیف قرار دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے جو نا قابل بخشش ہے۔ خداوند قہار کے قہر اور غیرت حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس مفہوم کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیے نیز ان (اصحاب باوفا) کے مقام رفیع کو گرانا نہیں چاہیے۔

کون ہے اس مقام پر پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے کہ اس کی روح خود خدا قبض فرمائے اور اس کے خون کو پیغمبر اکرم جمع فرمائیں اور عرش و کرسی سب سے گزر کر اس کو سپرد خدا کریں۔ اس جملہ کا مفہوم ہماری سمجھ سے ماورا ہے اور اسی طرح رسول اکرم کا ان کے لئے قبر کھودنا اور دوسرے فضائل بھی (ہوش ربا ہیں)۔

جب بہتّر کے چراغوں کا دھواں ہونے لگا
ذرہ ذرہ کربلا کا کہکشاں ہونے لگا
(منظر عباس منظر)

مقتلِ اصحابِ سید الشہداءؑ

مسلمؑ زہیرؓ قینؓ بھی سوئے قضا چلے عابسؓ حبیبؓ جونؓ سبھی کام آ گئے
شوذبؓ بریرؓ وہبؓ بھی سر اپنے دے چکے ترکی غلام بھی رہِ اسلام میں کٹے

ایسے کسی نبیؐ کے بھی اصحاب تھے کہاں
قرباں ہوئے حسینؑ پہ جتنے بھی تھے وہاں
(مرثیہ شہادتِ عظمیٰ)

علماء اور بزرگوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت کے اصحاب کی شہادتوں پر لکھا ہے۔ البتہ ان کے کلمات میں ترتیب شہادت اور شمار رجز میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم ان میں سے صرف چند معروف (مصنفین کی آراء) کا تذکرہ کرتے ہیں:

وداعِ اصحابِ حسینؑ

صاحبانِ مقاتل رقم طراز ہیں: امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے درمیان یہ رسم تھی کہ ان میں سے ہر ایک میدان جنگ کا ارادہ کرتا اور آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُولِ اللّٰہِ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَنَحْنُ خَلْفَکَ

”آپؑ سلام کا جواب دیتے اور فرماتے: ہم بھی جلد تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں“۔

بعد ازاں یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرماتے:

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

"یہاں تک کہ وہ سب شہید ہو گئے اور امام کے اہل بیتؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ (بحارالانوار: ۴۵/ ۳۱مقتل خوارزمی: ۲/ ۲۵منتہی الآمال: ۱/ ۳۷۳)

☆ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے دو افراد عاشور کے بعد زخموں کے اثر سے شہید ہوئے۔ ایک سوار بن منعم بھی جنہیں قیدی بنا لیا گیا تھا اور وہ چھ ماہ بعد فوت ہوئے۔ دوسرے موقع بن ثمامہ صیداوی کہ قید کے بعد کوفہ کے زارہ نامی ایک محلے میں رہائش پذیر ہوئے وہ اور قضیہ عاشور کے ایک سال بعد فوت ہوئے۔ (ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام/ ۱۲۹)

جناب حُرؒ کی توبہ اور امام علیہ السلام سے ملنا

دوزخ سے جو آزاد کیا حُر کو خدا نے　　کھلوا دیئے فردوس کے دو عقدہ کشا نے
زانو پہ رکھا سر کو امامِ دوسرا نے　　اعلیٰ کیا ادنیٰ کو بزرگوں کی دُعا نے

سب جس کے طلب گار تھے جنت میں وہ دُر تھا
حورانِ جناں گرد تھیں اور بیچ میں حُر تھا
(میر انیس)

شیخ مفیدؒ اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ جب حر نے دیکھا کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ پر تلے ہوئے ہیں تو وہ عمر سعد کے نزدیک آیا اور کہنے لگا: کیا تو اس شخص سے (ضرور) جنگ کرے گا۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں! خدا کی قسم میں جنگ کروں گا کہ اس سے ان کے سر گرانا اور ہاتھ کاٹنا آسان ترین ہوگا۔

حر نے کہا: انہوں نے تمہیں جو تجویز پیش کی ہے تم اس پر رضا مند نہیں ہوئے؟ (یعنی واپس نہیں جانے دیا) عمر نے کہا: اگر معاملہ میرے ہاتھ ہوتا تو میں راضی ہو جاتا۔ لیکن تمہارا امیر عبیداللہ (ابن زیاد) راضی نہیں ہوا۔

حر واپس پلٹے اور لوگوں سے دور ایک کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کے قبیلہ کا ایک شخص قرہ بن قیس آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس سے کہا: کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟ قرہ نے کہا: نہیں۔ حر نے کہا: کیا تو اسے پانی نہیں پلائے گا؟

قرہ نے کہا: اللہ کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ جنگ سے کنارہ کرنا چاہتا ہے اور وہ خوش نہیں تھا کہ میں اسے اس حال میں دیکھوں۔ میں نے اس سے کہا: چلو تمہیں پانی پلاؤں۔ وہ

جہاں کھڑا تھا وہاں سے اور بھی دور جا کھڑا ہوا۔ اور خدا کی قسم اگر اس نے مجھے اپنے کام سے آگاہ کیا ہوتا تو میں بھی اس پر بیٹھ کر چلا گیا ہوتا اور امام سے مل گیا ہوتا۔

حر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے امام حسینؑ کے نزدیک آنے لگے۔ مہاجر بن اوس نے ان سے کہا: حر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ آپؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ مہاجر نے کہا: میں آپ کے کام سے سخت حیران ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کسی جنگ میں بھی تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھا۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ کا دلیر ترین شخص کون ہے تو میں تمہارے علاوہ کسی کا نام نہیں لوں گا۔ لیکن یہ کیا حالت ہے، جس میں میں تمہیں دیکھ رہا ہوں؟

حر نے کہا: خدا کی قسم میں خود کو دوزخ اور بہشت کے درمیان کھڑا پا رہا ہوں اور خدا کی قسم بہشت کی جگہ میں کسی شے کو اختیار نہیں کر سکتا اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

اس لمحے آپ نے گھوڑا دوڑایا اور امام حسینؑ سے جا ملے۔ آپؓ کی حالت یہ تھی کہ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے!

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَنَبْتُ فَتُبْ عَلَيَّ فَقَدْ اَرْعَبْتُ قُلُوْبَ اَوْلِيَاءِ كَ وَاَوْلَادِ بِنْتِ نَبِيِّكَ

"بارالہا! میں تیری طرف لوٹتا ہوں۔ مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول کر اور اپنے دوستوں اور اپنے نبی کی بیٹی کی اولاد کے دل میں (میرے لئے) رحم پیدا فرما"۔

جب نزدیک پہنچے تو اپنی سپر کھول دی تا کہ وہ سمجھیں کہ طالبِ امان ہیں، خدمتِ امامؑ میں پہنچے سلام کیا۔ اور عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میں آپ کے قربان! میں ہی وہ شخص ہوں کہ جس نے آپ کی واپسی کے راستے کو بند کیا اور آپ کے ساتھ ساتھ چل کر آپ کو گھیرے رکھا۔ لیکن مجھے گمان نہیں تھا کہ یہ قوم آپ کی تجویز کو قبول نہیں کرے گی اور معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔

خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں ہرگز ایسا کام نہ کرتا اور جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر خدا سے توبہ طلب کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں! خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ اب گھوڑے سے نیچے اتر آؤ

حُر نے عرض کیا: میرے لئے گھوڑے پر سوار رہنا' پیادہ ہونے سے بہتر ہے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار رہ کر آپ کی نصرت کے لئے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ آخر کار میں پیادہ ہی ہو جاؤں گا۔

حضرت نے فرمایا: خدا تم پر رحم کرے جو چاہو انجام دو۔

جب اجازت مل گئی تو خدمت امام سے ابن سعد کے لشکر کے پاس پہنچے اور فرمایا: اے کوفہ والو! تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں اور گریہ کریں تم نے اس بندۂ صالح کو اپنی طرف بلایا اور جب وہ پہنچے تو انہیں چھوڑ دیا۔ تم نے جو کہا تھا کہ آپؑ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کریں گے، اس سے دستبردار ہو گئے اور الٹا آپؑ پر تلوار اٹھالی اور چاہتے ہو کہ آپ کو قتل کردو۔ تم نے آپؑ پر نظر رکھی۔ آپؑ پر سانس تک لینا تنگ کردیا، اور ہر طرف جانے میں آپ کے سامنے مانع ہو گئے۔ آپؑ ایک قیدی کی طرح تمہارے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ اور اپنے فائدہ و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے۔ فرات کا پانی کہ جسے یہود و نصاریٰ' مجوسی اور حیوانات تک پی رہے ہیں وہ آپؑ پر اور آپ کے اہل و عیال پر بند ہے' یہاں تک کہ پیاس نے انہیں بے ہوش کردیا ہے۔ تم نے حضرت محمدؐ کی ذریت کے بارے میں حرمت محمدؐ کا خیال بھی نہ رکھا۔ خدا پیاس کے دن (روز محشر) تمہیں ہرگز سیراب نہیں کرے گا۔

تیر اندازوں نے (حُر پر) حملہ کردیا۔ حُر آگے بڑھے اور حفاظتِ حسینؑ کے لئے ڈٹ گئے۔ (ارشاد ۲/۱۰۲' نفس المہموم/۲۵۴' مقتل خوارزمی: ۲/۹)

اک کرن شب سے پھوٹ کر نکلی
مجھ کو تقدیرِ حُر نظر آئی
(سید ناصر لکھنوی

شہادتِ حُرؒ

ان کو رواں ہے تابعِ فرماں حسینؑ کا　　غم کھانے کو ہوا ہے جو مہمان حسینؑ کا
طوبیٰ ہے جس کو سایۂ داماں حسینؑ کا　　بوذرؓ ہے وہ حسینؑ کا ، سلمانؓ حسینؑ کا

کیا دبدبہ ہراول شاہِ ہُدا کا ہے
نصرت جلو میں پشت پہ سایہ خدا کا ہے
(مرزا دبیر)

صاحبانِ مقاتل نے لکھا ہے: حُر خدمتِ امام حسینؑ میں آئے اور عرض کیا: چونکہ میں پہلا شخص ہوں، جس نے آپؑ کا راستہ روکا' (لہٰذا) اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کے راستے میں پہلی قربانی دے سکوں اور کل قیامت کو پہلا شخص ہوں جو آپؑ کے جد رسول اللہ سے مصافحہ کرے۔

حرؓ کی خواہش تھی کہ میں میدانِ جنگ میں جانے والا پہلا شخص بنوں۔ چنانچہ آپؓ نے مبارزہ کیا اور شہید ہوئے ورگرنہ جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ اس سے پہلے حملہ اول میں کئی افراد شہید ہوچکے تھے۔

(البتہ) حر پہلے شخص تھے کہ جنہوں نے پیش قدمی کی اور میدان میں پہنچ کر لشکر سعد کے سامنے کھڑے ہو کر رجز پڑھا اور ان سے جنگ کی۔ تا آنکہ ان میں سے چالیس افراد کو واصل جہنم کیا اور جب آپ کے گھوڑے کو پے کردیا گیا تو آپ پیادہ پا جنگ کرنے لگے۔

سید الشہداءؑ کے اصحاب آپؓ کو خدمتِ امام میں لے آئے ، ابھی آپؓ میں جان کی رمق باقی تھی اور آپ کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے آپؓ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

أَنْتَ الْحُرُّ كَمَا سَمَّتْكَ أُمُّكَ وَأَنْتَ الْحُرُّ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ الْحُرُّ فِي الْآخِرَةِ

"تم (واقعی) حر ہو۔ جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا۔ تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی حر ہو گے" (بحار الانوار: ۴۵/۱۴ مقتل خوارزمی: ۲/۱۰)

جناب حرؓ نے جناب زہیرؓ کی ہمراہی میں جنگ کی اور جب ان میں سے ایک حملہ کرتا تھا اور (دشمنوں میں) گھر جاتا تھا تو دوسرا حملہ آور ہو کر اس کو چھڑا لیتا تھا۔ جب وہ اکٹھے لڑ رہے تھے تو پیادوں نے ان پر ہر طرف سے حملہ کر دیا اور آپؓ کو قتل کر دیا۔ (نفس المہموم ۲۷۳، تاریخ طبری: ۵/۴۴۱)

شیخ صدوق ؒ نے امام صادق علیہ السلام سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت کی ہے کہ حرؓ نے کہا: جب میں اپنے خیمے (گھر) سے امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے باہر نکلا تو میں نے تین بار یہ آواز سنی: اے حرؓ! تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔

میں نے کہا: حر تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، میں تو پیغمبر زادے سے جنگ کے لئے جا رہا ہوں۔ تجھے بہشت کی بشارت کیسی؟ (امالی صدوق ۱۵۶/م ۳۰)

جب حر میدان میں پہنچے اور رجز پڑھا تو دشمن کے اٹھارہ افراد کو قتل کیا، اور جب شہید ہو گئے تو امام حسینؑ آپ کے سرہانے پہنچے۔ خون ابھی آپ کے جسم اطہر سے بہہ رہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا:

بَخٍ بَخٍ يَا حُرُّ، أَنْتَ حُرٌّ كَمَا سُمِّيتَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

"مبارک مبارک اے حر! تمہارا نام دنیا میں بھی حر ہے اور آخرت میں بھی حر"۔

اس کے بعد دو شعر انشاء فرماتے ہیں:

لَنِعْمَ الْحُرُّ حُرُّ بَنِی رِیَاحٍ
وَنِعْمَ الْحُرُّ عِنْدَ مُخْتَلَفِ الرِّمَاحِ
وَنِعْمَ الْحُرُّ اِذْ نَادٰی حُسَیْنًا
فَجَادَ بِنَفْسِهٖ عِنْدَ الصَّبَاحِ

''قبیلہ بنی ریاح سے حر کیا آزاد مرد ہے۔ اور نیزوں کی جنگ میں بھی وہ کیا آزاد مرد ہے۔ وہ آزاد مرد جس نے حسینؑ کو آواز دی''۔ (امالی صدوق /۱۵۹ م ۳۰ روضۃ الواعظین از مرسوم فتال: نیشاپوری/۱۸۶)

ابن نما نقل فرماتے ہیں کہ جناب حرؒ نے حضرت امام حسینؑ سے عرض کیا: جب ابن زیاد نے مجھے آپؑ کی جانب بھیجا تھا تو میں نے اس کے محل سے باہر نکلتے ہوئے پیچھے سے یہ صدا سنی

أَبْشِرْ یَا حُرُّ بِخَیْرٍ

''اے حر! تجھے خیر کی بشارت ہو''

جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو کسی کو موجود نہ پایا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: خدا کی قسم کوئی بشارت (خوش خبری) نہیں ہو سکتی میں حسینؑ کی طرف جا رہا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

لَقَدْ أَصَبْتَ أَجْرًا وَخَیْرًا

''یقیناً تو نے ثواب اور نیکی کو پا لیا''

چند دیگر (مورخین) نے بھی نقل کیا ہے کہ حر نے امام حسینؑ سے عرض کیا: کل رات میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں: اے بیٹے ان دنوں تو کہاں جا رہا ہے؟

میں نے کہا: میں امام حسینؑ کو سر راہ پکڑنے (محاصرہ کرنے) کے لئے جا رہا ہوں میرے باپ نے فریاد بلند کی اور کہا: اے بیٹے! وائے ہو تم پر تمہیں رسولؐ خدا کے فرزند سے کیا

کام! اگر تم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنا چاہتے ہو تو ان سے جنگ کرو اور اگر شفاعت رسولؐ رضائے خدا اور بہشت جاوداں کے طالب ہو تو ان کی مدد کرو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں میدان جنگ کی طرف جاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تم میرے مہمان ہو۔ (روضۃ الشہداء/۲۷۸، معالی السبطین: ۱/۲۲۴، مہیج الاحزان/۱۳۳م۶)

مرحوم کاشفی کہتے ہیں: حر نے دشمن کے لشکر سے جنگ کی۔ جب آپ کا نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار نکال لی اور جس کسی کے سر پر ماری سینے تک سرایت کر گئی اور جس کسی کی کمر پر ماری اسے دو ٹکڑے کر دیا۔

حر کبھی دشمن کے لشکر کے میمنہ پر حملہ آور ہوتے تھے اور کبھی میسرہ پر۔ آپ نے ان کی جمعیت کو درہم برہم کر دیا اور اس طرح لڑائی کی کہ علم) لشکر عمر سعد تک پہنچ گئے۔ اور نزدیک تھا کہ آپ عمر سعد کو اس کے علم سمیت دو ٹکڑے کر دیتے کہ شمر نے لشکر کو آواز دی: اسے چاروں جانب سے گھیر لو اور اپنے گھیرے سے باہر نہ جانے دو۔ لشکر نے اچانک حملہ کیا اور ہر طرف سے آپ کو زخمی کیا جانے لگا۔ حُر اس لشکر کے درمیان نہایت جوش و خروش کے ساتھ مصروف کارزار تھے کہ ناگاہ قسورۃ بن کنانہ نے اپنا نیزہ آپؓ کے سینے پر مارا جو آپؓ کے سینے میں ٹوٹ گیا۔

حُر نے بھی اپنی تلوار قسورۃ کے سر پر ماری جو اس کے سینے تک کو چیر گئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ حر خود بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زین سے زمین پر آئے اور آواز دی:

یَابنَ رَسُولِ اللّٰہِ أَدرِکْنِی

"اے فرزند رسولؐ! میری مدد فرمایئے"۔

امام حسینؑ میدان میں پہنچے، حر کو اٹھایا اور اپنے لشکر کے پاس لے گئے۔ آپؑ نے حر کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور اپنی آستین سے اس کے رخساروں سے مٹی صاف کی۔

ابھی حر میں جان کی ایک رمق باقی تھی۔ آنکھ کھولی تو اپنے سر کو زانوئے امامؑ پر پایا۔ مسکرائے اور کہا: فرزند رسولؐ آپ مجھ سے خوش ہیں؟ امامؑ نے فرمایا! میں تم سے خوش ہوں۔ خدا

تم سے راضی ہو۔ حر بہ دلِ شاد اس دنیا سے رخصت فرما گئے۔ امامؑ نے اپنے اصحاب کے ہمراہ حر پر گریہ فرمایا۔ (روضۃ الشہداء ۱/۲۸۰)

مرحوم سید نعمت اللہ جزائری رقم طراز ہیں: ثقہ لوگوں (علماء) کی جماعت نے نقل کیا ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی نے بغداد کو فتح کرلیا تو وہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے ارادے سے کربلا آیا۔ اس نے سنا کہ کچھ لوگ حر کو طعنہ دیتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔

وہ قبر حر پر پہنچا اور حکم دیا کہ قبر کو کھودا جائے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپؓ ایک سونے والے کی طرح قبر میں آرام فرما ہیں۔ اور آپ کے جسم پر اسی طرح تازہ خون ہے جس طرح آپ شہید ہوئے تھے۔ آپ کے سر پر ایک رومال بندھا ہوا تھا۔ شاہ اسماعیل نے وہ رومال لینا چاہا جو مورخین کے مطابق امام حسینؑ نے آپ کے سر پر باندھا تھا (تمام شہدا کے سروں کو جسم سے جدا کردیا گیا سوائے حر بن یزید ریاحی کے کیونکہ بنی تمیم ایسا کرنے میں مانع ہوئے) جونہی اس رومال کو کھولا گیا خون رواں ہوگیا اور قبر خون سے پُر ہونے لگی۔ اور جب اس رومال کو باندھ دیا گیا تو خون بند ہوگیا۔ دوبارہ کھولا گیا تو پھر خون بہنے لگا۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ کسی دوسرے رومال سے خون بہنا رک جائے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ لہٰذا وہی رومال آپ کے سر پر باندھ دیا گیا۔ اور آپ کا مقام لوگوں پر واضح ہوگیا۔ پس (شاہ اسماعیل) نے حکم دیا کہ آپ کا روضہ مبارک بنایا جائے اور ایک خادم مقرر کیا جائے۔

حُرؓ کے بھائی اور بیٹے کی شہادت

جب فاطمہؑ کی بیٹیوں بہوؤں کے کھلے سر　　کچھ غم نہیں ناموس مرے قید ہوئے گر
زوجہ میری قربان سرِ بانوئے بے پر　　کیا حضرت زینبؑ سے سوا ہے مری خواہر
کنبہ مرا اب فاطمہؑ کے گھر پہ تصدق
فرزند مرا اکبرؑ و اصغرؑ پہ تصدق
(میر انیس)

جب حُر کے بھائی مصعب نے دیکھا کہ حر نے (امام پر) اپنی جان نثار کردی ہے تو وہ بھی امامؑ سے اجازت لے کر ان کافروں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا اور مردانہ وار لڑتے ہوئے کئی دشمنوں کو قتل کر کے شربتِ شہادت نوش کیا۔

لشکر کوفہ میں حر کا ایک بیٹا بھی تھا، جس کا نام علی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ اور چچا کو قتل ہوتے دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے غلام سے کہنے لگا: آؤ اپنے گھوڑے کو پانی پلا لائیں۔ پس علی ابن حر نے اپنے غلام کے ہمراہ گھوڑے کو مہمیز لگائی اور خدمت سید الشہداءؑ میں پہنچا۔ علی گھوڑے سے اترا اور امام کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اپنے باپ کی لاش پر آیا اور اپنا چہرہ باپ کے چہرے پر ملا۔

حضرت نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ جواب ملا: حر کا بیٹا ہوگا۔ شاید یہ بھی اپنے باپ کی طرح آپ پر جان قربان کرنا چاہتا ہو۔ امام علیہ السلام نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اور امامؑ کی اجازت سے وہ میدانِ جنگ میں پہنچا اور اس کے مقابلے میں جو مبارز بھی آتا علی اسے بتاتا:

رياحی نژادم نہ من بندہ ام
بسی سر کشان را سر افگندہ ام
من از والد خویش شرمندہ ام
چو او کشتہ شد من چرا زندہ ام

''میں ریاحی النسل ہوں' کوئی غلام نہیں ہوں۔ میں نے کئی سرکشوں کے سر جھکائے ہیں۔ میں اپنے باپ سے شرمندہ ہوں کہ جب وہ قتل ہو گیا تو میں کیونکر زندہ ہوں''۔

لشکر سعد نے آپ کو گھیرے میں لے کر شہید کر دیا۔ اس کے بعد آپ کا غلام امامؑ سے اجازت لے کر میدان میں اترا اور کئی (لعینوں) کو ہلاک کر کے جام شہادت نوش کیا۔ (ریاض الشہادۃ:۲/۱۲۲م۶)

بریر بن خضیر ہمدانیؓ کی شہادت

بریرایک عابد وزاہد شخص تھے۔آپ کو عظیم قاریوں میں شمار کیا جاتا تھا۔آپ اشراف کوفہ وہمدان میں سے تھے اور ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی تابعی کے دائی تھے۔آپؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے: چالیس سال تک آپ نے نماز فجر نماز عشاء کے وضو کے ساتھ پڑھی۔اور ہر رات میں ایک قرآن ختم فرمایا۔آپ کے عہد میں خاصہ و عامہ میں آپ سے زیادہ عبادت گزار اور واثق (ثقہ) کوئی شخص نہ تھا۔آپ علی بن الحسین علیہ السلام کے ثقات میں سے تھے۔ (منتہی الآمال:۱/۳۵۶)

بریر حضرت سید الشہداء کے اجل اصحاب میں سے ہیں۔آپ شیوخ تابعین میں سے ہیں اور زہاد کے قافلہ کے سرخیل اور عباد و ناسکین کے سردار ہیں۔آپ کو سید القراء کہا جاتا ہے اور آپ کا شمار امیر المومنینؑ حضرت علیؑ کے حواریوں اور اشراف کوفہ میں ہوتا ہے۔آپ کی کتاب "قضایا واحکام" ہے جو کہ آپ نے امیر المومنینؑ حضرت علی اور امام حسین علیہ السلام سے نقل فرمائی اور اصول معتبرہ میں سے ہے۔

جب آپ نے حضرت امام حسینؑ کی مکہ سے سوئے عراق حرکت کی خبر سنی تو آپ کوفہ سے مکہ پہنچے۔اور آنحضرت کے ملازم رکاب اور شامل سپاہ ہوگئے۔(فرسان الھیجاء:۱/۳۹)

سپاہ حر سے آپؓ کی گفتگو اور شب عاشور آپ کی شوخی طبع کا ذکر قبل ازیں کیا جاچکا ہے۔

بریرؓ حضرت حرؓ کی شہادت کے بعد میدان میں اترے۔آپؓ خدائے متعال کے نیک بندوں، عابدوں، زاہدوں اور اپنے زمانے کے بزرگ قاریوں میں سے تھے۔آپ نے رجز پڑھا، اپنا نسب بیان فرمایا اور لشکر سعد پر حملہ آور ہو کر فرمایا:

اِقْتَرِبُوا مِنِّی یاقَتَلَةَ الْمُومِنِیْنَ

''اے مومنوں کے قاتلو! میرے نزدیک آؤ''

اِقْتَرِبُوا مِنِّی یا قَتَلَةَ أَوْلَادِ الْبَدْرِیِیْنَ

''اے مجاہدین بدر کے بیٹوں کے قاتلو! میرے سامنے آؤ''۔

اِقْتَرِبُوا مِنِّی یاقَتَلَةَ اَوْلَادِ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَذُرِّیَّتِهِ الْبَاقِیْنَ

''اے رب العالمین کے رسولؐ کی اولاد اور ذریت باقیہ کے قاتلو میرے نزدیک آؤ''۔

دشمن کی جانب سے تین افراد کو آپؓ کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ ایک شخص جس کا نام یزید بن معقل تھا آپؓ کے مقابل آیا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔ بریرؓ نے کہا: آؤ مباہلہ کرلیں ہم میں سے جو کوئی بھی جھوٹا ہوگا دوسرے کی تلوار سے مارا جائے گا۔

پس یزید نے بریر پر وار کیا تو وار خالی گیا' پھر بریرؓ نے اس لعین کے سر پر وار کیا جو اس کی کلاہ کو چیرتا ہوا مغز سر تک پہنچ گیا اور وہ لعین زمین پر آ گرا۔

پھر ابن زیاد کے اصحاب میں سے بحیر بن اوس نے بریرؓ پر حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اس ملعون نے اپنا گھوڑا میدان میں دوڑایا اور فخراً بریر کو قتل کرنے پر چند شعر پڑھے۔ اسے کہا گیا: کیا تو اس شخص کے قتل پر فخر کر رہا ہے جو صالحین اور نیکوکاروں میں سے تھا؟ اس شقی کے چچا زاد بھائی نے اس سے کہا: اے بحیر! وائے ہو تم پر' تم نے بریر بن خضیر کو قتل کر دیا۔ روز قیامت اپنے خدا سے کس منہ سے ملاقات کرو گے؟ وہ شقی پشیمان ہوا لیکن اس پشیمانی کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ (بحارالانوار ۴۵/۱۵/مقتل خوارزمی: ۲/۱۱)

بعض (مورخین) نے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب بریر نے یزید بن معقل کے ساتھ مباہلہ کیا اور اسے قتل کیا تو اس کے بعد رضی بن منقذ عبدی نے آپؓ پر حملہ کیا اور کچھ دیر باہم

لڑائی جاری رہی۔ بالآخر بریر نے اسے زمین پر گرالیا اور اس کے سینے پر سوار ہوگئے۔ رضی نے چونکہ اپنے آپ کو شیر کے پنجے میں دیکھا لہذا فریاد بلند کی اور لشکر کوفہ سے حمایت طلب کی کہ اسے چھڑایا جائے۔ کعب بن جابر نیزہ ہاتھ میں لئے حملے کے لئے بڑھا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اسے کہا: یہ بریر بن خضیر قاری قرآن ہیں کہ جنہوں نے مسجد میں ہمیں قرآن پڑھایا ہے۔ لیکن اس نے توجہ نہ کی اور نیزہ آپ کی پشت مبارک پر مارا۔ جب بریر کو نیزہ لگنے کا احساس ہوا تو زمین پر گر پڑے اور اس کے چہرے کو دانتوں میں لے کر اس کی ناک کو کاٹ ڈالا۔ لیکن کعب بن جابر نے نیزے پر ایسا زور ڈالا کہ وہ بریر کی پشت سے پار ہوگیا اور بریر رضی کے اوپر سے ایک طرف گر گئے۔ پھر فوراً آپ پر تلوار سے وار کیا گیا جس سے آپ شہید ہوگئے۔

راوی کہتا ہے: رضی خاک سے اٹھا اور اپنا لباس جھاڑتے ہوئے کہنے لگا: اے بھائی! تو نے مجھ پر ایسا انعام کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا بھلا نہ پاؤں گا۔

جب کعب بن جابر گھر واپس پہنچا تو اس کی بیوی اور بہن نے اس سے کہا: تو نے فاطمہؑ کے بیٹے کے دشمن کی مدد کی ہے اور سید القراء کو قتل کیا ہے! تو گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ بخدا ہم تم سے کبھی کلام نہیں کریں گی۔ (نفس المہموم/۲۶۱ تاریخ طبری: ۴۳۲/۵)

وہب بن عبداللہؓ کی شہادت

بعض عبارات میں وہب بن وہب مذکور ہے۔ دو وہب تھے یا (ایک) خدا ہی (بہتر) جانتا ہے۔ احتمالاً ایک اور وہب نہیں تھا۔ جو عبارات ان دو حضرات کے مقاتل میں نقل کی گئی ہیں وہ ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور "ناسخ التواریخ" میں مرقوم ہیں۔ جو تحقیق میں نے کی ہے اس کے مطابق مجھے ایک وہب کے علاوہ کوئی نہیں ملا۔

بہر حال وہب بن عبداللہ اپنی ماں اور بیوی کی معیت میں سید الشہداءؑ کے لشکر میں شامل تھا۔ ماں نے اسے جہاد کی ترغیب دی کہ اے بیٹے! اٹھو اور فرزند رسولؐ کی مدد کرو۔ وہب نے کہا: میں اس کام میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ وہ میدان جنگ میں پہنچا اور رجز پڑھا۔ حملہ آور ہوا اور متعدد لعینوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

اسی دوران میں وہ اپنی ماں اور بیوی کے پاس پلٹا اور کہنے لگا: اے ماں! کیا تو مجھ سے راضی ہے؟ اس بہادر عورت نے کہا: میں تجھ سے اس وقت راضی ہوں گی جب تو راہِ حسینؑ میں شہید ہو جائے۔ اس کی بیوی نے اس کا دامن تھام کر کہا: مجھے داغ مفارقت نہ دو۔

ماں نے کہا: اے بیٹے! اس کی بات میں نہ آؤ۔ جاؤ اور فرزند رسول کے راستے میں جنگ کرو، تا کہ روز قیامت وہ خدا سے تمہاری شفاعت کریں۔

وہبؓ دوبارہ میدان میں پہنچے۔ رجز پڑھا اور پے در پے جنگ کرتے ہوئے دشمن کے انیس (۱۹) سوار اور بارہ (۱۲) پیادے قتل کیے۔ دشمنوں نے آپؓ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ آپ کی مادر گرامی نے خیمے کی چوب کو اٹھایا اور میدان جنگ میں پہنچ کر کہا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان! حرم رسولؐ خدا کی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ بیٹے نے چاہا کہ اسے واپس بھیج دے۔

ماں نے بیٹے کا دامن تھام لیا اور کہا: میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی اور تمہارے ساتھ قتل ہوں گی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا تمہیں اہل بیتؑ رسول خداؐ سے جزائے خیر عنایت فرمائے۔ خیمے میں چلی جاؤ اور عورتوں میں رہو۔ خدا تجھ پر رحمت کرے۔ اس خاتون نے فرمانِ امامؑ کی طرف رجوع کیا۔

وہبؓ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ آپ کی زوجہ آپ کے سرہانے آئی اور آپ کے چہرے سے خون صاف کیا۔ شمر ملعون نے اپنے غلام کو بھیجا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چوب تھی جو اس نے اس (خاتون) کے سر پر دے ماری اور اسے شہید کر دیا۔ وہ پہلی عورت تھیں جو لشکر امام حسینؑ کی جانب سے قتل ہوئیں۔ (بحار الانوار: ۴۵/۱۶؛ نفس المھموم/۲۸۵)

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہب بن وہب میدان کی طرف چلے، وہ نصرانی تھے اور امام حسینؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ اور اپنی ماں کے ہمراہ کربلا میں آئے تھے۔

آپ گھوڑے پر سوار ہوئے' خیمے کی چوب ہاتھ میں پکڑی اور جنگ کرتے کرتے سات یا آٹھ افراد کو قتل کیا اور پھر گرفتار کر لیے گئے۔ آپ کو عمر سعد کے پاس لے جایا گیا۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ آپ کا سر کاٹ کر لشکرگاہ حسینی کی طرف پھینک دیا جائے۔

آپؓ کی ماں نے آپؓ کی تلوار اٹھائی اور میدان جنگ کی طرف بڑھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

يَا أُمَّ وَهْبٍ اِجْلِسِي فَقَدْ وَضَعَ اللّٰهُ الْجِهَادَ عَنِ النِّسَاءِ اِنَّكِ وَابْنَكِ مَعَ جَدِّي مُحَمَّدٍ فِي الْجَنَّةِ

''اے وہب کی ماں! بیٹھ جاؤ' خدا نے عورتوں سے جہاد ساکت فرمایا ہے۔ تم اور تمہارا بیٹا میرے جد محمدؐ کے ساتھ بہشت میں ہوں گے''۔

(امالی صدوق/۱۶۱م ۳۰ روضۃ الواعظین ۱۸۷)

لیکن علامہ مجلسی قدس سرہ اس روایت کو مبارزات وہب بن عبداللہ کے ذیل میں لائے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ یہ وہب (وہب بن عبداللہ) نصرانی تھے، اور اپنی ماں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور جنگ کے دوران میں انہوں نے چوبیس پیادوں اور بارہ سواروں کو قتل کیا۔ دشمنوں نے آپ کو گرفتار کرلیا اور عمر سعد کے پاس لے گئے۔

اس ملعون نے کہا:

مَا أَشَدَّ صَوْلَتَكَ

"تو عجب شجاعت کا حامل ہے"

اور حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ کر لشکرگاہ حسینی کی طرف پھینک دیا جائے۔ آپ کی ماں نے آپ کا سر اٹھایا اور چوم کر دوبارہ ابن سعد کے لشکر کی جانب پھینک دیا۔ یہ سر ایک شخص کو لگا اور وہ مر گیا۔ اسی دوران میں اس بی بی نے خیمے کی چوب سے حملہ کیا' اور دو اور اشخاص کو ہلاک کردیا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اِرْجِعِيْ يَا اُمَّ وَهْبٍ اَنْتِ وَابْنُكِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ الْجِهَادَ مَرْفُوْعٌ عَنِ النِّسَاءِ

"اے مادر وہب! لوٹ جاؤ' تم اور تمہارا بیٹا رسولؐ خدا کے ساتھ ہے، یقیناً جہاد خواتین سے ساقط کردیا گیا ہے"۔

وہ واپس لوٹ آئیں اور کہنے لگیں: خدایا! مجھے ناامید نہ کرنا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تمہیں ناامید (ہرگز) نہیں کرے گا۔ (بحارالانوار: ۴۵/ ۱۷)

بعض نے تحریر کیا ہے: شب زفاف سے روزِ عاشورہ تک زوجۂ وہب کو سترہ (۱۷) روز سے زیادہ نہ گزرے تھے۔ شوہر سے مفارقت اس کے لئے دشوار تھی۔ وہ کہنے لگی: اے وہبؓ مجھے معلوم ہے کہ جب آپ فرزندِ رسولؐ کے راستے میں شہید ہو جائیں گے تو بہشت میں جائیں گے۔ اور حورالعین سے ہم آغوش ہوں گے اور مجھے فراموش کردیں گے۔ آپ پر لازم ہے کہ

امامؑ کے سامنے میرے ساتھ عہد کرو میں کہ کل روزِ قیامت مجھ سے جدا نہیں ہوں گے۔

وہ دونوں خدمتِ امامؑ میں پہنچے۔ وہب کی بیوی نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میری دو حاجتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ جب یہ جوان شہید ہو جائے اور میں تنہا رہ جاؤں تو مجھے اپنے اہلِ بیتؑ کے سپرد کر دینا۔ دوسری یہ کہ وہب آپ کو گواہ بنا کر کہے کہ کل روز قیامت مجھے فراموش نہیں کرے گا۔

امام حسین علیہ السلام یہ کلمات سن کر رونے لگے اور فرمایا: تمہاری حاجات پوری ہوں گی اور اس کو مطمئن فرما دیا۔ (ناسخ التواریخ: ۲/۲۷۰ فرسان الہیجاء: ۲/۱۳۷ مجمع الاحزان/۱۳۵ م ۶)

حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی شہادت

زیارت ناحیہ(۱) میں ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی مُسْلِمِ بْنِ عَوْسَجَۃَ الْاَسَدِیِّ ، اَلْقَائِلِ لِلْحُسَیْنِ وَقَدْ اَذِنَ لَہٗ فِی الْاِنْصِرَافِ : اَنَحْنُ نُخَلِّیْ عَنْکَ وَبِمَ نَعْتَذِرُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ اَدَاءِ حَقِّکَ؟ لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی اَکْسِرَ فِیْ صُدُوْرِہِمْ رُمْحِیْ ھٰذَا ، وَاَضْرِبَھُمْ بِسَیْفِیْ مَاثَبَتَ قَائِمُہٗ فِیْ یَدِیْ وَلَا اُفَارِقُکَ وَلَوْ لَمْ یَکُنْ مَعِیَ سِلَاحٌ اُقَاتِلُھُمْ بِہٖ لَقَذَفْتُھُمْ بِالْحِجَارَۃِ وَلَمْ اُفَارِقْکَ حَتّٰی اَمُوْتَ مَعَکَ۔

وَکُنْتَ اَوَّلَ مَنْ شَرٰی نَفْسَہٗ ، وَاَوَّلَ شَہِیْدٍ شَہِدَ لِلّٰہِ وَقَضٰی نَحْبَہٗ ، فَفُزْتَ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ شَکَرَ اللّٰہُ اسْتِقْدَامَکَ وَمُوَاسَاتَکَ اِمَامَکَ ، اِذْمَشٰی اِلَیْکَ وَاَنْتَ صَرِیْعٌ ، فَقَالَ : یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یَامُسْلِمُ بْنُ عَوْسَجَۃَ وَقَرَاَ (فَمِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَنْتَظِرُ وَمَابَدَّلُوا تَبْدِیْلًا

لَعَنَ اللّٰہُ الْمُشْتَرِکِیْنَ فِیْ قَتْلِکَ ، عَبْدَاللّٰہِ الضِّبَابِیَّ ، وَعَبْدَاللّٰہِ

---

(۱) ان زیارت کو علامہ مجلسی مرحوم نے سید بن طاؤس قدس سرہ سے کتاب "اقبال" میں نقل فرمایا ہے کہ: سال ۲۵۲ میں شیخ محمد بن طالب اصفہانی کے ہاتھوں ناحیہ مقدسہ سے خارج ہوئی۔

(۲) بعض نے اس سال کی طرف توجہ نہیں کی اور اس کو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی جانب منسوب کرتے ہیں لیکن اس امر پر غور کرنے سے کہ امام علی المرتضیٰ کی شہادت سن ۲۵۴ میں ہوئی لہٰذا ظاہراً زیارت کو امام ہادی ہی سے شرف صدور حاصل ہوا۔

بْنَ خُشْكَارَةَ الْبَجَلِي ،وَمُسْلِمُ بْنِ عَبْدِاللهِ الْغِبَابِي)

''سلام و درود ہو مسلم بن عوسجہ اسدی پر کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے (کربلا سے) چلے جانے کی تجویز پیش کی تو مسلمؓ نے فرمایا: اگر ہم آپؑ سے دستبردار ہو جائیں تو آپؑ کے حق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے اور کیا عذر پیش کریں گے۔ نہیں! خدا کی قسم نہیں! میں اپنے نیزے کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک وہ دشمن کے سینے میں ٹوٹ جائے' پھر میں تلوار ہاتھ میں لوں گا اور جب تک قبضہ تلوار میرے ہاتھ میں ہوگا میں اس قوم سے جہاد کروں گا اور آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا' اگر اسلحہ میرے پاس نہیں رہے گا تو میں دشمنوں کے سروں پر پتھر ماروں گا اور آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک اپنی جان آپ پر قربان کردوں گا۔ آپؓ پہلے شخص تھے جس نے (کربلا میں) اپنی جان اللہ کے ہاتھ فروخت کردی اور پہلے شہید تھے کہ حضورِ خدا پیش ہوئے اور اپنے عہد کو وفا کردکھایا اور شہید ہوئے' رب کعبہ کی قسم! آپ کامیاب ہوئے۔ خدا آپ کی امامت کو مقدم رکھنے اور مدد کرنے کا صلہ عطا فرمائے گا۔ جس وقت آپؓ زمین پر گرے تو امام (حسینؑ) آپ کی طرف آئے اور فرمایا:

اے مسلمؓ! خدا تجھ پر اپنی رحمت کرے اور (امامؑ کی) یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی:

''مومنین میں سے کچھ اپنا عہد وفا کرکے اس دُنیا سے جاچکے ہیں اور کچھ اپنا عہد وفا کرنے کے منتظر ہیں اور اپنے عہد سے کسی وجہ سے بھی نہیں پھرتے۔ خدا ان لوگوں پر لعنت فرمائے جو آپ کے قتل میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن ضبابی عبداللہ بن خشکارہ بجلی اور مسلم بن عبداللہ ضبابی پر''۔ (بحارالانوار: ۳۵/۶۹)

"استیعاب" "صابر" "اسد الغابہ" "طبقات ابن سعد" اور دیگر شیعہ و سنی کتب رجال متفق ہیں کہ مسلم بن عوسجہؓ رسولِ خدا کے اصحاب میں سے تھے اور شریف النفس انسان، شب زندہ دار (عابد) قاری قرآن اور کفار سے جنگ کرنے والے شیر افگن بہادر تھے۔ آپ کا نام کتب تاریخ واخبار میں فتوحات کی زینت ہے۔

آپؓ امیر المومنین علی علیہ السلام کے خواص میں شامل تھے اور جنگِ جمل اور جنگ نہروان وصفین میں حضرت امیرؑ کے ملازم رکاب تھے۔ اور مہیج الاحزان (۱۳۸) کی روایت کے مطابق جناب امیرؑ نے آپ کو اپنا بھائی کہا تھا۔ اور کئی مرتبہ قرآن کو آپ سے پڑھوایا تھا۔

اور جس وقت مسلم بن عقیلؑ کوفہ پہنچے، مسلم بن عوسجہ قبضِ اموال اسلحہ خریدنے اور بیعت لینے میں ان کے وکیل تھے۔ آپ اپنے عہد کے عابدوں میں سے تھے اور مسجدِ کوفہ کے ستون کے ساتھ عبادت ونماز میں مصروف رہتے تھے۔

شب عاشور کو آپ کے (منہ سے نکلے ہوئے) کلمات آپ کے بلند مقام کے آئینہ دار ہیں۔ اور زیارت رجبیہ وناحیہ مقدسہ میں امام علیہ السلام نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔

مامقانی اپنی "رجال" میں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں: مسلم کی جلالتِ قدر، عدالت، قوتِ ایمان اور شدت تقویٰ کو قلم حیطۂ تحریر میں لانے اور زبان بیان کرنے سے عاجز ہے (پھر آپ نے جو کلمات شب عاشور کو امام حسینؑ سے کہے تھے اور جو زیارت ناحیہ میں موجود ہیں، نقل کئے ہیں)۔ (فرسان الهیجاء: ۲/۱۱۶)

شیخ محمد سماوی لکھتے ہیں: مسلم بن عوسجہ مرد شریف و بزرگوار، عابد و زاہد اور بہادر و شجاع تھے۔ آپ کا اسم گرامی اسلامی جنگوں اور فتوحات میں مذکور ہے۔ اور آپ اصحابِ پیغمبرؐ جنہوں نے حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، میں سے تھے۔

آپ ان لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور اپنا عہد وفا کر دیا۔ اور مسلم بن عقیلؑ کے کوفہ پہنچنے کے بعد لوگوں سے (امامؑ کے لئے) بیعت لی۔

حضرات مسلم وہانی رضوان اللہ علیہم کی شہادت کے بعد مسلم بن عوسجہ ایک عرصہ تک

پوشیدہ رہے۔ پھر اپنے اہل خانہ کے ساتھ کربلا پہنچے اور اپنی جان کو فرزند رسول پر قربان کر دیا۔ (وقائع الایام خیابانی تتمہ محرم/ ۳۱۷ ابصار العین/ ۶۱و۶۲)

فاضل بسطامی "تحفۃ الحسینیہ" میں کہتے ہیں: جب امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں ورود کی خبر اہل کوفہ کو ملی اور لوگ آپ سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے تو حبیب ابن مظاہر اپنے گھر سے باہر نکلے۔ آپ کا گزر ایک عطار کی دکان سے ہوا تو مسلم بن عوسجہ کو وہاں کھڑے پایا۔ حال احوال پوچھا تو مسلم نے کہا: میں کچھ مہندی خریدنا چاہتا ہوں اور حمام جانا چاہتا ہوں۔ حبیب نے کہا: لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ ہمارے آقا امام حسین علیہ السلام کربلا میں پہنچ چکے ہیں۔ جلدی کیجئے تا کہ ہم ان کے پاس پہنچیں اور ان کی مدد کریں۔ (فرسان الھیجاء :۲/ ۱۱۹ وقائع الایام خیابانی/ ۳۶۲)

عمرو بن حجاج نے جب سید الشہداء علیہ السلام کے اصحاب کی بہادری دیکھی تو اس نے اپنے لشکر کو آواز دے کر کہا: اے بیوقوفو! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ کن لوگوں سے جنگ لڑ رہے ہو؟ تم کوفہ کے سواروں اور دلاوروں سے لڑ رہے ہو۔ یہ شجاعان عرب ہیں کہ جنہوں نے جانیں ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہیں اور جسم موت کو سونپ رکھے ہیں (جب تک ان میں سے ہر ایک ہماری کثیر تعداد کو قتل نہیں کرے گا خود قتل نہیں ہو گا) کوئی بھی ان سے تنہا لڑنے کے لئے نہ جائے کہ وہ مارا جائے گا۔

پس عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فرات کی طرف سے اصحاب حسینؑ پر حملہ کیا اور جب دونوں لشکر باہم برسر پیکار تھے اسی دارو گیر میں مسلم بن عوسجہ زخموں کی زیادتی کے سبب زمین پر گر پڑے۔

جب عمر سعد کے لشکر نے حملہ سے ہاتھ روکا اور اپنی لشکر گاہ میں پہنچا اور غبار جنگ چھٹا تو دیکھا گیا کہ مسلم زمین پر گرے پڑے ہیں۔ (ارشاد: ۲/ ۱۰۷ بحار الانوار: ۴۵/ ۱۹)

بعض کتب مقاتل میں تحریر ہے: جب لشکر نے حملہ کیا تو مسلم نے رجز پڑھا اور برق خاطف کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوئے اور پچاس جنگ جوؤں کو مار گرایا۔ لیکن کفار کے ہجوم کے

سب آپ کے بدنِ مبارک پر بہت سے زخم آگئے (اور جب آپ میں لڑنے کی سکت نہ رہی تو) زمین پر گر پڑے۔(فرسان الہیجاء:۲/۱۱۸، رضا الشہادۃ:۲/۱۳۹ام)

ابھی آپ کے جسم میں کچھ رمق باقی تھی کہ سید الشہداء علیہ السلام آپ کے سر پر پہنچے اور فرمایا: اے مسلم! خدا تم پر رحمت فرمائے اور پھر یہ آیہ مبارک تلاوت کی۔

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

''مومنین میں سے کچھ نے اپنا عہد وفا کر دیا اور کچھ اپنا عہد وفا کرنے کے منتظر ہیں''۔(القرآن)

(مسلم نے آنکھ کھولی اور جب چہرہ امام پر نظر پڑی تو مسکرا پڑے) حبیبؓ بن مظاہرؓ آپ کے سرہانے پہنچے اور کہا: اے مسلمؓ! آپ کو خاک و خون میں دیکھنا میرے لئے بہت دشوار ہے۔ البتہ آپ کو بہشت کی بشارت ہو۔ مسلمؓ نے نحیف سی آواز سے کہا: خدائے متعال آپ کو بھی خیر و سعادت کی بشارت دے۔

حبیب نے کہا: اے مسلم! اگر میں فوراً تمہارے پیچھے نہ چلا آیا اور خود کو تم تک نہ پہنچا دیا تو میری خواہش ہے کہ تم مجھے کوئی وصیت کرو تا کہ اس کی بجا آوری کر سکوں۔

مسلم نے کہا: میں تمہیں وصیت کرتا کہ جب تک جان تمہارے بدن میں رہے، اس آقا (امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا) کی مدد کرنا۔

حبیبؓ نے کہا: پروردگار کعبہ کی قسم، میں ایسا ہی کروں گا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مسلم اس دنیا سے رخصت فرما گئے۔

مسلم کی ایک کنیز تھی، جب اس نے اپنے آقا کو شہید پایا تو آپ کے سرہانے پہنچ کر فریاد کی: ''یَا سَیِّدَاہُ یَابْنَ عَوسَجَتَاہُ'' اے میرے سردار، اے عوسجہ کے بیٹے! کوفیوں کو اس صدائے غم سے معلوم ہو گیا کہ مسلم شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کی شہادت پر اظہار مسرت کیا۔

شبث بن ربعی ملعون (جو کہ لشکر کوفہ میں پیادوں کا سردار تھا) نے جب لشکر میں اس

اظہارِ مسرت کو دیکھا تو کہا: تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں۔ تم نے خودی کو چھوڑ دیا اور اپنے عزیز کو دوسروں کی خاطر ذلیل کیا! تم اس کے قتل ہو جانے پر اظہارِ مسرت کر رہے ہو۔ خدا کی قسم مسلمؓ مسلمانوں کے درمیان منیع و رفیع مقام کے حامل تھے۔ میں نے آپ کو جنگ آذر بائیجان میں دیکھا کہ اس سے پہلے کہ مسلمان سوار آتے اور اپنی صفیں آراستہ کرتے آپؓ نے مشرکین کے چھ افراد کو قتل کر دیا۔ (بحار الانوار: ۴۵/ ۲۰ نفس المہموم ۲۶۵ ریاض الشہادۃ ۲/ ۱۴۰)

۲۰ ہجری کو فتح نہاوند کے بعد آذر بائیجان فتح ہوا اور سلق کی ہموار سرزمین پر عربوں کا ۴۰ ہزار کا لشکر موجود تھا۔ مسلم بن عوسجہؓ اور شبث بن ربعی لعین نے حذیفہ یمانی کی کمان میں اس جنگ میں شرکت کی تھی۔ (وقائع الایام خیابانی تتمہ محرم/ ۳۱۸)

دودھ کی تاثیر

مسلم بن عوسجہؓ کے بیٹے کی عمر بارہ سال تھی۔ وہ میدان میں پہنچا تو امامؑ نے فرمایا: تم یتیم ہو اگر تم قتل ہو گئے تو تمہاری (بیوہ) ماں تم سے محروم ہو جائے گی۔

بیٹا واپس لوٹنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی ماں نے آواز دی: اے بیٹے! اگر تو جنگ سے واپس لوٹ آیا تو میں تجھ سے راضی نہ ہوں گی اور تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔

بیٹا میدانِ جنگ کی طرف چلا اور ماں اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی اور جب اس نے بیس افراد کو قتل کر لیا تو گر پڑا۔ (ظالموں نے) اس کا سر کاٹ ڈالا اور اس کی ماں کی طرف پھینک دیا۔ ماں نے بیٹے کا سر اٹھایا اور فخر و شاباش کے انداز میں اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ جس کسی نے بھی اسے دیکھا وہ اس کے مشاہدۂ حال سے گریہ کرنے لگا۔ (ریاض الشہادۃ ۲/ ۱۴۰ اور اسی طرح کی عبارت تذکرۃ الشہداء ص ۱۳۱ پر مذکور ہے)

روزِ عاشور سید الشہداءؑ کی نمازِ ظہر

آئے سجادۂ طاعت پہ امامِ دوجہاں — اس طرف طبل بجے یاں ہوئی لشکر میں اذاں
وہ مصلّی کہ زباں جن کی حدیث و قرآں — وہ نمازی کہ جو ایماں کے تنِ پاک کی جاں
زاہد ایسے بھی کہ ممتاز تھے ابراروں میں
عابد ایسے تھے کہ سجدے کیے تلواروں میں
(میر انیسؔ)

ابوثمامہ صیداوی (صائدی) کہ جن کا نام عمرو بن عبداللہ تھا، نے جب دیکھا کہ زوال کا وقت ہوگیا ہے تو خدمتِ امام میں آئے اور عرض کیا: اے ابا عبداللہ! میری جان آپ پر نثار، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ (دشمن کا) لشکر آپ کے قریب آتا جا رہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں یہ آپؑ کو شہید نہیں کرسکیں گے۔ میری خواہش ہے کہ یہ نمازِ ظہر آپؑ کی اقتداء میں پڑھوں اور پھر خدا سے جاملوں۔

حضرتؑ نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا: تو نے مجھے نماز کی یاد دلائی' اللہ تجھے نماز گزاروں اور ذکر کرنے والوں میں گردانے۔ ہاں یہی نماز (ظہر) کا اول وقت ہے۔

---

(۱) وہ گستاخ ترین شخص کہ جس نے روز عاشور امام حسینؑ سے زبان درازی کی حصین بن نمیر ہی تھا۔ جیسا کہ علامہ مجلسی ابن اثیر اور دیگر مورخوں اور محدثوں نے تحریر کیا ہے۔ محدث قمی نے "نفس المہموم" میں اشتباہاً اسے حصین بن تمیم تعبیر کیا ہے جو کہ قطعاً اشتباہ ہے۔ کیونکہ حصین بن تمیم امیر المومنین علی علیہ السلام کے اصحاب باوفا میں سے تھے اور آنحضرتؑ کی قیادت میں جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ (واقعہ صفین/۵۵۷ مستدرکات علم الرجال: ۲۱۷/۳) لیکن حصین بن نمیر جنگِ صفین میں معاویہ کی جانب سے افسر تھا اور واقعہ حرہ میں یزید کی طرف سے معین شدہ سرکردہ لوگوں میں سے تھا اور ابن زبیر کے محاصرے کے دوران موجود تھا۔ اس نے منجنیق کے ذریعے کعبہ معظمہ کی طرف آتش گیر مواد پھینکا اور خانہ خدا کو آگ لگادی۔ (تہذیب التہذیب: ۵۵۳/۱) وہ معرکہ کربلا میں بھی سرگرم عمل رہا۔

پھر فرمایا: اس قوم سے خواہاں ہوں کہ جنگ کو روک دیں تا کہ ہم نماز پڑھ سکیں۔

جب یہ بات حصین بن نمیر نے سنی تو اس نے آواز دی کہ تمہاری نماز تو قبول ہی نہیں ہوگی۔

حبیب بن مظاہر نے فرمایا: اے خیانت کار! رسول اکرمؐ کے بیٹے کی نماز قبول نہیں ہوگی تو کیا تمہاری نماز قبول ہوگی؟ (بحارالانوار: ۴۵/ ۲۱ نفس المہموم/ ۲۷۰)

روایت میں ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے زہیر بن قین اور سعد بن عبداللہ سے فرمایا: تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں نماز ظہر ادا کرسکوں۔

وہ سامنے کھڑے ہوگئے اور دشمن کے تیر اپنے جسموں پر لینے لگے۔ حضرت نے آدھے اصحاب کے ساتھ نماز خوف ادا کی (جب کہ دوسرے نصف اصحاب دشمن کو ہٹانے میں مشغول تھے)

روایت ہے کہ سعد بن عبداللہ آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر اپنے جسم پر برداشت کرتے رہے۔ جو تیر بھی داہنی یا بائیں سمت سے آتا وہ اپنا جسم اس کے آگے کر دیتے۔ اپنے جسم پر پیوستہ تیروں سمیت وہ زمین پر گرے اور فرمایا: خدایا! اس قوم پر عاد وثمود کی طرح لعنت فرما۔ خدایا! میرا اسلام اور ان زخموں کی تکلیف کا ہدیہ اپنے پیغمبر تک پہنچا اور انہیں بتا کہ میں آپ کی ذریت کی مدد اور نصرت میں مصروف تھا۔

یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ ان کے بدن میں تلواروں اور نیزوں کے زخموں کے بغیر تیرہ تیروں کے زخم تھے۔ (بحارالانوار: ۴۵/ ۲۱ نفس المہموم/ ۲۷۵)

ابن نما رحمۃ اللہ کہتے ہیں: بعض (مورخین) کا قول ہے کہ آپ نے اور آپ کے اصحاب نے یہ نماز فرادیٰ فرادیٰ (بغیر جماعت کے) اور اشاروں کے ساتھ ادا کی۔ (مثیر الاحزان/ ۶۵)

جب حضرت امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے باقی ماندہ اصحاب سے فرمایا:

حبیبؓ کے قتل میں شریک ہوا اور جس وقت امام حسینؑ نہر فرات کی طرف بڑھے تو اس نے آپؑ پر تیر چلایا (الکامل: ۳/ ۷۶) آخر کار ۶۶ ہجری میں ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے نجس جسم کو آگ میں جلا دیا گیا اور سر مختار کے پاس بھیج دیا گیا (مختصر تاریخ دمشق: ۷/ ۱۹۲)

(يَا كِرَامُ (يَا أَصْحَابِي) هٰذِهِ الْجَنَّةُ قَدْ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَاتَّصَلَتْ أَنْهَارُهَا وَأَيْنَعَتْ ثِمَارُهَا ، وَهٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ وَ الشُّهَدَاءُ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (وَأَبِي وَأُمِّيْ) يَتَوَقَّعُوْنَ قُدُوْمَكُمْ وَيَتَبَاشَرُوْنَ بِكُمْ ، (وَهُمْ مُشْتَاقُوْنَ اِلَيْكُمْ) فَحَامُوا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ وَدِيْنِ نَبِيِّهِ وَذُبُّوا عَنْ حَرَمِ الرَّسُوْلِ فَقَالُوْا! نُفُوْسُنَا لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ وَدِمَاءُنَا لِدَمِكَ الْفِدَاءُ فَوَاللّٰهِ لَا يَصِلُ اِلَيْكَ وَاِلٰى حَرَمِكَ سُوْءٌ وَ فِيْنَا عِرْقٌ يَضْرِبُ)

''اے بزرگوران (اے میرے دوستو) ! یہ ہے جنت کہ جس کے دروازے تمہاری جانب کھلے ہوئے ہیں۔ اور اس کی نہریں بہہ رہی ہیں اور پھل پکے ہوئے ہیں۔ اور یہ رسولؐ اللہ اور راہِ خدا میں قربان ہونے والے شہید ہیں، اور میرے ماں باپ تمہارے انتظار میں تمہارے قدموں کے منتظر اور تمہارے دیدار کے آرزومند اور مشتاق ہیں۔ پس اللہ کے دین اور اس کے پیغمبرؐ کے دین کی حمایت کرو اور حرمِ رسولؐ سے دشمنوں کا دفعیہ کرو۔ اصحاب نے عرض کیا: ہماری جانیں آپ کی جان پر قربان اور ہمارے خون آپ کے خون کا فدیہ، خدا کی قسم جب تک ہماری رگوں میں خون باقی ہے ہم آپؑ کو اور آپؑ کے اہل بیتؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ (مقتل مقرم/۲۰۴/۱ الموسوعہ/۴۴۵ ح ۴۲۳)

ابن نما رحمۃ اللہ کی روایت کے مطابق عمر سعد نے اپنے تیر اندازوں کو عمرو بن سعید کی کمان میں بھیجا۔ انہوں نے حسین علیہ السلام کے باقی ماندہ اصحاب اور ان کے گھوڑوں کو تیروں سے پے کر دیا۔ اور آنحضرتؑ کے لیے ایک سواری بھی باقی نہ رہی۔ (مثیر الاحزان/۲۶)

شہادت حبیب ابن مظاہرؓ

یکتا وہ حبیبوں میں حبیب ابن مظاہرؓ یکساں صفتِ مہر میں باطن و ظاہر
عصیاں سے بری طیب و پاکیزہ و طاہر جاں باز جہاں دیدہ فنِ جنگ کے ماہر

سر ہلتا تھا پیری سے قدِ راست میں خم تھا
اس پر بھی کچھ آگے ہی جوانوں سے قدم تھا

(میر انیس)

کہا جاتا ہے کہ جب نماز (ظہر) کا وقت ہوا تو حضرت سید الشہداءؑ نے فرمایا: میری اس قوم سے خواہش ہے کہ جنگ سے رک جائے تا کہ ہم نماز ادا کر سکیں۔ اور جب حصین نے جسارت (بے ادبی و گستاخی) کی تو حبیب ابن مظاہرؓ نے اس کے جواب میں کہا: اے گدھے! فرزند رسول کی نماز قبول نہیں ہوگی تو کیا تمہاری نماز قبول ہوگی؟

حصین لعین نے حبیب پر حملہ کر دیا۔ حبیب شیر کی مانند اس پر جھپٹے اور اس پر تلوار سے وار کیا جو اس لعین کے گھوڑے کے چہرے پر لگا۔ حصین گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔

اس ملعون کے ساتھی اسے حبیب کے چنگل سے نکال کر لے گئے۔ حبیب نے رجز پڑھا اور سخت جنگ کی کہ ایک روایت کے مطابق (۶۲) افراد کو قتل کیا۔ بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپؓ پر حملہ کیا اور تلوار آپ کے سر مبارک پر ماری، پھر بنی تمیم ہی کے ایک اور شخص نے آپ کو نیزہ مار جس سے آپ زمین پر گر پڑے۔

حبیبؓ اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے آپؓ کے سر پر تلوار ماری اور وہ تمیمی جلدی سے آیا اور آپ کا سر مبارک کاٹ کر بدن سے جدا کر دیا۔ حصین نے کہا: میں قتل حبیب

میں تمہارا شریک تھا۔ اس کا سر مجھے دے دو تاکہ میں اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر میدان میں چکر لگاؤں، اور لوگوں کو علم ہو جائے کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک تھا۔

جب لشکر کوفہ پہنچا تو اس تمیمی شخص نے حضرت حبیبؓ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹکا رکھا تھا اور ابن زیاد کے محل کی طرف جا رہا تھا۔ حبیبؓ کے بیٹے قاسم نے جو اس وقت بلوغ کی عمر کو پہنچنے والا تھا اپنے باپ کا سر دیکھا تو اس کے پیچھے لگ گیا اور اس سے جدا نہ ہوا۔ جب وہ محل میں داخل ہوا تو وہ قاسم بھی محل میں داخل ہو گیا اور جب وہ باہر نکلا تو قاسم بھی باہر آ گیا۔

اس سوار نے کہا: تمہیں کیا ہے کہ میرے پیچھے پڑ گئے ہو اور مجھ سے جدا ہی نہیں ہو رہے؟ اس نے جواب دیا یہ میرے بابا کا سر ہے کیا تم اسے مجھے دے سکتے ہو کہ اس سے مٹی صاف کروں؟ اس نے کہا: امیر راضی نہیں ہوگا اور میں چاہتا ہوں کہ خوب انعام حاصل کروں۔ قاسم نے کہا: لیکن خدا تمہیں بدترین عذاب کے علاوہ کچھ جزا نہیں دے گا۔ خدا کی قسم تو نے جس کو قتل کیا ہے وہ تجھ سے بہتر تھا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور انتقام لینے اور مصعب بن زبیر کے عہد تک اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا۔ ابی مخنف نقل کرتے ہیں کہ جب حبیب شہید ہو گئے۔

بَانَ اِلانْكِسَارُ فِي وَجْهِ الْحُسَيْنِ وَقَالَ لِلّٰهِ دَرُّكَ يَاحَبِيْبُ لَقَدْ كُنْتَ فَاضِلاً تَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ

"امام حسینؑ کے چہرے پر کمزوری کے آثار نمایاں ہو گئے اور فرمایا: اے حبیب! خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم وہ صاحب فضیلت انسان تھے کہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ (مقتل ابی مخنف/۱۰۲)

اور پھر فرمایا:

عِنْدَ اللّٰهِ أَحْتَسِبُ نَفْسِي وَحُمَاةَ أَصْحَابِي

"میں اپنا اور اپنے اصحاب باوفا کا اجر اللہ سے طلب کرتا ہوں"۔

(بحار الانوار: ۳۵/۲۶، نفس المہموم/۲۷۰، منتہی الآمال: ۱/۳۶۱، فرسان الہیجاء/۹۷)

حبیب ابن مظاہرؓ کی کوفہ سے کربلا آمد

جب امام حسین علیہ السلام زمینِ کربلا پر پہنچے تو محمد بن حنفیہ کو ایک خط لکھا اور اہلِ کوفہ بالخصوص حبیب ابن مظاہر اسدی کو اس مضمون پر مبنی ایک خط لکھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی جانب سے مردِ فقیہ حبیب بن مظاہر کے نام ہے۔ ہم کربلا پہنچ چکے ہیں اور تم رسولؐ خدا سے میری قرابت سے باخبر ہو۔ اگر ہماری نصرت کا ارادہ رکھتے ہو تو جلد از جلد ہمارے پاس پہنچو۔

حبیب عبداللہ (ابن زیاد) کے خوف سے اپنے قبیلے میں چھپے ہوئے تھے جب خط موصول ہوا تو آپؓ کے قبیلے کے لوگ اس خط کے مضمون سے مطلع ہو گئے اور آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے کہ آیا آپ امام حسینؑ کی مدد کے لئے جاتے ہیں یا نہیں؟ حبیب نے کہا: میں بوڑھا آدمی ہوں مجھ سے کیا بن پڑے گا۔ میں نہیں جاؤں گا۔ آپ کا قبیلہ مطمئن ہو کر متفرق ہو گیا۔

آپ کی بیوی نے کہا: اے حبیبؓ! فرزندِ رسولؐ نے تمہیں اپنی امداد کے لئے بلایا ہے اور تم جانے میں کوتاہی کر رہے ہو۔ کل روزِ قیامت کو رسولِ خدا کو کیا جواب دو گے؟

حبیب نے اپنی بیوی سے بھی تقیہ کیا اور فرمایا: اگر میں کربلا جاتا ہوں تو ابن زیاد میرا گھر برباد کر دے گا۔ مال و متاع لوٹ لیا جائے گا اور تجھے قیدی بنا لیا جائے گا۔

اس بہادر خاتون نے کہا: اے حبیب اللہ سے ڈرو! تم فرزندِ رسول کی مدد کے لئے جاؤ اور اس بات کو چھوڑ دو کہ وہ میرا گھر برباد کرتے ہیں، اموال غارت کرتے ہیں یا مجھے قیدی بناتے ہیں۔

حبیب نے کہا: بیگم! تو دیکھتی نہیں کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اور تلوار چلانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

اس بی بی کی زبان پر غضب و غصہ کی آگ لپکنے لگی، وہ گریہ و شیون کرتے ہوئے اٹھی اپنا برقعہ سر سے اتارا اور حبیب کے سر پر کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اگر تم نہیں جاتے تو عورتوں کی طرح

گھر بیٹھو اور دل پر درد کے ساتھ نالہ بلند کرتے ہوئے کہنے لگی۔ یا ابا عبداللہ کاش میں مرد ہوتی تو آپ کی نصرت کے لئے اپنی جان قربان کر دیتی۔

حبیب نے جب یہ منظر دیکھا اور اپنی بیوی کے اخلاص سے واقف ہوا تو فرمایا: بیگم! بیٹھ جاؤ میں تمہاری آنکھوں کو روشن کروں گا (تمہیں خوش کروں گا) اور اس سفید داڑھی کو حسینؑ کی مدد کرتے ہوئے اپنے خون گلو سے رنگین کروں گا۔

پس آپ گھر سے باہر نکلے تا کہ کوفہ سے راہ فرار حاصل کر سکیں۔ دیکھا کہ آہنگروں کے بازار میں بہت چہل پہل ہے۔ ابن زیاد کے لشکری اپنے نیزوں کو تیز کروا رہے ہیں اور اپنے تیروں کو زہر میں بجھا رہے ہیں اور اپنی تلواروں کو صیقل کروا رہے ہیں۔ وہاں آپ کو مسلم بن عوسجہ مہندی خریدتے ہوئے ملے۔ آپ نے انہیں امامؑ کے کربلا پہنچنے کی خبر دی اور دونوں کوفہ سے فرار کے لئے تیار ہو گئے۔

حبیب نے اپنے غلام کو بلایا اور اسے اپنا گھوڑا دیتے ہوئے کہا: اس تلوار کو اپنے لباس کے نیچے چھپا لو اور فلاں راستے سے گزرتے ہوئے فلاں جگہ پر میرا انتظار کرو۔ اگر کوئی تم سے کچھ پوچھے تو کہنا: میں فلاں کھیت میں جا رہا ہوں۔ غلام چلا گیا اور حبیب چھپتے چھپاتے غیر معروف راستوں سے غلام تک پہنچے۔ آپ نے سنا کہ آپ کا غلام گھوڑے سے کہہ رہا تھا۔ اے گھوڑے! اگر میرا آقا نہیں پہنچا تو میں خود تیری پشت پر سوار ہو کر حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے کربلا پہنچوں گا۔ یہ بات سن کر حبیب کا دل لرز گیا۔ آپ نے روتے ہوئے کہا: اے ابا عبداللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ غلام آپ سے شرم محسوس کر رہے ہیں۔ وائے ہو ان آزادوں پر جو آپ کی مدد سے دستبردار ہو گئے

حبیبؓ اپنے گھوڑے پر بیٹھے اور غلام سے کہنے لگے! میں نے تمہیں راہ خدا میں آزاد کر دیا ہے۔ جہاں تمہارا دل چاہے چلے جاؤ۔

غلام نے اپنا چہرہ حبیب کے پاؤں پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگا: اے میرے سردار مجھے اس فیض سے محروم نہ کرو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلو تا کہ خود کو حسین علیہ السلام پر نثار

کرسکوں۔ حبیب نے غلام کو اپنے ہمراہ سوار کرلیا اور کربلا کی سمت روانہ ہو گئے۔

جب کربلا پہنچے تو اصحاب آپ کے استقبال کے لئے اٹھے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا: کیا خبر ہے۔ عرض کیا گیا: حبیب ابن مظاہر آپ کی امداد کے لئے آئے ہیں۔ فرمایا: حبیب کو میر سلام پہنچا دو۔ جب اس مخدرہ عصمت کا سلام پہنچا تو حبیب نے خاک کی مٹھی بھری اور اپنے سر میں ڈالتے ہوئے کہا: میں کون ہوتا ہوں کہ امیر عرب کی عظیم بیٹی مجھے سلام کہے۔ (فرسان الھیجاء: ۱/۹۰ معالی السبطین: ۱/۲۲۸)

حبیب ابن مظاہرؓ کی شخصیت و عظمت

شیخ جلیل کشی رقم طراز ہیں: حبیب ان ستر افراد میں سے تھے جنہوں نے آہنی پہاڑوں سے ٹکر لی، یعنی دشمن کا لشکر جو آہن و فولاد میں غرق تھا اور تیروں اور تلواروں کا اپنے سینے اور چہرے پر استقبال کیا۔ دشمن نے انہیں امان کی پیش کش کی اور مال و دولت کا لالچ دیا لیکن انہوں نے امان قبول کی اور نہ مال و دولت کے لالچ میں آئے۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے حضور کیا عذر پیش کریں گے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دیا کہ وہ قتل ہو جائیں اور ہم زندہ رہیں۔ خدا کی قسم جب تک ہماری آنکھوں کی پلکیں حرکت کرتی رہیں گی ہم ان کی نصرت سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ پس جہاد کیا اور سب شہید ہو گئے۔ (رجال کشی: ۱/۲۹۳ ذیل حدیث ۱۳۳)

فضل بن زبیر سے منقول ہے کہ ایک دن میثم تمار اپنے گھوڑے پر سوار راستے سے گزر رہے تھے۔ حبیبؓ ابن مظاہر بھی گھوڑے پر سوار تھے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے نزدیک پہنچے اور دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں مل گئیں تو حبیب نے اپنا رخ میثم کی طرف کر کے فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کا پیٹ موٹا ہے۔ اور اپنے سر کے سامنے والے حصے پر بال نہیں رکھتا اور خربوزہ و خرمے فروخت کرتا ہے۔ اسے اہل بیت پیغمبرؐ کی محبت میں دار الرزق کے نزدیک سولی پر لٹکا دیا گیا ہے اور اس کے پیٹ کو پھاڑ دیا گیا ہے۔ (یعنی اے میثم

تمہارے ساتھ ایسا کیا جائے گا)

میثم نے فرمایا: میں بھی ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کا چہرہ سرخ و سفید ہے اور اس پر دو گیسو لٹک رہے ہیں۔ وہ دختر رسولؐ کے بیٹے کی نصرت کے لئے باہر نکلا ہے۔ اس کو قتل کیا جا رہا ہے اور اس کا سر کوفہ میں پھرایا جا رہا ہے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے جن لوگوں نے ان کی باتوں کو سنا تھا وہ ان کی تکذیب کرنے لگے۔ ابھی وہ لوگ متفرق نہ ہوئے تھے کہ رشید ہجری وہاں پہنچ گئے۔ اور ان کا پوچھا۔ لوگوں نے کہا: وہ دونوں یہاں پر تھے اور اس طرح کی گفتگو کر رہے تھے۔

رشید نے کہا: خدا میرے بھائی میثم پر رحمت فرمائے کہ آپؑ نے حدیث کا آخری حصّہ بیان نہیں کیا۔ اور وہ اس طرح ہے کہ حبیب کے سر کو لانے والے کو دوسروں سے سو درہم زیادہ دیئے جائیں گے۔

رشید چلے گئے تو وہ لوگ کہنے لگے: یہ شخص ان دونوں سے بھی زیادہ دروغ گو ہے۔

راوی کہتا ہے۔ خدا کی قسم زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ہم نے دیکھا کہ میثم کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور حبیبؓ کے سر کو کوفہ میں پھرایا گیا اور جو خبر انہوں نے دی تھی وہ سارے کی سارے وقوع پذیر ہوئی۔

اس واقعے سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگواران علم منایا و بلایا کے حامل تھے۔ حبیب رسولؐ خدا کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کر چکے تھے۔ اور آنحضورؐ سے احادیث بھی اخذ کیں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو نہایت عزیز و محترم تھے۔ (روضۃ الشہداء ۱/۳۰۴)

محدث قمی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: حبیب علوم اہل بیتؑ کے حاملوں اور امیر المومنین کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

بعض کا کہنا ہے کہ حبیب ابن مظاہر، مسلم ابن عوسجہ، ہانی ابن عروہ اور عبداللہ ابن یقطر رسول خدا کے اصحاب میں سے تھے۔ (منتہی الآمال: /۳۶۲)

علم رجال کے دانشوروں کا اتفاق ہے کہ یہ بزرگوار امیر المومنینؑ، امام حسن مجتبیٰ اور امام

حسین شہید کربلاؑ کے خاص اصحاب میں شامل رہے اور بعض انہیں اصحاب رسولؐ میں سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: شہدائے کربلا میں سے پانچ افراد رسولؐ خدا کے اصحاب میں سے تھے۔ انس بن حارث کاہلی، حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر۔ (زندگانی حبیب بن مظاہر مصنفہ مرحوم نمازی/۳)

صاحب اعیان الشیعہ حضرت حبیب کے بارے میں لکھتے ہیں: آپ کی کنیت ابوالقاسم مشہور تھی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ آپ نے پورا قرآن ختم کر رکھا تھا۔ اور ہر رات عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر تک ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔

آپ کی رہائش کوفہ میں تھی۔ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تینوں جنگوں (جمل، صفین، نہروان) میں شرکت کی۔ آپ ان کے خواص میں سے تھے اور علوم شاہ ولایت کے امین تھے۔ (اعیان الشیعہ :۴/۵۵۴ج۲۰/۲۹)

اور علی بن حکیم کی روایت کے مطابق حبیب! امیر المومنین علیہ السلام کے اصفیاء میں سے تھے۔ وہ (اصفیاء) یہ ہیں: عمر بن حمق، محمد بن ابی بکر میثم بن یحیٰ تمار، رشید ہجری اور حبیب ابن مظاہر۔ (فرسان الھیجاء :۱/۸۹)

ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ" میں تحریر کیا ہے: حبیب رسول خداؐ کے اصحاب میں سے تھے اور اپنے چچازاد بھائی ربیعہ بن خوط کے ہمراہ کہ جو خود اصحابی رسول تھے، کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

مورخین رقم طراز ہیں: حبیب کی رہائش کوفہ میں تھی۔ آپ خدمت امیرؑ میں رہے اور تمام جنگوں (جمل، صفین، نہروان) میں آنحضرتؑ کے ہم رکاب رہے آپ جناب امیرؑ کے صحابی خاص حامل علوم اور کاشف اسرار تھے۔ آپ ان اشخاص میں سے تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے اور اپنے عہد کو وفا کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو انہوں نے مسلم بن عوسجہ کے ہمراہ اہل کوفہ سے امام حسینؑ کے لئے بیعت لی۔ اور ابن زیاد کے کوفہ آجانے کے بعد جب مسلم کے حامی درہم برہم ہوگئے تو

حبیب اور مسلم بن عوسجہ کے رشتہ داروں نے دونوں کو چھپا دیا اور جب انہوں نے امام حسینؑ کے کربلا پہنچنے کی خبر سنی تو دونوں چھپتے چھپاتے کوفہ سے باہر نکلے۔ رات کو سفر کرتے اور صبح کو پوشیدہ رہتے ہوئے سات یا آٹھ محرم کی رات آنحضرتؑ کی خدمت میں کربلا پہنچے۔

آپ کے جسدِ اطہر کی تدفین کے بارے میں کہتے ہیں کہ قبیلہ اسد نے آپ کی پاس حرمت اور شان و مقام یعنی سردار قبیلہ ہونے کے سبب آپ کو امام حسین علیہ السلام کے سر مطہر کے پاس دفن کر دیا۔ (وقائع الایام خیابانی تتمہ محرم/۳۲۶)

منقول ہے کہ جب حبیبؓ نے اجازت چاہی تو امام نے فرمایا: آپ میرے ناناؐ اور باپؑ کی یادگار ہیں۔ اور اس قدر بوڑھے ہو چکے ہیں میں آپ کو میدان میں جانے کی اجازت بھلا کس طرح دوں۔

حبیبؓ رو پڑے اور عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ناناؐ کے حضور سرخرو ہو سکوں۔ اور آپ کے بابا اور بھائی مجھے اپنے مددگاروں میں شمار فرمائیں (مہیج الاحزان/۱۴۲م۶)

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں حبیب کی وقعت (قدر) کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بزرگوں نے کوفہ میں آپ کی شرح حال، آنحضرت کو خط لکھنا' آپ کا دوسرے لوگوں کے ساتھ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہونا اور کربلا میں آپ کا زیادہ مواقع پر حاضر رہنا مثلاً آپ کا نو محرم کی عصر کو حضرت ابو الفضلؑ کے ساتھ ہونا عاشور کی نماز ظہر کے وقت حصین بن نمیر کے ساتھ گفتگو' امام کے ہمراہ آپ کی مسلم بن عوسجہ کے سرہانے' آمد روز عاشور لشکر کوفہ کے ساتھ آپ کی گفتگو اور آپ کا انصارِ حسینؑ کی قلت کو دیکھ کر عرض کرنا:

اے فرزند رسولؐ! نزدیک کے ایک قریہ میں میرے ہم قبیلہ رہتے ہیں مجھے اجازت عطا فرمایئے کہ میں وہاں جا کر انہیں آپ کی نصرت کے لئے دعوت دوں اور آپ کے شب عاشور کے کلمات ذکر کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ ہم نے اس شہید فدا کار کے بہت سے کم کلمات کو اور خدمات کو نقل کیا ہے۔

روایت میں ہے کہ رسولؐ خدا اپنے اصحاب کے ہمراہ گزر رہے تھے کہ کچھ بچوں کو کھیلتے

ہوئے دیکھا۔ پیغمبر اکرمؐ ان میں سے ایک کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا اور اس سے محبت کرتے ہوئے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور مزید چومنے لگے۔

جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا: ایک دن یہ بچہ میرے حسینؑ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ حسینؑ کے پاؤں کے نیچے سے مٹی اٹھا کر اپنے چہرے اور آنکھوں پر مل رہا تھا۔ میں اس کی حسینؑ سے محبت کے سبب اس سے محبت کرتا ہوں۔

وَلَقَدْ أَخْبَرَنِي جَبْرَئِيلُ أَنَّهُ يَكُونُ مِنْ أَنْصَارِهِ فِي وَقْعَةِ كَرْبَلَا

''اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ بچہ کربلا میں انصارِ حسینؑ میں سے ہوگا''۔ (بحار الانوار: ۴۴/۲۴۲ ب ۳۰ ح ۳۶)

بزرگوں میں اکثر کی نقل کے ساتھ مثلاً: صاحب ریاض الشہادۃ، صاحب مخزن البکا اور صاحب تحفۃ الحسینیہ کی ثقہ روایات کے مطابق یہ بچہ حبیب ابن مظاہر تھا۔ لیکن اس بات پر غور کرنے سے کہ سید الشہداءؑ کی ولادت چار ہجری کو ہوئی تھی۔ اور صاحب ریاض اور دوسروں کے قول کے مطابق بوقت شہادت حضرت حبیبؓ کی عمر ۷۵ سال تھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس طرح وفات پیغمبر کے وقت آپ ۲۵ سال کے ہوں گے۔ اور اس عمر کے حامل کو کودک (لڑکا) نہیں کہا جاتا۔ اس کے علاوہ کچھ نے حبیب کی عمر ۹۰ سال بھی لکھی ہے لیکن مرحوم شوستری سے منقول ہے انہوں نے فرمایا وہ بچہ زہیر تھا۔ (مجالس المواعظ/۲۹ م ۳)

غوری مرحوم: شیخ جعفر شوستری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب میں نجف اشرف سے علم دین کی تحصیل سے فارغ ہوا اور پہلے پہلے منبر پر گیا تو مجھے اپنے فن میں مہارت حاصل نہیں تھی۔ لہٰذا میں تفسیر صافی اور روضۃ الشہداء سے پڑھتا تھا۔ لیکن جس طرح میری خواہش تھی اس طرح مطالب و مفاہیم بیان نہیں کر پاتا تھا۔

ایک سال گزر گیا اور ماہ محرم نزدیک آ گیا۔ ایک رات میں تنگ آ گیا اور کہنے لگا کہ میں کب تک اوپر سے پڑھوں گا اور ہمت پیدا نہیں کروں گا۔ میں نے اس حال میں خود میں کمزوری

محسوس کی اور اسی عالم میں سو گیا۔ اچانک میں نے خود کو زمین کربلا پر دیکھا کہ روز عاشور کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ایک طرف خیام حسینی ہیں اور دوسری طرف دشمن۔ میں امام حسینؑ کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ آپ کو سلام عرض کیا تو آپ نے مجھے اپنے قریب بٹھا کر مجھ پر شفقت فرمائی۔

پھر حبیب ابن مظاہر سے فرمایا: اے حبیب! شیخ جعفر ہمارا مہمان ہے اور ہمارے پاس پانی نہیں ہے لیکن ہمارے پاس آٹا اور گھی تو ہے اٹھ کر کھانا تیار کیجئے۔ اور مہمان کے لئے لائیے۔ حبیب نے کھانا بنایا اور ایک پلیٹ میرے سامنے رکھی اور میں نے اس سے چند لقمے لے کر کھایا اور پھر بیدار ہو گیا۔ اس کھانے کی برکت سے میں بہت سی احادیث' مصائب' لطائف اور اشاروں کنایوں سے آشنا ہو گیا اور کوئی مجھ پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔ اس قدر میں ہر روز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنے مطلوب کو پا لیا۔ (دار لسلام مرحوم نوری: ۲/۳۱۴)

اور بعض کتب مرثیہ سے منقول ہے کہ نادر شاہ نے قبر حبیب کو کھودنے کا حکم دیا۔ اس کا مقصد امتحان لینا تھا۔ جب ایسے کیا گیا اور آپ کا جسد پاکیزہ ظاہر ہوا تو سخت تیز آندھی چلنے لگی کہ لوگ ڈر گئے اور نادر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو بہت رویا اور معذرت و توبہ کی۔ اور حکم دیا کہ آپ کی قبر کو بند کر کے عمارت (روضہ) بنوائی جائے۔ (زندگانی حبیب بن مظاہر/ ۵۷ وقایع الایام از بیر جندی/ ۳۸)

زہیر بن قینؓ کی شخصیت وشہادت

زیارت ناحیہ مقدسہ میں اس طرح آیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی زُهَیْرِ بْنِ الْقَیْنِ الْبَجَلِیِّ الْقَائِلِ لِلْحُسَیْنِ وَقَدْ أَذِنَ لَهُ فِی الِانْصِرَافِ لَا وَاللّٰهِ لَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ أَبَدًا أَتْرُکُ ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَسِیْرًا فِیْ یَدِ الْأَعْدَاءِ وَأَنْجُوْلَا أَرَانِیَ اللّٰهُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ

''زہیر بن قین بجلی پر سلام کہ جب امام حسین علیہ السلام نے اسے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تو عرض کرنے لگا: نہیں خدا کی قسم میں ہرگز آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ کیا رسول خدا کے بیٹے کو دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ دوں۔ اور خود چلا جاؤں؟ ایسا دن کبھی نہیں آئے گا''۔ (بحار الانوار: ۴۵/۷۱)

صاحب ذخیرہ کا کہنا ہے۔ زہیر کوفہ کے رہنے والے تھے اور اپنی قوم میں نہایت احترام کے حامل تھے۔ آپ کی شجاعت ورشادت کئی مواقع پر ظاہر ہوئی اور زبان زد عوام ہوگئی تو حج پر گئے۔ راستے میں امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان کے ہاتھوں ہدایت پائی اور ان کے دستوں میں شامل ہوگئے (یہ واقعہ قبل ازیں نقل کیا جا چکا ہے)۔

ذہن میں رہے کہ زہیر مشہور زمانہ اشخاص شیر افگن بہادروں عالی قدر خطباء اور وفادار دوستوں میں سے تھے۔ امام حسینؑ کے لشکر کا میمنہ آپ ہی کے زیر کمان تھا۔ اور آپ صاحب الرائے اہل شوریٰ ہونے کے ساتھ ساتھ سرداری، دلیری، جنگ جوئی معرفت بمقتضیات مقام کے مطابق کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کسی بڑے سے بڑے حادثے سے بھی نہیں گھبراتے تھے اور قولاً فعلاً دلیری کا مظاہر فرماتے تھے۔ آپ کے بیانات اس کے گواہ ہیں (فرسان الہیجاء: ۱/۱۴۲)

امام حسین علیہ السلام کی زہیر کے ساتھ ملاقات اور راہ کربلا میں آپ کے امام کے ساتھ کچھ کلمات' نیز شب و روز عاشور میں آپ کی گفتگو کو ہم نے نقل کیا ہے اور ہماری رائے کے مطابق امامؑ نے اپنے لشکر کا میمنہ (دایاں حصّہ) زہیر کے سپرد فرمایا۔ ابی مخنف کی روایت کے مطابق زہیر کی شہادت حبیب ابن مظاہر کی شہادت کے بعد ہوئی۔ اور جب حبیب شہید ہو گئے۔

بَانَ الْاِنْكِسَارُ فِي وَجْهِ الْحُسَيْنِ

"حسین علیہ السلام کے چہرے پر کمزوری کے آثار نمایاں ہو گئے"۔

زہیر نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو امام کے سامنے آ کر عرض کیا: فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان' میں آپ پر یہ کیسی کمزوری دیکھ رہا ہوں۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم! میں علم یقین کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ ہم تم حق و ہدایت پر ہیں۔ زہیر نے عرض کیا: اس صورت میں ہمیں کوئی خوف نہیں رکھنا چاہیے کہ ہم جنت اور اس کی نعمتوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پھر زہیر نے حضرت کی دلداری کی اور آپ کو الوداع کہہ کر میدانِ جنگ کی طرف گئے۔

راوی کہتا ہے۔ زہیر نے سخت جنگ کی' آپ رجز پڑھتے اور آتش بار صاعقہ کی طرح خود کو لشکر اشرار پر گراتے تھے۔ محمد بن ابی طالب کی روایت کے مطابق آپ نے ان منافقوں کے ایک سو بیس افراد کو واصلِ جہنم کیا۔ آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے آپؓ پر حملہ کیا اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ جب آپ زمین پر گرے تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يُبْعِدَنَّكَ اللّٰهُ يَا زُهَيْرُ ' وَلَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَكَ لَعْنَ الَّذِيْنَ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ

"خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ کرے اور تمہارے قاتلوں پر لعنت فرمائے اور ان کی صورتوں کو میمون و خوک کی طرح مسخ فرمادے"۔

عابس بن ابی شبیب شاکری ہمدانیؓ

عابس بن شبیب نامور شجاعوں' بہترین جنگ جوؤں اور عالی قدر شیعوں میں سے ایک تھے۔ آپ عابد و تہجد گزار اور شب زندہ دار تھے۔ اور حضرت علیؑ کی ولا و محبت کے طراز اول افراد میں شمار ہوتے تھے۔ حدائق الوردیہ میں منقول ہے:

إِنَّ عَابِسَ كَانَ مِنْ رِجَالِ الشِّيعَةِ وَكَانَ رَئِيسًا شُجَاعاً خَطِيبًا نَاسِكًا مُتَهَجِّدًا

آپ بنی شاکر میں سے تھے جن کے بارے میں نصر بن مزاحم کی کتاب صفین کی نقل کے مطابق حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر فرزندان شاکر (یعنی قبیلہ شاکر) کی تعداد ہزار افراد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح ہوگی جس طرح ہونی چاہیے۔

عابس شجاعانِ عرب میں سے تھے۔ اور آپ کو "غیان الصباح" کا لقب ملا تھا۔

طبری کے مطابق: جب کوفہ کے لوگوں نے جناب مسلم کی بیعت کی اور جناب مسلم نے بیعت کرنے کے لئے ایک ہجوم (اپنے آس پاس) پایا تو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ کوفہ آنے میں جلدی فرمایئے۔ اور یہ خط عابس بن شبیب کو دیا۔ عابس نے یہ خط لیا اور شوذب مولیٰ شاکر کے ہمراہ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور آنحضرتؑ کے پاس زمین کربلا پر پہنچے' یہاں تک کہ روز عاشور آ پہنچا۔ (فرسان الھیجاء: ۱/۱۸۰)

شوذبؓ اور عابسؓ کی شہادت

عابسؓ جب عازمِ شہادت ہوئے تو شوذب مولیٰ شاکر کے پاس آئے اور فرمایا: اے شوذب! آج تمہاری کیا خواہش ہے؟ اس نے کہا: وہی کہوں گا جو دل میں ہوگا، میرا ارادہ ہے

کہ تمہارے ساتھ فرزند رسولؐ کی نصرت کے لئے جنگ کروں۔

عابس نے کہا: مجھے بھی تم سے یہی توقع تھی۔ ابھی خدمت امام میں پہنچو تا کہ وہ تمہیں بھی دوسروں کی طرح اپنے مددگاروں میں شمار کرلیں اور آگاہ رہو کہ آج وہ دن ہے کہ جس قدر ہو سکے ثواب حاصل کرلیا جائے کیونکہ کل روز عمل نہیں بلکہ روز حساب ہے۔

پس شوذب خدمت امام میں پہنچے۔ وداع ہوئے اور میدان میں پہنچ کر جنگ کی اور آخر کار شہید ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرلی۔ اس کے بعد عابس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا:

يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ ' أَمَا وَاللّٰهِ مَاأَمْسٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَرِيْبٌ وَلَا بَعِيْدٌ. أَعَزَّ عَلَيَّ وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ وَلَوْ قَدَرْتُ عَلٰى أَنْ اَدْفَعَ عَنْكَ الضَّيْمَ وَالْقَتْلَ بِشَيْئٍ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَدَمِيْ لَفَعَلْتُ

”اے ابا عبداللہ! خدا کی قسم روئے زمین پر دور یا نزدیک اور اپنوں یا بیگانوں میں سے کوئی شخص نہیں جو میرے نزدیک آپ سے محبوب تر ہو۔ اگر میں سمجھوں کہ اپنی جان اور خون سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب کسی چیز کے ذریعے آپ پر سے ظلم اور قتل کو دفع کرسکوں تو میں اس میں سستی نہیں کروں گا اور یہ فعل انجام دوں گا“۔

شوذب حقد مین شیعوں میں سے تھے۔ قرآن پاک کے حافظ، حامل حدیث (محدث) اور مقام رفیع پر فائز ہستی تھے۔ منقول ہے کہ آپ صاحب مجلس تھے اور شیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث اخذ کرتے تھے۔ اور موالی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو دراصل عرب نہ ہو بلکہ عرب کے کسی قبیلے سے منسوب ہو۔ شوذب موالی شاکر سے مراد یہ ہے کہ شوذب اصلاً (ونسلاً) عرب نہیں تھے۔ بلکہ قبیلہ شاکر سے میل ملاپ رکھتے تھے اور انہی سے منسوب ہوگئے۔ اور یہ وابستگی ان دو عوامل میں سے کسی ایک کے سبب ہوتی ہے۔

(۱) کسی جنگ میں قیدی ہوئے ہوں گے اور غلامی کے بعد ان کے آقا نے انہیں آزاد کردیا۔

(۲) غیر عربوں میں سے طائفہ بنی شاکر میں داخل ہوئے ہوں گے، اور ان میں سے کسی سے عہد کیا ہوگا کہ اس طائفہ پر ان کی حفاظت لازم ہے۔ اور اگر وہ کوئی جنایت کرتے ہیں تو اہل طائفہ ان کی دیت ادا کریں گے اور ان سے وراثت پائیں گے اور شوذب دوسری قسم میں سے تھے۔

پھر آنحضرتؑ سے وداع کیا اور کہا: گواہ رہنا کہ میں آپ کی اور آپ کے پدر بزرگوار کی ہدایت اور دین پر ہوں۔ اس کے بعد تلوار نکال کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم لگا۔

ربیع بن تمیم جو لشکر ابن سعد میں شامل تھا' کا کہنا ہے: جب میں نے عابس کو میدان جنگ کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ کیونکہ میں نے اسے کئی جنگوں میں دیکھا تھا اور جانتا تھا کہ یہ دلاورترین شخص ہے۔

میں نے کہا: اے لوگو!

هٰذَا اَسَدُ الْاُسُودِ هٰذَا ابْنُ اَبِي شَبِيْبٍ

"یہ شیروں کا شیر ہے۔ یہ ابی شبیب کا بیٹا ہے"

مبادا کوئی اس کے مبارزہ کو قبول کرتا۔ کوئی شخص اس کے مقابلے میں میدان میں نہ اترا۔

"اَلَا رَجُلٌ اِلَّا رَجُلٌ" (کیا کوئی مرد نہیں کہ پاؤں میدان میں رکھے)۔

یہ بات عمر سعد پر گراں گزری۔ اس نے آواز دی۔ اس پر سنگ باری کرو۔ ہر طرف سے لشکر اس پر پتھر پھینکنے لگا۔ جب عابس نے یہ دیکھا تو زرہ تن سے اتار کر پھینک دی اور برہنہ بدن ان روباہ صفتوں پر حملہ کر دیا۔

تذکرۃ الشہداء ۱/۱۴۰ پر اس طرح مرقوم ہے کہ ربیع بن تمیم کا کہنا ہے: جب میں نے عابس کو لشکر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو عمر سعد کی طرف منہ کر کے کہا: وہ شخص تمہارے لشکر کے مقابلے میں آ رہا ہے کہ جو بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ چکا ہے، لشکر میں اعلان کر دو کہ ایک ایک کر کے اس کے مقابلے میں نہ جائیں۔

عابس نزدیک آئے اور کہا: "رجل برجل" ایک کے مقابلے میں ایک' کوئی آگے نہ بڑھا، عابس نے کہا: دو دو کر کے آجاؤ' کسی نے مقابلہ کی جرأت نہ کی تو کہا: تین تین۔ پھر بھی کوئی نہ آیا تو فرمایا: دس دس آجاؤ لیکن ابن سعد کے لشکری ڈر کر دور دور بھاگ رہے تھے۔ عمر سعد نے پکار کر کہا: یکبار حملہ کر دو۔ عابس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے جسم سے زرہ اور سر سے خود اتار دی اور سر و تن برہنہ لشکر کے سامنے آ گئے جب کہ ان کا غلام ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ راوی کہتا ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ لشکر آپ کے آگے آگے بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ رہا تھا جیسے وہ بھیڑیے کو دیکھ کر بھاگتی ہیں' اور آپ شیر ببر کی طرح دائیں بائیں حملہ فرما رہے تھے' حتیٰ کہ آپ نے نو سو (۹۰۰) افراد کو قتل کیا۔

وقت آن آمد کہ عریان شوم
جسم بگذارم سراسر جان شوم
آنچہ غیر از شورش و دیوانگی است
اندرین رہ روی در دیوانگی است
آزمودم مرگ من در زندگی ست
چون رہم زین زندگی پایندگی است

"جس وقت وہ عریاں بدن کے ساتھ (میدان میں) آیا تو اس کا جسم سراسر جان محسوس ہو رہا تھا' جو کوئی شورش و دیوانگی کے بغیر ہے۔ اس راستے میں وہ دیوانہ ہے۔ میں نے آزمایا ہے کہ میری موت زندگی میں ہے۔ جس طرح میرا راستہ اس زندگی سے پائندگی کی طرف ہے"۔

ربیع نے کہا: خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ عابس ہر طرف حملہ کر رہے ہیں۔ بائیس سے زیادہ لاشیں ان کے سامنے پڑی ہیں اور لشکری ایک دوسرے کے اوپر گر رہے ہیں۔ آپ نے اس طرح جنگ کی پھر لشکر نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا اور آپ پتھروں' تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے زمین پر گر پڑے اور ان کا سر مبارک کاٹ لیا گیا۔

ربیع کہتا ہے: میں نے ان کے سر کو کئی لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا کہ ان میں سے ہر کوئی کہتا تھا: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ عمر سعد نے کہا: جھگڑا نہ کرو۔ عابس کو ایک شخص نے قتل نہیں کیا بلکہ تمام لشکری اس کے قتل میں شریک تھے۔ (بحار الانوار: ۴۵/ ۲۸ نفس المہموم/ ۲۸۱ مقتل خوارزمی ۲/ ۲۲ تاریخ طبری: ۵/ ۴۴۳)

ربیع نے کہا: میں ان سے آشنائی رکھتا تھا۔ میں نے کہا: اے عابس! میرا خیال نہیں تھا کہ تم برہنہ سر اور برہنہ تن اس طرح دریائے خون میں کود پڑو گے؟ ان نے جواب دیا: دوست کے راستے میں آدمی جہاں بھی جانا چاہے آسان ہے۔ (مہیج الاحزان/ ۱۴۵ م ۶' ریاض الشہادۃ ۲/ ۱۵۷ م ۸)

جونؓ بن ابی مالک کی شہادت

حجر اسود سے ہے تیرے جون کا رتبہ بلند
کربلا تو خانۂ حق کی نئی تعمیر ہے

جون نوبہ کے ایک سیاہ فام غلام تھے، اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب آپ کے مولیٰ تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں ۱۵۰ دینار میں خرید کر حضرت ابو ذر غفاریؓ کی خدمت کے لئے بخش دیا تھا۔ جب عثمان نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ جلاوطن کیا تو وہ حضرت ابوذرؓ کے پاس تھے اور ان کے ہمراہ ربذہ چلے گئے۔ اور جس وقت ابوذرؓ اس دنیا سے رحلت فرمائے گئے (۳۱ یا ۳۲ ہجری کو) تو آپ مدینہ واپس آ گئے اور خدمت امیر المومنین علیہ السلام میں رہنے لگے۔

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں اور ان کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام کے حضور میں رہے۔ پھر حضرت امام زین العابدینؑ کے گھر خدمت انجام دیتے تھے۔ جب آنحضرتؑ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا آئے تو جونؓ ان کے ہمراہ تھے۔

تاریخ طبری، کامل ابن اثیر اور مقاتل الطالبیین میں ہے کہ جون اسلحہ شناس اور آلات حرب کی اصلاح و مرمت میں تجربہ رکھتے تھے۔ لہٰذا شب عاشور آپ امام حسینؑ کے خیمے میں تلوار کی اصلاح میں مصروف تھے۔ (فرسان الھیجاء ۱: ۸/۷ وقائع الایام خیابانی تتمہ محرم ۳۳۱)

اس سعادت مند غلام نے شہادت کی آرزو کی اور امامؑ سے جنگ کی اجازت مانگی۔ آپؑ نے فرمایا: میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے کہیں دور چلے جاؤ۔ تم خوشی و عافیت کے لئے ہمارے پیچھے آئے تھے نہ کہ ہمارے راستے میں گرفتار ہونے کے لئے۔

جونؓ نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں خوشی کے وقت تو آپ کے خاندان کا کاسہ لیس رہوں اور مشکل کے وقت آپ کی مدد سے دستبردار ہو جاؤں؟

خدا کی قسم! میں اپنی حیثیت سے واقف ہوں کہ مجھ سے بدبو آتی ہے اور میرا حسب پست ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ لیکن کیا بعید ہے کہ آپ نظرِ کرم فرمادیں اور مجھ سے بہشت کا دریغ نہ کریں تاکہ میری بو خوشبو میں بدل جائے۔ میرا حسب محترم ہو جائے اور میری صورت سفید ہو جائے۔

نہیں خدا کی قسم نہیں، میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا' یہاں تک کہ میرا یہ سیاہ خون آپ کے خون میں نہ مل جائے گا۔ آپ نے یہ کہہ کر رخصت مانگی اور میدان میں پہنچ کر رجز پڑھا، حملہ کیا اور پچیس (۲۵) افراد کو قتل کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ امام حسین علیہ السلام آپ کے سرہانے پہنچے تو دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ بَيِّض وَجْهَهُ وَطَيِّبْ رِيحَهُ وَاحْشُرْهُ مَعَ الْاَبْرَارِ، وَعَرِّفْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

"خدایا! اس کے چہرے کو سفید اور اس کی بو کو طیب فرمادے اور اس کو ابرار کے ساتھ محشور فرمانا اور محمدؐ و آل محمدؐ سے آشنا گردانا"۔

امام باقر علیہ السلام نے علی بن حسین علیہما السلام سے روایت فرمائی ہے کہ جب لوگ شہیدوں کو دفن کرنے کے لئے آئے تو جونؓ کی لاش دس دن بعد دستیاب ہوئی، جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ (بحار الانوار ۴۵/۲۲، نفس المہموم/۲۹۰، مہیج الاحزان/۱۴۰، م۶)

امام حسینؑ نے روز عاشور دس شہیدوں کی لاشوں پر مرثیہ پڑھا اور دعا فرمائی۔

(۱) علی بن الحسین علی اکبرؑ جب شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

قَتَلَ اللّٰهُ قَوماً قَتَلُوكَ، مَا اَجْرَأَهُمْ عَلَى الرَّحْمٰنِ وَعَلَى انْتِهَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُولِ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَى

(۲) ابوالفضل العباسؑ کی لاش پر فرمایا:

اَلْآنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِی وَقَلَّتْ حِیْلَتِی

(۳) قاسم بن الحسنؑ کی لاش پر فرمایا:

يَعِزُّ وَاللّٰهِ عَلٰى عَمِّكَ أَنْ تَدْعُوهُ فَلَا يُجِيْبُكَ أَوْ يُجِيْبُكَ فَلَا يُعِيْنُكَ أَوْ يُعِيْنُكَ فَلَا يُغْنِي عَنْكَ بُعْدًا لِقَوْمٍ قَتَلُوكَ

(۴) عبداللہ بن الحسنؑ جب شہید ہوئے تو امامؑ نے ان کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا:

يَابْنَ أَخِي اِصْبِرْ عَلٰى مَانَزَلَ بِكَ وَاحْتَسِبْ فِي ذٰلِكَ الْخَيْرَ

(۵) جب عبداللہ بن الحسینؑ (علی اصغرؑ) شہید ہوئے تو ان کا خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا يَكُنْ اَهْوَنَ عَلَيْكَ مِنْ دَمِ فَصِيْلٍ

(۶) جب مسلم بن عوسجہؓ شہید ہوئے تو امامؑ نے فرمایا:

رَحِمَكَ اللّٰهُ يَامُسْلِمُ، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلًا،

(۷) حبیب بن مظاہر کی لاش پر فرمایا:

عِنْدَ اللّٰهِ أَحْتَسِبُ نَفْسِي وَحُمَاةَ أَصْحَابِي

(۸) حر بن یزید کی لاش پر فرمایا:

أَنْتَ كَمَا سَمَّتْكَ اُمُّكَ حُرٌّ فِي الدُّنْيَا، وَسَعِيْدٌ فِي الْاٰخِرَةِ

(۹) زہیر بن قین کی لاش پر فرمایا:

لَا يُبْعِدُكَ اللّٰهُ يَا زُهَيْرُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ قَاتِلَكَ لَعْنَ الَّذِيْنَ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ

(۱۰) جونؑ کی لاش پر مرثیہ پڑھا کہ جس کا متن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ (ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام/۱۳۱)

ترک غلام کی شہادت

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا ایک ترکی غلام تھا جو کہ بہت سے اوصاف کا حامل اور قاری قرآن تھا۔ وہ غلام باوفا امام سے رخصت ہو کر (دشمن کے) لشکر کے سامنے آیا۔ اس نے رجز پڑھ کر حملہ کیا اور ان نامردوں میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔

ان سیاہ رووں میں سے ستر افراد کو واصل جہنم کیا۔ اور پھر شہادت پائی۔ امام حسینؑ اس کے سرپر پہنچے۔ آپ نے اس پر گریہ فرمایا اور اپنا چہرہ اس کے خوش نصیب چہرے پر رکھ دیا۔ اس غلام نے آنکھیں کھول دیں۔ جب اس کی نگاہ آنحضرتؑ پر پڑی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور روح جانب بہشت پرواز کر گئی۔ (مناقب: ۴/۱۰۴ نفس المہموم/۲۹۴)

منقول ہے کہ جب اس نے اجازت مانگی تو امامؑ نے فرمایا: میں نے تمہیں اپنے بیٹے زین العابدینؑ کو بخش دیا تھا' ان سے اجازت مانگو۔ غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا بیان کیا۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ تو صاحب اختیار ہے۔

غلام حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں واپس آیا اور کیفیتِ حال بیان کر کے رخصت لی اور خیام حرم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر مجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہو تو معاف فرمانا' پھر الوداع کہہ کر میدان کی طرف چل دیا۔ (مہیج الاحزان/۱۴۶ م ۶ ریاض الشہادۃ: ۲/۱۵۸ م ۸)

اس واقعہ کی جون بن ابی مالک سے زیادہ مناسبت ہے۔ احتمالاً اشتباہ کی صورت پیدا ہوئی ہو گی جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ جونؓ امام زین العابدینؑ کی خدمت کرتا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کا غلام ہو گا۔ (واللہ اعلم)

بنی ہاشم کے جوانوں کی شہادتیں

مرنے پہ مستعد عزیزانِ باوقار . لکھا ہے رُخ پہ رنگِ شہادت کی تھی بہار
ہاتھوں میں سبحہ مستعد ذکر کردگار آئی تھی فاطمہؑ کی یہ آواز بار بار
اب روشنی تمام ہے ہر اِک چراغ کی
یہ آخری بہار ہے زہراءؑ کے باغ کی
(مرزا دبیرؔ)

جب امام حسینؑ کے اصحاب میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا اور سب کی شہادتیں ہو گئیں تو بنی ہاشم کے جوانوں کی باری آئی۔ پس امیر المومنین علیؑ کے بیٹے، جعفر و عقیل کی اولادیں، اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے فرزند جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے وداع کیا اور عزم جہاد کے ساتھ مردانہ وار پیش قدمی کی۔

آئید تا بگریم چون ابر در بہاران
کز سنگ نالہ خیزد روز وداع یاران
باساربان بگوئید احوال اشک چشم
تا بر شتر جبدد محمل بہ روز باران

ذیل میں ہم بنی ہاشم کے نوجوانوں کے ناموں کی فہرست درج کرتے ہیں:

حضرت علیؑ کے بیٹے:

(۱) حضرت ابو الفضل العباسؑ
(۲) جعفر بن علیؑ

(۳) عبداللہ بن علیؑ

(۴) عثمان بن علیؑ

(۵) ابوبکر بن علیؑ کہ جن کا نام محمد تھا

امام حسن مجتبیٰؑ کے بیٹے:

(۱) ابوبکر بن الحسنؑ

(۲) عبداللہ بن الحسنؑ

(۳) قاسم بن حسنؑ

امام حسینؑ کے بیٹے:

(۱) حضرت علی اکبرؑ

(۲) حضرت عبداللہ رضیعؑ (علی اصغرؑ)

عبداللہ بن جعفر اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے فرزند:

(۱) عون بن عبداللہؑ

(۲) محمد بن عبداللہؑ

اولادِ عقیل:

(۱) جعفر بن عقیل

(۲) عبدالرحمٰن بن عقیل

(۳) عبداللہ الاکبر بن عقیل

(۴) عبداللہ بن مسلم بن عقیل

(۵) محمد بن مسلم بن عقیل (زیارت ناحیہ میں ابی عبیداللہ بن مسلم بن عقیل کہا گیا ہے)

(۶) محمد بن ابی سعید بن عقیل

(زیارت ناحیہ مقدسہ نفس المہموم ۳۰۵ ما بعد منتہی الآمال: ۱/۳۷۲ ما بعد مقتل مرحوم مقرم:

۳۱۸ و ما بعد)

فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین

(سرپرست مولانا ریاض حسین جعفری)

تلاش حق	120/-	جام غدیر	150/-
ذکر حسین	100/-	زندہ تحریریں	100/-
برزخ چند قدم پر	125/-	شاہکار رسالت	60/-
اسلامی معلومات	100/-	محشر خاموش	130/-
محمد تا محمد	100/-	اسلام اور کائنات	200/-
محمد تا علی	100/-	غریب ربذہ	120/-
سورج بادلوں کی اوٹ میں	120/-	فطرت	125/-
شہید اسلام	100/-	ذکر المصائب	250/-
قیام عاشورہ	50/-	جستجوئے حق	50/-
قرآن اور اہلبیت	100/-	خطبات محسن (دو جلد)	250/-
دینی معلومات (دو جلد)	125/-	صدائے محسن	125/-
نوجوان پوچھتے ہیں شادی کس سے کریں؟	35/-	افکار محسن	100/-
ظالم حاکم اور صحابی امام	15/-	جام کوثر	100/-
توضیح عزاء	225/-	نسیم المجالس (دو جلد)	250/-
تفسیر سورہ فاتحہ	100/-	اولی الامر کون؟	135/-
مشعل ہدایت	100/-	ریاض المجالس	125/-
اسم اعظم	125/-	تفسیر المجالس	125/-
سوگنامہ آل محمد	225/-	گلزار خطابت	135/-
افکار شریعتی	225/-	معیار مودت	135/-
سیرت آل محمد	125/-	خطبات شیخ الجامعہ	135/-
مناظرے	135/-	بہشت	250/-
آسان مسائل (چار جلد)	240/-	نصائح	135/-
تاریخ جنت البقیع	100/-	جنت	150/-
عمدۃ المجالس	100/-	توحید	135/-
حقوق زوجین	35/-	ولایت	175/-
ارشادات امیر المومنین	20/-	آفتاب ولایت	150/-
صدائے مظلوم	50/-	آرزوئے جبرئیل	135/-
معجزات بتول	35/-	سیدۃ العرب	135/-
لڑکا سونا لڑکی چاندی	35/-	تہذیب آل محمد	150/-
اسلامی پہیلیاں	35/-	توضیح المسائل	150/-

فکر حسین اور ہم	15/-
پیام عاشورہ	40/-
معصومین کی کہانیاں	35/-
ارشادات مرتضیٰ و مصطفیٰ	35/-
آزادی مسلم	10/-
فقہ اہلبیت	55/-
صحیفہ پنجتن	100/-
حرف احساس	100/-
حسین میرا	100/-
موت کے بعد کیا ہوگا؟	150/-
تہذیب نفس یا اخلاق عملی	150/-
اصول عقائد	135/-
صحیفۂ زہرا	135/-
سیرت امام رضا	135/-
اجر عظیم	85/-
خواہشات پر کنٹرول کیسے ہو؟	100/-
راز زندگی	120/-
علی سے دشمنی کیوں؟	85/-
عملیات رزق	185/-
جادو شکن	175/-
خصائص امیر المومنین	145/-
مولائے کائنات کے فیصلے	185/-
پھر وہ شیعہ ہوگیا	250/-
آل رسول سے بغض کیوں؟	145/-
16 معجزے	25/-
12 معجزے	20/-
تحفۃ الواعظین	زیر طبع
1001 فضائل علی	زیر طبع

عصر ظہور	200/-
جدید فقہی مسائل	100/-
بحر بلا سے کربلا تک	135/-
موعظہ مباہلہ	60/-
مہدی حدیث کی روشنی میں	60/-
احادیث قدسیہ	165/-
اسلامی اصول تجارت	135/-
یا علی سنو میری باتیں	150/-
آل محمد پر درود	135/-
راہ خدا	165/-
اصول دین	130/-
سردار کربلا	300/-
مکتب امامت و خلافت (دو جلدیں)	500/-
بحر المصائب	165/-
فلسفہ غیبت مہدی	135/-
وظائف المومنین	65/-
امالی شیخ صدوق (دو جلدیں)	425/-
معجزات آل محمد (چار جلد)	800/-
تفسیر نور الثقلین (پانچ جلدیں)	1500/-
غم نامہ کربلا (لہوف کا ترجمہ)	125/-
مناقب اہلبیت (چار جلدیں)	765/-
جمال منتظر	250/-
آفتاب عدالت	150/-
نہج البلاغہ	175/-
فضائل الشیعہ	65/-
محب اہلبیت کون؟	65/-
مسافر شام	135/-
ولایت امام اور علم غیب	135/-
تفسیر سورہ حدید	150/-

ملنے کا پتہ: ادارہ منہاج الصالحین الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دوکان نمبر 20
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 7225252

ادارہ منہاج الصالحین

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120